بہ ہمین گلشن آرائی کن فکان رنگین فرمائی گل و ریحان
گلستان سخن
مطبع منشی نولکشور

یعنی گلشن آرائی کن فکان و رنگین فرمائی گل ریحان
عمدہ تبصرہ نادر تذکرہ ہے کہ جسمیں ہر علم و فن کا تحقیقات کے ساتھ بیان ہے نہ دیدہ عالم مرغوب اہل سخن
گلستان سخن
حسب حکم یک قدردان سخن ماہر فن صاحب کمال منشی دینہ دیال صاحب میر منشی ایجنسی بھوپال کے
مطبع منشی نولکشور میں بہ طبع مزین مقبول اہل جہان ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پلا ساقی مجھے جام مئے ناب — کہ دل سینہ مین ہی جون برق بیتاب

کہ اس مئے کے لیے پیدا وہ انگور — کہ ٹپکے اوس سے جون مئے خون منصور

وہ مئے ظاہر مین گو آب خنک ہو — پہ تجلی اوسکی ایک موج تنک ہو

تجلی اوسکی ہو گر پرتو افگن — جلا دے طور کا سارا وہ خرمن

پری کی طرح ہو مینا مین مستور — پہ جون خورشید دے عالم کو ایک نور

نہ کچھ تنہا وہ نقد جام جم ہو — چراغ دیر ہو شمع حرم ہو

اوسی سے پر ہوا ہو صبح اور شام — جنید و شبلی و منصور کا جام

رہے دایم وہ جون عشق جگر جوش — جنون کی راہبر اور رہزن ہوش

ہر اک جرعہ ہو اوسکا جان منصور — ہر اک قطرہ شرار آتش طور

پہ کچھ پر زور ہو وہ صاف گلرنگ — کہ موج اوسکی دل مینا پہ ہو سنگ

اگر ہی صاف اگر درد اوس سے اک جام — پلا دے مجکو ای غارت گر کام

کہ میرے دل سے معنی جوش زن ہی — زبان کو گرمی شغل سخن ہی

اگر سیراب ہو جام مئے ناب	نہال گلشن معنی ہو سیراب
کر ایسا جام مے سے مجھکو سرمست	کہ دل سے محو ہو سب نیست اور ہست
سدا رہوے زبان پر حمد کی فکر	نہ ہووے دل کو جز توحید کچھ ذکر

چمن چمن حمد اور گلشن گلشن ثنا کے لائق وہ بہار پیرا ہے جسکی نسیم قدرت نے سمن رویوں کے رخسار کو گل سے شگفتہ تر کیا اور مسلسل مویوں کی زلف کو سنبل سے آشفتہ تر اوسی چمن آراے قدرت کا ایجاد ہے کہ چشم نرگس باوجود نابینائی کے باز اور سرو باوجود پادرگل ہونے کے آزاد ہے سوسن اوسکی رازداری سے باوجود دہ زبانی کے خاموش اور زبان بر قفا اوسکے نفاذ امر سے باوصف نافرمانی کے اطاعت مین سخت کوش اوسکی نیسان عطا سے صدف گل گوہر شبنم سے آبستن اور اوسکے کان سخا سے خاک چمن زر جعفری کی مخزن سبحان اللہ کثرت کو آئینہ وحدت کیا اور دوئی کو مظہر عینیت بنایا نظر تحقیق مین قطرہ و موج وحباب کی اصل آب ہے اور نگاہ تامل مین شرار اور شعلہ سرکش کی حقیقت آتش وہی آتش ہے کہ رگ ہر سنگ مین مثل خون جاری ہے اور وہی بہار ہے کہ ریشہ ہر نہال مین مثل آب ساری ہے ہان مگر تفاوت مراتب کا درمیان ہے اور یہ تفاوت مثل ذرہ و آفتاب عیان ہے مظہر تام وہ یگانہ ہے کہ معنی لولاک اوسکی وسادہ عظمت سے ایک طراز ہے اور سیر افلاک اوسکی شوخی سمند کا ایک ناز ہے انا افصح رنگ ہے اوسکے گلزار مقال کا اور انا املح نمک ہے اوسکے خوان جمال کا قاب قوسین گواہ ہے کہ ما عرفناک صرف سلوک ہے طریقہ انکسار مین اور انا احمد بلا میم شاہد ہے کہ لا احصی محض اہتمام ہے اخفاے اسرار مین خاکی کو اوس فلک مرتبت کے مدارج نعت پر صعود کرنا ایسا محال ہے جیسے گرد ضعیف کو آسمان پر جانا اور انسان کو اوس ملائک حشم کے اوصاف مین لب کھولنا اسطرح دشوار ہے جسطرح بندہ کو خالق کا راز زبان پر لانا حق یہ ہے کہ نہ اداے حمد کے لائق زبان ہے اور نہ گزارش نعت کے سزاوار بیان بس واجب ہے کہ بارگاہ معبود مین اداے سجود اور پیشگاہ نبوت مین گزارش درود کی سعادت حاصل کرکے کارکنان مملکت شریعت اور پیشوایان راہ طریقت یعنی چاریاران خلافت مرتبت کے حق مین رحمت کی استدعا کرے اور پھر فکر تیز پا اور اندیشہ رسا کی اعانت سے ایسے دستگیر خلایق اور رفیق خالق کا ثنا طراز ہو کہ اس عہد مین بعد خلفاے راشدین کے چار بالش خلافت پر جاگزین ہے اور ایوان ریاست مین مسند نشین یعنی گوہر دریاے سلطنت و تاجداری افسر فرق سعادت و بختیاری زیبندہ اریکہ ہفت کشور طرازندہ تخت و افسر بانی بناے معدلت مروج قواعد نصفت محی مراسم عدل و داد ماحی آثار ظلم و بیداد تیزی تیغ

شجاعت وبسالت صفاے آئینہ عظمت وجلالت مسند آراے قصر دولت واقبال چمن پیراے
گلشن جاہ وجلال رفعت مرتبت معالی منزلت نقاوہ دودمان صاحبقرانی سلالہ خاندان گورگانی
رافع لوای انصاف ہادم بناے اعتساف حضرت ظل اللہ ابوظفر محمد سراج الدین بہادرشاہ خلد اللہ
ملکہ وسلطانہ وافاض علی العالمین برہ واحسانہ دریا اوسکے عہد انصاف مین ساحل کی ہمکنی
کے جرم پر حلقہ موج سے پابزنجیر صحرا اوسکے عدالت کے دور مین خار کی پرورش کے گناہ پر آبلہ
پایون کے نقش قدم سے شکنجہ مین اسیر اوسکی سیاست نے چورون کی سازش سے رنگ حنا کو دستگیر
کیا اور اوسکی ہیبت نے حصار چمن مین نافرمان کو فرمان پذیر قضاے چرخ اوسکی پیشگاہ کی وسعت
کے آگے ایک کف دست اور اوج فلک اوسکے آستانہ کی رفعت کے سامنے پست چوب زبان
درفش کاویانی کی روکش دست وپای اعداجاہ وشان بارگاہ کے ہاتھ مین گرفتار کشمکش اوسکا
ادنی غلام داراکو ایسی شکست دے کہ سکندر رشک سے مرجاوے اور اوسکا کمتر بندہ ضحاک سے
ایسا انتقام لے کہ فریدون غیرت سے منھ نہ دکھاوے شیر نے اوسکے نہیب سے خانہ روباہ مین پناہ
لی اور گرگ نے اوسکی وہشت سے گوسپند کے مقابل صحرا کی راہ لی از بسکہ چتر ظل اللہی کے سایہ مین
تربیت پائی ہے ظل ہما کو اوسکے فرق بلند تک جرأت کرنے مین خجالت ہے اور جو کہ پایہ سریر کا فوق
عرش سے بالاتر ہے چوب سدرہ وطوبی کو سامان تخت کے مہیا کرنے مین ندامت ہے اقبال اوسکی ملازمت
سے سربلند اور دولت اوسکے آستانہ سے ارجمند فضاے بزم مین شعلہ ہر شمع فروزان کا رقص
ناہید سے نشاط انگیز تر اور میدان رزم مین موج ہر ریگ روان کی خنجر سے خون ریز تر دست سخا
ایسا سحاب ہے کہ ہر قطرہ اوسکا گوہر سیراب ہے اور تخت مرصع ایسا باغ ہے کہ ہر گل اوسکا گوہر شب چراغ
ہے اہل روزگار گنجینہ سخا سے ایسے کامیاب کہ شبنم گوہر سے وظیفہ خوار اور گل زر سے روزینہ دار
ہے اور خلق خوان عطا سے ایسی سیر کہ غنچہ نرگس صحن مزعفر کی طرف آنکھ نہین کھولتا اور گل سوسن
دعوت شگفتگی مین باوجود صلاے نسیم کے اوس زبان درازی پر منھ سے نہین بولتا دامن سائل
کا اوسکے سیل عطا سے ایک گرداب ہے آب گوہر سے مواج اور کشکول ہر گدا کی اوسکے خزینہ بخشش
مین کثرت جواہر سے رشک افسر وتاج رخ اعدا کا گل زرد اوسکی شمشیر کی بہار طرازی سے گلگون اور تن
خصم کی رود خشک اوسکی خنجر کی نیرنگ سازی سے جوے خون صبح اوسکی پیشگاہ ادب مین
ضبط نفس مین مجبور اور آفتاب اوسکی روشن دلی کی خجالت سے پردہ شب مین مستور قیامت نمونہ
ہے اوسکی مہابت کا اور محشر نقشہ ہے اوسکی سیاست کا پنجہ آہنین اوسکے زور دست سے موم اور

وہ ہوا دار اوسکے صدمۂ گرز سے معدوم و چمن مین نسیم بغیر اوسکی اجازت کے زرگل نو پا ہو نہ سکا
اور صحرا مین گرد باد بدون اوسکے علم کے ایک قدم نہ اوٹھا سکے اوسکے عہد انصاف مین
دریا تیغ موج سے نہنگ کو تہدید کرتا ہے کہ آشنا کشی سے باز آوے اور صحرا گزر گرد باد سے
خاشاک کو ڈراتا ہے کہ بلبلہ پاؤنکی خونریزی سے ہاتھ اوٹھا وے اگر دبیر فلک اوسکے سر گردون
ازیر کے جو ابھرا پار تو تسبیح کو ایک پرانا سا شمار کرے اور فرض و تقدیر کی امانت سے لا بنا
تعیین اعتبار کرے ایک پایہ کے ترجیح کا حساب انجام کو نہ پہونچا وے اور اگر صحا سب
اوسکے تاج آسمان معراج کے لآلی شاہوار کو اعداد غیر متناہی کی وساطت سے گننے اور عمر ابد کو
مدت تکرار انفاس اس حساب مین صرف کرے اوسکے خیمہ کو شہ کے موتیوان کے شمار مین آحاد
آب جبتک آسمان محور پر ہے اور آفتاب ... تک ہر تخت شاہنشاہی سے آسمان کا
رفعت اور تاج حضرت ظل الٰہی سے آفتاب کو عزت رہے

مدح وارث تاج و نگین والا ثمانت زمان زیب و لیعہد خلیفہ حق سزاوار خلافت مطلق

ایک شب کہ کنج مسکن کو چراغ خیال نے منور کیا تھا اور گوشہ فکر کو شمع معانی نے فانوس آفتاب سے
روشن تر قوافل معنی کو آمد ورفت ہر شنون کی فوج سے افزون ترقی تھی اور خلوت ضمیر فرط
مضامین سے نگینہ جواہر سے مشابہ تر گہی بلبل خامہ عندلیب خوش الحان سے ہمنوا اور
کبھی طوطی نفس قمری سحر خوان سے ہمصدا تاگاہ نسیم صبح گاہ نکہت ریاحین سے ہم آغوش
اور روائح مشکبار سے مہکتا رخت دماغ مین نافہ کشا ہوئی اور بزم مشام مین عطر بار صیقل
انبساط نے آئینہ صفائے وقت سے زنگ زدائی کی اور شاہد نشاط نے گوشۂ طبیعت سے جلوہ نمائی
جذبہ بیام لا رہی جادۂ گریبان طرف راہبر ہوا اور شوق تیز پا صحرائے خیال مین سفر فضا کے
گلشن قدس کو دلکشا دیکھا اہواے چمنستان غیب کو جانفزا کہین شاہدان قدسی شمامہ
جلوہ گری کرتے تھے اور خوبیان رنگین جامہ دلبری ایک ہنگامہ رواروگرم تھا اور موکب
دوا دوبے آرزم حیرت نے خانہ چشم مین بساط آرائی کی اور تعجب نے گوشۂ خاطر مین پردہ کشائی
حیا نے شوق نے پنجہ شرم سے دامن جھٹک کر قدم بڑھایا اور ایک گلرخسار نازک دماغ کے
سامنے آیا مگر حیرت آستانان مین آوے اور پردہ تغیر چہرہ نگاہ سے اوٹھ جاوے سبب
کیا ہے کہ انجمن آرایان جمال گلشن شبگیر مین آور چمن طرازان حسن آہنگ سفر مین صفیر و نالہ

تو سب کو دیکھا انکا بلندی سے زیادہ تر آشنا ہوا پایا ہم و سب سے زیادہ بیگانہ ہا بیرت کی نو تھی
کہ اس بیگانہ ہا مین اسقدر آشنا لب ہم پہنچاتے تھے اور اس ناشناسا ملک مین
اتنے آشنا روکسدرن ہاتھ آتے تھے اس نسخ نمائی سے بیتاب تھی اور اس محنت اضطراری سے
ان عروسان رعنا شعار کا لب تبسم سے آشنا ہو جانا اور انکا خندہ و کنایہ آمیز ہوش ربا تب
ایک حیرت طاری ہوئی کہ آیا میرا ہی دل ہوش سے بیگانہ ہے یا ان نازنینان مشعبد صفت کی
طبیعت ستم ظریفی مین بیگانہ آخر آواز آشنا گوش پاتا ہوئی اور صدائے دلنواز رہبر مدعا
کہ ہم وہی گلرویان سمن اندام ہین کہ تیرے سریر قلم کے صلا پہ اس وادی دور و دراز مین حرف
پیما ہین اور تیری محفل خیال کے عزم مین اسقدر تیز رو ہا تونے بزم سخن کو داد رد اور گرکے تفرج
کے واسطے نہین آراستہ کیا اور خوان معنی کو خدیو دست گستری کی ضیافت طبع کے لیے نہین
پیراستہ کیا اسی محفل آرائی کی تقریب ہو کہ ملک نزاکت کے لطیف نہاد اس نقل و حرکت مین
بے اختیار ہین اور اسی بزم پیرائی کا سبب ہو کہ گلشن لطافت کے نازک دماغ اس بادیہ نوردی
مین ناہپار ہین فی الواقع کیونکر ایسی بزم کا شوق دامنگیر نہو کسطرح ایسی انجمن دلپذیر نہو کہ جہان
صاحب سلیقہ اوسکا میزبان ہو اور داور روزگار اوسکا مہمان وہ داور کہ جسکی صحبت کرم ترحم گان
گلشن عالم کی خاطر کو ایسا شگفتہ کرتی ہے جیسے غنچہ کو باد صبا اور اوسکی سموم قہر سرکشان وادی
روزگار کے دلون کو اسطرح جلاتی ہے جیسے اہل کفر و ضلال کا نار جحیم یعنی حامی امم ماحی ستم قاسم
ارزاق عباد ناظم معمورۂ بلاد روشن سواد صحیفہ تقدیر نقش بند صحائف تدبیر چمن طراز دولت و اقبال
گلدستہ بند بہارستان جاہ و جلال زینت بخش مسند خلافت پناہی طراز ندہ کنت شوکت و دستگاہی ہادم اساس
کفر و عصیان قامع تبیان سرکشی و طغیان ولیعہد حضرت ظل الٰہی سزاوار لقب عالم پناہی مرجع
شجاعت پیشگان صاحب تہور مرزا فتح الملک بہادر دام اقبالہ و ضاعف اجلالہ کہ جہان اوسکے
سایہ حمایت مین تقلب ادوار سے مامون ہے اور عالم اوسکے حصار عنایت مین حوادث روزگار
سے مصئون سوال ہنوز لب تک نہین آیا کہ اوسکے گنجینۂ کرم سے در و جواہر نے قدم بڑھا کر
استقبال کیا اور حرص سے ابتک اظہار مطلب نہین ہوا کہ نعمت الوان نے اوسکے خوان
عطا سے خود سبقت کر زبان سوال کو لال کیا شجاعت اوسکی شیر ہی سے دلیر ہو سخاوت اوسکی زیادہ
بخشی سے سیر اگر کسی کو بیہودہ تقدیر سے اپنی خدمت کے واسطے طلب کرے ہنوز کاتب قدرت
اوسکی لوح پیشانی پہ کوئی حرف لکھنے نہ پاوے کہ سرعت اقتدار سے کلاست اوسکے

پھیلاوے کل اگر اوسکے سامنے ہاتھ پھیلاوے تو زر سے مالا مال ہو جاوے لیکن اوسکے حسن
انتظام سے کسی نے مطلوب گم نہین کیا باغبان نے قمری کی زبان سے بھی آج تک کو کو نہین سنا
کمال غیوری سے باغبان پر تہدید ہی کہ باوجود دل دہی کے فریاد صنوبر کا کیا سبب ہی اور داغ
لالہ کا کیا باعث بکمال رعیت پروری سے شبنم کو پاسبانی باغ عطا کی تاکہ چشم نرگس کثرت بیداری
سے بیمار نہو جاوے اور بنہایت پردہ داری سے زبان سوسن کو ساکت کر دیا تاکہ باغبان سے
گلچین کی چغلی نکھاوے باغبان کو حکم ہی کہ گریہ بید باغ مین نہ ہونے دے تاکہ طیور کی طبیعت
نا مرگریہ سے سراسیمہ نہو جاوے اور نسیم کو تاکید ہی کہ گل آفتاب شب کو کھلاوے تاکہ دزدان
شب مین نرگس کے خواب راحت مین خلل نہ دوے اعدا کا گلوے تشنہ قطرہ پیکان سے
سیراب ہو سکتا تھا زیادہ بخششی سے آب تیغ کی روبہا دی اور خصم کی دعوی لاطائل کا ابطال
حرف گلوگیر کمند سے ممکن تھا اظہار غلبہ کے واسطے زبان خنجر سے برہان قاطع سنا دی دشمن
اگرچہ نخوت فرعونی رکھتا ہو اوسکی اژدہاے شمشیر کے سامنے نہین آسکتا اور عدو ہر چند دیو سفید ہو
اوسکی تیغ رستمی کے آگے سر نہین اوٹھا سکتا حق یہ ہی کہ اوصاف حمیدہ اور محامد پسندیدہ اس
سرفراز عالم کے ظرف تقریر مین نہین آسکتے اور حوصلہ تحریر مین نہین سما سکتے مناسب یہ ہی کہ سر رشتہ
ثنا کو دعا پہ تمام کرون کہ آمین گوش بر آواز ہی اور اجابت ارتکاب درنگ سے شکوہ طراز الہی
جتبک دعاے نیم شبی مین اثر اور آہ سحری مین تاثیر رہے روے زمین مانند انگشتر اوسکے زیر نگین
مین اور خصم سرکش مثل صید زبون دستگیر رہے

احوال مصنف اور سبب تالیف کتاب

قلم نے جب خالق آسمان و زمین کے نقود حمد سے دامن اوراق کو مالا مال کر لیا اور خلاصہ ماء و طین
کے جواہر نعت سے گنجینہ کتاب کو مملو کر دیا خداوند روے زمین کی مدح سے سخن کو مزین کیا اور وارث
تاج و نگین سلطنت کی ستایش سے کلام کو رشک چمن اب سررشتہ گفتگو کو ان مراتب سے
کوتاہ اور پیک فکر کو عرض مطلب کے میدان مین روبراہ کرتا ہی کہ محتاج رحمت خالق احقر
افراد خلائق باوصف شاہزادگی خادم ارباب فضل و افضال باوجود صاحبی عالم بندۂ اہل کمال
ضعیف عباد ناشناساے بلاد قادر بخش صابر تخلص ابن صاحب عالم و عالمیان زبدۂ ملکزادگان
والا شان فلک مرتبت آسمان رفعت جم اقتدار فریدون اعتبار فخر دودۂ گورگانی شرف
خاندان صاحبقرانی صاحب والا پایگاہی مالک اریکہ عالم پناہی مرجع اکابر عالم مرزا

مکرم بخت بہادر رفع اللہ قدرہ وجلالہ وضاعف دولتہ واقبالہ خلف یگانہ دودمان سلطنت نشان مرزا خرم بہادر تغمدہ اللہ بغفرانہ ابن سرکردہ خانوادگان دولت قرین مرزا اعزاز الدین بہادر مرحوم کہ مہین برادر زیبندہ تخت وسریر حضرت عالمگیر ثانی اور فرزند ارشد کیوان حشم فریدون علم جمشید حشم مرزا معزالدین جہاندار شاہ بادشاہ مغفور کے تھے بدو شعور اور ابتدائے تمیز سے عمر عزیز کو نقد ہنر و جوہر کمال کی جستجو مین صرف کرتا تھا اور ازبسکہ فیض الٰہی نے گنجینۂ نامتناہی سے گوہر گران ارزش دریافت اور جوہر گرانمایہ ادراک عطا فرمایا کہ صغرسن مین اشباہ و امثال سے ممتاز کیا تھا منظر شاخ مین گل کو جلوہ گر دیکھا اور ریشہ مین برگ و بار کو مشاہدہ کرتا نقطہ سے خط اور خط سے سطر کا مضمون سمجھ لینا دشوار نہ تھا اور تخم سے ریشہ اور ریشہ سے نہال کا حال دریافت کرنا کچھ کار نہ تھا چشم دریافت سے زنگ مین وہ صورت دیکھتا کہ سکندر آئینہ مصفا مین اور رسائی طبیعت سے سفال مین وہ کیفیت پاتا کہ جمشید جام جہان نما مین ناخن فکر سے لغز و چیستان کی گرہ آسان کھلجاتی اور طبع رسا دقایق اور غوامض کو جلد پہونچ جاتی طبیعت کو مناسبت ایسی تھی کہ اگر عبارت مین الفاظ غیر متعارف سنگ راہ ہوتے وقت فہمی کی مزاحمت پیش نجاتی اور ذہن کو رسائی اسقدر تھی کہ اگر حذف و تقدیر کی افراط سخن کو حد اہمال تک نہ پہونچا دیتی پیچ و خم راہ سے منزل مقصود تک پہونچنے مین کچھ خرابی وقوع مین نہ آتی جون جون نقد ہنر کا عیار کامل ہوتا جاتا اقران و امثال کو رشک حاصل ہوتا جاتا اوائل حال مین ہرچند نہ شعر کی کیفیت سے آگاہ تھا اور نہ عروض و قافیہ کی حقیقت سے مطلع اکثر اثنائے گفتگو مین شاہد سخن زیور موزونی سے آراستہ ہوتا تھا اور نگار کلام حلیۂ وزن سے پیراستہ جب رفتہ رفتہ نہال استعداد نے نشو و نما پائی اور رشتۂ سواد خوانی نے رسائی فہم خدا داد نے خود رہبری کی کہ ایسا انتظام زیور کلام بہم آوے اسقدر قیود کلام کے واسطے مایۂ انتظام اور یہ صرف اس سبب سے تھا کہ کلام منظوم کے طرز و طور کو ملحوظ اور اس اعداد کو خزانۂ خیال مین فراہم کرتا جاتا جون جون کتب درسی مین اصناف سخن نظر مین آتے ایک پردہ اوٹھتا جاتا اور یون منکشف ہوتا کہ کلام موزون مین مدایح کثیر جلوہ نما ہین اور مراتب بیشمار چہرہ کشا اور تراکیب الفاظ و طریق تشبیہ و وضع استعارہ و اسلوب کنایہ و طرز خطاب و انداز جواب و اسامی عاشق و صفات معشوق سے تحصیل کی دقت ہر مقام مین طبیعت آشنا ہوتی ہی جاتی تھی ان سب مراتب کے فراہم ہونے سے طرفہ معجون نے ترکیب پائی اور عجیب کیفیت کی مفرح ہاتھ آئی قدرت کو اوسکی قدرت جلوہ گر ہوئی اور طاقت میسر تھا

خداداد اور تمیز بازار نے سب اسباب کو اپنے اپنے محل مین اور ہر پیرایہ کو اپنے اپنے مقام مین
صرف کرنا شروع کیا کبھی ایک مصرع کو دوسرے مصرع سے بطریق بیت کے ربط دیتا اور
کبھی بیتون کو بطور غزل اور قطعات کے اور گاہ مصرعون کو مسمط کے طرز پر فراہم کر لیتا
اور گاہ ابیات کو بطور مثنویات کے لیکن ان سب مراحل مین نہ زور طبیعت کے سوا راہبر
اور نہ فکر خود پسند کے سوا ہمسفر ابتدا مین تو ہمزادون کے سوا کوئی رازدار نہ تھا لیکن رفتہ رفتہ
انہیا بھی اس سودات سے مطلع ہوئے اور گو کہ نوزادگی و خوردسالی کے لحاظ سے اوس کلام کو
کسی پایہ مین شمار نکرتے لیکن کبھی کبھی پیشانی کی شگفتگی اور سر کی جنبش سے معلوم ہوتا کہ غالباً یہ زمزمہ
[illegible]ن دلون مین ناخن زن اور سرون مین سوزش افگن ہی اس خیال سے یہ مالیخولیا پک گیا
اور یہ تصور رنگیا ہر چند مطالعہ کتاب سے تو سواد روشن کرتا لیکن اس صناعت مین ہمہ تن
مصروف ہو کر روز و شب اس شغل سے فارغ نہ رہتا اکثر احباب راست اندیش رہبری فرماتے
کہ فارسی نحیرون کی دوکان کا سرمایہ اور بیگانون کی تجارت کا متاع ہی اسکے کمال کو عمر طویل چاہیے
اور بلبل نوایان گلشن ایران مین سے کوئی خوشنوا دلیل زبان اردو اگر صاف و شستہ
میسر آوے فارسی اوسکے سامنے بے فروغ اور دری اوسکے آگے بیرواج ہو جاوے اندرز
گوئی کی تکرار دل مین جا گیر اور وہ نصیحت دلپذیر ہوئی ریختہ گویان ماضی و حال کا کلام
فراہم کیا اور ارباب کمال کا سخن بہم پہونچایا یہ ہوس گویا ایک آگ تھی کہ ہواے طمع سے بھڑک
اوٹھی پاے شوق رسا ہوا اور شاہد معنی نقاب کشا ذوق صحیح کی اعانت اور مناسبت
طبیعت کی مدد سے چند روز مین سخن نے ایک رنگ پیدا کیا اور کلام نے ایک آب و تاب
بہم پہونچائی فکر کا سر بلند ہوا اور طبیعت کا زور دوچند لیکن یہ معاملہ بعینہ اوس زور آور
اور مشتاق کے حال سے مشابہ تھا کہ ایک معرکہ کشتی گیران رستم توان کے تماشے سے دوچار
بند یا دو گر لاوے اور دوسرا آب وران ماہر کی تقلید سے رفتہ رفتہ دست و پا مارنے مین مشق
بہم پہونچاوے لیکن نہ وہ حریفان کار آزمودہ کے مقابلہ کی تاب لا سکتا ہی اور نہ لطمہ امواج
کے صدمے سے جان بچا سکتا ہی ناگاہ خود بخود خیال آیا کہ جبتک کوئی راہبر نہو گا منزل مقصود
مین پہونچنا محال ہی انسان کی آنکھ اپنے عیب مین نابینا ہی کہ اپنا عیب ہر چند جلی ہو اوسکی
نظر مین ناپیدا ہی خصوصاً عیوب شعر کہ اونکی قباحتین قائل کی نگاہ مین ہمرنگ ہنر ہوتی
ہین اور اپنی تصنیف کی برائیان سر بسر خوبیون کے لباس مین جلوہ گر اور یہ بات کیونکر نہو

کہ شعر شاعر کا فرزند ہوتا ہے اور فرزند ناخلف ہی کیون نہو باپ کی نظر مین ارجمند ہوتا ہے گو [illegible]
نسبت فرزندی و پدری کو اس معاملے سے کیا مناسبت اور اوسکو اس سے کیا مشابہت کہ
باپ کو فرزند سے علاقہ جسمانی ہے اور شعر کو شاعر سے تعلق روحانی بیٹے نے وجود پدر کے دریا سے
ایک قطرہ کے سوا کیا تحصیل کیا اور شعر نے ہر رنگ کے ساتھ شاعر کی روح کا مادہ تحلیل کیا ہے
کسی خوشفکر نے کیا خوب زمزمہ پیرائی اور عجب لطف کی نغمہ سرائی کی ہے شعر ہر کہ سخن را
بسخن ضم کند ز قطرہ از خون جگر کم کند ز اگرچہ خزف ریزہ جوہری سخن کی نگاہ مین لعل و گوہر
سے بہتر نہو تاہم اپنی سرمایۂ زندگی کو اوسکی بیع و شرا مین کب کہو سکتا جب یہ مقدمہ ذہن مین مستحکم
ہوگیا رہنما کی تلاش ہوئی اور اس تلاش مین کیا کیا جان و دل کو خراش ہوئی غیرت نے یہ چاہا
کہ ایسے کی شاگردی کا حلقہ اپنے کان مین ڈالیے اور ایسے یگانہ روزگار کی استادی کا نام
زبان سے نکالیے کہ اوسکی جامعیت مین کسیکو کلام نہو اور طالب اوس پر طریقت کی بیعت
کے بعد اور اونکی جستجو مین بدنام نہو بعضے سخن سنجان معنی رس کو تو اسطرح پایا کہ ہر چند دقائق
فن سے آگاہ اور غوامض صناعت سے واقف تھے لیکن اونکی زبان تلفظ حروف مستعملہ سے
چندان آشنا نہ تھی اور بعض کو ایسا دیکھا کہ گو جودت فکر اور تیزی طبیعت سے اونکے کلام کی
خوبی دلمین ناخن سا اور سخن کی ملاحت زخم شوق پر نمک پاش تھی لیکن کم استعدادی
سے معرکہ نکتہ گیری اور ہنگامہ دقیقہ سنجی مین دانش پیشگان کمال کے محتاج اور بجز فصاحت
الفاظ اور چرب و نرمی زبان کے اور سرمایہ کچھ نرکھتے تھے بیشتر مجالس سخن مین ان مدعیان سست بنیاد
کا حال یہ دیکھا کہ جو کچھ رسائی طبیعت اور اعانت مشق سے بے تکلف زبان پر آگیا اگر اوسی گوہر
بے بہا کو کسی کان دستگاہ دریا دل نے مغالطہ کی راہ سے بے آب کہدیا یہ کم مایہ گو کہ اپنے عندیہ
مین اوسکے لطف و نفاست سے بے اعتقاد نہوے باوصف چرب زبانی اور گستاخ بیانی کے اوس
متاع نفیس کے آب و تاب کو جلوہ نہ دے سکے اور سچ یہ ہے کہ مایۂ علم تربیت طبیعت رسا کے واسطے
پر و بال ہے اور صرف حسن طبیعت اور تیزی فکر کی امداد سے عرش کمال پر ارتقا محال ہے
ایسے بے سرو مایون کی رونق و بہا اونہین بے مایگان کوتاہ دست کے محافل مین جلوہ نما
ہوتی ہے کہ بے سرمایگی کو سرمایہ اور کم مایگی کو مایہ تصور کرتے ہین و الا دانشمندان
مآل اندیش جانتے ہین کہ اتنی زبان درازی حریف غالب کے حملہ کا جواب اور اسقدر
سخن سازی زورمندان زبردست کے حربہ کی سپر نہین ہو سکتی شعر مان تا سپ

تشنگی از جملۂ فصیح ؛ کوہر اسفرائن معانی مستعار نیست ؛ ان دونون فریق سے طبیعت خوش ہوئی اور جستجو عنان کش شوق کا بار بار یہ تقاضا تھا اور آرزو کا ہر نفس یہ مقتضا کہ جادۂ جستجو مین گام زن ہوا ور راہ طلب مین عنان افگن ملک الٰہی فراخ ہی آور پائے ہمی گستاخ آخر قاید توفیق راہبر ہوا اور گوہر مراد میسر کہ جناب مستطاب یگانۂ جہان خلاصہ نوع انسان حافظ عبدالرحمن خان احسان علیہ الرحمۃ والغفران کی خدمت سراپا افادت مین راہ پیدا ہوئی اور منزل مقصود ہویدا ارسکے طبیعت وحشی طینت اہل روزگار کا حال دیکھے سے بدگمان ہو رہی تھی ابتداے ملازمت مین اطمینان طلب تھی لیکن جب قدردان سوال وا ہوتی تھی متاع جواب مہیا ہوتی تھی طرز افادہ سے راہ شکوک مسدود ہو گئی اور وسواس خاطر کی شور انگیزی مفقود ایکدو صحبت مین بناے اعتقاد نے استحکام پایا اور رشتۂ استفادہ نے انتظام صحبتِ تو شفقت باطنی جوش مین آئی اور سیل کرم خروش مین دقائق سخن کیا کچھ معلوم ہوئے اور غوامض فن کسقدر مفہوم ثمرۃ الفواد سخن سے خامی نکل گئی اور کجی راستی سے بدل گئی مدت تک افادہ و استفادہ کا ہنگامہ گرم رہا برکت تعلیم اور یمن التفات سے نکتہ گیران غیور اور کج خاطران عیب جو کو خوردہ گیری کی مجال نہ تھی اور اگر خبث اور حسد سے گاہ گاہ سلسلۂ اعتراض متحرک ہوتا تو زبان جواب لال نہ تھی یاران ہمنشین کو بجاے ہمسری کے اعتقاد برتری کا دلنشین ہوا اور یاران ہم نفس کو دعوے ہم پائی سے خیال پیش قدمی کا خاطر مین جاگزین اتو یہ صورت بہم پہونچی کہ اس کمترین کی اوقات بیشتر اصلاح تلامذہ مین مصروف ہونے لگی اور عنان توجہ اکثر انھین اخلاصمندان پاک اعتقاد کی رہنمائی کیطرف معطوف اپنے دردسر کو حضرت اوستاد کی تخفیف تصدیع کا باعث جانا اور اپنی تکلیف کو جناب ممدوح کے آرام کا سبب پہچانا جناب مستطاب نے بھی جب کمترین تلامذہ کو اس خدمت گزاری مین مصروف پایا التفات عام کو لطف خاص سے بدل فرمایا دقائق وغوامض اوقات خاص مین تعلیم کیے اور شرائف ازمنہ اور نفائس آوان اسی عقیدت کیش کی تربیت مین تقسیم کیے گاہ زبان ہندی وفارسی کی تصحیح مین سعی فرماتے اور گاہ صنائع سخن اور بدائع فن کی تفہیم مین متوجہ ہو جاے معانی و بیان سے بقدر استعداد آگاہ ہو گیا اور عروض وقافیہ مین حتی الوسع صاحب دستگاہ مساعدت روزگار کا شکر کیونکر ادا ہو سکتا ہی کہ ایک مدت تک نگاہ لطف میری ؛

اصلاح مین ایک طرح سے مصروف رہی اور زمام التفات میری ہی تربیت کی طرف
معطوف روز بروز بہار سخن تازگی پاتی تھی اور شہرت کمال بلند آوازی کی آخر الامر کل
شئی ہالک کا مضمون واضح ہوا "وکل نفس ذائقۃ الموت" کا مفہوم لائح یعنی اوس ذات
ملکی صفات نے روح مقدس کو آلایش جسمانی سے مصفا کیا اور عرش رحمت کے سایہ مین خیمہ
استراحت کو برپا میرا حال اس مصیبت سے تباہ ہوگیا اور تیرہ بختی سے عالم روشن
سیاہ درد و اندوہ کا شکیب سے چارہ کیا اور دل نازک کو سنگ خارہ جو کہ یہ شوق
ایک ناسور ہوتا ہو اور انسان عادت و طبیعت مین مجبور زمان اس گفتگو سے باز نہ آئی اور
طبیعت نے اس تردد سے آسایش نہ پائی نہ استعداد اور فیض صحبت استاد سے اس
سلسلہ کو منقطع اور اس شغل کو مرتفع کیا دو برس تک یہ چراغ اپنی ہی آتش سے
روشن رہا اور یہ دریا اپنے ہی جوش سے موجزن رہا ملا سید حضرت مغفور ہوئے جو اس کم لیاقت
کے حق مین حسن اعتقاد رکھتے تھے اپنا کلام مجھکو دکھاتے رہے اور اپنے سخن کو میری ہی نظر
اصلاح مین لاتے رہے مجکو یہ خیال ہوا کہ جب تک نقد شعر استادان دقیقہ رس اور صرافان
صبح نفس کی نظر کیمیا اثر سے نہ گذرے قابل اعتبار نہین ہوتا اور گوہر بے بہا جب تک جوہریان
بصر کی نگاہ مین پسند نہ آوے سرمایہ افتخار نہین ہوتا اسیلئے کلبہ تاریک مین بزم مشاعرہ
آراستہ کی اور محفل مذاکرہ پیراستہ تاکہ دماغان سخن فہم کو اوس انجمن کی رونق افزائی
کے واسطے مکلف ہوا اور علماء محقق اور شعرای مدقق کو اپنی تراش خیالی اور اپنی تلامذہ کی
فکر رسائی پر مطلع کیا مقصد اصلی یہ تھا کہ شاگردان جناب مرحوم مین اس کمترین شاگردان
کا نام استادی کے ساتھ مشہور ہوگیا ہو اور مشاہیر شعرا مین سلک سخنوری اور نکتہ پروری
کے ساتھ مذکور ایسا نہو کہ پردہ پندار کا چہرہ ادراک کی نقاب بیجا ہووے اور غفلت کی
نجاست اور نافہمی کی نحوست سے نقد ناسرہ رواج نہ پاوے متاع کاسد کو اپنی گمان
فاسد مین جنس عالی جانے اور قماش نامقبول کے عیوب کو نہ پہچانے آہو گیران نکتہ چین
دیدہ عیب بین کو باز کرین اور حرف گیران خباثت منش زبان سرزنش دراز لیکن نگاہ
بلند حوصلہ نے صلہ تحسین سے شاد کیا اور عالی نگاہان انصاف مند نے حرف آفرین سے
یاد کی بلند حوصلگی سے مطلع نظر خبیث طینتان عیب پسند کو بیشتر خاموش پایا اور اس
عرصہ مین حرف طعن و تشنیع اونکی زبان پر نہ آیا خواہ اس سبب سے کہ یہ کلام بے سرانجام

نہایت کم رتبگی سے نہ قابل خطاب تھا اور نہ لائق عتاب اور خواہ اس وجہ سے کہ کریم نہادان
صاف طینت کی برکت سے اونکی ضمیر اعتساف پذیر مین بھی فی الجملہ راستی کو راہ ہو گئی
تھی اور طبیعت چاشنی انصاف سے آگاہ ہر چند اس مقدمہ سے شاگردان صاف دل کو
تو بہ نسبت سابق کے اعتقاد اس کم بضاعت کا دوبالا ہو گیا لیکن اس نا فہم کو جو گمان کہ اِس
باب مین بے استعدادی اور ہیچمدانی کا تھا کم نہوا کہ رتبہ اس فن شریف کا عالی اور درجہ اس ہنر کا
متعالی ہے اس دشت ناپیدا کنار کی نہایت متصور نہین اور کسی تیز رفتار کی نظر مین اس صحراے
بے منتہا کی غایت جلوہ گر نہین اس دریاے مواج مین کسیقدر شناوری کیجاوے ساحل ہاتھ
نہ آوے ناچار رہبر رہنما کی تلاش مین ساعی ہوا اور خضر راہ کی طلب مین داعی مشاہیر جہان
کو اپنی وضع پر آزمایا اُستاد مرحوم کے فیض تربیت سے کسیکی نقد سرہ کو اپنی زر ناسرہ سے
کامل عیار تر نہ پایا سعی پا شکستہ ہو گئی اور ہمت دلخستہ طبیعت کو افسردگی بہم پہونچی اور خاطر کو
پژمردگی بیک ناگاہ دعا کا اثر ظاہر ہوا اور جمال اجابت باہر سروش بخت نے رہبری کی اور
شاہد مدعا نے جلوہ گری یعنی خلوت ضمیر سے ندا آئی اور پردہ دل سے صدا کہ اے گم کردہ راہ
تدبیر کس طرف جلوہ ریز ہے اور کونسی راہ مین سبک خیز ہے ؎ ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی کین رہ
کہ تو میروی بہ ترکستان است ؏ راہ راست مین عنان گسل ہوا اور ان اطوار سے خجل جناب
مستطاب یکتاے جہان و یگانہ دوران بانی بناے سخن پیرائی مولوی امام بخش صہبائی کو
کہ حیات استاد مرحوم مین بھی مالک زمہ کمال کی خدمت مین گاہ بیگاہ اصلاح اشعار فارسی کا اتفاق
ہوا ہے کسواسطے مآب کمال اور مرجع مقاصد فضل و افضال نہین ٹھہراتا اور اسی خضر
راہبر کی جناب مین سر نیاز کیون نہین جھکاتا کہ کمال کو یہین سے سربلندی اور ہنر کو یہین سے
ارجمندی ہے دقائق علوم اور غوامض فہوم کے عقدے جسطرح اس صاحب اقتدار کے
ناخن فکر سے کھلتے ہین کسی حلال مشکلات سے صورت نما نہین ہین اس سخن کا گوش سے
آشنا ہونا اور دیدۂ دل کا وا ہونا سخن پردازی و غزل طرازی کے وقت اکثر شکایت
چرخ اور گلہ روزگار سے زبان آشنا ہوتی تھی اب تو بار خجالت سے سر نہین اٹھتا کس
طرح کی نعمت غیر مترقب سے کام جان کو لذت گیر اور حصول مقاصد سے کیا کیا منت پذیر
کیا ہے زبان فارسی مین تو بلبل نوایان اصفہان کو ابھی لیاقت سخن فہمی کی حاصل نہین
ریختہ مین شکستگی بیان اور پاکیزگی زبان اور بلندی معنی اور متانت الفاظ ایسے مشاہدہ

ہوئے کہ تلف اوقات سابق پر افسوس ہوا اور تضییع عمر گذشتہ پر تاسف مساعدت روزگار
کو مغتنم جان کر ریختہ اور فارسی دونون کی اصلاح اسی ایک جامع کمالات کی خدمت سے لیتا رہا
اور جواہر معنی کو اسی آفتاب ضمیر کے استفادہ سے آب و تاب دیتا رہا حقا کہ جب سے اسی
آستانہ سے مستفید ہوا ہون استعداد کو ترقی اور طبیعت کو قوت روز افزون ہے
پہلے سخن بلندی سے آسمان پر تھا اب عرش سے برتر ہے اول کلام تازگی سے گلزار تھا
اب روضہ خلد سے ہمسر ہے سبحان اللہ کیا طرز اصلاح ہے شعر بے معنی ایک لفظ کی تبدیل
سے معنی غریب پیدا کرتا ہے اور مضمون بیت کا اندک تقدیم و تاخیر عبارت سے اور ہی
لطف ہویدا کرتا ہے جب کسی لفظ کی جگہ اور لفظ رکھ دیا عقل دشوار پسند نے انصاف
کیا کہ فی الواقع اسی لفظ کی جاے خالی تھی اور جب کسی معنی مین تصرف فرمایا فکر بلند نے
اعتراف کیا کہ حقیقت مین حشمت کلام کو اسی منصب عالی کی تلاش مین زار نالی تھی اگرچہ
صاحب سخن طراز سامعان نازک مزاج کی گوش خراشی سے بارہا اور سامعہ وقت سخن سرائی کو
اور سررشتہ اختصار کو ہاتھ سے نہ دے کہ طول کلام باعث سر گرانی ہے اور اطناب سخن مایہ
چین پیشانی ارباب شوق اور اصحاب ذوق پر واضح کرتا ہے کہ اثناے مشق مین ریختہ گویان
پیشین کا کلام کچھ جزودان حافظہ مین فراہم ہوتا جاتا تھا اور کچھ گنجینہ بیاض مین انتظام
پاتا تھا کہ قدما کا افادہ سرمایہ استعداد ہوتا ہے اور پیشہ دستان سخن کے واسطے گوہر مراد
ارتقاے معنی بدون اس سلم کے محال ہے اور جلاے الفاظ بغیر اس صیقل کے وہم و خیال
ہر چند آمد و اپنی زبان ہے لیکن جب تک قدر کلامان بلند خیال کا سخن پیش نظر نہو
نہ ترکیب کو متانت حاصل ہو اور نہ اسلوب کو رشاقت اسی عرصہ مین سخن سنجان
دہر کا کلام بھی جو جو کہ طبیعت کو پسند آتا گیا اور جستہ جستہ دل کو بھاتا گیا اجزاے علاحدہ
پر مخزون اور بیاض پراگندہ مین مشحون ہوتا رہا ایک مدت کے بعد جو مجموعے پر نظر کی
تو دفتر سرمایہ فراہم ہو گیا تھا اور بیکران خزانہ بہم گاہ گاہ اپنے خیال مین گذرتا تھا
اور کبھی کبھی کوئی دوست بھی تحریک کرتا تھا کہ اس نقود سرہ سے اغماض اور اس
زر خالص سے تغافل خوب نہین ایک ذخیرہ بطریق کچکول کے جمع کر لیا جاوے اور
ہر مقام مین نام قائل کا بطور عنوان کے مرقوم کیا جاوے کہ شوق سرشتان معنی
شناس کے واسطے سیر گاہ غریب اور ارباب ذوق کے لیے نظر گاہ عجیب عالم پہونچے گی

لیکن ہجوم موانع اور کثرت مشاغل سے یہ آرزو حاصل نہوتی تھی حسن اتفاق سے قرۃ العین جہان
جگر گوشہ دل پسندی لخت دل پارۂ جگر سرور سینہ نور بصر مایۂ نشاط باعث انبساط راحت
جان آرام جنان فرزند سعادتمند محمد سلطان طال عمرہ و زاد قدرہ کو شعر کا شوق دامنگیر
ہوا سخن آفرین نے اس نور چشم کو اس خوردسالی مین کہ سنین عمر ہنوز تیرہ چودہ سے
متجاوز نہین ہوئے ایسا ذہن رسا اور فہم کامل دیا ہی باوجودیکہ نکات فن اور قواعد فن سے
اب تک آگاہ نہین محض موزونی ذاتی اور مناسبت طبعی سے ہر زمین مین شعر بدیہہ موزون
کرتا ہی اور اوسکی طبیعت خداداد موافق استعداد کے تلاش مضمون اور معنی یابی سے معرا نہین
یگانہ کملاے جہان آباد حضرت استاد مدظلہ العالی کی نظر تربیت سے امید قوی ہی کہ یہ
نونہال گلشن سعادت رفتہ رفتہ میوۂ کمال سے بار آور اور اثمار ہنر سے مثمر ہو جاوے
یہ نو بادہ باغ تمنا اشعار رنگین اور ابیات متین کی جستجو کرتا تھا اور ہر ایک سے اس گنج
باد آورد کی آرزو میری خاطر کو گوارا نہوا کہ خوان نعمت مہیا اور مہمان عزیز اغیار سے سرگرم التجا
اوسکی تربیت اب پیش نہاد ہوئی اور بیاض چشم و سواد مردمک صرف کاغذ و مداد لیکن ہستی نا
مؤتمن یعنی خرد کامل فن نے دفتر اندرز وا کیا اور ساز پند و نصیحت مہیا کہ اس سعی کا اتلاف
عمر کے سوا کیا ثمر ہی اور اس کوشش کا تضییع اوقات کے سوا کیا بار و بر یعنے اس تدوین
مین سواے نقل محض کے سود کس تجارت کا ہی اور اس تالیف مین بجز حکایت صرف کے حصول
کس منفعت کا ایک کتاب فراہم کر کہ شعراے معنی آفرین کا تذکرہ ہو اور ایک کارنامہ مرتب
کر کہ تماشائیان عبرت بین کے واسطے تبصرہ ہو ہر چند اس مجمع کی تحریر مین بھی اشعار بیگانہ
سے گریز نہین لیکن جو کہ راقم کی عبارت ملک خالص ہی نقل محض باقی نرہی اور تالیف و
تصنیف سے ایک معجون غریب مرکب ہو گئی طوطی ہندوستان خسرو شیرین زبان نے
کیا دلکش نغمہ سرائی کی ہی

بارے آن نیک بناشد کہ بگویند فلانے
زیور عاریہ دارد کہ دران ملک ندارد

اور دل کے سرمایہ پر ناز کرنا اور غیرون کے زور پر لاف زن ہونا اہل ہمت کا عار ہی اور
قومی دستان غیور کے نزدیک سباب اور خوار حاتم کی صلاے عام کی حکایت سے قصہ
خوان کو کیا نفع اور رستم کے سرپنجہ کی کہانی سے افسانہ کو کیا شرف فرزند اگر ترکہ پدری
پر تکیہ کرے ننگ خاندان ہی اور برادر اگر فضیلت برادر پر افتخار کرے ارذل دودمان ہی

ظرفا نے ایسے پسر ناخلف کی شان مین ایک مثل کہی ہی اور خوب کہی ہی کہ ہر شام کو ایک شغال
بآواز بلند کہتا ہی کہ پدرم سلطان بود سب شغال سرزنش کرتے ہین کہ ترا چہ کتب اخلاق مین مسطور
ہی کہ اگر کسی نسب فروش کا باپ حاضر ہو کر کہے کہ جس شرف پر تجکو ناز ہی وہ میرا کمال ہی نہ تجھ
بدخصال کا تو یہ بے مایہ ناچار صامت ہو جائیگا اور جواب سے ساکت اس مصلحت کو سرمایہ راہ
کر اور نامہ کاغذ کو سیاہ لیکن پیشینیون کے حال سے تعرض نکر اور اس طومار طویل الذیل سے
کہ حسن خداداد مشاطہ کا محتاج نہین اور نمایش آفتاب مین آینہ کی احتیاج نہین کیا جوش
وخروش سودا اور طمطراق میر اور نالہ درد کا ایسا حال ہی کہ اگر تیری سخن سنجی کی بہار تحریک
نکرے تو اوسمین نقصان آجاوے اور دوسرے یہ کہ اکثر کتابین اونکے احوال سے مالامال
ہین کہ عالم اونکے مطالعہ سے مستفید اور اونکی سیر دلہاے بستہ کی کلید ہی ان بلند نامون
کے اوصاف کا اس روزگار مین درج تذکرہ کرنا تکرار مین محسوب ہی اور نازک مزاجون کو
تکرار نامرغوب ہی اس تکرار لاطائل سے پرہیز کر اور نقل کے اعادہ سے گریز کر معاصرین
کا حال کیا کم ہی اگر لکھا جاوے اور ان تازہ خیالون کا کلام کسقدر دلچسپ ہی اگر پڑھنے مین
آوے ہرچند یہ نصیحت دلپذیر اور یہ ہوس دامنگیر ہوئی لیکن اوسیوقت حضرت اوستادی
اُستاد الانامی مسند نشین دار الامارت یکتائی جناب افادت مآب مولوی امام بخش صہبائی
مدظلہ العالی کی خدمتمین حاضر ہوا اور اس پیش نہاد کو عرض کیا اور مکرر معروض ہوا کہ انجام
اس امر دشوار کا کم استعداد سے معلوم اگر کمترین تلامذہ کی تحریر خلعت اصلاح سے مشرف
ہو جایا کرے تو یہ مشکل آسان اور یہ رشتہ سر در گم نمایان ہو جاوے بارے عرض نیاز یہ اشعار
کی زیور قبول سے آراستہ ہوئی اور حلیہ اجابت سے پیراستہ مین نے جب یہ لطف
اپنا معین اور مرام محمد دیکھا کمر ہمت کو چست کیا اور عزم رسا کو درست اور سال ایکہزار
دوسو ستر ہجرت مقدسہ ما صدق لولاک علت غائی ایجاد افلاک رسول ثقلین سرور خافقین
سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ماہ شعبان کی پہلی تاریخ تھی کہ قلم چابک رقم کو اس کام پر مہیا
کیا اور خامہ گرم رفتار کو اس راہ مین تیز پا شفقت اوستاد پر نازان ہون کہ ہرچند رفتار قلم
سعی فکر سے شتاب رو تر تھی اور شب و روز کی محنت اور شام و سحر کی کوشش سے جزو
کے جزو فراہم ہو کر اوس شاگرد نواز کی نگاہ عاطفت سے کمال تدقیق نظر اور تعمق فکر کے
ساتھ گذرتے تھے لیکن وہ اس تحمل مشقت پر جبین مین چین اور ابرو مین شکنج کا نام نہ تھا اور با

جمازہ قلم کی سیر لاینقطع ہی عالم الغیب آگاہ ہی کہ اس دشت ناپیدا کنار کی نہایت کب نظر آوے
اور اس بحر زخار کا ساحل کب پایا جاوے شفقت شاگرد پروری سے امید ہی کہ اس شاہد
دلربا کا قامت حلیہ اصلاح سے ایسا آراستہ ہو کہ نازک نہالان چمن حسن اوسکی غیرت سے
برگ خزان سے پژمردہ تر ہو جاوین اور شمع رویان بزم جمال اوسکے رشک سے نقاب
خجالت مین منہ چھپاوین انجمن آرایان کمال پر واضح ہو کہ اس تالیف غریب اور تدوین
دلفریب مین ایسا التزام کیا ہی کہ خطہ بینظیر شاہجہان آباد صانہا اللہ عن الشر
والفساد مین جسقدر سخن سنجان رنگین بیان اور موزون طبعان شیرین زبان ہین کملاے
صاحب سداد سے لیکر نومشقان کم استعداد تک بالاستیعاب کہنا تو مبالغہ شاعرانہ سے
خالی نہین جہانتک رفتار تلاش درماندہ نہووے اونکا ذکر اس کتاب مین مندرج اور اونکا
کلام ان اوراق مین مندمج ہوا اور معنی شناسان دور دست مین سے مشاہیر کامل ہنر مثل
آتش و ناسخ اور بعضے اور خوش فکران بلند خیال خواہ انھین دونون سخن گویان بے عدیل سے
استفادہ کیا ہو خواہ کسی اور یگانہ فن سے ساز و برگ کمال کو آمادہ کیا ہو اوسنے
تو یہ گنجینہ دانش بالضرور مملو ہو لیکن طبع آزمایان غیر مشہور اگر کسی تقریب سے انجمن اطلاع
مین راہ کرین تو جواد قلم اونکی معانی بدیع بیانی سے بھی مضایقہ نکرے اور شعرا کے تراجم مین تخلص کو
عنوان قرار دیکر حرف اول کو باب مقرر کیا اور نظارگیان کتاب کی آسانی کے واسطے
دوسرے حرف مین بھی حروف تہجی کی نظم طبعی کے موافق رعایت منظور رکھی تاکہ عدم
انتظام سے اصحاب شوق کی طبیعت مشوش اور پریشان اور ارباب ذوق کی خاطر
متردد اور حیران نہو جاوے اور اشعار ہر شاعر کے اگر متعدد اور کئی ردیف سے بہم پہونچین
تو اونکی تقدیم اور تاخیر اونھین ردیفونکی رعایت سے عمل مین آوے تاکہ اس درہمی
برہمی سے حسن ترتیب خلل نہ پاوے اس شاہد دلربا اور اس عروس رعنا کا نام
آثار المعاصرین رکھا تھا کہ اس تالیف کی غایت نام ہی سے معلوم اور اسم ہی سے مفہوم
ہو جاوے لیکن یگانہ آفاق زبدہ اصحاب وفاق محمد نظام الدین جوش تخلص سلمہ اللہ تعالے
نے گلستان سخن نام تاریخی اسکا تجویز کیا اور نامہ اتحاد مضمون کی وساطت سے شہر
لطافت بہرول سے لکھ بھیجا ہر چند یہ تصنیف بارہ سو سترہ مین شروع ہوئی ہی اور اس نام سے
بارہ سو اکہتر چہرہ گشا ہین لیکن جو اختتام اس کتاب کا سال آیندہ سے پہلے ممکن نہین ا

معلوم ہوتا اسواسطے یہی نام مقرر کیا اور شروع کتاب گرامی آغاز کتاب کی تاریخ ہاتھ آئی
موافق اعمال تماشائیان دشوار پسند کو توفیق عطا کرے کہ جب اس گلزار شاداب کی
تفریح مین مشغول ہون لطف از ہار و ریاحین سے چمن آرا کے حق مین حرف تحسین زبان
پر لاوین اور اگر احیانا کوئی خار نظر مین کھٹکے چشم پوشی اور اغماض کو کار فرماوین سے
بپوشن اگر بخطاے رسی طعنہ مزن — کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود
ہمین نوایان مشکین نفس کہ شعلہ آواز سے جان افسردہ کو دانہ سپند کردین اور شیرینی سخن سے
تلخی ہمر کو شکر و قند اگر اس گلشن سیراب کو نظر التفات سے تماشا اور اس بحر طولانی مین فکر رسا
کی دستیاری سے شنا فرماوینگے تو دریافت کرینگے کہ ہر گوشہ مین نسیم الطاف الہی سے
اسقدر گلہاے شگفتہ مہیا ہین اور ہر ساحل پر ابر عنایت ازلی سے کیا کیا گوہر ناسفتہ جلوہ نما
شوخی معنی معشوقان شنگول کے انداز سے دلربا تر اور تازگی عبارت محبوبان گلرخسار کے چہرہ
سے مطرا تر مردون کو اوس سے عمر دوبارہ حاصل اور زندونکو زندگی جاوید کا نقد حاصل گمنامونکو
ناموری اور پست مرتبون کو برتری بیکارون کیواسطے مشغلہ ہے اور تاریک روون کے لیے
مشعلہ تہیدستون کے حق مین گنج باد آورد ہے اور علیل مزاجون کو چارہ درد طرفہ بزم ہے کہ آشنا
و بیگانہ اوسمین فراہم ہین اور غریب ہنگامہ ہے کہ دوست و دشمن اوسمین بہم ہین ارباب
اس بزم کے گویا اور خموش اور حاضرین اس ہنگامے کے ساکت اور پرخروش عجب سحر پرداز
ہے کہ غائبون کو مد نظر کر دیتا ہے اور طرفہ معجز طراز ہے کہ دورون کو نزدیک تر کر دیتا ہے بیاض اوراق
کی آئینہ گیتی نما ہے اور سواد سطور کی دیدہ بصیرت کا توتیا سکندر نے تاریکی مین ہزار تگاپو پر بھی
خضر سے چشمہ حیوان نہ پایا اور اس سواد مین ہر کاہل کوش نے میرے قلم کی سعی سے حیات
ابدی کا سرمایہ بہم پہونچایا ای خامہ ہرزہ سرا اسقدر زبان درازی خوب نہین اور طبائع نازک
کو اتنا لاف و گزاف مرغوب نہین سخن کو تاہ کر اور اظہار مطلب سے کاغذ کو سیاہ احباب متقاضی
ہین کہ اس دیباچہ کے ذیل مین اول تحقیق زبان اردو اور وجوہ استعمال الفاظ فصیح اور ترک
کلمات غیر فصیح مرقوم کیجاوے کہ ریختہ گویان تحقیق طلب کو نقد بصیرت ہاتھ آوے اور ابعاد
حد شعر اور تحقیق موجد اشعار اور بعض فوائد عروض و قافیہ اور تعریف اقسام نظم بھی مسطور ہو
بہرہ یابان فن کو سبب استفادہ او نشینیان سخن کو سامان ازدیاد تحقیق آمادہ ہو گو کہ باوجود کم
استعدادی کے مجال سرتابی نہین رکھتا حتی الامکان ہمہ تن مصروف ہوتا ہون کہ گرسنہ چشمان

نعمت تحقیق کے واسطے اگر خوان الوان مہیا نکر سکونگا تو بارے نان جوین کے احضار مین تو مضائقہ نہوگا نا چار اِس مقدمہ کا نام تبصرہ رکھتا ہون اور اوسکو ایک مقدمہ اور تین مقصدون مین منقسم کرتا ہون

مقدمہ زبان کے معنی اور اِس امر کے تحقیق مین کہ آغاز آفرینش مین زبان ایک تھی یا متعدد اور اگر ایک تھی تو اول کونسی زبان موجود تھی اور پھر کسطرح سے مختلف زبانین بہم پہونچین۔

مقصد پہلا
زبان اردو کی تحقیق اور وجوہ استعمال الفاظ فصیح اور ترک کلمات غیر فصیح
مقصد دوسرا
حد شعر اور موجد اشعار اور عروض و قافیہ کے بعض فوائد کا ذکر بطریق اجمال
مقصد تیسرا
ذکر اقسام نظم اور ہر ایک کی تعریف التوفیق من الموفق المنعام وہو میسر للمقصد والمرام

مقدمہ زبان کے معنی اور اِس امر کی تحقیق مین کہ آغاز آفرینش مین زبان ایک تھی یا متعدد اور اگر ایک تھی تو اول کونسی زبان موجود ہوئی اور پھر کسطرح سے مختلف زبانین بہم پہونچین جو کہ اِس مقام کی تحقیق کے واسطے بھی تمہید مقدمہ سے ناگزیر ہی خامہ خام رقم جواہر آبدار معانی گنجینہ طبع سے طبق عرض پر رکھتا ہی اور ارباب دانش والا اور اصحاب دیدۂ بینا پر واضح کرتا ہی کہ اقتضاے حکمت کاملہ بانی بناے ایجاد اور حاکم محاکم کون و فسا دنے چاہا کہ جلوہ گاہ افراط و تفریط یعنے ظہور حیوان و نبات و جماد مین ایک نتیجہ معتدل پیدا کرے تا نہ افراط کی نحوست سے نظم عالم خراب و مہمل رہے اور نہ تفریط کی شامت سے پیش رفت امور معطل تعبت قدسی طینت اور پیکر نورانی صورت کو تاج خلافت و تشریف علم سے آراستہ کرکے پردۂ مشیت سے جلوہ گر کیا اور سریر صندل کون خاک پر متمکن فرماکر سر رشتہ قبض و بسط امور کو اوسکے دست تصرف مین دیا علم ازلی کی پیش بینی سے اِس جوہر قدسی کو آب و رنگ ادراک کلی و جزئی سے رونق بہا عطا فرماکر ایسا آئینہ مجلّی اور مرات مصفّے بنایا کہ پردہ از رنگ نگار عقول سے تماثیل رنگا رنگ علوم اوس جلوہ گاہ غریب مین عکس افگن ہوا اور تقریر و تطمیر امور مین ایسی جزورسی مرحمت کی کہ تمکین نشست او رجرات قیام ہر مقام مین انھین احکام کے موافق درست نشین اور گام زن اوس فروغ کو عقل نظری کے نام سے پہچانتے ہین اور اِس دریافت کو عقل عملی جانتے ہین جلب نفع کے واسطے آز و حرص دی اور دفع مضرت کے لیے قوت غضب عطا کی یعنے یہ متحمل بار امانت او متمکن سریر خلافت

اگر شد امور کلیہ سے آگاہ اور نہ مہمات جزئیہ سے صاحب انتباہ ہو اختلال تدبیر سے انتظام مختل ہو جاوے
اور پست و کشاد مسل اور گرم و سرد کی طلب جلوہ نما یا خنافر سے نفرت نقاب کشا نہو مادہ حیات
انقطاع پاوے اور [illegible] سمت برہم ہو جاوے ان سب صورتون مین اظہار ما فی الضمیر
ضروری ہی اور اظہار [illegible] مین مجبور کس واسطے کہ خفیات باطن پر سواے علام الغیوب کے
[illegible] ضمایر سے بجز جان آفرین کے کوئی آگاہی نہین پا سکتا پس مصلحت
[illegible] کو فضاے سینہ مین جنبش دی اور براہ گلو سے قوت آمد و شد عطا
کی [illegible] ہوا کو [illegible] پیچ و خم سے خالی نرکھا کہ وہ ہوا ان مخارج مین کسوت حروف
سے تقطیع حاصل کرے اور حسن سخن کو کامل تا کہ امر و نہی کا اظہار بے تکلف ہوا ور ملایم کی طلب
اور نا ملایم کی امتناع کا اعلان بسہولت اور ہوشمندان آگاہ دل جانتے ہین کہ جب تک
حروف کی ماہیت اور اوسکی ایجاد و ابداع کی کیفیت صفحہ بیان مین جلوہ گر نہو طالبان کمال
کو صورت اطمینان اور تسلی قلب و جنان متصور نہو ناچار اس سیاہ قلم کو رنگ آمیز کرتا ہی
اور اس مشعلہ سراپا فروغ کو نوربیز کہ حرف ایک کیفیت کا نام ہی وابستہ ہی ایک اور کیفیت
سے اور یہ کیفیت ہوا کے ساتھ قایم ہی کہ ایک عنصر ہی عناصر چہارگانہ مین سے جب دو سخت چیزو
ایک دوسرے سے الگ کرین اور اس حالت کو عربی مین قلع کہتے ہین یا ایک دوسرے پہ
مارین اور اس حالت کو قرع کہتے ہین تو بالضرور اون دونون کے درمیان جو ہوا ہی پانی
کیطرح متموج ہو جاویگی اور اوس تموج سے آواز پیدا ہوگی بعضون نے آواز کی تعریف سبب
قریب سے کی ہی اور بیان کیا ہی کہ آواز ہواے متموج کا نام ہی اور بعضون نے سبب بعید سے
اور قلع یا قرع کو آواز کہا ہی یعنی اول قلع یا قرع واقع ہوتا ہی اور پھر ہواے درمیانی مین تموج
بہم پہونچتا ہی اور تموج سے آواز پس قلع و قرع آواز کے واسطے سبب بعید اور تموج ہوا
سبب قریب ہی کہ اوس مین اور آواز مین واسطہ نہین بخلاف قلع اور قرع کے کہ تموج
کا واسطہ متحقق ہی جب آواز کی ماہیت دریافت ہوئی اب سننا چاہیے کہ مطلق آواز کو دو
کیفیتین عارض ہوتی ہین کہ ایک دوسری سے ممتاز کر دیتی ہین جیسے زیر و بم اور غنہ یا گرانی
گلو سے بہم پہونچنا اور ایک اور کیفیت خاص بواسطہ مخارج کے اجزا ہوا کی تقطیع سے آواز کو عارض
ہوتی ہی جیسے دو زیر یا دو بم یا دو غنہ یا دو آواز کا گلو کے گران سے حاصل ہونا اس کیفیت
خاص کا نام حرف ہی اس بحث کے بعد توضیح مقام کے واسطے کہا جاتا ہی کہ اول ہوا کو بسبب تموج کے

معنی یہ ہی کہ نقطہ دار خط کے حرف جیسے مسجد الجامع اور صلواۃ الاولی یعنی روز جامع کی مسجد اور پہلی ساعت کی
نماز کیونکہ جامع اور اولی صفت ہی اور صفت کیطرف اضافت جائز نہین پس جبتک تقدیر یوم
اور ساعت کی نکرین معنی کلام کے کرسی نشین نہون اور بعض وقت سب حروف تہجی کو حروف
معجم کہتے ہین شیخ ابو الفضل ابن مبارک خطبہ مرقع مین اس تسمیہ کی وجہ لکھتا ہی کہ اعجام ازالہ
اشتباہ کو کہتے ہین اور جیسے کہ وجود نقطہ سے ازالہ اشتباہ میسر ہی اوسکے عدم سے بھی متصور
یہانتک اوسکے کلام کا حاصل ہی اور ظاہر ایہ کلام مخدوش ہی کسواسطے کہ یہ وجہ چاہتی ہی کہ تسمیہ
اونھین حرفون کے ساتھ مخصوص ہو جنکے التباس مین نقطہ کے وجود و عدم کو داخل ہو نہ اور حروف
مین اور حال یہ ہی کہ لام اور میم مثلاً بھی تسمیہ مین شریک ہین اور شاید اس تسمیہ مین مجاز ہو یعنے
باعتبار بعض کے کل کا نام معجم رکھدیا واللہ اعلم بالصواب حروف زبان عربی و فارسی کی بحث سے
فارغ ہوکر حروف زبان ہندی کا حال بیان کیاجاتا ہی کہ اس زبان مین حروف بست و ہشتگانہ
سے بارہ حروف مستعمل نہین اور وہ یہ ہین ثاے مثلثہ اور حا و صاد اور طا اور عین مہملات اور خا
اور ذال اور ضاد اور ظا اور غین معجمات اور فا اور قاف اور بجاے ثاے مثلثہ اور صاد مہملہ کے سین
اور بجاے حاے حطی کے ہاے ہوز اور بجاے طا کے تاے فوقانی اور بجاے ذال اور ضاد اور ظا
معجمہ کے زاے معجمہ اور بجاے عین مہملہ کے الف اور خا کے کھ یعنی کاف مخلوط الہا اور بجاے فا کے پھ یعنی باے فارسی مخلوط الہا
اور بجاے قاف کے کاف تازی استعمال کرتے ہین ان حروف بست و ہشتگانہ سے بعد حذف بارہ حروف
کے سولہ باقی رہے یہ سب عربی اور فارسی اور ہندی مین مشترک ہین اور پے اور چے اور ژے
اور گاف کو کہ انکو حروف تازی کے مقابل فارسی کہتے ہین بھی استعمال کرتے ہین لیکن تین حرف
اس زبان مین زیادہ ہین ٹے اور ڈال اور ڑا انکو بسبب ثقل زائد کے مثقلہ ہندی کہتے ہین
پس مجموع تنتیس حرف ہوتے ہین جب ماہیت اور کیفیت ایجاد حرف اور حال تعداد حروف
مین زبان خامہ نغمہ زن ہو چکی تو اب سنا چاہیے کہ ہر شخص اجراے کار و نظم امور ضروری مین
دوسرے کا محتاج ہی اور دوسرا اوسکی امداد و اعانت مین جب سعی کر سکتا ہی کہ اوسکے مافی الضمیر
سے آگاہ ہو پس ناگزیر یہ ضرورت ہوئی ایسی چیز کی کہ اوسکے وسیلہ سے دل کی بات کا اظہار آسانی سے ہو
اسواسطے الہام ربانی اور سروش غیبی کی رہبری سے ہر کوئی اس امر مین مصروف ہوا
کہ چند حروف کو باہم ترکیب دیکر اشیاے مطلوبہ اور امور مقصودہ کے ساتھ انکو اختصاص دے
اگرچہ بعضے امور مین حرکات اعضا جیسے کسیکو بلانے یا چلے جانے کے واسطے ہاتھ کی حرکت

اور اسیطرح اور اشارات مقرری سے اداے مدعا ممکن تھا لیکن اون اشارات سے مطالب مضمر کا
اظہار اس وسعت کے ساتھ صورت پذیر ہونا متعذر تھا ناچار ہر ہر شی کے واسطے الفاظ موضوع اور
اوس محل کے ساکنین ایک دوسرے کی اصطلاح سے مطلع ہوتے گئے یہانتک کہ اون الفاظ کو اپنی
اغراض مختلفہ مین استعمال کرکے باہم ہمکلام ہونے لگے اس مطلب کے بعد یہ امر استفسار کے
قابل ہی کہ جسقدر معانی تعقل مین آتے ہین آیا اون سب کے واسطے الفاظ موضوع ہوگئے ہین یا
بعض کے ظاہر یہ ہی کہ ہر معنی کے واسطے الفاظ موضوع نہو کیونکہ ہم بعض معنی کی تعبیر مین کبھی
تغیر آواز کے محتاج ہوتے ہین مثلاً لفظ خیر صرف تغیر آواز سے معانی متعدد کا فائدہ دیتا ہی یعنی
جب کسیکے کلام سے تعجب ناشی ہو تو کہتے ہین خیر خاے معجمہ کے ساتھ نفس کو ذرا کھینچکر اور یہی صورت
ہی جبکہ کسی کی بات کو قبول کرلین لیکن ان دونون مقام مین نفس کے کھینچنے کی کیفیت جدا ہی اور
یہ صاحب زبان پر آشکارا اور الفاظ سے تعبیر اون کیفیات کی دشوار ہی اور مثلاً کسیکو کہین جاؤ
ایسی تاکید منظور ہو کہ سامع یہ سمجھ لے کہ اگر مین نجاؤنگا تو قابل ناراضی ہوگا اسوقت فتحہ جیم کو بہت
کھینچین اور اگر اسقدر تاکید منظور نہو تو فتحہ کو زیادہ نہ کھینچین اور کبھی حرکات اعضا کی طرف احتیاج
ہوتی ہی مثلاً انکار کے وقت بکر انگشت یا سر کو اشکال مخصوصہ کے ساتھ حرکت دینا یا کسی خط منحنی
کی تعبیر کے واسطے کہ کسی ہیئت خاص پر ہو انگشت کو ہوا مین ایسی طرح سے کھینچنا کہ اوس ہیئت پر
دلالت کرے الفاظ بیشمار اور مواضع استعمال بیحساب ہین اونکا احاطہ دائرۂ امکان سے خارج اور
حیز بیان سے باہر ہی اگر ان چیزون کے مقابل لفظ ہوتے تو اس تکلف کی طرف احتیاج نہوتی اور
اسکے اسباب کئی ہین یا تو یہ ہی کہ تعبیر اوسکی الفاظ سے خود محال ہی جیسے لفظ غیر وغیرہ مین یا اوسکی
طرف احتیاج بہت کم واقع ہوتی ہی یا وہ شی اس بلاد مین نہین ہی اسیواسطے حمام کے واسطے
ہندی مین کوئی لفظ موضوع نہین ہی کیونکہ ہندوستان مین اسطرح غسل کرنے کی رسم نہین اور
اسیطرح سے تنور کے مقابل کوئی لفظ نہین کیونکہ جو شرائط کہ بحث طعام مین مذہب ہنود کے موافق
چاہیے تنور مین متصور نہین اور جب تنور کی طرف احتیاج نہوئی اسکی رسم بھی اس دیار مین نہوئی
خانآرزو کہتا ہی کہ بھٹ جو تنور کو کہتے ہین مجاز ہی اور اصل مین بھٹ وہ چیز ہی جسمین نخود وغیرہ
بریان کرین اور مراد اس سے بھاڑ ہی جو کہ شیوع اسلام سے تنور کا رواج ہند مین ہوا اوسکو
من حیث التشبیہ بھٹ کہنے لگے مؤلف کہتا ہی شاید اسی سبب سے طباخ کو ہندی مین بھٹیارہ
کہتے ہین بہرکیف امام فخرالدین رازی اور اوسکے اتباع کا یہی مذہب ہی اور اسپر ایک دلیل

عقلی بھی قائم کرتے ہین کہ معانی غیر تناہی ہین اور الفاظ متناہی کیونکہ مرکب ہین حروف سے اور حروف تناہی ہین اور جو تناہی سے مرکب ہوگا متناہی ہوگا پس تناہی سے غیر تناہی کا حصر محال ہی اور اگر حصر ممکن ہو تو مدلولات کی تناہی لازم آوے —

| فائدہ |

عباد ابن سلیمان الضمیری کی راے ہی کہ الفاظ اور مدلولات مین مناسبت طبعی ہوتی ہی اور وہی نسبت واضع کو باعث ہی کہ اوس لفظ کو اوسی معنی کے واسطے وضع کرے اور اگر یون نہو تو ترجیح بلا مرجح لازم آوے نقل ہی کہ کسی نے ایک شخص سے جو اس راے کو مستحسن جانتا تھا پوچھا کہ ارغاغ کے کیا معنی ہین اوسنے جواب دیا کہ مجھے معلوم ہوتا ہی کہ ایسی چیز کو کہتے ہون کہ اوسمین بہت خشکی ہو اور شاید وہ پتھر ہو اور حال یہ ہی کہ ارغاغ بھیرہی کو کہتے ہین جیسے کہ جلال الدین سیوطی نے مزہر مین لکھا ہی لیکن خان آرزو مثمر مین لکھتا ہی کہ کتب معتبرہ فارسی مین یہ لفظ اس معنی مین نہین آیا اور بعضے حواشی سے نقل کیا کہ لغت تبریزی ہی بہرکیف جمہور کو اس راے مین انکار ہی اسواسطے کہ اگر یہ بات درست ہوتی ہر کوئی ہر لغت کو سمجھ لیتا اور ایک لفظ معانی متضادہ کیواسطے موضوع نہوتا جیسے فراز کشادن و بستن اور قرو حیض و طہر اور جون اسود و ابیض لیکن ہر گیکا نہ سمجھنا شاید اس سبب سے ہو کہ ہر کوئی اوس مناسبت کو نہین پہونچ سکتا چنانچہ وہ مناسبات کہ علما عربیت الفاظ اور مدلولات مین ثابت کرتے ہین مسلم ہی اور ہر کوئی اوسکو فہم نہین کرسکتا اور جنبک اوسکو نہ بتائین اوسپر اطلاع نہین ہوتی اور ممکن ہی کہ اوس لفظ کو دونون معنی متضاد کے ساتھ مناسبت ہو لیکن یہ راے سخافت سے خالی نہین کیونکہ ہم اختیار رکھتے ہین کہ ایک لفظ جو بمعنے سنگ سخت کے موضوع ہو اپنی اصطلاح مین بمعنی شی ملائم کے ٹھہرالین حالانکہ اگر اوسکو شی ملائم کے ساتھ کچھ مناسبت ہوتی تو وضع اول اوسکو اضداد سے ٹھہراتا اس فوائد جزئیہ اور مطالب جلیلہ کی تحریر کے بعد اصل مطلب کی طرف متوجہ ہوتا ہون کہ یہ الفاظ موضوعہ جو محال مختلفہ اور مواقع متعددہ مین اداے مطلب و اظہار مدعا کیواسطے رابطہ ترکیب سے التیام اور حسن ہیئت سے انتظام پاکر زبان زدہ خاص و عام ہوتے ہین اونکو زبان کہتے ہین جب زبان کے معنی دریافت ہوتے تو اب تحقیق اس امر کی کیجاتی ہی کہ آغاز آفرینش مین ایک زبان تھی یا متعدد اور اگر ایک تھی تو اول کونسی زبان موجود ہوئی اور پھر اختلاف السنہ کسطرح سے وقوع مین آیا لیکن تحقیق ان امور کی ایک مقدمہ کی تمہید پر موقوف ہی اسطرح فہمان کارگاہ تکوین و ایجاد و

رموز دانان مبدء و معاد کہ دیدۂ خرد روشن اور چشم بصیرت باز رکھتے ہین اگرچہ وہ تعصب کو چشم بند
اور حسد و اعتساف کو نقاب چہرۂ تحقیق نہ کرین تو یہ نکتہ انکا پیش پا افتادہ ہی کہ ہر فروغ
فروغ گوہر خرد اور پرتو چراغ عقل سے چاہتا ہی کہ شبستان معرفت حضرت آفریدگار تعالی شانہ مین
راہ پاوے اور خواب غفلت سے انتباہ اسواسطے صرف تحصیل مواد معاش مین منہمک و تکمیل مرام
دنیا مین مستغرق نہوکر شرافت اوقات اور نفایس ازمنہ کو شناخت مبدا وجود اور رہبرائی راہ معاد
صرف کرتا ہی اور نہین چاہتا کہ دیدہ و دانستہ راہ ضلالت مین گامزن اور جادۂ مقصود مین عنان افگن ہو
ناگزیر جسکو خواہ گواہی شواہد عقل و خرد خواہ دلالت رہنمایان سبل ارشاد سے اکتساب کیا ہی اگر
اوس صراط مستقیم سے کسیکو انحراف یا اون ضوابط محکم اور قواعد راسخہ کی شہادت سے کجی و اعتساف
بہم پہونچے تو جو لوگ اوس طریق محمود کی حراست کی توفیق رکھتے ہین اوسکی سرزنش مین اتفاق اور
اوسکی تنبیہ مین اجتہاد کرتے ہین اور جو کہ ارباب راے روشن اور اصحاب طبایع سلیمہ کہ دقایق اور
غوامض مین نکتہ رس اور نکتہ یاب ہین اوس امر خاص مین متفق اور اوس طریقہ کی منزل مقصود
تک پہونچنے مین تلقین او حصول نتایج مین شریک اور ریاضت شاقہ اور ترک لذات اور تصفیہ
قلوب کا اہتمام اور ذمایم خصال سے پاک ہونے کا جہد اور خلوت اور جلوت مین ایک طرح سے تحقیق
حق کی سعی اور شوائب جسمانی سے مبرا ہونے کی جستجو پیش نہاد رکھتے ہین عقل صحیح کیونکر باور کریگی کہ یہ
سب مراتب ریا سے اور یہ تمام امور مصلحت سے صورت پذیر ہوئے ہون اور قاطبہ راہ صواب سے
منحرف ہوکر طریقہ ضلالت مین ساعی اور اضلال عباد مین داعی ہون ظاہر اور صریح ہی کہ رحمت
عامہ حضرت آفریدگار کی شامل جمیع عباد ہی اور نہین چاہتے کہ اس سعادت کونین کو ایک طائفہ کے
ساتھ اختصاص دیکر ما بقی پر دایرہ حصول مرام کا تنگ کرے وہی ایک جلوہ ہی کہ مختلف پردون
سے صورت نما ہی اور وہی ایک شاہد ہی کہ ہر رند و پارسا کی نگاہ مین نقاب کشا ہی در اصل راہ
تحقیق صائب تبریزی کس دلربائی سے نغمہ سرا ہی ؎ گفتگوے کفر و دین آخر بیکجا میکشد
خواب یک خواب است باشد مختلف تعبیرہا ؛ اور کیونکر نہو کہ نفس ناطقہ انسانی اوسی چشمۂ فیض کا
قطرہ اور اوسی دریاے کرم کا ایک رشحہ ہی قطرہ کی نم چشمہ ہی کا نتیجہ اور رشحہ کی طراوت دریا کی
کا فیض ہی کیا عجب ہی کہ وہی معلم اسرار نیرنگ عالم قدسی سے ہر طایفہ کو طرق گوناگون مین
رہنما اور روش ہاے مختلف کیطرف رہبر ہوا ہو اور رہنمایان سبل اور ہداۃ طرق کہ اسلاف و اخلاف
طوایف امم کو اونکی پیروی کا دعوے اور اونکی اقتدا کا ادعا ہی پیرایہ مناسبت خاص سے محلی او

اختصاص

اختصاص تمام سے مشرف ہوکر اوس شاہد لاریبی کے پیام سے حرف سرا ہوئے ہون آخر پیشوا
راہ ہدایت و یقین کہ وحی آسمانی و الہام ربانی کو گوہر گوش کرکے نقد دل سے صاحب نصاب دین
حکم محکم نص قطعی ہے راہ روان طریقۂ اسلام کے اعتقاد مین خلوت قرب مین باریاب ہین ق
مختلف مین گامزن اور حوالت خاص کی رہبری سے ممتاز رہتے گو کہ عجب جیرہ [illegible] آثار
ظہور نظم تمام زبدۂ نتایج لیالی و ایام باعث ایجاد نشاتین علت ابداع کونین فخر عالم شرف بنی آدم
صلے اللہ علیہ وسلم سے لبان کواکب صبحگاہی مستور اور مشعل انجم سحری بے نور ہین اگر اصناف
عباد پیام معبود برحق سے کامیاب نہین اصول مذاہب گوناگون کی اتحاد کا کیا سبب ہے ہنود سے
لیکر مجوس تک توحید حضرت واجب الوجود کو اصل اصول جانتے ہین اور وساطت انبیا کو [illegible]
سے پہچانتے ہین گو اپنی اصطلاح مین ایک اوتار نام رکھا اور دوسرے اخشیور بتون کی پوجا اور [illegible]
و اجرام کی پرستش توحید کی منافی نہین کہ یہ دونون اللہ ہند [illegible] قطعہ ہم د عباد دین
مشترک ہین خواص گروہ اول پیشوایان [illegible] کے پیاسے سامنے [illegible] درکے قبل
سے شمار کرتے ہین اور کہا سے طائفہ اخری اجرام نورانی کو [illegible] سے اعتبار کر
ہین [illegible] عباد آرامندہ [illegible] جماعت
اور ماحی آثار سلف [illegible] سدمہ گرز غزاۃ سے سنگ اصنام [illegible] شعر
مجاہدین سے حرارت آتش افسردہ اس ملت روشن فروغ کے سامنے [illegible]
آفتاب ہیچ نور ضیا سے سوختین کا طالع کیا بلند ہے کہ ایسی آفتاب کی روشنی مین لمعات انجم سے
بے نیاز ہوگئے اور ایسی نور کی گرمی ہنگامہ مین آتش سے مستغنی نہ اس طریق کے راہ رو کو
چراغ ید بیضا کی احتیاج اور نہ اس دار الشفا کا مریض باد مسیحا کا محتاج حصول اس دولت
کا اور حصول اس نعمت کا اسی امت کے نصیب مین تھا الحمد للہ علی ذلک و ذلک فضل اللہ یوتیہ
من یشاء بعد اس طول کلام اور اطناب سخن کے منتظران مقصود کے گوش گزار کیا جاتا ہے
کہ ہرگاہ ملل مذکور اور مذاہب مسطور مین احتمال راستی و درستی نے راہ ہویدا کی اور اونکی وقعت
نے بارگاہ امکان مین جا سے پیدا کی تو کیا عجب ہے کہ اونکے اخبار کو پیرایۂ صدق سے قاطبۃً
معرا سمجھ کر احتمال وقوع سے خالی نہ جانین اور بعض حکایات کو قبول عقل و اختیار
خرق عادت نظاہر اور دست ہین خوارق و کرامت پر محمول کرین لیکن باینہمہ سررشتہ بعضے
امور کا تفاوت روایات اور تباین عبارات سے ایسا نایافت ہے کہ چارہ سازی فکر رسا ہے

اوسکی تلاش مین سرگردان ہو سواے حیرت و سراسیمگی کے کچھ ثمر اور سواے سکوت کے کوئی مفر
ہم نہ پہونچے ایک ان مقدمات دور از کار سے حال ہو تا نہ آفرینش اور ابتداے تکوین و ایجاد
عالم کون و فساد کا کہ جب اختلاف اقوال روایات اور تضاد روایات پر نظر پڑتی ہو دشوار پسندان
دور یاب کا فہم پیچ و خم راہ سے طرفہ پریشانی حاصل کرتا ہو سے درین داستان وادی بہا ستیز
مرا گوش برگفتہ ہر کس ست با برآمد بینہ کہ سرمایہ عقل و دانش تو نگر او رنصاب کمال ہے
بہرہ ور ہین کیفیت آفرینش یون اٹھارہ طرح سے روایت کرتے ہین اجتناب اقوال
خوف اطناب مانع اور بیم دراز نفسی عنان گیر ہی ناگزیر دو تین قول بوجہ اظہار قسم اول
عرض مین منطبع کرتا ہی

پہلا قول

یہ ہی کہ گیتی آفرین نے اول ایک قدسی نہاد انسان صورت ملک سیرت کہ برھما نام رکھو خلوت عدم
سے عرصہ ایجاد مین جلوہ گر کیا اور اوسنے اپنی خواہش سے چار فرزند موجود کیے ایک
کو سنگ اور دوسرے کو سنندان اور تیسرے کو سناتن اور چوتھے کو سنتکما کہتے تھے ان چاروں سے
فرمایش کی کہ ایجاد عالم اور تکوین مکونات مین ساعی ہون لیکن ازبسکہ قوت تیز تھی اونہار
اور تمام توجہ مبدا ایجاد کی طرف مصروف تھی خسا ایس عالم تشبیہ کی جانب ملتفت نہوسکے ناچار
خشمگین ہو کر اپنی پیشانی سے ایک اور صورت سراپا سیرت ظاہر کی کہ اوس تقدس نہاد و جلالت
نہاد کو مہادیو کہتے ہین لیکن وہ بھی نہایت جلالت شان اور سطوت کے ان
کو مقتضی تھی ان امور کے التفات کی قابلیت نہ پائی اپنی خواہش سے دس فرزند اور پیدا کیے
اور انکے بعد اپنے ہی بدن سے ایک مرد اور ایک عورت موجود کی مرد کو من کہتے ہین اور عورت
کو ستروپا دونون سے سلسلہ آفرینش کا آغاز ہوا ہندی زبان مین انسان کو منش یا آدمی
کہتے ہین کہ من کے ساتھ منسوب ہین جیسے زبان فارسی مین آدم کی نسبت سے آدمی

دوسرا قول

یہ ہی کہ کار پرداز امور نے عورت کی صورت مین جلوہ کیا کہ اوسکو مہا کہمین کہتے ہین اور اوسمین
تین گن ہین ست اور رج اور تم جب آفرینش عالم کا قصد مصمم ہوا تم کی دست آویز سے
اپنی ایک اور صورت بنائی کہ اوسکو مہاکالی اور مہامایا کہتے ہین اور ست کے وسیلے سے ایک اور
شکل بہم پہونچائی کہ اوسکو سرستی کہتے ہین پھر اوسکی فرمایش سے برہما نے ایک مرد اور

ایک عورت پیدا کی جہانچہ ایسی سے برہما مرد کی صورت اور دوسری عورت کی صورت پر جلوہ آرا
ہوئی اور مہا کالی سے مہادیو اور ساوتری جسکو مہامایا اور کام دھین بھی کہتے ہین اور سرستی
سے بشن اور گوری پیدا ہوئے گوری کا ازدواج مہادیو سے اور سرستی کا بشن سے اور برہما کا
ترئی سے کردیا اور برہما اور ساوتری سے ایک بیضہ پیدا ہوا مہادیو نے اوسکو دو ٹکڑے کیا اوسی
سے دیوتا اور دیت یعنی دیو اکس ورنفوس قدسی اور انسان اور باقی اوجاندار اور روئیدگی
اور کوہ پیدا ہوئے

تفسیر اقوال

جو عمدہ اقوال اور سورج سدھانت مین کہ کئی لاکھ برس کی تالیف کی ہوئی کتاب اور علم نجوم کا
جمع اور آب ہی مرقوم ہے یہ ہے کہ ست جگ کے اخیر مین ایک شخص مئیدیت نام صفحہ ظہور مین
جلوہ گر ہوا اوسنے جو احوال آفرینش اور نیرنگی روزگار کو دیکھا لیکن ان سب سے شناسا نہ تھا
متحیر ہوا اور اس عقدہ سربستہ کی کشایش مین سعی کی کئی ہزار برس تک اپنی خواہش کو آفریدگار
آفرینشا ندکی جناب مین عرض کرتا رہا جب محنت حد سے گذر گئی اور مدت طویل سپری ہوئی
شاہد مطلق صورت تمثیل مین اوسپر ظاہر ہوا اور مطلب کا سوال کیا نفخہ عطیہ غیبی نے عقدہ خاطر
کو وا کیا اور زبان عجز بیان کو حرف مدعا سے تر کیا کہ اختر و افلاک کیا ہین اور آتش و باد و آب
و خاک کیا عرض سائل پیرایہ اجابت سے آراستہ ہوئی اور حلیہ قبول سے پیراستہ کہ تو ایک مدت
تک فلان معابد مین متوقف ہو اور عرض نیاز سے متصف ایک قدسی پیکر تیری نظر مین جلوہ فرما
ہوگا اور تیری مشکلات سے عقدہ کشا اتفاقاً ست جگ کے انجام ہونے کے قریب وہی ہمایون فال
ایسی شکل و شمائل سے کہ پری کو حیران کرے اور ملک کو سرگردان اوسکی نگاہ مین جلوہ گر ہوا اور
اسنے غبار قدم سے چشم انتظار کے واسطے توتیاے بصر ہر سوال نے پیرایہ جواب سے آرایش پائی
اور ہر نقصان نے زیور کمال سے پیرایش اوسنے جب دامن استعداد کو ذخایر کمال سے
مالا مال دیکھا اور خاطر مضطرب کو مستمال ایک کتاب تصنیف کی کہ سورج سدھانت نام اور اکثر ال
احکام نجوم کو اوسی کے قواعد و ضوابط سے انتظام ہے اوس کتاب دانش خطاب کی لوح اوراق پر
ہر قسم ہے کہ نگارندہ الواح طبایع اور رسام نقوش آثار نے ایک کرہ زرین کہ اندر سے خالی اور باہر سے
لطافت و صفات سے لبریز ہو دو علیحدہ ٹکڑون سے پیدا کر کے اپنی نور کو اوسپر جلوہ دیا اور وہ عالم مین
آفتاب کے نام سے مشہور اور نیر اعظم کے اسم سے مذکور ہوا اوسنے برہما کو پیدا کیا برہما کی وساطت

سے چار بید نے ظہور پایا اور علم و دانش نے دستور پھر چاند اور اکاس اور ہوا اور آگ اور
پانی اور خاک کو اسی ترتیب سے پیدا کیا اور اکاس سے مشتری اور ہوا سے زحل اور آگ سے مریخ
اور پانی سے زہرہ اور خاک سے عطارد کو پیدا کیا ان اقوال کی تفصیل کی بعد مرقوم کیا جاتا ہے
کہ ضبط تواریخ حکماے ہند سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نہ عالم کی ابتدا ہے اور نہ عالمیون کے واسطے آغاز
ہویدا [illegible] اعتقاد میں گردش روزگار کا مدار چار دور پر منحصر ہے اور ہر دور کو جگ کہتے ہیں پہلے
دور [illegible] ست جگ ہے اسکی مدت سترہ لاکھ اٹھائیس ہزار اور عمر طبیعی انسانون کی اس دور میں ایک
لاکھ برس کی ہے دوسرے دور کا نام ترتیا ہے اور اسکی مدت بارہ لاکھ اور چھیانوے ہزار اور عمر طبیعی
آدمیون کی اس دور میں دس ہزار سال کی تیسرے دور کا نام دواپر اور اوسکی مدت آٹھ لاکھ
چونسٹھ ہزار اور عمر طبیعی مردم روزگار کی اسوقت میں ہزار برس کی ہے چوتھے دور کا نام کلجگ
ہے اور مدت اسکی چار لاکھ بتیس ہزار اور عمر طبیعی اس زمانے کے آدمیون کی سو برس کی ہے جب
یہ حال دریافت ہو چکا تو اب جاننا چاہیے کہ حضرت آفریدگار ہر ایک [illegible]
[illegible] نقش ہستی کو دیار عدم سے ازل الآزال ہستی میں جلوہ گر فرماتا ہے تاکہ [illegible] مخلوق [illegible]
ممکنات کا سبب ہو صفحہ سادہ روزگار نقوش بدایع سے مرتسم ہو جاوے اور شیرازہ کتاب صنعت
[illegible] افلاک مرکز عناصر سے مربوط ہون اور بسیط و مرکب کا سلسلہ ایک دوسرے سے [illegible]
نام [illegible] ہے اور انکا اعتقاد یہ ہے کہ یہ چارون جگ اس طول مدت کے ساتھ جب دو ہزار مرتبہ
انجام کو پہونچیں تو ایک شبانہ روز کے حساب میں محسوب اور ایسے تین سو ساٹھ شبانہ روز کو
ایک برس اور ایسے سو برس کو برہما کی عمر اعتبار کرتے ہیں جب اسطرح کے سو برس پورے اور
مدت [illegible] منقضی ہو جاوے برہما جلوہ گاہ وجود سے خلوت عدم میں خرام کرے اور بستر [illegible] پر
آرام [illegible] اسکے بعد جسوقت داعی ایجاد و تکوین ابداع عالم کا اقتضا کرے اسی صفت کے ساتھ ایک اور
برہما کو خلعت وجود سے مشرف اور حلیہ ہستی سے مزین فرما کر مسند ظہور اور چار بالش شہود پر متمکن
کرے تاکہ بزم امکان پھر اوسی ترتیب سے آراستہ ہو جاوے اور نہال آفرینش اوس سے سرسبزی
کے ساتھ پیراستہ اہل دیار کے ملا کا یہ اعتقاد ہے کہ جسقدر برہما بزم ہستی میں جلوہ گستر ہو چکے ہیں
[illegible] ہستی [illegible] کا نزل ہو چکا ہیں دایرہ شمار سے افزون اور حد حصر سے خارج ہیں لیکن [illegible] محققین
سے کہتے ہیں کہ برہما [illegible] ہزار [illegible] اور آج تک [illegible] برس سے تقریبا [illegible]
[illegible] روز گذرا ہے کہتے ہیں کہ برہما کی تمام عمر [illegible] کی چشمک [illegible] خدا [illegible] مساوی ہے [illegible]

کتاب چار نفصرین ایک برہمن کی حکایت کی تقریب لکھتے ہین کہ ہر قوم کے کاملین کی واسطے الہام
خاص ہی کہ کنہ فہمان مدرسہ دانش اوس تعبیر سے منزل مقصود پر پہونچ جاتے ہین اور پیچ وخم راہ سے
دھوکا نکھاتے ہین یہ دانش اندوز مرتبہ وجوب کو بشن کہتے ہین اور عقل اول کو برھما حکمت شناس
دقیقہ فہم جانتا ہی کہ ایجاد وابداع بے توسط عقل اول محال ہی اور برہمہ عقل بدون افاضہ فیاض
مطلق وہم وخیال ہی جب حضرت واجب ایجاد وتکوین کی طرف سے چشم پوشی اور اغماض کو کار فرماتا
ہی نتائج آثار سکا نقش محو ہوجاتا ہی طائفہ ریاضت کیش وتجرد اندیش یعنی سیوڑہ طرفہ قوال حیرت افزا
اور حکایات ہوش ربا کہتے ہین کہ عقل اوس راہ مین نمیقدم اور فکر اوس طریق مین ایک گام
نہین رکھہ سکتی ذکر اونکا نتیج وحشت اور تصور اوسکا مثمر حیرت ہی اس گروہ ندرت بیان و
غرابت تبیان کے نزدیک زمانہ دو قسم ہی ایک اُسرپنی یعنی ایسا زمانہ کہ ابتدا مین شادی ہو اور
انتہا مین اندوہ ونامرادی دوسرا اُت سرپنی یعنی برعکس اول کہ انتہا مین شادمانی ہی اور ابتدا
مین اندوہ وخلل اور ہر قسم کے چھہ حصے ٹھہراکر ہر حصے کو آرہ کے نام سے مشہور کرتے ہین اور
ہر آرہ کو اوسکے خواص کی مناسبت سے ایک اسم خاص کے ساتھہ مذکور پہلا آرہ قسم اول کا
سکھمان سکھمان یعنی ایسا زمانہ کہ فرحت متوالی اور مسرت متواتر بخشے اور اسکی مدت چار
کوڑا کوڑ ساگر ہی اور دوسرا آرہ سکھمان یعنی خوشحالی اور فراغ بالی کا زمانہ اور اسکی مدت تین
کوڑا کوڑ ساگر ہی تیسرا سکھمان دکھمان کہ عین خوشحالی مین رنج وملال نیش زن ہو اور ہنگامہ شادکامی
مین اندوہ وکلال اوسکن اسکا زمانہ دو کوڑا کوڑ ساگر تک ممتد ہوتا ہی اور افراط تنگدلی سے تعبیر
حرمان ابد چوتھا دکھمان سکھمان کہ اوقات اندوہ مین بیغمی دیتا ہی اور آوان ملال مین خرمی اور
اسکی مدت بیالیس ہزار کم ایک کوڑا کوڑ ساگر ہی اور اندوہ زدائی وغم ربائی مین عیش متواتر
کے برابر پانچوان دکھمان یعنے زمانہ رنج وملال اور عہد اندوہ وکلال یہ زمانہ اکیس ہزار سال
کی امتداد رکھتا ہی اور درد ومصیبت کی بنیاد چھٹا دکھمان دکھمان کہ تواتر غم اور تکاثر الم سے
منتج ملال اور مدت اس روزگار کدورت آثار کی بھی اکیس ہزار سال ہی قسم دوم کے آرہ
یعنی حصون کے بھی یہی نام ہین لیکن تفاوت اسقدر ہی کہ اسکا پہلا آرہ قسم اول کے چھٹے آرہ
کے ساتھہ اور اسکا دوسرا آرہ اوسکے پانچوین کے ساتھہ نام ودرازی مدت مین مشارکت رکھتا ہی
اور تیسرا اوسکے چوتھے سے اور چوتھا اوسکے تیسرے سے موافقت اُسکا پانچوان اوسکے
دوسرے سے ہمسر اور اسکا چھٹا اوسکے پہلے کے برابر انکے گمان مین قسم اول کے آرہ پنجم سے

کچھ اوپر دو ہزار برس منقضی اور اتبک اسیقدر سال سپری ہوئے ہین ارباب خرد پر روشن
ہی کہ محاسبان ہند سو ہزار کو لاکھ کہتے ہین اور دس لاکھ کو ایوت اور دس ایوت کو کرور کہتے
ہین اور سو کرور کو ارب اور دس ارب ایک کھرب ہی اور دس کھرب ایک نکھرب دس نکھرب
مہاسروج اور پدم کے ساتھ موسوم ہی اور دس پدم سنکھ اور دس سنکھ سمندر کے نام سے معلوم
اور سمندر کو کوراکور بھی کہتے ہین اس حرف سرائی کے بعد ایک اور افسانہ حیرت فزا مذکور ہوتا ہی
کہتے ہین کہ ایک جگہ پسر و دختر توام پیدا ہوتے ہین وہان کے ساکنین جنگلی کے لقب سے مشتہر
اور دیار دہلی کے اطفال خوردسال کے سر کے بال اون جنگلیون کے سر کے بال سے چھیانوے حصہ
گندہ تر ہین اگر اونکے سات دن کے مولود کے سر کے بال کہ کوئی بال اوس سے زیادہ باریک
اور غایت باریکی مین اوسکے سات شریک نہین اجزاے لاتیجزی کے ساتھ تقسیم کیے جاوین
اور اون اجزا سے ایک چاہ جسکا طول و عرض و عمق چار چار کوس کا ہو پر کرین اور سو برس
کے بعد ہزاروان حصہ اون اجزا کا اوس چاہ سے نکالین جتنی مدت مین وہ چاہ اس طریق
سے خالی ہو جاوے اوس مدت کو پلوپم کہتے ہین جب پلوپم سے دس کوراکور گذرین جسکا حال
مسطور اور سمندر کے نام کے ساتھ مذکور ہوا اس مدت کو ساگر کہتے ہین اونکے نزدیک ادوار
مذکور کی کیفیت حیطۂ بیان سے مبرا اور حلیہ تقریر سے معرا ہی کہتے ہین کہ ہر آرہ مین چوبیس آدم تم [?]
عدم سے عرصۂ وجود مین جلوہ طراز ہوتے ہین اور مدت معہود کے بعد پھر جادۂ دار الملک نیستی مین [?]
عنان انداز اون مین سے اول کا نام ادناتھ اور رگھوناتھ ہی یہ اعجوبہ کارگاہ تقدیر پچاس
کرور لاکھ ساگر تک کارگزاری انتظام آفرینش مین ساعی رہتا ہی اور اخیر کا نام مہابیر ہی اور وہ
بیس ہزار سال تک ترویج امور مکونات مین داعی رہتا ہی اسکی مدت سے آج تک دو ہزار
تین سو برس گذرے ہین اور نفائس الفنون مین تاریخ خطائی سے منقول ہی کہ آدم ابو البشر کے
عہد سے آج تک کہ سات سو پینتیس ۷۳۵ سال ہجری ہین آٹھ سو ترسٹھ دن اور نو ہزار آٹھ سو برس
منقضی ہوے اور ون اونکی اصطلاح مین دس ہزار برس کو کہتے ہین خامۂ خام رقم جب ان حکایات
ندرت خیز اور روایات حیرت انگیز کو لکھ چکا اندیشۂ رسا اور فکر تیز یا چاہتا ہی کہ ہنوز ہنگامۂ نیرنگی
کو پایان پذیر نکرے اور اسباب تعجب و رسامان شگفتی کے فراہم کرنے سے ہاتھ نہ اوٹھاوے اور
ایسے نقوش غریب اور تماثیل پردۂ خیال سے جلوہ گر کرے کہ بینندگان عجائب روزگار کو
حیرت اور شنوندگان نوادر بے شمار کو وحشت ہو

طرفہ تر ایسی ہی کہون ایک بات	ہنستی ہو سن سنکے جسے کائنات

گروہ دانش پژوہ فرسنداجی یعنی امت اولین پیغمبر عجم کہ اونکو سپاسی و پارسی و ایرانی
و ایزدی و یزدانی و آبادی و ہوشی و انوشک و آذر ہوشنگی و آذری بھی کہتے ہین
یہ اعتقاد رکھتے ہین کہ جہان کو جہان آفرین سے وہ نسبت ہے جو نور کو آفتاب عالمتاب سے
ازل سے ہے اور ابد الآباد رہیگا امتداد سلسلہ کون و فساد اور تسلسل ادوار عالم باب
باب مین نقل عجیب اور حکایت غریب مسموع ہے کہ نہ عقل کو اوسکے سراپردہ مین بار ہے اور نہ فہم
کو اوسکے خلوت راز مین گذار یعنی اول ایک کوکب کواکب ثابتہ سے دار الملک عالم مین بادشاہ اور
بسیط گیتی مین کشور خدا ہوکر ہزار سال تک تنہا فرمان روائی کو کار بند ہوتا ہے اور حکمرانی
کے منصب ارجمند اوس کوکب کو نخستین شاہ کہینگے جب مدت معہود انجام کو پہونچے ثابتہ دوسرا
مرتبہ وزارت سے ممتاز ہو اور اجراے امور عالم مین بادشاہ نخستین کے ساتھ انباز ہو اور
اوسکو نخستین دستور کہینگے جب اسکی شرکت و انبازی کو ہزار برس گذرین ثوابت مین سے
اور ایک کوکب مسند دستوری پر تمکن اختیار کرے اور بدستور ہزار سال تک کون و فساد کو
آشکار کرے پھر اسکے عزل کے بعد ایک اور ستارہ منصوب ہو اور وہی امور اوسکے ساتھ بھی منسوب
تا بجدے کہ ہر ثابتہ ایک ایک ہزار سال منصب وزارت سے امتیاز پاوے و جہان نورانی [illegible]
حکومت و انبازی کا سلسلہ منقطع ہوجاوے زحل اوس منصب سربلندی حاصل کرے اور
اوس مرتبہ سے ارجمندی رفتہ رفتہ قمر دستور ہوجاوے اور کاروبار گیتی اوسکی بدولت
انتظام پاوے آب نخستین شاہ کا دور منصرم اور نخستین دستور شاہ دوم ہوکر ہزار
برس تک تنہا جہان و جہانیون کے کار کا منتظم ہو جب یہ ہزار برس منقضی ہون ہر ثابتہ و سیارہ
بدستور سابق دستوری بجالاوے اور ہزار ہزار سال نوبت بنوبت اپنا منصب
انجام کو پہونچاوے ان سب کے بعد نخستین شاہ کہ بالفعل مرتبہ خدیوی و خسروی
سے معزول ہے امر وزارت پر مستعد ہو اور نظم عالم کے واسطے متعہد اب شاہ دوم کا
دور بھی انجام کو پہونچے اور عہد سلطنت انصرام کو آخر کار قمر بادشاہ ہو اور ثابت و سیارے
اوسکی وزارت سے صاحب جاہ کوتاہی سخن کوئی کوکب باقی نہ رہے کہ خسروی و دستوری
کی نوبت اوس تک نہ پہونچے جب سب کواکب سلطنت و وزارت سے کامیاب ہو چکین
اور اون نقود سے صاحب نصاب یہ چرخ منتہی ہو اور یہ دور منقضی اس دور اعظم کو [illegible]

امیر و امرہ پیچ ہیچ ہین اس رایاچرخ کے بعد تخت نشین شاہ کا کوس سلطنت پھر بلند صدا ہوا اور
وزیر ... دست ... وقت نسرہی کا برپا اسوقت لعبت باز قدرت بازی اول کی بساط کو
درہم برہم کرے اور تماشائی تخت نشین کو معدوم اون حالات کے نقوش کو محو کر دے اور اون آثار
کے بسدم کو نہ معلوم نہ زید و عمر کی منازعت ہنگامہ آرا ہوا ور نہ آشنا و بیگانہ کا لطف و عتاب
پردہ کش رنگ کی دلفریبی نگاہ تماشا کی عنان کشی سے باز آوے اور بو کی عطرسائی دماغ شوق
کے حصول سے ہاتھ اوٹھاوے نہ ناز نوک مژہ سے دشنہ گزار اور نہ نیاز جراحت سینہ سے بیقرار
بلبل کہان کہ ہواے گل سے آتش نالہ شعلہ زن ہو اور گل کہان کہ بلبل کی خرمن سوزی
کے واسطے برق افگن ہووے

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد — روے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

لیکن ازبسکہ تکوین و ایجاد کا نقش لوح ارادہ ازلی سے اور ابداع و اختراع کا حرف صفحہ
مشیت لم یزلی سے ایک قلم محو نہین ہوتا کارپرداز عالم اور مصلحت سنج امور رشتا بندگان روز
اول سے ایک مرد اور ایک عورت بساط حیات پر جلوہ فرما رکھتا ہے تا کہ ان دونون برگزیدہ
بارگاہ مبدع کل سے ظہور نتائج صورت پذیر ہو اور ہنگامہ گیر و دار گرم وضع لاحق کی سابق
سے موافق ہوگی اور طرز اخیر کی اول سے مطابق یعنی اس دور کے آدمی وہی نام و نشان و
گفتار و کردار اور وہی خوے و عادت و شکل و شمایل رکھتے ہون کہ مردم دور سابق کو واہب
حقیقی کے گنجینۂ احسان سے عطا ہوئی تھی گویا ہر سفیر ملک عدم نے اپنا ساز و سامان توشک
خانۂ تقدیر مین امانت رکھدیا تھا اور ہنگام معاودت مین اوس امین بے ضنت سے واپس لیا

زبس تنگی بہم افشردہ است اجزاے امکانرا — ہمان معنی باستقبال ہر دل ریش مے آید

ہشیار غزالان عرصۂ تحقیق کو معلوم رہے کہ ان سخن سنجان اعجوبہ طراز کی مراد یہ ہے کہ اس دور
کے آدمیون کی وضع اور طرز اور صورت و شکل مردم دور سابق سے مشابہ اور مشاکل ہوگی
نہ یہ کہ وہی افراد بعینہٖ صحراے عدم سے بازگشت اور گلزار وجود مین مکرر گلگشت کرین اجزا
اون اجسام متلاشی کے فراہم ہوجاوین اور ارواح سابقہ او نہین اجساد سے ملاقی ہون حاشا و کلا
کہ یہ انکے عقیدہ کے موافق محال اور اون اجزاے ریختہ کا اجتماع اور اوس علاقۂ گسیختہ کا تعلق
وہم و خیال ہے نفوس کاملہ کہ سرو شان عالم بالا کے مرتبے کو پہونچ گئے ہین استیفاے مراتب
اور تکمیل مدارج کے بعد کسطرح پھر اجسام کثیف سے تعلق اختیار کر سکتے ہین ابتدا اور انقطاع

ادوار کی اس نسق پر ہی جو مسطور ہوئی اور آغاز و انجام روزگار کا اس طرز پر ہی جو مذکور ہوا ورنہ
افراد انسانی کو نہ ابتدائے زمانی جلوہ گر ہی اور نہ انتہا اور کران متصور اس دور کے آدمیون کا
مبدا مہ آباد نام برگزیدہ ایزدی ہی بقول جناب صمدی ہی کہ طریقہ معہود کے موافق مردم دور
سابق سے باقی رہا اور ذریات لاحقہ کے وجود کا سبب ہوا انسان ضعیف البنیان دریافت نہین
کرسکتا کہ یہین چرخ اس سے پہلے کتنی دفعہ گردش کر چکا ہی اور اسکے بعد کب تک بازگشت
اور معاودت مین سرگرم رہیگا اور یہ بھی دشوار ہی کہ دور اعظم کی مدت کو محاسب ادراک
کی وساطت اور پیر وہم کے ذریعہ سے احاطہ حصر و حوزہ شمار مین لاکر زمانہ معہود کو عدد معین سے
تعبیر کرے جبکہ کواکب ثابتہ ظرف تعداد مین گنجایش پذیر نہون اونکی خسروی اور دستوری کی
مدت کسطرح حصر و شمار مین آسکے اور اوس زمانہ کی تعین ظرف اظہار مین کیونکر سما سکے
سیاران گلشن دور حال مین سے بعض کی کامرانی کا زمانہ مذکور ہوتا ہی کہ مشتاقان حقایق
و سوانح جب اس احوال ندرت طراز سے آگاہ ہوینگے تا در لم یزل کے ساحت قدرت کو
وسیع اور جہان بے ابتدا کے عرصہ ایجاد و اختراع کو فسیح جانکر زمزمہ قالوا بلی سے لب کو آشنا
اور بیدہ ملکوت کل شی کے نغمہ سے زبان کو ترصیع کرینگے تبارک الذی بیدہ الملک و ہو علی کل شی
قدیر ہرچند مورخان پیشین اور نامہ نگاران باستانی اس حال کو ایسی تفصیل سے لکھتے ہین کہ
اگر باد بہاری نفس اور اوراق اشجار زبان ہوجاوے تو البتہ احتمال ہی کہ وہ افسانہ تمام اور وہ
قصہ اختتام کو پہونچے لیکن ان اوراق کا کیا ظرف اور ان صحائف کا کیا حوصلہ جسقدر رہنا کسب
مقام ہی لوح اظہار پر مرتسم اور صفحہ بیان پر مرقوم ہوتا ہی جب دور سابق تمام ہوا اور لوح وجود
پر نقوش فنا نے ارتسام پایا ایک مرد قدسی نژاد مہ آباد نام اور ایک عورت نیک سرانجام کہ نعمت
زناشوئی سے کامیاب تھی لباس ہستی سے عاری نہوئی اور چونکہ عالم کون و فساد کے امور کا منتظم
رہنا ایزد کام بخش کو منظور تھا یہ نیک نہاد زمان قلیل مین اسقدر کثرت اولاد اور وفور
استعداد سے لذت ستان اور حصول نتایج سے کامران ہوا کہ شعاب جبال کے حوصلہ اور دامن صحرا
کی وسعت نے افراد ناس کی بود و باش پر تنگی کی مشارب اور مطاعم اور ملابس اور تمام
صنایع اور مکاسب اونکے سود اور منافع کے واسطے عقل خداداد کی استعانت سے ایجاد
کیے اور بلاد و قرییے اور مساکن اور مآوا آباد طوائف مردم کو چار قسم قرار دیا قسم اول موبد
وزہاد کہ آئین دین و قوانین ملت کی محافظت اور حراست مین سرگرم رہین اور انکا لقب

پیا اور برہمن اور سہورستار ٹھہرایا قسم دوسری بادشاہ اور پہلوان کہ جہانداری وحکومت
اونکی ذات سے منتظم اور شیرازہ امور بلاد اونکے سر رشتہ عدالت وجہانبانی سے ملتئم رہے
اور انکا لقب چتریان اور چھتریمن اور چتری اور نورستار مقرر کردیا کیونکہ یہ لوگ خداوند چتر
ہوتے ہین اور چتر سرداری و ناموری کی علامت ہے قسم تیسری کشاورز اور اہل زراعت اور
پیشہ ور اور ارباب حرفت انکا نام باس تجویز کیا کیونکہ باس بسیار کو کہتے ہین اور یہ فرقہ
سب فرقون سے کثرت مین زیادہ ہوتا ہے اور جس آبادی کو بھی کہتے ہین اور آبادی ممالک
انھین کے سبب سے ہوتی ہے اور انکو سورستار بھی کہتے ہین قسم چوتھی ایسے آدمی کہ نیکاری
اور خدمتگاری کے کام کو سرانجام دین اور نوکری و ملازمت سلطنت کے امور کے انتظام انکا
لقب سودین وسودی وسود تشخیص کیا اسواسطے کہ یہ فرقہ سودومن آسانی کا سبب اور
آسایش خلایق کا باعث ہے اور انکو ورستار بھی کہتے ہین بعد اسکے نوکر اور بادشاہ اور خادم
اور آقا مین فرق پیدا ہوا اور خورد وبزرگ مین تفاوت ہویدا تقریباً یاد آگیا کہ تواریخ ہنود
مین بھی ان چار طائفہ کا حال ذکر ہے انھین اسامی کے قریب ہے اگرچہ معنی کے اعتبار سے
بعض مین مخالفت ہو یعنے طائفہ اول کو برہمن اور دوسرے کو چھتری اور تیسرے کو بیش اور
چوتھے کو شودر کہتے ہین اول شین معجمہ اور آخر راے مہملہ مختصر یزدان سخن آفرین نے مہ آباد
پر ایک کتاب نازل کی دساتیر نام کہ جمیع علوم و فنون اور ہر زبان کے لغت اوسمین مرقوم
تھے اور ایک زبان اور بھی کہ اہل روزگار سے کسیکی زبان اوس سے مشابہ نہ تھی مہ آباد
نے اصناف مردم کو ایک ایک زبان تعلیم کرکے اطراف عالم مین جس جگہ مناسب ولایق سمجھا
بھیج دیا اسیواسطے ہر ملک کی زبان جداگانہ اور ہر دیار کی گفتگو علیحدہ ہوگئی لیکن راقم تذکرہ
نے کتاب دساتیر کو دیکھا اور ابتدا سے انتہا تک ورق ورق کی سیر کی اصل اوس کتاب کی ایک صحیفہ
ہے آٹھ سات ورق کا کہ جسکے اعتقاد مین یزدان بیہمال نے مہ آباد پر نازل کیا اور باقی
تیرہ صحیفے اور ہین کہ جی افرام سے لیکر ساسان پنجم تک ہر ایک کے واسطے نازل ہوئے اور
ایک پند نامہ کہ سکندر ابن داراب کے واسطے ابراہیم زردشت کی دعا سے زردشت
کے پاس نازل ہوکر شاہان ایران کی تحویل مین رہا اور وقت معہود مین سکندر کو پہونچا
یہ صحائف و پندنامہ صحیفہ مہ آباد کے ساتھ شامل ہے اب مجموع صحائف و پندنامہ کو دساتیر کہتے
ہین زبان اوسکی تو البتہ کسی زبان سے مشابہ نہین اسیواسطے اوسکو فرازین نوا دیعنی

آسمانی زبان کہتے ہین لیکن یہ مختلف زبانون پر مشتمل ہے اور یہ علوم و فنون پہ مشتمل ہے تا آنکہ
کوئی کوئی فقرہ بے شبہہ مسئلہ حکمت پر اشتمال رکھتا ہے ساسان پنجم نے جو ان سب کا ترجمہ
زبان فارسی مین کیا ساسان نخست کے صحیفہ مین بیشتر اور باقی صحائف مین بعض بعض
جگہ براہین حکمیہ کو ایراد کیا ہے سو وہ ساسان کی عبارت ہے نہ کتاب سماوی مگر یہ کہ وہ جمل صحیفہ
ہو کہ علوم گوناگون اور لغات مختلفہ پر مشتمل اور تقالیب روزگار اور قصص لطیف اور وارستے
نایاب ہے اس جملہ معترضہ کے بعد لکھا جاتا ہے کہ بعد مہ آباد کے تیرہ اور پیغمبر جو شتا ... کہ اونکو
بھی آباد کہتے ہین ترجمہ آباد کا پیغمبر ہے اسیواسطے پیغمبر نخست کہ مرتبہ مین ان سب سے بزرگ
تھا مہ آباد کے نام سے موسوم ہوا پیغمبران مذکور اور وخشوران مسطور کے بعد اونکے فرزندون
نے مسند ہدایت اور وسادہ ارشاد پر تمکن پایا اور ہمیشہ اپنی اوقات کو رہنمائی خلق و رضامندی
خالق مین صرف کیا مہ آباد کی ذریات کہ اونکو مہ آبادی کہتے ہین ایک مدت تک اوسی راہ
مین گامزن اور اوسی طریق مین سرگرم رہے اور عالم کو عدل و داد کے ساتھ آراستہ رکھتے
تھے ایسا شخص کہ آبادیون کی سلطنت وحکومت کا سلسلہ اوسپر منتہی ہوا آباد آزاد نام رکھتا تھا
اتفاقاً ترک و تجرید کا شوق اوسکا دامنگیر ہوا اور کاروبار سلطنت سے دفعتاً ہاتھ اوٹھا کر
گوشہ عزلت اختیار کیا اوسکی عزلت گزین ہوتے ہی انسان حیوان سیرت ہوگئے اور آدمی
وحوش سیرت باہم جدال و نزاع شروع ہوئی اور خونریزی نے ایسا شیوع پایا کہ اگر
آسیا سیلاب خون سے گردش کرتی کچھ عجب نہ تھا اسوقت آبادیون کا عہد سپری اور اونکے
دولت و اقبال کا زمانہ منقضی ہوا اس خاندان رفیع الشان مین تنلوزاد سال تک دولت
وحشمت ملازم در اور حکومت و سلطنت فرمان بردار رہی زاد ایک مرتبہ ہے مراتب اعداد سے خامہ
خام رقم اوسکی تفصیل کا متعہد اور قلم حیا بٹ نگار اوسکی توضیح مین سرگرم ہے مخفی نہ رہے کہ اس
طائفہ کی اصطلاح مین سال دو قسم ہے خورسال اور کرسال خورسال وہ ہے کہ کوکب بروج
دوازدہ کانہ کو ایکبار طی کرے اوسکو ایکدن شمار کرین اور ایسے تیس دن کو مہینہ
اور ایسے بارہ مہینے کو برس مثلا دورہ زحل کی مدت تیس برس مین اتمام پاتی ہے اور
بارہ برجون کی سیر اختتام پس تیس برس کو ایک دن شمار کرتے ہین اور ایسے تیس دن کو
کہ نوسو سال متعارف ہوتے ہین ایک مہینہ اور ایسے بارہ مہینے کو کہ دس ہزار آٹھ سو برس متعارف
ہین ایک برس اعتبار کرتے ہین اور اسی پر قیاس کیا چاہیے اور کواکب کے دورہ کو اور ستارہ

کے ایک دورہ کا نام کرسال ہی پس جس مدت تک ہر برج مین سیر کرے وہ مدت ایک مہینے کی
قرار دیجاتی ہی مثلاً زحل بارہ برجون کو تیس برس مین طی کرتا ہی اور ہر برج کو اڑھائی برس
مین پس اس حساب کے موافق تیس سال ایک کرسال ہی اور اڑھائی برس ایک مہینہ اور اسی
پر قیاس کیا چاہیے اور کواکب کے دورہ کو اور جسطرح سال کو فرسال اور کرسال کہتے ہین
مہینون اور دنون کو فرماہ اور فرروز اور کرماہ اور کرروز کہتے ہین جب یہ معلوم فیصل ہوئی
تو اب سنا چاہیے کہ جس وقت دس ہزار آٹھ سو برس متعارف کہ زحل کا ایک فرسال ہی
ہزار مین ضرب دیے جائین اور اوسکا حاصل ضرب کہ ایک کروڑ آٹھ لاکھ برس متعارف
ہین پھر ہزار مین ضرب کرین تو اوسکے حاصل ضرب کو کہ دس ارب اسی کرور سال متعارف
ہین فرد کہتے ہین اور ہزار فرد کو ورد اور ہزار ورد کو مرد اور ہزار مرد کو جاد اور تین ہزار جاد کو
واد اور دو ہزار واد کو زاد کہتے ہین بعد اسکے مرقوم ہوتا ہی کہ جب عالم کا حال تباہ اور جہان
کا طور خراب ہو گیا چند آدمی کہ ہدایت الہی اور اعانت خرد سے ستودہ کرداری اور راست
گفتاری سے کامیاب اور بزرگ آبادیون کی کتاب سے بہرہ مند تھے جی افرام کے پاس گئے اس
مرد سنجیدہ کو آباد آزاد کا بیٹا قرار دیتے ہین اسکی وجہ یہ ہی کہ آباد آزاد کے بعد اسکے کمال
کو کوئی نہین پہونچتا گویا آباد آزاد جی افرام کا پدر معنوی ہی ورنہ اوس سے اسکے عہد تک مدت
مدید کا فاصلہ اور زمانہ ممتد کا تفاوت ہی اور یہی حال ہی شاہ کالیو وغیرہ کا جنکا احوال مذکور
اور صفحہ اظہار پر مسطور ہوتا ہی آبادیون کی زبان مین جی پاک کو کہتے ہین جو کہ اوسکی پاکی و
طہارت حد کمال کو پہونچ گئی تھی اسواسطے جی کے ساتھ ملقب ہو گیا بہرکیف اون لوگون نے
اوس سے التجا کی کہ اپنے وجود سراپا جود سے تخت حکومت کو مشرف کر اور ارشاد و ہدایت پر
کمر باندھ کہ ان گم کردہ راہون کی اصلاح جلوہ گر نہوگی جب تک تو ہمت خیر طلب کو مصروف نکرے
اور اون بدکردارون کا راہ پر آنا متصور نہین جبتک تو عنان توجہ معطوف نکرے اور ہدایت
و ارشاد کے فضائل آبادیون کی کتاب سے اوسکے سامنے نقل کیے لیکن ازبسکہ اہل روزگار کے
اختلاط سے دل گرفتہ تھا اس بار گران کا تحمل ناگوار ہوا اور اونکی التماس کو قبول نکیا ناگاہ
سروش مبارک پی کہ یہ طائفہ بہمن اور اہل اسلام جبرئیل کہتے ہین پیام ایزدی لایا اور اس
امر کے سرانجام مین حضرت حق کی رضامندی کا مژدہ سنایا ناچار فرمان پذیر ہوا اور اہل روزگار
کے حق مین دستگیر اوسکے تابعین کو جیان کہتے ہین جیون کا سلسلہ جس پر منقطع ہوا اوسکا

نام جی الاد ہوا اس نیک نہاد نے بھی ترک دنیا کا قصد کیا اور آشنا و بیگانہ سے روپوش ہوا
رفقا اور ندیمون نے جی الاد کو نہ مشکوے خسروی مین پایا اور نہ عبادتگاہ مین بہم ہوے
اور اہل عالم کا کار تباہ جیون کے خاندان مین ایک سپا سلطنت نے قیام کیا اس اصطلاح سے
واقف ہونا کہ گزیر ہی سو ہزار کو سالام کہتے اور سو سالام کو سمار اور سو سمار کو اسپار اور
سو اسپار کو رادہ اور سو رادہ کو آرادہ اور سو آرادہ کو راز اور سو راز کو اراز اور سو آراز
کو لے آراز کہتے ہین مردم پرہیزگار نے جب جہان کا حال زبون دیکھا شائے کلیو سے کہ
جی الاد کا فرزند معنوی اور خلف روحانی تھا التجا کی اوسنے قبول کیا اور انتظام جہان نے
گرم ہوا اُسکے تابعین کو شائی کہتے ہین شائیون کے سلسلہ کا اخیر شائی مہبول کہو انکے
خاندان مین ایک سمارہ تک سلطنت رہی اور سمارہ کا حال مرتب کی تفصیل مین مرقوم ہوا
مختصر اشادہ مہبول کے بعد یاسان فرمان الہی سے مسند ہدایت پر متمکن ہوا یاسانیون کے
سلسلہ مین سب سے اخیر یاسان اجام ہے اُنکی سلطنت ایک کم سو سلام تک ممتد ہوئی یاسان
اجام کے بعد کیومرث کہ اوسکو گلشاہ کہتے ہین فرمان ایزدی سے انتظام عالم مین مصروف
ہوا اوسکو گلشاہ اسواسطے کہتے ہین کہ جب سلطنت کی نوبت کیومرث تک پہونچی عمارت
وزراعت و باغ وغیرہ سے سوائے گل یعنی زمین کے کچھ باقی نہ تھا جو کہ سواے زمین کے اوس وقت
اوسکے تصرف مین کچھ نہ تھا اس لقب سے ملقب ہوا یعنی بادشاہ زمین اور جو کہ مردم زمانہ
کی تربیت و اصلاح مین پدر مشفق کی طرح سے سعی کی تھی اوسکو پدر مردم اور ابوالبشر
بھی کہتے ہین اس خاندان کے بادشاہ چار فرقہ مین پیشدادی کیانی اشکانی ساسانی اور ان
سب سے اخیر پسر شہریار یزدجرد ہے کہ بعد اوسکے سلطنت فارس فرق اسلامیہ کے تصرف مین
آئی اور ملک و مال چندین ہزار سالہ خاندان جلالت شعار کے نصیب ہوا الحمد للہ علی ذلک
ان سلاطین کی سلطنت چھ ہزار چوبیس برس پانچ مہینے تک ایک طرح پر باقی رہی نیر
اقبال تابان اور کوکب دولت درخشان رہا آخر غیرت الہی نے اوس نیر کو خسوف بدری
اور اوس کوکب کو احتراق سرمدی سے بے نور کر دیا اور آفتاب جہانتاب شریعت غرا
اور خورشید عالم افروز ملت بیضا کو ایسا روشن کیا کہ شبستان گیتی کی رونق و بہای
فروغ روز سے باج لیا نور ہدایت و فروغ ایمان سے تاریکی جہل و ظلمت کفر زیر و زبر

ہوتی جاتی ہے یکاد زیتہا یضیئ و لو لم تمسسہ نار نور علی نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء

ہے آن آفتاب دین کہ ز نور ہدایتش ؛ خورشید شرع بر فلک اشتہار تافت ؛ ہر چند حساب
بیحساب ہنود سے خرد کو سر گردانی ہے اور عقل کو پریشانی لیکن جب اس سلسلۂ غیر تناہی اور اس
سیر لاینقطع کا تصور خاطر دشوار پسند کے نصب العین ہوتا ہے استعجاب غریب بہم پہنچاتا ہے
آبادیون کی سلطنت کی مدت سو نزاد سال مقرر ہے اور جیسے اول مذکور ہوا دس ارب ہما
کرور برس کا نام فرد ہے اور جب اوسکو ہزار مین ضرب کرین تو اوسکے حاصل ضرب کا نام ورد
اور ورد کے ہزار مین ضرب کرنے سے مرد اور مرد اوسی ضرب سے جاد اور ہزار جاد سے داد
حاصل ہوتا ہے اور دو ہزار داد کو زاد کہتے ہین وشن ارب اور اسی کرور برس ان ضروب
کثیرہ کے بعد کس شمار کو پہونچتے ہین اور یہی حال ہے اور سلطنتون کا جو آبادیون کے بعد کو
ہوئین کونسا عاقل تجویز کر سکتا ہے کہ ایسے خاندان موجود ہوئے ہون کہ اونکا عہد دولت و اقبال
اس امتداد کو پہونچا ہو عمر بیچارہ اس دریاے زخار کے ایک قطرہ مین غرق اور اس ہنگامۂ درو
شور کے آگے بے نام و نشان ہو جاتی ہے یہ شعر اسی مقام کے مناسب ہے ؎ بسے درستافتنے
نمودن طواف ؛ عنان سخن را کشد در گزاف ؛ اگر خیال کیا جاوے کہ یہ سب امور اختلاط عقل
اور مالیخولیا کے نتائج سے ہین فرزانگان ایران دیار کی دانشوری اور حکمت پیشگی کہ اوسکے
فروغ کے سامنے روشن طبعان یونان کی حکمت اشراق کا چراغ تار اور اوسکے استقامت
کے مقابل مشائیت کی راہ ناہموار ہوا کرتی ہے کہ ہرگز ایسے حکمت اندوزان کامل خرد لغو سخن سرا
نہین ہو سکتے اور قطعًا ایسے صفاکیشان راست اندیش حرف پوچ و یاوہ ہرزہ زبان پر
نہین لا سکتے حکماے فارس کے دانش نامے ہر چند اس زمانہ مین یکقلم نایاب ہین لیکن چند
رسائل مختصر کہ نامہ نگار کی نظر سے گذرے ان دانشمندان خرد ور کی عظمت شان اور رفعت
مکان پہ شاہد عدل و گواہ صادق ہین رسالہ خویش تاب نام ہین کہ موبد ہوش کی تالیف
اور ترجمہ ہے اوس رسالہ کا کہ حکیم بالغ رس موبد صبح نفس زبدۂ شاگردان ساسان پنجم بخشتاب
نے اثبات حضرت واجب الوجود مین خسرو پرویز کے امر سے مرتب کیا تھا ساسان پنجم کے اوصاف
مین مرقوم ہے کہ ایک حکیم دانشور نے دار الملک مصر سے ساسان پنجم کے مناظرہ کے واسطے سفر
کیا اور ساسان آباد مین کہ اوس بالغ خرد کا مقر اور اوس نادرہ فن کا مستقر تھا وارد ہوا
جس خانقاہ مین ساسان درس و تدریس کرتا تھا وہان کے دربان کی بانوے خانہ ایک کنیز
رکھتی تھی اتفاقًا وہ حکیم اوس رات کو اوسی کنیز کے شوہر کے پاس مہمان ہوا اور یہ نجانتا تھا

کہ اس عورت کو ساسان سے کیا علاقہ ہے بادر کنیز نے اوس حکیم سے پوچھا کہ تو کس شہر مین
رہتا ہے اور اس دیار مین کس ارادہ سے وارد ہوا چاہیے کہ انسان کو سفر خود یعنی حرکات
بدنی سے یہ غرض ہو کہ اس سیر و حرکت کے ذریعہ سے سفر آخرت کا زاد راہ تحصیل کرے نہ تجارت
دنیوی کہ وہ ابتر ناپائدار ہے اور اوسکا تعلق حضرت مبدا تک پہونچنے سے مانع ہے حکیم نے
جو اس تقریر کو سنا متحیر ہوا اور اوسکو ماہر علوم اور جامع فہوم سمجھا یکایک متحیر رہگیا اور پوچھا
کہ واجب کا فعل قدیم ہے یا حادث عورت نے جواب دیا کہ حادث وہ ہے کہ زمانی ہو اور زمانہ
ذات الافلاک کی حرکت کو کہتے ہین جو کہ واجب اوس سے برتر ہے تو چاہیے کہ واجب قدیم ہو
حکیم نے پھر پوچھا کہ واجب تک بھی فنا راہ پاسکتی ہے عورت نے کہا نہین کسواسطے کہ ممکنات موجود ہین
اور یہ بدون فاعل کے موجود نہین ہوسکتے کہ معلول بدون علت کے رہ نہین سکتا حکیم نے اعتراض
کیا کہ باپ بیٹے کی علت ہے اور باپ کے بعد بیٹا باقی رہتا ہے عورت نے کہا کہ باپ بیٹے کے سبب
کا جزو ہے نہ علت کسواسطے کہ اگر مادر ستروں اور عقیمہ ہو بیٹا باوجود باپ کے موجود نہین ہوتا اور
واجب الوجود علت تامہ ہے ممکنات کی جیسے آفتاب علت ہے روز کی حکیم دل مین سوچا کہ
جب ایک عورت فہم و ادراک مین یہ پایہ رکھتی ہے ساسان سے مناظرہ کرنا میری حد سے زیادہ ہے اور
ساسان کی خدمت مین عقیدت و ارادت سے متوجہ اور اوس سے بہرہ اندوز ہوا اگرچہ مقالات
ایسے نہین کہ انسے ساسان پنجم کی منزلت کا استدلال کیا جاوے لیکن مقصود یہ ہے کہ ساکنان
ساسان آباد ساسان کے قرب و جوار سے فیض یاب کر اس رتبہ بلند اور اس پایہ ارجمند کو پہونچ گئے
تھے خاصان درگاہ اور مخصوصان بارگاہ کا تو کیا ذکر ہے یہانتک ترجمہ ہے اوس کتاب
دانش خطاب کا اس قصہ طویل کے لکھنے سے راقم کی غرض یہ ہے کہ ایسے دانش پژوہان الاخر
کہ انکی دانش و حکمت کا پایہ اقاصی و ادانی کے نزدیک مسلم ہے اس گروہ حکمت پژوہ کا سری
و بے اصل حرف سرا ہونا محل تردد اور مقام توقف ہے اور اگر یہ کہین کہ فی الواقع نہ مہ آباد عرصہ
امکان مین موجود ہوا اور نہ مہ آبادی اور جی افرام وغیرہ کے توابع حلیہ ہستی سے محلی ہوئے
انکا ذکر افسانہ محض اور افترا ے صرف ہے کیا عجب ہے کہ کسی مصلحت سے اسقدر حرف و حکایت موضوع
ہوگئے اور ایسے طویل لاطائل قصے مصنوع تو یہ تاویل نہ تسلی افزا ہے اور نہ تسکین بخش مہ آباد
اور سائر وخشوران آباد نام سے لیکر جی افرام وغیرہ تک ہر ایک سے حکمت مشائی و اشراق مین کتب
مبسوطہ یادگار اور متداول ارباب شہر و دیار ہین اگر وہ لوگ موجود اور نہ انکا کلام سے دفتر دفتر جملو

اور وہ نسخے مدت سے ارباب دانش مین فراہم نہ ہوتے متاخرین کی کتابین اون مسائل سے
کیونکہ بالا مال ہوتین اور اقوال اونہیں لوگون کے صحائف مین کہان سے منقول ہوتے تین مالے راقم کے پاس
مین ایک رسالہ خوش نشاب کہ اوسکا حال اول مذکور ہوا دوسرا زردست افشار داد بویہ اپنی زبان مین
کا کہ ترجمہ اوس رسالہ کا کہ حکیم ہوش کوئی شاگرد ہبہ اسطہ ساسان دوم نے حکمت الٰہی مین
ہرمز ابن نوشیروان کے امر سے تصنیف کیا اور خسرو پرویز نے براہین کشفیہ و نظریہ کے دریافت کے
واسطے حکیم آذرگشسپ سے پڑھا تیسرا زندہ رود خوشی خوش نکلتہ پہ یہ اوس رسالہ کا کہ حکیم زندہ آزرم
نے نفس ناطقہ کی معرفت مین خسرو پرویز کے عہد مین جمع کیا اور چشمہ زندگی نام رکھا ان رسالون
کے مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہی کہ حکماے فارس کے علم نے حکمت یونان کو آب خجالت مین
غرق کر دیا ہی نہ افلاطون کو انکے سامنے یارا ے زبان درازی اور نہ ارسطو کو انکے روبرو مجال
سخن طرازی ان رسالون مین اون کیفیت دانش کیشان قرون دور دراز کے اقوال بے حد و شمار
منقول اور سب فہم وادراک اور نا مدرک نفوس و عقول ہین اور اگر یہ کہا جاوے کہ البتہ وہ لوگ بھی
بزم وجود مین جلوہ طراز ہوئے اور اونکی کتابین بھی مجالس اہل ہوش مین موجود لیکن درازی عمر
اور طول زمانہ سخن سازی محض اور افسانہ طرازی صرف ہی تو پیشگاہ خیال مین یہ صورت جلوہ گر
ہوتی ہی کہ قطع نظر اس سے کہ حکمت طرازان صاحب فارسے زبان حقائق بیان کو ناحق و ناروا
ایسے سخن بے مزہ سے آشنا کیا آیا قول و ابن ہنق کو بھی اوسکے قبول مین توقف کے سوا کچھ
متصور ہو دقیقہ سنجان بالغ نظر کو کہ دعوے بے دلیل کو صفحہ فہم ہین بار نہین دیتے کونسی
ضرورت دامنگیر ہوئی کہ ایسے امور سرسری کو بے توقف و تردد مان لیا اور یہ چون و چرا مسلم رکھا
کوئی حجت مقبول اور دلیل معقول ہم نہ پہونچی کہ سائل کی تسلی کے موجب اور مجیب کی تحقیق پر
دال ہو نہ انکار اس وادی مین پیش جاتا ہی اور نہ اقرار اس بزم مین بار پاتا ہی طرفہ تماشا ہی

زفی بہ تیغم بفریاد از شریعت عشق		کہ آرمیدن کفرست و اضطراب گناہ
	سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم	
جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ		چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

مصنف ذلکس الفنون نے تاریخ خطائی سے نقل کیا کہ عہد آدم سے سات سو ستائیس ہجری
تک آٹھ سو ترسٹھ دن اور نو ہزار آٹھ سو برس منقضی ہوتے ہین اور دس ہزار برس کو
دن گنتے ہین اور حساب متعارف کے موافق وہ سب دن اور اعداد باقی چھیاسی لاکھ اور

انتالیس ہزار آٹھ سو برس ہوتے ہین بعض اصحابہ کرام اور اکابر عظام کا قول اسی منظر سے
جلوہ نما اور اسی پردہ سے چہرہ کشا ہی امام ناطق بحق جعفر صادق سے منقول ہی کہ حضرت ابو البشر
علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے عرصہ عالم مین کئی ہزار آدم نے خرام کیا ہی اور شیخ ابن
عربی نے کہ کبار اولیا اور عظام ارباب صفا سے ہی لکھا ہی کہ کچھ دور نہین کہ ہفتہ ربانی یعنی
سات ہزار برس کے بعد کہ عبارت ہی سیارات سبعہ کی مدت سلطنت سے ایک آدم کی نسل
منقطع ہوجاوے اور دوسرا آدم عرصہ وجود مین جلوہ فرماوے شیخ موصوف اور شیخ سعد الدین
حمویہ کی تصانیف سے منقول ہی کہ روز ربانی ہزار برس کا ہوتا ہی اور روز الٰہی پچاس ہزار
برس کا لیکن نہ انقطاع نسل کی کیفیت مذکور ہی اور نہ دوسرے آدم کی توالدی یا تولدی ہونیکا
حال مسطور لیکن ممکن ہی کہ کبھی اسباب سماوی سے طوفان حادث ہو اور وہ زمینین کہ عمارت کی صلاحیت
رکھتی ہین اور حیوانات متنفسہ کی مسکن ہوسکتی ہین قاطبتہً پانی مین غرق ہوجائین اور ایک
متنفس باقی نرہے پس سلسلہ توالد اور تناسل کا منقطع ہوجاویگا اور جوکہ مصلحت تقدیر ایجاد و
تکوین مین داعی اور حدوث ابدان اور تعلق ارواح مین ساعی ہی حفظ نوع کے واسطے اب انسان
تولد سے حادث ہونگے نہ توالد سے اور نوع بشر کی اسطرح سے موجود ہونے کی امتناع پر کوئی برہان
نہین ہی بلکہ اکثر حیوان کا تولد معاینہ ہی مثلاً موسے آدمی سے مار اور انجیر سے عقرب اور کلوخ سے
موش اور باران سے غوک اور اس بات سے کہ مدت مدید سے آج تک حدوث انسان اس وضع
پر وقوع مین نہین آیا لازم نہین آتا کہ مطلقاً نہوا ہو اسواسطے کہ شاید یہ امر کسی ایسی وضع معین پر موقوف
ہو کہ اوسکا تکرر رسالہاے دراز مین صورت پذیر ہو اور کیا عجب ہی کہ عالم مین ایسے حوادث مدت
دراز کے بعد کئی دفعہ ظہور مین آتے ہون بلکہ جو توالد اور تناسل حرکات ارادیہ پر موقوف ہی
اور حرکات ارادی ضروری نہین پس حفظ نوع کے واسطے انسان تولدی کا قائل ہونا ضرور
ہوا یہ مطلب حاصل ہی شیخ الرئیس ابو علی سینا کے قول کا کہ مصنف اخلاق جلالی نے شفا سے
نقل کیا ہی اس صورت مین کیا عجب ہی کہ ان حوادث سے یکلخت ایک سلسلہ منقطع ہوکر
انسان تولدی سلسلہ آخری کا مبدا مقرر ہوجاوے یہ تقریر تعدد آدم اور مدت متطاول مین
اوس سلسلہ کے منقطع ہونے کی توجیہ ہی اور انقطاع نسل کی کیفیت اور آدم کی تولدی ہونے
کے تئین سلسلہ اس کلام دور دراز کا دال ہی صرف اشرف مخلوقات عالم امکان یعنے انسان
بلند مکان کے کون وفساد کیطرف اول مخلوقات اور واسطہ اوسکے خالق ومخلوق کی ایجاد پر پس

دانش اندوزان ایران دیار خردمندان یونان زمین سے اتفاق رکھتے ہین کہ کارپرداز مصالح کائنات نے بتوسط عقل اوّل کو موجود کیا اور اوسکے توسط سے دوائر افلاک سے لیکر مرکز خاک تک لوح وجود پر مرتسم ہوا اور تکوین و ایجاد کا سامان منتظم جو کہ اس مبحث کا آغاز گرم نفسان آتشکدہ فارس کے اعتقاد پر مبنی ہے اس مقصد کے دلائل اور براہین بھی اونھین کے کتب سے منقول ہون تو اقتضاے مقام سے انسب اور تقاضاے محل کے اقرب ہے ناگزیر زردست افشار سے کہ عقول عشرہ کی بحث مین رسالہ عجیب اور عجالہ غریب ہے دو چار سطر صفحہ بیان پر قوم موتی نژاد لکھے

بادان ابن شہنشاہ فلک جاہ جمشید خورشید کلاہ نے اپنی تصانیف مین لکھا ہے کہ واجب تعالے ایسا واحد ہے کہ اوس مین اصلاً تکثر کو راہ نہین نہ ذاتاً نہ صفاتاً نہ ذاتاً اسواسطے کہ تکثر عبارت ہے ترکیب سے ترکیب کا مستلزم احتیاج ہونا عیان ہے اور ذات مین احتیاج کا ہونا مستلزم امکان اور صفاتاً اسواسطے کہ اگر اوسکے واسطے کوئی صفت ہو تو جو کہ حضرت واجب الوجود کل اشیا کا فاعل ہے اپنی صفت کا فاعل بھی چاہیے وہی ہو اور موصوف اپنی صفت کا قابل اور منفعل ہوتا ہے پس واجب بھی صفت کا قابل اور منفعل ہوا اس صورت مین وہی فاعل صفت کا ہوا اور وہی منفعل اور یہ ممکن نہین کہ جو چیز فاعل ہو وہی چیز منفعل بھی ہو فاعلیت کی حیثیت سے مفعول کو مستلزم ہے اور قابلیت کی حیثیت سے مستلزم نہین اور یہ محال ہے کہ ایک چیز کسی شی کو مستلزم ہو اور وہی مستلزم نہو پس اس دلیل سے معلوم ہوا کہ حضرت آفریدگار تقدس و تعالے واحد حقیقی ہے اور اوس مین کسیطرح سے بیشی اور تکثر کو بار ہے اور نہ کثرت اور تعدد کو گذار جی افرام لکھتا ہے کہ نور الانوار یعنی حضرت آفریدگار سے سوا نور کے جوہر ظلمانی یا ہیئت ظلمانی یعنے عرض حاصل نہین ہو سکتا اور اگر ظلمت کا حصول ممکن ہو تو جو کہ نور کا اقتضا اور ہے اور ظلمت کا اور چاہیے ان دونون اقتضاے مختلف کے واسطے اوس ذات مقدس مین دو جہت ہون اور اس صورت مین لازم آویگا کہ نور الانوار موجب نور اور موجب ظلمت سے مرکب ہوا اور یہ محال ہے کیونکہ وہ بسیط حقیقی ہے اور اوسکی ترکیب کسیطرح سے صورت پذیر نہین پس نور الانوار سے حصول ظلمت کا بلاواسطہ ممکن نہوگا اسکی تقریر اور طرح سے یہ ہے کہ نور اپنے نور ہونے کی حیثیت سے غیر نور کا اقتضا نہین کرتا اور اگر کرے تو چاہیے کہ دونون کی اقتضا کی جہت علیحدہ ہو کیونکہ جب تک جہت اقتضا کی مختلف نہو گی اقتضا کا اختلاف محال ہے اور جب اوسنے غیر نور کا اقتضا کیا تو لازم آیا کہ اوسمین دو جہت ہون اور جو کہ وہ بسیط ہے ذو جہتین ہونا بھی اوسکا محال ہے یہ برہان دو چیز کے

استحالہ مین کافی ہو خواہ دونون نور ہون خواہ دونون ظلمت خواہ ایک نور ہو اور ایک ظلمت بادان خرد و دانش پرور کہتا ہو کہ اول واجب تعالے سے عقل پیدا ہوئی کیونکہ ثابت ہوچکا ہو کہ واجب الوجود واحد حقیقی ہو اور واحد سے ایک چیز کے سوا صادر نہین ہوسکتا اگر ایک سے زیادہ صادر ہو تو اوسکی ذات مین تکثر لازم آوے پس حضرت واجب الوجود سے جو اول مخلوقات وجود سے مشرف ہوگا ایک جوہر ہوگا مادہ سے مجرد یعنی عقل صرف کہ فارسی مین اوسکو خرد ناب اور ہوش تنہا کہتے ہین اور یہ بات اپنے محل مین مذکور ہوچکی ہو کہ مقولے دس ہین نو عرض ہین اور ایک جوہر اور یہ ہو نہین سکتا کہ موجود اول عرض ہو کسواسطے کہ عرض کا وجود جوہر سے بعد ہوتا ہو پس محال ہو کہ جوہر سے پہلے موجود ہو اور یہ بھی نہین ہوسکتا کہ وہ جوہر کہ اول موجود ہوا غیر عقل ہو کیونکہ جوہر پانچ چیزین ہین مادہ اور صورت اور جسم اور نفس اور عقل یہ نہین ہوسکتا کہ وہ جوہر مادہ ہو یا صورت اسواسطے کہ نہ مادہ بدون صورت کے موجود ہوتا ہو اور نہ صورت بغیر مادہ کے اور جسم بھی نہین ہوسکتا ہو اسواسطے کہ جسم مرکب ہوتا ہو اور مرکب کا صدور واحد حقیقی سے محال ہو اور نفس کبھی نہین ہوسکتا کیونکہ وجود نفس کا جسم کے پہلے ممکن نہین جب یہ چارون چیزین نہوئین تو ناگزیر وہ جوہر کہ موجود اول اور صادر نخست ہو عقل ہی ہوگی اور حکیم جاماسپ بادان نے اس مطلب کی تحقیق مین تقریر دور و دراز کی ہو کہ یہ مختصر اوسکی گنجایش کے سزاوار نہین لیکن بعد طول کلام کے لکھتا ہو کہ اس تقریر سے ثابت ہوا کہ معلول اول ایسا ممکن موجود ہو کہ نہ جسم ہو نہ جسم کا جزو اور نہ وجود اور تاثیر مین جسم یا جسمانی کا محتاج ہو اور یہ نہین ہو مگر عقل ایک اور محل مین مرقوم کیا ہو کہ جب ثابت ہوا کہ مبداء اول حضرت واجب جل قدرتہ سے پہلے پہل عقل اول صادر ہوئی پس اب سناچاہیے کہ عقل اول مین تین جہت موجود ہوئین اول وجود نفسی دوم وجوب بالغیر سوم امکان ذاتی باعتبار وجود نفسی کے کہ کمال شرافت سے مشرف ہو عقل ثانی کو موجود کیا کہ وہ بھی باعتبار ذات اور صفات کے مادہ کی احتیاج کے نقص و عیب سے پاک ہو اور وجوب بالغیر ہرچند اس اعتبار سے کہ غیر کے سبب سے ہو قدرے خساست سے خالی نہین لیکن جو کہ بسبب وجوب کے جوہر شرافت رکھتا ہو اسکے وسیلہ سے فلک الافلاک کا نفس موجود کیا کہ وہ بھی اگرچہ بسبب اپنے کمال اور وجود کے حصول مین مادہ کا محتاج ہو نوعی خساست رکھتا ہو لیکن چونکہ بذاتہ مادہ کا محتاج نہین ہو صاحب شرافت ہو اور امکان ذاتی کی وساطت سے کہ صفات فرومایہ کا منبع اور حاجات خسیسہ کا چشمہ ہو اوسی آسمان کا جسم آمادہ کیا کہ وہ ذات اور صفات مین مادہ ہیولانی کا

محتاج ہی اسیطرح ان تینون جہت کے اعتبار سے ایک ایک عقل اور نفس اور تن آسمانی مہیا کیا عقل
دہم کہ آسمان اخیر سے فرو تر ہی عناصر بسیطہ کو صورتین اور اعراض اور صفات مختلفہ کا افاضہ کرتی
ہی کیونکہ اوسمین حرکات افلاک اور اتصالات کواکب اور اختروں کے اجتماع سے بہت استعداد دین
حاصل ہوتین ہین اور اس افاضہ کے اعتبار سے اوسکو عقل فعال کہتے ہین بادان ایک مقام مین
لکھتا ہی کہ عقل مین دو جہت ہین وجوب اور امکان اور اُسکے وجوب سے عقل موجود ہوئی اور امکان
سے آسمان اسیطرح سلسلہ ایجاد کا آسمان اخیر اور عقل فعال تک منتہی ہوا اس تقریر سے واضح
ہوتا ہی کہ عقول دس ہین اور آسمان نو لیکن حکیم وارستہ از قیود سیمرغ کے کلام سے عقول
اور افلاک کی کثرت مفہوم ہوتی ہی پوشیدہ نرہے کہ یہ شخص حکیم کامل اور مرتاض بعید التھا بسکہ ترک
علایق اور افنائے نفس مین اقران و امثال سے سبقت رکھتا تھا اور جہان و جہانیان سے دوری اس
مناسبت سے سیمرغ یعنی عنقا کے ساتھ ملقب ہوگیا دستان ابن سام یعنی زال کو سیمرغ زاد اسواسطے
کہتے ہین کہ جب سام نے اوسکو بعد متولد ہونے کے شعاب جبال مین پھینک دیا یہ حکیم اوسکے حال سے
مطلع ہوکر تربیت مین سرگرم ہوا اور اوسکی قامت استعداد کو حلیہ علم و دانش سے آراستہ کیا یہ حکیم
دانش پژوہ کہتا ہی کہ جب مین نے تن عنصری کو اپنے اختیار سے چھوڑا اور عالم علوی کو چشم بصیرت سے
دیکھا تو یہ معلوم ہوا کہ عقل اول اور عقل دوم کے بیچ مین بہت سی عقلین ہین اور فلک الافلاک اور
فلک ہشتم کے بیچ مین بہت سے آسمان کواکب ثابتہ کے واسطے علیحدہ علیحدہ آسمان ہین اور یہ کہتا ہی
کہ مین نے جان کی آنکھ سے دیکھا کہ اونکی حرکت فلک ہشتم کی حرکت کے برابر ہی ستاسان نجم کی تقریر سے معلوم
ہوتا ہی کہ وہ عقول جو حد حصر و شمار سے خارج ہین اور ہین نہ وہ عقول کہ سیمرغ کے کلام سے معلوم
ہوتین وہ تقریر یہ ہی کہ جو چیز نہ جسم ہی نہ جسمانی دو قسم ہی ایک وہ کہ اجسام سے تعلق رکھتی ہی یعنے
نفس اور دوسری وہ کہ اجسام سے تعلق نہین رکھتی یعنی عقل اور انواع کی تربیت عقل سے متعلق
ہی پس عقل دو قسم ہوتی ایک وہ جسکا سلسلہ اول مذکور او عقول عشرہ کے نام سے مشہور ہی اور
دوسری یہ عقول کہ مربی انواع ہی اس حساب سے عقول کی تعداد دائرہ حصر سے خارج ہوئی آسمند
سخن سر جولان طبیعت کو جلوہ ریز اور شبدیز قلم کو مہمیز نکر کہ اس گفتگو سے وحشت افزا اور دعاوی
محال سیما سے آسودہ خاطرون کو اضطراب عجیب اور آرمیدہ دلون کو توحش غریب ہم پہونچتا ہی ان
اقاویل دشوار نما کو محفل قبول مین کیا بار اور ان حکایات دور و دراز کو بارگاہ اجابت مین کیا
گذار اون ہی باتون کا ذکر کر جنسے اہل روزگار کی طبع مالوف ہی اور اوسی حرف کو زبان پر لا

جسکی طرف احباب کی توجہ معطوف ہو گو کہ جیسا یہ خیال مین نہین آتا کہ سلسلہ توالد کا ایسا طویل ہو کہ
رسائی فکر اور بلوغ ادراک اوسکے تصور کی راہ مین نقش قدم کیطرح نیم گام نہ اوٹھا سکے یہ بھی باور
نہین ہوتا کہ یہ سر رشتہ ایسا کوتاہ ہو کہ پیر گردون کے خرقہ کی ایک دوخت اور ادوار فلک کی
کتاب کے نیم شیرازہ مین کفایت نکرے کران سے کران تک روے زمین کا آدمیون سے مالا مال
اور قاف سے قاف تک سطح خاک کا انسانون سے مملو ہونا حرفہاے غیر متناہی کا حدوث اور علوم
بیشمار کا ایجاد اور ہر پیشہ و حرفہ مین فروع بعید و حساب کا اختراع اور ہر علوم مین دقائق نامحصور کا
ابداع اس زمانہ قصیر مین کیونکر متصور ہو ہیہات ہیہات یہ کیا گفتگو جنون انگیز اور تقریر ہذیان
آمیز ہے اور اسلام کا دعوے اور الحاد و زندقہ کی گفتگو دینداری کا لاف و گبر و مجوس کے معتقدات
کی جستجو جب ایک حرف کن سے عرش و فرش مہیا ہو سکتے ہون آن مہرہ چند کا بساط زمین
پر منتشر اور ان منصوبہ چند کا حریفان تیز فکر کی خاطر مین القا کرنا اس امتداد مدت مین جسکو ہم
پست فطرتان کوتاہ دست اس قدر کاروبار کے ساز و سرانجام کے واسطے کافی نہین سمجھتے کیا دشوار
ہے بساط زمین فراخ اور شرق تا غرب ہر گل زمین مین احاد ناس کی کثرت حصر و شمار سے افزون
نفس ناطقہ ادراک کلی و جزئی مین سرگرم کار پرداز ہے جو اس نے اپنے کام مین مستعد جلب منفعت
اور دفع مضرت مین قواے شہوی و غضبی کے منہمک ہونے سے احتیاج ہر طرح کے امور کی شدید
نیک و بد کی تمیز مصاحب انکی مصالح کار کا وفور بعید اسباب تجربہ بحساب اختراع صنائع
اور ایجاد بدائع کا شوق بر سر دست ذخائر درہم و دینار معین دریا دلی اور بادستی صرف اموال
مین محرک شگفت کیا ہے کہ ہر ہر مقام مین اسقدر غرائب پیدا اور اتنے عجائب ہویدا ہو گئے خصوصا
کہ طوائف امم مین سے ہر فرقہ ایک ایک امر خاص کی مناسبت کے ساتھ اسطرح سے مجبول ہے کہ
اوسکے نزدیک اوسکے سوا جو چیز ہے نامقبول اور اوسکے غیر کیطرف التفات غیر معقول ہے ع

میل آن اندر دلش انداختند	ہر یکے را بہر کارے ساختند

اب مبدأ آفرینش کا حال جسطرح سے مورخین اسلام نے کتب سیر مین ضبط اور طبائع خاص
و عام نے زیور قبول سے موشح کیا ہے لوح اظہار پر مرتسم ہوتا ہے مشتاقان سوانح قدیم و جدید پر
واضح ہو کہ احادیث نبوی علی قائلہا افضل الصلوۃ واکمل التحیات سے اول مخلوقات کی تعیین
مین مختلف اقوال دریافت ہوتے ہین کہین اول ما خلق اللہ نوری واقع ہے یعنی جو چیز کہ خدا
عز و جل نے پہلے مخلوق کی ہے وہ میرا نور ہے منقول ہے کہ جابر انصاری رضی اللہ عنہ نے کہ فضل و دانش مین

اقران و امثال سے ممتاز اور قبول اسلام سے پہلے علماء یہود و نصاریٰ سے مبدا آفرینش مین اقوال
متباینہ سنکر تسلی خاطر کے واسطے ہدایت سبل کے طالب تھے اسلام سے مشرف ہوکر جناب افصح العرب
والعجم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے چاشنی گیر موائد علم لدنی صانع قدیر نے سب سے اول کس
چیز کو پیدا کیا نعمت جواب سے کامیاب ہوئے کہ اے جابر تیرے پیغمبر کے نور کو اور کسی حدیث مین
نور کی جگہ قلم اور کسی مین عقل اور کسی مین لوح اور کہین روح کا لفظ وارد ہے اگرچہ اختلاف
روایات اوس کہین مین خلل انداز ہے لیکن تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ یہ اختلاف تعدد اسما کے
قبیل سے ہے نہ تعدد مسمی کے اور اسما کے تعدد سے مسمی متعدد نہین ہو جاتا یہ سب اسم ہین ایک
ذات کے اور لقب ہین ایک ہی حمیدہ صفات کے جب یہ معلوم ہو چکا تو اب سننا چاہیے کہ حضرت
مبدء اجلت اسماؤہ نے نور محمدی پر کہ اوسکو جوہر بیضا کہتے ہین صفات جلالی و جمالی کے
ساتھ تجلی کی اور ان دونو صفات کے اثر سے وہ نور دو قسم ہو گیا ایک سے تو نہایت لطافت و
صفا اور روشنی و ضیا نقاب کشا تھی اور دوسرے سے اوسکو نسبت کچھ گرمی کے ساتھ جلوہ نما
اول نور کے لقب سے مشہور ہوا اور دوسرا نار کے نام سے مذکور نور سے اشخاص شریفہ علویہ
اور کواکب اور آسمان اور ارواح انبیا و اولیا اور اصحاب یمین کی آفرینش وقوع مین آئی
اور نار سے جن اور اجناس سفلیہ اور اصحاب شمال کی ارواح نے انشا پائی اس تقریر سے
واضح ہوا کہ نور حضرت شریعت پناہ خالق و مخلوق مین واسطہ اور رسول اللہ کے آفرینش
کی علت ہے نہ افلاکیون کا وجود اوسکے فیض کے بغیر جلوہ گر اور نہ خاکیون کا ظہور اوسکے وسیلے
کے بدون میسر فرشتہ کو اوسکے جمال کی شمع سے نور اور پری کو اوسی کی آتش جلال سے گرمی ہنگامہ
ظہور محققین اوس نور پاک اور مصداق لولاک لما خلقت الافلاک کو موجود منبسط مطلق کہتے ہین
کہ اوسکا انبساط اور اطلاق ایسا ہے نہ اوسکو کسی نوع خاص کے ساتھ اختصاص ہے اور نہ وہ ایک جنس
کے ساتھ خاص بلکہ عام ہے کہ ہر شے اوسکے افاضہ سے کامران اور ہر ذائقہ اوسکی نعمت سے لذت
شناس نہ کسی حد معین مین منحصر اور نہ کسی صفت خاص مین منضبط حادث کے ساتھ حادث ہے اور
قدیم کے ساتھ صاحب قدم مجرد کے ساتھ مجرد ہے اور مجسم کے ساتھ مجسم جوہر کی مصاحبت مین جوہر
ہے اور عرض کے پردہ مین عرض کے نام سے جلوہ گر احدیت اور واحدیت مین واسطہ اوسی سے ہے
اور واجب اور ممکن مین برزخ کبریٰ باعتبار اصل کے احدیت اور وجوب کے [illegible] ہے اور
باعتبار قیود کے واحدیت اور امکان سے موصوف عرفی [illegible] کی طرف

اشارہ کیا ہے تا مجمع امکان و دو وجوبت نہ نوشتند ۔ مورد متعین نشد اطلاق اعم را از حب مخلوق
اول متعین ہوگیا اور واسطہ اولی اور برزخ کبریٰ میں تو اب چاہیے کہ اوس خوان فیض کے
ریزہ خوار اور اوس مائدہ احسان کے زلہ بردار یعنی واردان مہمان سراے روزگار کہ اوس علت
کے معلول اور اوس سبب کے مسبب ہیں بزم بیان میں حاضر اور محفل ذکر میں باریاب ہوں
لیکن مقصود اصلی راقم حروف کا یہ ہے کہ شالیستہ خلافت دار الخلافۂ عالم ابو البشر آدم علیہ السلام
کی خالقت کی کیفیت بیان کرے اور ظہور انسان کی مدت کو متعین لیکن یہ مطلب ایک تمہید کا خواستگار
ہے اور اس مدعا کو ایک توطیہ سے ناچار ہے

بر آنگیزم حدیث از ہر کرانہ	کہ آرم حرف او را در میانہ

پوشیدہ نرہے کہ حضرت آفریدگار تعالے شانہٗ نے جزو ناری سے ایک روشن گوہر کو فروغ حیات
سے منور فرماکر مثل شمع بزم ہستی میں جلوہ گر کیا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اسم
اوسکا سوما اور لقب جان ہے اور اسفار آدم میں مسطور ہے کہ اوسکا نام طارنوس تھا مہر کیف جو کہ
جن اوسکی اولاد ہیں ابوجان کے لقب سے مشہور ہیں جیسے کہ آدم ابو البشر کے نام سے مذکور طارنوس
عطاے شریعت سے ممتاز ہوا اور منصب حکومت سے سرافراز اوسکی اولاد ثوابت کے تین دور تک
کبھی اطاعت الٰہی کے صلہ میں رحمت سے کامیاب اور کبھی نافرمانی کے مکافات میں مورد غضب
الٰہی رہا اور دور ثوابت عبارت ہے فلک الثوابت کے دورسے کہ ستر برس میں ایک درجہ طی کرتا ہے اور جو
درجات فلکی تین سو ساٹھ ہوتے ہیں تمام دور کی مدت پچیس ہزار دو سو اور تین دور پچھتر ہزار
چھ سو برس ہوتے دور ثانی میں بلیقا حاکم نامور تھا اور دور ثالث میں ہاموس بادشاہ دادگستر
اور ہر ایک شریعت جدید سے نامی اور منصب امر و نہی سے گرامی تیسرے دور کے بعد اونکی عصیان
کے مکافات میں منتقم حقیقی نے ملائک کو اونپر مسلط کیا اکثر قتل ہوتے اور کچھ کچھ فرمان پذیر بعضے
جزایر اور صحرا میں فراری ہوگئے اور بعضے اسیر اتفاقاً ابلیس اونھیں اسیرون کے سلسلہ میں
گرفتار تھا اور ثمرہ رشد و تمیز سے تازہ برخوردار ملائک کے ہمراہ صعود آسمان سے سربلند ہوا اور اونکا
زمرۂ قدسی میں نشو و نما پاکر تقرب الٰہی سے ارجمند آخر الامر معلم الملکوت ہوگیا اور علم و دانش میں
مسلم الثبوت تکلم اللطائف میں لکھا ہے کہ عرش کے نیچے منبر یاقوت پر بیٹھکر مجلس وعظ گرم کرتا اور
نور کا ایک علم اسکے سر پہ نصب ہوتا جب زمین پر قوم بنی جان میں کفر و عصیان نے ظہور پایا
اور ظلم و تعدی نے وفور جناب صمدیت سے رخصت اور فوج فرشتگان ہمراہ لیکر وارد ہوا

اور دفعات چند مین ارباب استقلال کو مضطر اور اہل تمرد کو زیر و زبر کیا لیکن کمالات علمی و عملی
مین ممتاز تھا اور باب امور سلطنت مین استقلال دیکھا دو دنخوت دماغ مین متصاعد ہوا اور بخار تکبر صاعد
آپ کو مستحق خلافت سمجھکر یہ مقرر کیا کہ اگر امر سلطنت اور کیطرف منتقل ہو مین اوسکی اطاعت نکرون
لیکن ابتک ملائک سے وہی ارتباط تھا اور فرشتون سے وہی اختلاط کبھی آسمان پر جانا اور کبھی زمین
پر چلا آتا تھا یہ سنکر کہ ظہور خلافت آدم منصۂ شہود مین جلوہ گر ہوا اور طنطنہ کوس انی جاعل فی الارض
خلیفہ سے گوش حاسد کر نخوت شیطانی نے آتش بغض و عناد کو سینۂ ابلیس مین تو مشتعل کر دیا اگر
اثر صحبت و تاثیر اختلاط نے اتنا کام کیا کہ حرف اتجعل فیہا من یفسد فیہا زبان ملائک سے آشنا ہوا اور تحریر
تسبیح و سبحان ملاء اعلی کے استحقاق کے اظہار مین بات بسر الیکن جواب انی اعلم سے سعادت ذاتی
جوش مین آئی اور عروس اہلیت آغوش مین حرف دعوے سکوت سے ہم آغوش ہوا اور بنا زو نیاز سے
ہمدوش جبریل و میکائیل نوبت بنوبت مامور ہوے کہ ایک قبضۂ خاک بساط زمین سے فراہم کرین
تاکہ اوس مادۂ ظلمت سے پیکر نورانی مہیا ہو کر تاج خلافت سے سرفراز اور خلعت سلطانی سے ممتاز
ہو لیکن زمین نے آپکو اس منزلت عالی کے سزاوار نہ پاکر امتناع کیا اور حضرت خالق الکائنات
کی عظمت و جلال کی سوگند سے متوسل ہو کر مقصود سے کامیاب ہونے دیا آخر الامر عزرائیل نے
تمام روے زمین سے اجزاے مختلف الالوان کو فراہم کرکے مکہ و طائف کے درمیان رکھدیا اور
سالہا سال رحمت الٰہی کا باران اوس مشت خاک پر برسا دست قدرت آفریدگار نے اوسکا
خمیر طیار کیا اور حکمت بالغہ کا اظہار کسقدر اسرار قدرت اوس لعبت بوالعجب مین ودیعت رکھے
اور کیا کچھ عجائب صنعت اوس پیکر غریب مین امانت کتب تواریخ سے ثابت ہے کہ تخمیر اس خاک
تیرہ رنگ اور صقالت اس آئینہ سبز رنگ کی چالیس برس مین اتمام کو پہونچی اور جمعیت
ان اجزاے پریشان کی انتظام کو جسقدر روح لطیف کو جسم کثیف مین نفوذ ہوتا تھا رگ و ریشہ
ظہور مین آتے تھے اور شرائین و اعصاب رنگ پکڑتے جاتے تھے منجمین کہتے ہین کہ جب روح
آدم قالب خاکی مین داخل ہوئی جمعہ کا دن اور محرم کا عاشورا تھا برج جدی کا درجۂ اول
اوسوقت افق شرقی کے برابر تھا اور اوس درجہ مین زحل اور حوت مین مشتری اور حمل مین
مریخ اور اسد مین قمر جلوہ گر اور بعضے کہتے ہین کہ اوسوقت سواے عطارد کے سب کواکب
بیت الشرف مین فراہم تھے اور سعادات فلکی کے اسباب منتظم سرفرازان عالم ملکوت نے جب
اس مشت خاک مین اونہی عظمت و جلال دیکھا باہم تذکرہ کیا کہ ہرچند بہانہ جوئی لطف کریم نے

خاکی ضعیف کو مسند امتیاز پر متمکن کیا لیکن علم و فضل میں ہم بالا نہ ہین اور داُنش و معرفت مین ہم والا تر علام الغیوب نے دبستان مکرمت میں حضرت خلافت مرتبت کو تجھید اسما پر متصرف اور واقف اسرار سے اشتعت فرما کر آدم و ملایک کو امتحان گاہ مین حاضر کیا سوا دخوانان لوح محفوظ کی زبان پہ لاعلم لنا کے سوا کچھ نہ تھا اور وہ ابجد خوان مکتب اسرار خدمت بجا لایا ہے

سجدہ فرشتے ... یار ... گرانی کی	اور سکے بین ناتوان او ٹھا لایا تو

اسمائے ما کی تفتیش میں محققان تحریر کو اختلاف ہو بعضے کہتے ہین کہ واقفت امطر لیے اشیا و عالم کے نام سے اوس برگزیدہ مکونات کو آگاہ اور بعضے لکھتے ہین کہ لغات مختلفہ پہ اوسکو صاحب انتباہ کیا کوئی اسمار سے صحف منزلہ اور امور مقدرہ کی معرفت مراد رکھتا ہی اور احوال مستقبلہ کی واقفیت کسیکے نزدیک خواص اشیا مراد ہین اور کسیکے عندیہ مین ملایک کے اسماٗ و العلم عند اللہ الحکیم وہو علی کل شیٔ علیم اوسوقت حکیم علی الاطلاق کی حکمت بالغہ نے اقتضا کیا کہ مقربان بارگاہ صمدیت اس مجمع مکارم انسی و ملکی کو سجدہ کرین روشنان قدسی نہاد تو انقیاد بجا لائے لیکن نخوت ذاتی ابلیس کی دامنگیر ہوئی اور شرارت جبلی ہمصفیر کہ آتشی و خاکی کے نہاد کا کیا مقتضا ہو اور خاکی کی فطرت میں کیا۔ وہ لفظ من طین کا کیا مدعا آخر ابا اور استکبار سے خوار ہوا اور طوق لعنت سے گران بار ہیچ ہو سے

درختی کہ تلخ ست آن را سرشت	گرش بر نشانی بباغ بہشت
ور از جوے خلدش بہنگام آب	بہ بیخ انگبین ریزی و شہد ناب
سرانجام گوہر بکار آورد	ہمان میوہ تلخ بار آورد

اس قدسی سرشت کی سکونت بہشت مین مقرر ہوئی اور اس عشرت کدہ نغزبین آرامگاہ مین لیکن مصلحت آلہی نے وقت خواب آدم کے پہلوے چپ سے حوا کو پیدا کیا اور تحلیل وحشت زدوائے ہو یدا آخر اوس مستورہ ناعاقبت اندیش نے اغواے ابلیس سے شجرۂ ممنوعہ کی طرف دست طمع دراز کیا اور اوس بالغ رس کامل خرد کو بھی اس کام مین ساتھ انباز اوس درخت کے تمتع کا ثمرہ یہ ہوا کہ خرابہ دنیا کی خاک اوڑانی نصیب ہوئی اور وہ طبیعت نازک تحمل مصائب نا شکیب سبحان اللہ و ریاست بلند ہمت نے لذات سماوی کی طلب مین الیسا انہماک اور ہواے جسمانی کے سرانجام مین وہ استغراق بہم پہونچایا کہ پدر بزرگوار پر سبقت لیگئی ہر ایک کی زبان حال اس مقال سے گویا ہو سے پدرم روضۂ رضوان بدو گندم بفروخت ناخلف باشم

اگر مین بجویی لفرد شم تو ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ حضرت آدم اوس جہان کے ایام کے حساب سے
عصر سے غروب آفتاب تک بہشت مین رہے اور بعضون کے نزدیک پانسو برس دنیا کے کہ وہان کا
نصف روز شمار کیا جاتا ہی لیکن محققین کو جنت آدم کے تعین مین اختلاف ہی ابو ہریرہ اور حذیفہ یمانی
اور ابو مالک اشجعی وغیرہم کا قول یہ ہی کہ وہ بہشت جنت الماوا ہی اور عبد اللہ ابن عباس اور سفیان ابن
عتبہ وغیرہما کا یہ مذہب ہی کہ جنت الماوا کے غیر ہی انکی دلیل یہ ہی کہ اس جگہ آدم علیہ السلام شجرہ
معینہ کے احتراز سے مکلف ہوئے اور نوم و استراحت کے ساتھ مشتغل اور جنت الماوا نہ محل نوم
ہی اور نہ موضع تکلیف علاوہ اسکے اگر جنت موعود ہوتی تو دخل ابلیس کا اوس مکان مقدس
مین نہوتا مگر ان لوگون مین بھی اختلاف ہی بعضے کہتے ہین کہ یہ بہشت آسمان مین تھی کسواسطے
کہ اگر آسمان مین نہوتی ہبوط کا لفظ حضرت آدم کے حق مین وارد نہ ہوتا اور بعضے کہتے ہین زمین
پر تھی اور ممانعت شجرہ کی بہین وقوع مین آئی انکی دلیل یہ ہی کہ جب حضرت آدم کا وقت رحلت
قریب ہوا اپنی اولاد سے انگور بہشتی طلب کیے اور یہ لوگ اوسکی تحصیل مین سرگرم ہوے اثنای
راہ مین ملایک سے ملاقات ہوئی اور اونکی ممانعت سے پدر مشفق کی وفات قریب سمجھکر معاودت
کی اگر وہ بہشت زمین پر نہوتی یہ لوگ اوس ثمر کی تلاش مین کمر ہمت کو چست نہ باندھتے امام
ابو الحسن فاریابی نے کتاب اسولہ جامعہ مین لکھا ہی کہ یہ جنت دیار فلسطین مین تھی رسالۃ الحیوان
کے ترجمہ مین کہ اکیسوان رسالہ اخوان الصفا کا ہی مرقوم ہی کہ یہ بہشت ایک باغ ہی کہ کوہ یاقوت
کی بلندی پر مشرق کیطرف واقع اور ایسا بلند ہی کہ حیوان اور انسان کو وہانتک رسائی ممکن
نہین اور قدرت کاملہ حضرت آفریدگار سے فصول اربعہ مین ہوا معتدل اور درخت سرسبز اور انہار
جاری اور شاخین کثرت اثمار سے گران بار اور ہبوط کے واسطے بلندی ضرور نہین ناکہ اہبطوا مصر
کلام ملک العلام مین وارد ہی یہ خلاصہ ہی روضۃ الصفا کا کہ خامہ شکستہ ارقام نے طبایع واقعہ
طلب کی ضیافت کے واسطے ثبت اوراق کیا اب سننا چاہیے کہ ارباب تاریخ کو اس امر مین توافق
ہی کہ حضرت آدم نے کوہ سراندیپ پر نزول کیا لیکن حوا مین اختلاف ہی بعضون کے نزدیک ہبوط
حوا کا جدہ مین واقع ہوا اور بعضون کے نزدیک مزدلفہ مین لیکن اسمین شک نہین کہ ایک مدت
دراز کے بعد آدم و حوا کی ملاقات کوہ عرفات پر واقع ہوئی اور چونکہ اوس مقام مین باہم تعارف بوجہ
مین آیا اسواسطے اوس کوہ کو عرفات کے نام سے موسوم کیا اور پھر کوہ سراندیپ کیطرف معاودت
کی اور توالد و تناسل کے سلسلہ نے درازی پائی حبیب السیر مین لکھا ہی کہ اس نبی مرسل کی بعد

ہبوط دنیا کے ہزار برس کی ہوئی اور اونکی حیات مین کثرت اولاد کی نوبت چالیس ہزار تک
پہونچ چکی تھی لیکن صلبی صرف تیس پسر اور انتیس دختر اور بعضون کے نزدیک اکیس پسر اور بیس
دختر تحقیق ہوئے اور روضۃ الصفا مین انیس پسر اور انیس دختر بھی مسطور ہین اور لفظ آدم مین اختلاف
ہی بعض اہل تحقیق کا قول یہ ہی کہ آدم اسم عجمی ہی جیسے آزر اور شالخ اور عبداللہ ابن عباس سے
منقول ہی کہ آدم اسواسطے کہتے ہین کہ ادیم ارض یعنی روے زمین سے مخلوق ہوتے تھے اور بعضون
نے سمرت لون کو وجہ تسمیہ قرار دیا ہی پس ادمہ سے مشتق ہوا اور بعضے کہتے ہین ادمت اشیئین سے
مشتق ہی یعنی مخلوط کیا مین نے دو چیزون کو نالگیا خلط اشیا سے اسجگہ اجزاے متفرقہ زمین کا مخلوط
ہونا مراد ہی کہ تخمیر آدم اوسنے وقوع مین آئی اور اس کتاب حکمت کے شیرازے نے جمعیت
پائی اس تقریر سے واضح ہوتا ہی کہ لفظ آدم عربی ہی نہ عجمی اور یہ جو امام نووی نے تہذیب الاسما
واللغات مین لکھا ہی کہ سواے آدم اور صالح اور شعیب اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سب انبیا کے
نام عجمی ہین اسی کی تائید کرتا ہی اور روضۃ الصفا مین صحف ادریس سے منقول ہی کہ جب حق جل
اسمہ نے چاہا کہ بسیط عالم مین نوع انسان کو ظاہر کرے روے زمین سے ایسا شخص پیدا کیا کہ
اوسکو زبان سریانی مین مایوس کہتے تھے اور حوا کی وجہ تسمیہ کے باب مین ثعالبی سے منقول
ہی کہ لوگون نے حضرت آدم سے حوا کے نام کی وجہ پوچھی حضرت نے فرمایا چونکہ وہ میرا ایک جز ہی
اور مخلوق حی سے پیدا ہوئی اسواسطے اوسکا نام حوا ہوا جب آغاز آفرینش کی کیفیت عرض
ہوچکی اب اہل ہوش پر ظاہر اور اصحاب خرد پر روشن کیا جاتا ہی کہ خلقت انسان کی مدت مین
روایات متعدد اور اقوال مختلف منقول ہین محمد جریر طبری نے لکھا ہی کہ حضرت ابو البشر سے
فخر بنی آدم تک بعضے چھ ہزار تیرہ برس کہتے ہین اور بعضے پانچ ہزار نوسو برس اور ایک اور
مقام مین لکھا ہی کہ علماے یہود کے موافق ایام ہجرت تک چار ہزار چالیس برس تین مہینے منقضی
ہوئے اور احبار نصاری کی روایت کے موافق پانچہزار ایکسو بہتر برس گذرے اور عبداللہ
ابن عباس سے روایت ہی کہ آدم سے طوفان تک دو ہزار دوسو چھپن اور طوفان سے خلیل
حضرت رحمان ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام تک ایکہزار اوناسی برس اور اس حضرت سے
جناب موسی علیہ السلام تک پانسو پینسٹھ اور اوسنے حضرت سلیمان تک پانسو چھتیس ۵۳۶ اور
سلیمان سے ذو القرنین تک سات سو ستر اور اوس سے حضرت عیسی علیہ السلام تک تین سو
اونہتر برس گذرے پس آدم سے عیسی علیہ السلام تک پانچہزار پانسو بائیس برس منقضی ہوے

اور اوسکی تاریخ معتبر ہے اور حسینی نے اپنا بشارت میں وہب بن منبہ سے روایت کی ہے کہ عمر دنیا چھ
ہزار برس کی ہوئی اور آدم کے انتقال سے طوفان تک بارہ سو بائیس برس اور طوفان سے نوح
کی وفات تک [illegible] برس اور وہان سے حضرت ابراہیم علیہ السلام [illegible]
تک بائیس سو چھپالیس برس اور [illegible] وفات سے موسی علیہ السلام تک سات سو اور انسے حضرت
داود تک پانسو اور داود سے حضرت مسیح تک گیارہ سو اور حضرت عیسی کے آسمان پر جانے سے
مفخر عالم افضل نبی آدم صلعم کی ولادت باسعادت تک چھ سو برس منقضی ہوے اسی تقدیر پر
آدم سے طلوع نیر زمان کی بعثت یعنی ولادت اکمل البریت تک آٹھ ہزار سات سو اٹھاون برس
ہوتے ہین اور حمزہ ابن حسین اصفہانی نے کہ اوسکی سخندانی کا آشنا روز رقم خوانان صفحہ خاک سے
لیکر روشن سواوان لوح محفوظ تک بلند صدا ہے اسطرح سے روایت کی ہے کہ خلقت آدم سے ولادت
نوح تک ایکہزار چھبیس اور اونکی ولادت سے ابراہیم علیہ السلام کی ولادت تک ایکہزار
آٹھ سو نوے اور یہان سے حضرت یعقوب کے مصر مین تشریف لانے تک دو سو نوے اور یہان
سے اوس جناب کی وفات تک سترہ اور اسرائیل کی فوت سے بیت المقدس کی بنا تک
چار سو اسی اور پھر اوس خانہ نورانی کی تخریب تک چار سو دس اور پھر اوس زمانہ تک کہ فاروق
حق و باطل عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اوس مکان مقدس کو مفتوح کیا ایکہزار پانسو چھ
برس گذرے اس روایت کے موافق آدم سے ہجرت مقدسہ تک پانچہزار چھ سو ستانوے برس
ہوتے ہین اور افضل المتاخرین مولانا کمال الدین حسین خوارزمی نے مقصد اقصے مین لکھا
ہے کہ افضل الکائنات اشرف المخلوقات علیہ اکمل التحیات کی ولادت کرامت انتما سے حضرت عیسی
تک چھ سو بیس اور یہان سے حضرت داود تک بارہ سو اور داود سے موسی تک پانسو اور انسے
حضرت ابراہیم تک سات سو ستر اور ابراہیم علیہ السلام سے طوفان تک ایکہزار چار سو بیس
اور پھر آدم تک دو ہزار دو سو چالیس برس منقضی ہوے اس صورت مین مبداء دنیا
سے آدم تک چھ ہزار ساڑھے سات سو برس کا عرصہ گذرا واللہ اعلم بحقیقۃ الحال جب قلم شکستہ
رقم حال آفرنیش کو حسب استعداد تحریر کر چکا تو اب چاہیے کہ اس بات کی تحقیق کرے کہ اول
ایک زبان تھی یا کئی دقیقہ سنجان باریک بین جانتے ہین کہ مواضع اور محال مختلفہ مین آغاز
آفرنیش سے علیحدہ علیحدہ زبانون کا بہم پہنچنا بدون اسکے کہ کوئی زبان بعد تصرفات کثیرہ کے
متغیر ہوجاوے یا الفاظ اور کلمات جدید موضوع ہوکر زبان سابق کیفما اتفق نسیاً منسیاً ہوجائے

جب ممکن ہی کہ ہر ہر دیار مین اوّلاً جماعت کثیر بہم پہونچ گئی ہو جیسے بارش کے اثر سے گیاہ اور
حشرات الارض یا ہر ہر قطعہ زمین مین ایک ایک ابو البشر متولد ہو کر ہر ہر جگہ جدا جدا توالد
اور تناسل کا سبب ہوا ہو اوسکی توضیح یہ ہی کہ جب ہر دیار مین ایک جماعت کثیر بہم پہونچ گئی
یا ہر جگہ ایک ایسا شخص بہم پہونچا کہ سائر الناس اوسکی اولاد اور ذریتہ ہوئی تو جو کہ اظہار مطلب
اور تبیین مدعا کیواسطے الفاظ سے ناگزیر ہی اور بسبب بُعد مسافت کے جماعت اخری سے ملاقات
صورت پذیر نہین کہ تکلم مین اوسکی تقلید کرے ناچار ہر جماعت وضع الفاظ مین سرگرم ہو کر
ایک ایک زبان ایجاد کر لی گئی پس یہ زبان ہر جگہ علیحدہ اور دوسری زبان سے مغائر
ہو گئی ہر چند عقل اس طرح کی پیدایش سے چندان ابا اور امتناع نہین کرتی بلکہ حشرات
و ہوام کی خلقت دلالت کرتی ہی کہ اگر افراد مردم اور احاد ناس بھی اسیطرح سے مسند وجود پہ
متمکن ہو گئے ہون تو کیا بعید ہی جیسے بو علی سینا کا قول منقول ہوا لیکن عادت البتہ ایسے
امور غریبہ کو دائرہ امکان سے خارج اور جادۂ قبول سے بعید سمجھکر قطعاً اسکے قبال کے واسطے
سر فرو نہین کرتی اور نقل تو مخالف سے ہو یا موافق سے صریح اس مدعا کے بے اصل و سرسری
ہونے پر داعی اور اسکے خلاف کی راہ مین ساعی ہی ہنود برہما کو مبداء آفرینش جانتے ہین اور
دانش اندوزان ایران دیار ہر دور کے آغاز مین ایک مرد اور ایک عورت کے باقی رہنے کا
ادعا اور اوس سے توالد و تناسل کے سلسلہ کے ممتد ہونے کا دعوے کرتے ہین انکی کتابون
مین صریح مرقوم ہی کہ ہر چند آبا علوی آسمان اور امہات سفلی عناصر ہین لیکن ہمکو یہی پہونچا
ہی کہ ایک سے دوسرا پیدا ہو اہل اسلام کے نزدیک تو ظاہر ہی کہ آدمیون کی نسل کا
سلسلہ مع حلقۂ افراد بریات آدم صفی اللہ علیہ و علی نبینا افضل التحیات تک منتہی ہوتا ہی
جب مبداء احاد ناس اور افراد مردم کا ایک شخص ہوا تو ضرور ہی کہ اوسکی ذریت بھی اولاً اوسکی
زبان سے بہرہ مند اور اوسیکے کلام سے مستفید ہو گی گو بعد مرور دہور کے اختلاف لغات
اور تغائر السنہ وقوع مین آگیا اسصورت مین لازم آتا ہی کہ اول آفرینش مین ایک
ہی زبان ہو لیکن تعین اس زبان کی خیلے دشوار اور نہایت دور از کار ہی ہنود کی
کتابون سے ہر چند اس امر کی تصریح تو دستیاب نہین ہوتی لیکن براہمہ اتنی بات پر البتہ
اتفاق رکھتے ہین کہ چارون بید کہ زبان سنسکرت مین احکام الٰہی پر مشتمل اور اوامر و
نواہی پر محتوی ہین انھین الفاظ کے ساتھ برہما کی زبان سے صادر ہوئے ہین اوس روزگار

سے اس جزو زمان تک کچھ تغیر اور تبدل کو اوسمین راہ نہین ہوئی اس سے یہ خیال گذرتا ہو کہ
عجب نہین کہ من اور ستر زوکانی کہ برہما کے بدن سے موجود اور آدم و حوا کی طرح سے
اور آدمیون کی پیدایش کی سبب ہوئی برہما سے سینسکرت ہی کو حاصل اور اونکی ذریت
نے اونھین الفاظ سے تکلم کیا ہو لیکن یہ قوم اسپر بھی متفق ہین کہ سینسکرت دیوتاؤن کی زبان
ہی نہ آدمیون کی اور مجوس کے اعتقاد مین آغاز اس دور کا مہ آباد سے ہوا اور مہ آباد جو کہ پہلے ہی دورے
آدمیون کا بقیہ تھا غالب ہو کہ اوسی دور کے آدمیون کی زبان سے متکلم ہوتا ہو اور وہ متحقق نہین
کہ کیا ہو اور جو کہ مجوس کے اعتقاد مین وساتیر کتاب سماوی اور مہ آباد پہ نازل ہوئی ہو اور کتاب
منزل چاہیے کہ خلق کی زبان مین ہو تاکہ اعتقاد آلہی سے بخوبی آگاہ اور امر و نہی سے کما ہی مطلع
ہو جاوین احتمال ہو کہ اوسوقت کی زبان یہی زبان وساتیر ہو پھر اوسمین تغیر و تبدیل نے راہ پائی
اور مختلف زبانین پیدا ہو گیئن زبان فارسی کا اوس زبان سے بیشتر الفاظ مین مطابق اور قواطبت
ترکیب نحوی مین موافق ہونا بھی اسی بات پہ دال ہو اسمقام مین ترکیب نحوی کی تطبیق کی تفصیل
اطناب سخن اور تطویل کلام کا موجب ہو ناچار چند لفظ دونون زبانون کے مرقوم ہوتے ہین مشتی نمونہ از
خروارے پوشیدہ نرہے کہ وساتیر مین بعضے لفظ ایسے ہین کہ فارسی مین بعینہ استعمال پاتے ہین
اور بعضے فی الجملہ تغیر اور تبدیل کے ساتھ قسم اول راعلامت مفعولیت کاف بیاید گرمیف ...
جیسے ہرشنگر یعنی بخشایش کرندہ علامت اسم فاعل جیسے ہرشندہ بمعنی بخشاینده یار دو بمعنی
تواند قسم دوسری - آسد الف ممدودہ اور سین اور دال مہملتین سے یعنی باشد آسنا بمعنی آسمان
آفسر ید الف ممدودہ اور فا اور سین اور راے مہملہ اور یاے تحتانی اور دال مہملہ کے ساتھ آفرید کہ مشتق
ہو آفریدن سے استپ الف اور سین مہملہ اور باے فارسی کے ساتھ حرف ربط کہ فارسی مین است
تاے قرشت کے ساتھ مستعمل ہو اسکے قیاس پر لاستپ یعنی نیست کہ حرف رابط ہو لام نفی
کے ساتھ اور لاسپند نیستند آکام آغاز انتام الف اور نون اور تاے قرشت اور الف
اور میم کے ساتھ انجام انتامایند الف اور نون اور تاے قرشت اور الف اور میم اور الف اور یا
نون اور یاے حطی اور دال مہملہ کے ساتھ انجام مایند تیم تاے قرشت اور یاے حطی اور میم کے
ساتھ تن یعنی بدن جم اور جد یہ دونون لفظ بعنے جز و کے ہین کہ حرف استثنا ہو جمیم حزین جاخ
آخر مین خاے معجمہ جہان چمین جیم تازی مفتوح سے کمین یکمینہ چم جیم فارسی مضموم کے سے چون
چمین چنین چیم چہ وشمر یعنے دشمن وم در کہ حرف ظرف ہو دمان دران یعنی حرف ظرف

اسم اشارہ کے ساتھ وآن تن زمرہ بان زاے تازی اور زمیم اور راے مہملہ اور باے فارسی اور
الف اور نون کے ساتھ مہربان ساختی سین مہملہ کے ساتھ سولستا ھم ستان یعنی حرف کثرت
جیسے فرہوشتہ سامروہ جاے کہ جسمین فرشتہ بہت ہون یعنی آسمان مفاسفت دو سین مہملہ
سے سراسر شاے شین معجمہ کے ساتھ جاے شایشتن دو شین معجمہ کے ساتھ استن فہ یہ کہ حرف
الصاق ہو فہام بان یعنی باے موحدہ الصاق اسم اشارہ کے ساتھ فمین بعد فاکے باے
ہوز باین گمد یعنی لت اور اسکے قیاس پر لہ گمد یعنے نکند گیا ھم کدام کید اور کید ہ کرد اور کردہ
کہ مشتق ہین کردن سے گاش کاف فارسی سے کوش گرخ کاف فارسی مکسور اور راے مہملہ
ساکن اور خاے معجمہ کے ساتھ کرد کاف فارسی مکسور اور را اور دال مہملتین کے ساتھ یعنی شہر لہ دو ام
نتوان لام ہاے مختفی کے ساتھ اور بدون ہا کے حرف نفی ہو لیا رند ندارند مزدا ھم یزدان ھنا ھم ہنام
رستبوبین یعنے عقل اول او جبریل کہتے ہین ہیناس بینو یعنی بہشت نا و نا ھم وفتن واو سے گفتن
وفتہ بدگفتہ شد. ورلہ درنہ ورا اور سرسر دیہ دواو سے گیرد ہتر ہاے ہوز سے از کہ ترجمہ من کا ہے
باچیم ایشہ ناھم آن نایدآید ہدن ہاے ہوز مضموم سے شدن اسکے قیاس پر لمی ہود
نمے شود ہو ہاے ہوز اور سو سین مہملہ کے ساتھ ضمیر غائب ہے کہ فارسی مین اسکی جاے او الف
کے ساتھ مستعمل ہے ہیشا ھم الشان ہیر ہیچ - ہرچند یہ زبان اور زبانون کا ماخذ مقرر کیجاوے
لیکن اس تطابق کی دلیل غالب کہ زبان فارسی کا ماخذ اسی زبان کو تجویز کرے مگر عمدہ قباحت یہ
ہے کہ انکی کتابون مین مرقوم ہے کہ یزدان نے مہ آباد پر ایک کتاب نازل کی دساتیر نام اور اوسمین
ایک زبان تھی کہ زمینیون کی کسی زبان سے مشابہ نہ تھی اوسکو آسمانی زبان کہتے ہین یہ قول کہ وہ
زبان زمینیون کی کسی زبان سے مشابہ نہین اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دساتیر کے نزول سے
پہلے بھی اور زبانین موجود تھین اور اگر غور کیا جاوے تو تطابق کی دلیل سے اوسکو فارسی کا ماخذ
ٹھہرانا بھی چندان قوت نہین رکھتا ممکن ہے کہ یہ تطابق امر اتفاقی ہو جیسے اتفاق یہ ہوا کہ دونون
زبانون مین بعضے الفاظ کی وضع مطابق واقع ہوئی اگر نظر غور سے ملاحظہ کیا جاوے تو زبان ہندی کو
مین گرانی و سبکی کے اعتبار سے زمین و آسمان کا فرق ہے اور حال یہ ہے کہ جسقدر ان دو زبانون مین
الفاظ کا تطابق اور کلمات کا توافق پایا جاتا ہے کم کسی زبان مین ہوگا مثلاً آدھا الف ممدودہ اور
دال مخففہ اور ہاے مختفی سے دو چوب بلند کہ زمین مین گاڑین اور ایک چوب اوسپر نصب
کرین جانورون کی نشست کے واسطے ہندی مین اوسکو اڈا الف مفتوح اور دال ہندی مشددہ

اور الف کے ساتھ کہتے ہین افیون اور اپیون اور ہاپو ہندی مین بھی ہاپو ہی اسکورہ
کاسہ گلی ہندی مین سکورہ ہی باب دونون باے تازی سے پدر اور ہندی مین باپ ہی اخیر مین
باے فارسی تال طبق برنجی ہندی اسکی تھال ہی چوبستان ہندی مین چوچی کہتے ہین چلیدن
فارسی ہندی مین چلنا چندان اور چندل جیسے صندل کہ ہندی مین بھی چندن ہی جنبش جاے
منقوطہ اور یاے مجہولہ اور شین منقوطہ سے جامہ بافتہ اور ایسی کتان کہ اوسکے تار گندہ ہوتے
ہین اور موسم گرما کے لباس سے ہی ہندی مین کھیس کاف تازی مخلوط الہا سے کہتے ہین ہیا
شنا فارسی مین تیرنے کو کہتے ہین اور ہندی مین سنان سین مہملہ اور دونون سے تمام بدن
کے دھونے کو کہ جسے عوام اشنان الف اور شین معجمہ کے ساتھ کہتے ہین طوطی جانور معروف
اور ہندی مین توتا کہتے ہین لنگوتہ لنگی غایت یہ ہی کہ ہندی مین اخفاے نون اور فتحہ تا سے
منتقلہ سے اوس لتہ کو کہتے ہین کہ صرف پس وپیش کے ستر کو کافی ہو ناف معروف ہندی مین
نابھ ہی مخفی نہ ہے کہ اس قسم کے ہزار ہا لفظ پیش نظر ہین کہ اونکی تحریر موجب تطویل اور تطویل
باعث ملال خاطر ہی بہر کیف یہ تو متحقق نہین کہ سہ آباد اور اوسکے ذریت کی زبان کیا تھی لیکن
بعضون کو ایک شاعر کے کلام سے کہ آبادیون کے زمانہ مین تھا یہ وہم ہوا ہی کہ اوسوقت کے آدمیون
کی زبان پہلوی تھی واللہ اعلم بالصواب اور اسکا حال مقصد دوم مین جسجگہ موجد اشعار کا حال
لکھا جائیگا مفصل مرقوم ہوگا ہوشیار مغزان مکتب تحقیق پر واضح ہی کہ ہنود اور مجوس کے مذہب کے
موافق تو کچھ متحقق نہین ہوتا کہ ابتداے آفرینش مین کیا زبان تھی جیسے کہ مقالات سابقہ سے
منکشف ہوا لیکن اہل اسلام کے مذہب کے موافق کہ افراد سلسلہ ناس کا مبدا حضرت آدم علیہ السلام
کو مقرر کرتے ہین احتمال ہی کہ کوئی جادہ منزل مقصود تک پہنچ جاوے اگرچہ اختلاف رواۃ سے
یہ راہ بھی سرگردانی و تردد سے خالی نہین سیفی عروضی شرح کتاب عروض مین لکھتا ہی کہ اہل علم
کا اس بات پر اتفاق ہی کہ حضرت ابو البشر آدم علی نبینا و علیہ السلام کی زبان سریانی تھی لیکن
قدوۃ المحققین افضل المحدثین شاہ عبد العزیز دہلوی قدس سرہ العزیز تفسیر عزیزی مین حضرت
آدم کے حال مین لکھتے ہین کہ ابن عساکر نے مجاہد سے روایت کی ہی کہ جب اونکو جنت سے اخراج
کا حکم ہوا حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل نے اونکے سر سے تاج اوتار لیا اور کمر سے کمر بند کھول لیا
اور زبان عربی کو اون سے سلب کرکے زبان سریانی اوسکی جگہ جاری کی جب توبہ قبول ہوئی
پھر حکم ہوا کہ زبان عربی مین کلام کیا کرین اس روایت کی قوت سے معلوم ہوتا ہی کہ اول زبان

امور مین معروف اور یہ بات واضح ہی کہ اشیاے عالم [illegible] مختلف [illegible]
ہوتی ہین کہ اونکا نشان دوسری جگہ پایا نہین جاتا [illegible]
کہین ہوتا [illegible] مقام مین سوا اس ملک کے اور کہین [illegible]
اور کچھ واسطے کچھ نام اپنی [illegible] اختراع کیا [illegible]
[illegible] اور تبدیل ہو کر [illegible]
[illegible] ہو گئی [illegible] مین مقیم ہوا اور وہان [illegible] صورت پیش آتی اگرچہ یہان
بھی وہ چیزین موجود تھین کہ ساکنان اولی کے مسکن مین پائی جاتی تھین مگر چونکہ یہ لوگ اوس طائفہ
کی اصطلاح سے واقف نہ تھے ان اشیا کے واسطے کچھ اور نام وضع کر لیے اسی واسطے ایک
چیز کا نام اکثر متعدد زبانون مین ایک دوسرے سے مخالف ہوتا ہے مثلاً ایک جوہر کو کہین ہیرا کہتے ہین اور
کہین الماس اور اگر اون اشیا کے سوا تھین تو وہ کئے [illegible] بھی کچھ اسما معین ہو گئے اور
کبھی اسطرح سے اتفاق ہوا کہ [illegible] مدت سے کوئی لفظ [illegible] ان کا فراموش ہو گیا ناگزیر اوسکے
مقابل بھی کوئی لفظ وضع کر لیے [illegible] اشتقاق ہوتی اور [illegible] الفاظ [illegible] نہ تھے اور کہین بھی تغیر اور
تبدل راہ پاتا گیا یہان تک کہ ایک سالم [illegible] نوبت پہنچی ہوگی کہ [illegible] دوسرے سے مطلع
ہو سکے مثال اس سے وہ ہم اپنی ہی زبان مین ملاحظہ کرتے ہین کہ باشندگان دہلی شکر کو گنا کاف
فارسی مفتوح اور نون مشدد او الف سے ادا کرتے ہین اور مردم دور دست گانڈا کاف فارسی
اور الف اور نون غنہ اور ڈال ثقیلہ اور الف سے کہتے ہین اسی پہ قیاس کیا چاہیے اور زبانون کے
الفاظ کو اور دوسرے قسم کی کیفیت یہ ہے کہ مثلاً حادثہ طوفان سے کوئی متنفس باقی نہ رہا اور انسان
تولدی مسند وجود پر قدم رکھکر توالد اور تناسل کا سبب ہوا جیسے پہلے مرقوم کیا گیا تو اس صورت
مین یہ شخص گفتگو کیواسطے اپنی طرف سے وضع الفاظ مین ساعی ہوگا اور ہر ہر چیز کیواسطے ایک
نام معین کرتا جائیگا اور جب اسکی ذریت موجود ہوگی بالفعل تو وہ بھی انھین الفاظ کے ساتھ
تکلم کریگی اور مدت تک یہی ایک زبان رائج رہیگی لیکن جب کثرت خلائق سے انتشار مردم
وقوع مین آوے اور ہر طائفہ ایک ایک سمت پراگندہ ہو کر دیار مختلف مین قیام اختیار کرے
ہر ایک کو وہی صورت پیش آویگی کہ قسم اول مین مذکور ہوئی اختلاف السنہ کی یہ دو صورتین
وہ ہین جنکو قیاس اقتضا کرتا ہی لیکن جو کہ کتب تواریخ یا اور مذاہب کی کتابون مین مرقوم
ہی اسکے خلاف ہی تقاضاے مقام داعی ہی کہ اوسکی تحریر سے بھی ہاتھ نہ کھینچے اور طالبان شوق کے

کو یہ سوانح غریب اور وقائع دلفریب کے واسطے گوش بر آواز رہتے ہین اون واقعات عجیب سے مشہور [illegible]
کہتے سابق مین مرقوم ہو چکا ہے کہ یزدان سخن آفرین نے [illegible] تعلیم فرمایا وہ پہلا ایک [illegible]
[illegible] اشعر [illegible] تمام زبانون [illegible] دبستان [illegible]
[illegible]
[illegible]
نوح علیہ السلام کی اولاد کی شان مین مرقوم ہے کہ اول سارے جہان کے آدمیون کی ایک ہی زبان
اور ایک بولی تھی اتفاقاً جسوقت مشرق سے سفر کیا زمین شنعار مین ایک میدان دیکھا کہ
وہان ٹھہرے اور آپسمین کہا کہ آؤ اینٹین بنا کر آگ مین پکاوین اور اپنے واسطے ایک شہر اور
اوسمین ایک برج بناوین کہ اوسکا سر آسمان سے لگے اور نام پیدا کرین خداوند تعالے نے نزول فرمایا
تاکہ اوس شہر اور برج کو دیکھے اور یہ مصلحت ٹھہرائی کہ یہ گروہ متفق ہے اور زبان بھی ایک ہے
ہین اور اس کام کو کیا چاہتے ہین اب جس کام کے کرنے کا ارادہ رکھتے ہین اوس سے باز نہ آوینگے
اونکی زبان مین خلل ڈالنا چاہیے تاکہ ایک دوسرے کی بات کو نہ سمجھے اسطرح پر حقتعالے نے
اونکو تمام روے زمین پر پراگندہ کر دیا اور شہر بنانے سے باز رہے اسیواسطے اوس جگہ کا
نام بابل ہو گیا کہ خدا نے اوس جگہ تمام جہان کے آدمیون کی زبان مین خلل ڈالا اور وہین سے
اونکو تمام روے زمین پر پراگندہ کر دیا یہانتک توریت کا ترجمہ ہوا مصنف تاریخ خمیس نے
معالم التنزیل سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالے نے حضرت آدم کو تمام لغت تعلیم کیے پھر اوس حضرت
نے اپنی اولاد مین سے ہر ہر شخص کے ساتھ ایک ایک لغت مین کلام کیا انتہی کلامہ مراد لغت
زبان ہے روضۃ الصفا مین حام بن نوح علیہ السلام کے حال مین مرقوم ہے کہ انکی اولاد مین اٹھارہ
زبانین پیدا ہو گئی تھین ہر فرقہ ایک ایک زبان سے تکلم کرنے لگا جو ہر فرقہ ایک دوسرے
کی زبان سمجھتا نہ تھا ناچار اوس نواحی مین پراگندہ ہو گئے اور ہر گروہ نے ایک ایک شہر بنا لیا
اور سام بن نوح کے حال مین تواریخ کی بعضی کتاب سے نقل کیا ہے کہ جو کہ سام بن نوح کی اولاد
کی زبانین اسطرح مختلف ہو گئی تھین کہ اونیس ۱۹ زبانون مین کلام کرتے تھے اور کوئی قوم ایک
دوسرے کی زبان سمجھتی نہ تھی ہر ایک علیحدہ علیحدہ نواحی مین جا بسی اور نمرود علیہ اللعنۃ کے
آسمان کیطرف صعود کرنے کے حال مین مرقوم کیا ہے کہ نمرود کے حکم سے سالہاے دراز مین ایسا
منارہ بلند طیار ہوا کہ مرغ وہم اوسکی بلندی تک پرواز نہین کرسکتا تھا ایک روز نمرود اوس

منارہ پر چڑھا اور وہان سے آسمان کو اوسی قدر پایا۔ دیکھا جتنا زمین سے بلند دیکھا تھا ناچار پشیمان ہوکر اوتر آیا دوسرے دن وہ منارہ گر پڑا اور اوس سے ایسی آواز مہیب پیدا ہوئی کہ سب بیہوش ہو گئے سب ہوش مین آتے اپنی اپنی زبان بھول گئے اور ہر قوم کی زبان علیحدہ ہو گئی چنانچہ لکھا ہے کہ بہتر زبانین اون لوگون سے پیدا ہو گئین جو کہ اختلافات السنہ اس سفر زرینہ مین ہم پہونچا تھا اسواسطے اوس نقل کر بار لکھنے لگے۔ روضۃ الصفا کا ترجمہ تمام ہوا عقلائے باریک بین خوب جانتے ہین کہ اختلاف السنہ کی کیفیت جسطرح کہ بسبب قیاس ہر قوم ہوئی قبول اور صلاحیت پذیرائی رکھتی ہے والا باقی گفتار دور از کار اور اقوال خرابت استعمال جو کتب تواریخ سے منقول ہوئے سوائے اسکے کہ رطب و یابس چند ذخیرہ اوراق ہو کر سیاحان ممالک سخن کیواسطے ایک مشغلہ بہم پہنچاوے اور کسیطرح سے بہرہ مند نہین کرتے ہر کیف مقدمہ اس تبصرہ جلیلہ کا اتمام کو پہونچا اب وہ وقت ہے کہ خامہ تیز رفتار مقصد اول کی تحریر مین سرگرم ہوا اور سلسلہ اہم کی تسطیر مین مشغول

مقصد پہلا

زبان اُردو کی تحقیق اور وجوہ استعمال الفاظ فصیح اور ترک کلمات غیر فصیح دانشمندان فہیم پر مخفی نہین ہے کہ اوایل روزگار مین دلّی کے رہنے والونکی زبان صرف ہندی تھی جسکو بھاکھا کہتے ہین اور جو کہ قدیم سے یہ ممالک راجہ ہاے ذوی الاقتدار کی حکومت سے حکام ممالک بیگانہ کی تعدی سے محفوظ تھے اور اطراف وجوانب کے آدمیون کی سکونت اس دیار مین اس کثرت سے وقوع مین نہ آئی تھی کہ اونکی زبان کے لغت اس زبان مین مخلوط ہوکر یہانکی بولی کو اپنی اصل سے متغیر کر دیتے اسیواسطے وہ زبان خالص ہندی تھی لیکن جب کہ بادشاہان ذیجاہ اور سلاطین تہور شعار نے ترویج ملت اور ترقی دین کیواسطے کمر ہمت کو چست کیا اور نیر رخشان اسلام سے شبستان ہند منور ہوا اطراف دور دست کے لوگ جو اون سلاطین بلند ہمت کی رکاب دولت سے انتساب رکھتے تھے اس خطہ کے دارالسلطنت ہوجانے کے سبب سے یہین سکونت پذیر ہوے اور سلسلہ توالد و تناسل کا اونسے جاری ہوا اور علایق کی کثرت وقوع مین آئی اور یہ پاے ہندی توطن کا باعث ہوئی باشندگان قدیم کو انکے ساتھ اختلاط بہم پہونچا اور یہ زبان کثرت سے عمل مین آئی ناگزیر انکی زبان کے الفاظ اونکی زبان مین مخلوط ہونے لگے اور جو کہ بادشاہان اسلام مختلف دیار سے وارد ہوے

مثل سلطان محمود غزنوی اور غوری اور لودی اور سلاطین چغتائی ہر ملک کی زبان کے لغات [illegible]
[illegible] اس زبان میں داخل ہوتے گئے رفتہ رفتہ زبان ہندی اپنی اصل پر نہ رہی اور السنہ
[illegible] اس زمین [illegible] جادہ گر ہو [illegible] سلاطین کے متعلق تھے
[illegible] ان الفاظ [illegible] زبان اردو کہتے تھے جیسے ہمارے زمانہ میں ہماری زبان [illegible]
[illegible] زبان [illegible] مجموع الفاظ ہندی
[illegible] ہو گئی [illegible]
[illegible] زبان کا لفظ محذوف ہو کر اس زبان کا نام خود اردو ہو گیا اسکی نظیر بھی ہے اور [illegible]
کا لفظ [illegible] نام ہوا [illegible] اور ایک قسم کی [illegible]
کی [illegible] کا لفظ محذوف ہو گیا اور وہ [illegible]
مشہور ہو گئی اور [illegible] زبان [illegible] جو کہ خسرو شکار بازی کو دوست رکھتا تھا
اول خسرو پرویز کے لقب سے ملقب تھا [illegible] بعد لفظ خسرو محذوف
ہو گیا اور بادشاہ کا نام پرویز مشہور ہو گیا جب اردو کی حقیقت دریافت ہو گئی تو اب مناسب
ہے کہ اس زبان کا حال اوائل [illegible] مشابہ تھا کہ [illegible] طریق اثبات
[illegible] سے ظاہر کریں جو کہ [illegible] اختلاف کی کیفیت سے آگاہ نہین
ہین تو بے شک و شبہہ اول وہ طعام بے مزہ اور [illegible] ہوگا لیکن جب اوسکے پکانے کا
بار بار اتفاق ہوا اور ہر دفعہ اجزا کی کمی بیشی عمل مین آوے تو قوت ممیزہ طعم سابق اور مزہ حال
ایسا نتیجہ معتدل حاصل کرے کہ اوس سے بہتر متصور نہو اسیطرح یہ زبان بھی روز بروز [illegible]
و خراش پیدا کر لی گئی ہر زمانہ مین اوس مشاہدہ دل فریب نے زیور تازہ سے آرائش پائی
اور ہر عہد مین خلعت جدید سے زینت بہم پہنچائی چشم تماشا کشادہ ہو اور ساز امتیاز آمادہ
سابقین کا کلام پیش نظر ہو چشم انصاف سے دیکھین کہ سابق و لاحق مین کسقدر تفاوت
جلوہ گر ہے روزمرہ اہل سخن کا ولی کے زمانہ مین کیا تھا اور سودا و میر کے عہد مین کیا ہوگا لیکن
ادراک کافی اور تمیز وافی نے اوس تقطیع پر قناعت اور اوس انداز پر بس نکی اور ہر لحظہ شوق کا
یہ تقاضا تھا

مشاطہ را بگو کہ بر اسباب حسن دوست	چیزے فزون کند کہ تماشا بما رسید

تا رفتہ رفتہ کوس فصاحت کا طنطنہ گوش ملایک تک پہونچا اور ہنگامہ بلاغت کا غلغلہ

ہی کہ ہر ابتدا کے واسطے نہایت ہی اور ہر آغاز کے واسطے انجام کمال ان دقیقہ سنجان والا رتبت کے
طبع سے نہایت کو پہنچ گیا اور سخن ان با کمال بلند مرتبت کی توجہ سے اپنی غایت کو کمال کی
رفعت شان انھین کی منزل طبیعت مین متوقف ہی اور سخن کی بلندی مرتبت انھین کی [illegible]
[illegible] زبان کیا ہے صرف مصرع ہی اور یہ حرف کسقدر لغو پوچ و [illegible]
[illegible] کی نسبت [illegible] کی تجویز ہو اور ایسے ابر کرم کو تراوش سے خالی جانا گیا [illegible]
[illegible] جوش مین ہو اور دریاے عطا روش مین چشمہ خرد کو باز کر اور ہوش و تمیز کو بلند
[illegible] ریاست بلند خیالی آبیار گلشن رنگین مقالی بلبل چمن زار سخن طرازی طوطی شکرستان
[illegible] زیب و سادہ معنی آرائی فرزند ارجمند حضرت صہبائی صاحب طبع سلیم مولوی عبدالکریم
سوز تخلص سلمہ الصمد تعالی کا سخن سپہر برین کے اوج پر جلوہ فرما ہی اور سطح عرش پر بساط آرا بلندی
معنی اوس سخن طراز بے عدیل کی سلم فکر کے شکر سے سبکدوش اور زبان سخن اوس معنی نواز کی نعمت
تربیت کے سپاس سے خاموش نہین ہوسکتی فصاحت کو اوسکی طبیعت رسا کی مدد سے بلاغت پر ناز
ہی اور بلاغت کو اوسکی فکر تیز پا کی رہبری سے حد کمال سے آگے قدم بڑھانے کا انداز ہی باوجودیکہ
اس نادرہ فن کے سخن کا مرتبہ کسقدر بلند ہی لیکن ہمت بلند ہنوز اوس پایہ والا کے حصول اور اوس
منزل عالی کے وصول پر قانع نہوکر ہر ساعت ارتقاے مدارج کی داعی اور اعتلاے مراتب مین ساعی
ہی سچ ہی ع ہمت بہیچ مرتبہ راضی نمے شود ایزد معنی آفرین اس آبیار گلشن کمال کے نخل
استعداد کو اشجار خلد سے زیادہ بارور کرے اور اس چمن طراز حدیقہ افضال کے نہال فاضلہ کو
طوبے سے زیادہ سایہ گستر کہ گلزمین دہلی اس خرد زمان مین اوسیکی جوئبار طبیعت سے گلشن ہی
اور اس شبستان کا چراغ اوسی کے شعلہ فکر سے روشن جب ایسے کملاے اصمعی زبان اور فصحاے
سحبان بیان بساط وجود پر جلوہ گر ہون تو فضاے جہان آباد کو عراق و خراسان پر کسطرح نازہ ہو حق
یہ ہی کہ فصاحت اس خطۂ لطافت بنیاد مین آسمان سے برستی ہی اور زمین سے اوگتی ہی ایوان یہانکے
ابیات بلند مین اور خشت و سنگ الفاظ متین طاق اور محراب دوایر خوش ترکیب مین اور نقش و نگار
مضامین رنگین اس گلشن جنت آئین مین درخت فصاحت کی یہ تازگی اور ریاض بلاغت کی یہ
سیرابی مقام تعجب اور محل شگفت نہین کہ یہ نہال انھین باغبانان گلزار ہنر کا دست نشان ہی
اور یہ ریحان انھین نخلبندان گلشن کمال کی سعی سے شگفتہ و ریان ارباب دانش پر مخفی نہین ہی کہ زبان
اردو کا رواج فصاحت پیشگان پایۂ تخت شاہی سے آغاز ہوا تھا اور انھین نونہالان چمن آرا سے

کشادہ سخن اور درستی مخارج [illegible] صاحب [illegible] صاحب مخارج [illegible]
ساتھ متصف کرتے ہیں اور کہتے ہیں مثلاً فصیح شاعر [illegible] فصاحت عبارت [illegible]
کراوسکے سبب سے الفاظ فصیح [illegible] بیان کرنے پر قادر ہو جاوے [illegible]
اور درستی سخن کا وصف [illegible] کلام کو بھی فصیح کہتے ہیں مثلاً کلمہ فصیح اور [illegible]
فصیح فصاحت کلمہ یہ ہے کہ اوسکے حروف [illegible] زبان پر گران نہو یا وہ [illegible]
غیر مانوس ہونے کے سبب سے خود قیاس اور قوانین متعارفہ کی مخالفت سے [illegible]
دلالت ظاہر نہ رکھتا ہو اور اول عبارت ہے درستی مخارج سے اور امر ثانی کنایہ ہے کشادگی سخن سے
کسواسطے کہ جو لفظ غیر مانوس اور قیاس و قوانین متعارفہ کے مخالف نہو گا فہم معنی [illegible]
واقع نہو گی اور کشادگی سخن اسیکا نام ہے اور فصاحت کلام یہ ہے کہ وہ قواعد نحوی سے [illegible]
امر پر مشتمل کہ اوس سے فہم معنی دشوار ہوجاوے یا ایسے کلمات سے مرکب نہو کہ اونکے اجتماع سے
تلفظ میں گرانی بہم پہونچے گو کہ ہر کلمہ بجاے خود فصاحت رکھتا ہو اور ان امور ثلثہ سے خالی
ہونے کے باوجود اوس سخن کے الفاظ بھی بجاے خود فصیح ہوں جب یہ دریافت ہو گا تو اب
سننا چاہیے کہ فصاحت کلمہ میں اون امور ثلثہ کو تنافر حروف اور غرابت اور مخالفت قیاس لغوی
کہتے ہیں اور فصاحت کلام میں ان تین چیزوں کو ضعف تالیف اور تعقید اور تنافر کلمات کے
ساتھ مسمے کرتے ہیں تنافر حروف کی مثال عربی میں مستشزرات اور فارسی میں شششلہ [illegible]
میں ٹٹی کسواسطے کہ دو شین اور دو تاے مثقلہ کا اجتماع تلفظ میں گرانی پیدا کرتا ہے اور غرابت
کی مثال عربی میں سیف مسرج یعنی تلوار کہ روشنی اور فروغ میں چراغ کے مانند ہو یا وہ تلوار جو
سریج کے ساتھ نسبت رکھتی ہو اور سریج سین مہملہ مضموم اور راے مہملہ مفتوح [illegible]
یاے تحتانی ساکن اور جیم تازی سے نام ہے ایک آہنگر کا کہ سیف اوسکے ساتھ منسوب
ہوتی ہے اور فارسی میں مدینیدن اور مکیدن اور عمریدن اور ابابکریدن اور دیدیدن یعنے مدینہ
اور مکہ اور عمر اور ابابکر کی زیارت کرنی اور کسی کام میں درنگ کرنی اور ہندی میں جیسے
سودا نے ایک قصیدہ میں پھڑکنت اور چٹکنت اور ڈپٹنت اور کھسکنت پھڑکنے اور چٹکنے اور
ڈپٹنے اور کھسکنے سے اشتقاق کیا ہے اور مخالفت قیاس لغوی کی مثال عربی میں اجلل فلک
ادغام سے بجاے اجل کے کہ واضع سے ادغام کے ساتھ ثابت ہے اور فارسی اور ہندی میں
اس قسم کے الفاظ نظر سے نہیں گذرے مثال ضعف تالیف کی عربی میں اضمار قبل الذکر

لفظًا اور معنًا اور حکمًا اور فارسی مین رم وحشت کسواسطے کہ معنی وحشت کے رم ہی اور اضافت
کسی چیز کی مثل کی طرف جائز نہین اسی قبیل سے ہی استعمال ایسے الفاظ کا کہ اہل زبان کا روزمرہ
جنکے استعمال پر مساعدت نکرتا ہو جیسے مرزا بیدل کے کلام مین خرام کا شتن اور امیر خسرو
دہلوی کے شعر مین از گریہ او چہ میرود کیونکہ کاشتن کا اطلاق خرام پر مسموع نہین ہی اور
اہل زبان کا محاورہ از گریستن او چہ میرود نہ از گریہ او چہ میرود اور ہندی مین سحر ہو جانے
کی جاے تڑکا ہو جانے کے اور ہاتھ پاؤن پھولنے کی جگہہ دست و پا پھولنا اور محاورہ فارسی کا
بعینہ ترجمہ کرنا مثلاً حقہ پینے کے معنی مین حقہ بخشیدن اور ستار بجانے کے محل مین ستار مارنا تعقید دو قسم کی
ایک یہ کہ لفظون مین تقدیم یا تاخیر یا حذف اس طرح سے واقع ہو کہ معنی مراد کا سمجھنا صعب و دشوار
ہو جاوے اسکو تعقید لفظی کہتے ہین جیسے تیغ سے زخمی ہوگیا کی جگہہ زخمی ہو تیغ سے گیا دوسرے
یہ کہ الفاظ کے معنی لغوی سے مقصود کی طرف ذہن منتقل نہو اور یہ بات اکثر لوازم کے بعد
اور قرائن دال کے خفا کے سبب سے ہوتی ہی جیسے کسی شخص نے یہ مضمون شعر فارسی مین موزون
کیا ہی کہ اسے رشک زنبور دل تیرے مین حسن مین آ بیٹھے تو کچھ عجب نہین کہ گل شمع سے گلاب
ٹپکنے لگے دوسرے آدمی نے یہ مضمون باندھا ہی کہ جسوقت کہ باد صبا نے خاکستر پروانہ کو چمن مین بلبل
نالان کے رو برو ڈالدیا تو نرگس خندہ زن ہوئی اور ابر خجالت سے تر گل شمع سے گلاب حاصل ہونے کا
یہ سبب ہی کہ حسن رخ مین ہی اور رخ کو گل باندھتے ہین پس جب حسن سے زنبور منتفع ہوگی اوسمین
مادہ گلاب کا حاصل ہو جائیگا اور اوس سے شہد پیدا ہوگا اور اوس شہد کے موم سے شمع بنے گی
پس گلاب کا مادہ زنبور سے شمع تک منتقل ہوتا چلا آویگا اور خندہ نرگس اور خجالت ابر کا یہ سبب ہی
کہ نرگس سے شہد حاصل ہوا تھا اور اوس شہد کے موم سے شمع بنی اور پروانہ اوسکے عشق مین جلکر
خاکستر ہوگیا اور ابر کے برسنے سے گل پیدا ہوا اور اوسپر بلبل عاشق تھی جو کہ پروانہ کا جلکر خاکستر
ہونا کمال عشق پر دال ہی اور بلبل کا عشق مین زندہ رہنا خامی پر پس نرگس اپنے متعلق کے
عاشق کے کمال سے مسرور ہوئی اور ابر اپنے متعلق کے عاشق کی خامی سے شرمندہ جبتک یہ
مناسبات بیان نہ کیے جاوین ان دونون مضمونون کا سمجھ مین آنا دشوار ہی اور تنافر کلمات کی مثال ہی
قرب قبر یہ دونون لفظ ہرچند علیحدہ علیحدہ فصیح تھے لیکن انکا اجتماع گرانی کا سبب ہوگیا جب
فصاحت کی ماہیت اور اوسکے اقسام پر آگاہی حاصل ہوگئی تو اب معلوم کیا چاہیے کہ
زبان کے ساتھ فصاحت بھی ہر زمانہ مین جدا اعتبار پیدا کرتی جاتی ہی بعضے الفاظ اوائل مین

زبان خواص پر جاری تھے اور اونکا استعمال بالاتفاق سخن سنجان بالغ خرد کے نزدیک مقبول اور
پسندیدہ تھا متاخرین نے یا اونمین فی الجملہ تصرف یا قطعاً ترک کیا اب اگر وہی الفاظ ہماری
زبان پر آوین تو جو لوگ ادراک و تمیز مین پایہ بلند رکھتے ہین اونکو گران اور موجب
تنفر طبیعت سمجھتے ہین اور یہ گرانی خواہ باعتبار واقع کے ہی خواہ اس سبب سے کہ ہمکو
اون الفاظ سے انس باقی نہین رہا اور ظاہر امر ثانی ہی کس واسطے کہ ہم دیکھتے ہین کہ اردو مین بعضے
الفاظ ہندی ایسے مستعمل ہین کہ حالت انفراد مین مکروہ اور ترکیب مین مقبول ہین مثلاً اگر بھلے یا
کی جگہ اور چنگا تندرست اور مانس آدمی کی جگہ علیحدہ استعمال کرین اور یون کہین کہ وہ
چیز بھلی یا وہ مکان بھلا ہی اور وہ شخص چنگا ہی یا ایک مانس آیا تھا تو کسقدر مکروہ اور ناگوار
معلوم ہوگا اور بھلا آدمی اور بھلا چنگا اور بھلا مانس فصیح اور مستعمل ہی اور بعضے الفاظ فارسی
مفرد مکروہ اور جمع مرغوب ہین مثلاً یون نہین کہتے کہ صد آدمی اور لکھ آدمی آتے تھے بلکہ صدہا
آدمی اور لکھا آدمی آئے تھے یہ صرف اسی سبب سے ہی کہ اوسطرح مانوس نہین اور اسطرح
مانوس ہین اسیواسطے کہتے ہین کہ الفاظ مانوس الاستعمال چاہئین اس صورت مین اہل زبان کو
تو یہ چاہیے کہ بناے سخن اون الفاظ پر رکھین کہ عہد حال مین مستعمل ہون اگرچہ قدما نے اور
طرح سے استعمال کیا ہو انکو صرف اپنی جماعت کے روزمرہ کی طرف رجوع کرنا صحت محاورہ کے
واسطے کافی ہی اور مقلد اور متتبع کو اہل زبان کے محاورہ کی تلاش ضرور ہی تاکہ نقد سخن بوتہ امتحان
مین کامل عیار اور میزان قبول مین صاحب اعتبار ہو جاوے اور یہ معلوم رہے کہ متتبع اور
مقلد سے فقط اور ملک کا آدمی مراد نہین ہی بلکہ جب اہل شاہجہان آباد کی زبان اصل و منشا
قرار دی گئی ہی تو ہند کے اطراف کے لوگ اگرچہ اکبرآباد و بنارس جیسے کہ کانپور اور لکھنؤ کے
رہنے والے ہون سب دائرہ تقلید اور احاطہ تتبع سے خارج نہین ہو سکتے پس باشندہ شاہجہان آباد کو
استعمال الفاظ اور اختیار روزمرہ مین صرف اپنے محاورہ پر اعتماد چاہیے نہ اطراف کی زبان
اور نہ قدما کے استعمال پر اور متتبع کو چاہیے کہ نہ اپنی زبان کا پیرو ہو اور نہ قدما کا بلکہ اس خاک پاک کے روزمرہ
کو عیار سخن اور میزان ہنر قرار دیکر اس زبان کی جادۂ تقلید سے انحراف اختیار نہ کرے جو متتبعان زبان
فارسی کی عادت اسطرح کی دیکھی جاتی ہی کہ محاورہ و استعمال الفاظ مین کلام قدما کی سند کو کافی جانتے
تو جو لوگ مسالک نفس الامر سے ناواقف ہین بعضے مقام مین پہلے شعرا کے اتباع سے روزمرہ کے خلاف
گام زن ہوتے ہین چنانچہ بعضون نے شعر سودا کے دست آویز سے خلش کو مذکر استعمال کیا سودا کا شعر یہ ہی

شایا کہ لفظ جدا گانہ ہندی ہو یا سے فارسی اور سین مہملہ مع الباسے مجاہدہ غالبًا تپاس سے بنا لیا ہم
کہ نباس فارسی مین کرمی کی ہلاکت سے بیدا ہونے کو کہتے ہین اور جو کہ یہ لفظ زبان عجم کا بین
ہو غالب کہ توافق لسانین کی قبیل سے ہو یونک شاید لفظ تھو کے ساتھ کاف لاحق ہو گیا ہو اور کا
بیکو مخفیظ استعمال کر لیا ہو توتیہ تقیید تو طیتہ تو تخسو اتوبہ التصوگ شدہ مسار مسروف
یا ے تختانی درمیان جیم فارسی اور لام کے اور یاے فارسی درمیان الف اور جیم فارسی
وم کے اور یہ لفظ ترکی ہو جیاز مجاجم دو جیم سے جھکیک کلیک جھت بو
فرماتے ہین سے اہل دنیا کافران مطلق اند شب و روز و شب در بق بق و در بق بق اند جھکندن
عجب نہین کہ جان کندن سے بنا لیا گیا ہو جباڑ و جاروب مین تصرف ہوا ہو یا جاروب مین کا اوسکا
مخفف ہو خیر سلا لاسہ شدہ سے خیر و صلاح ہو خشخت یا رچہ چار گوشہ کہ حمام کی بغل مین
شان مین لگاتے ہین اختشاک دم ورود دم و دود دوزائی دایہ باج معمار راز رجالہ رسالہ زری کو
زری کہتے یعنی زرین نذر غل جزغل کہ لفظ عربی ہو سٹرک راہ مشغلہ ہندی سے ارادہ بزرگ سٹرک
شین معجمہ سے لفظ عربی سور فاختہ تال معروف اصول فاختہ سنبل خار اور سنبل کھا ہیم الشا سیر
شیم شر و اشور باشولہ طعام معروف شلم شستاہ اے مشدد سے زن جیا شتاح صدقہ سلہ صین مہملہ
اور لام مشدد سے صدقہ وصلہ صلاح صلا طعنہ منہ خواہ دینے کے معنی مین
کے طعن تشنعہ طعن و تشنیع طعن طروز طعن و طنز غرفش غرنبش قلاتیغ مفلس قلاش قبور قربو سا
یعنی کو ہو زین کھو دہاے مخلوط سے سو دکے وزن پر خوید کھیہ کھیبہ کلاتیغ کاف مضموم اور نون
غنہ درمیان لام اور جیم فارسی کے جبت قلاج کھوسہ ہاے مخلوط سے بے ریش کوسہ مکھم میم مضموم
اور کاف فارسی مشدد اور ہاے مخلوط سے مبہم مہرنیہ مہمیز میدہ رزن پدر جسکو سوتیلی ما کہتے ہین
کھنا ہاے مخلوط سے مقنع نوبات رسم معروف بنات فوج نون مفتوح اور واو ساکن اور جیم تازی
سے غالبًا نعوذ سے بنایا ہو کہ صیغہ متکلم مع الغیر ہو نق احمق ہنق حقیقت مین ابن ہنق ہو
نا دن دستہ ان الفاظ کی تحریر سے فارغ ہو کر دوسرے مقصد کی طرف ملتفت ہوتا ہون کہ
مقصود کی شکایت سے نجات اور طالبان اختصار دوست کے طعنہ سے رہائی حاصل ہو

مقصد دوسرا

حد شعر اور لوجد اشعار اور عروض و قافیہ کے بعض فوائد کا ذکر دانشمندان خبیر پر واضح ہو کہ
از بس یہ مقصد چار مطلب پر اشتمال رکھتا ہو ان مطالب کو چار فصل مین مسطور کرتا ہون اور ہر فصل

سکو مطلب کے نام سے مذکور پہلا مطلب حد شعر جاننا چاہیے کہ شعر لغت مین جاننے کو کہتے مین یعنے دانستن
اور اصطلاح مین کلام موزون مقفی کو جو کہ شعر کی تعریف کے تین جز ہین کلام اور موزون اور مقفی
کلام اور وزن اور قافیہ کے معنی کا بیان واجب ہوا تا کہ تعریف کما ینبغی دلنشین اور خاطر سامع مین
جاگزین ہو جاوے کو اسواسطے لکھا جاتا ہی کہ کلام علم نحو کی اصطلاح مین اون دو کلمہ یا زیادہ کا نام ہی
کہ اسناد رکھتے ہون یعنی ایسی نسبت کہ مخاطب کو بعد سکوت قائل کے فائدہ تامہ حاصل ہو جاوے
اور اسکو مرکب مفید بھی کہتے ہین جیسے زید قایم ہی لیکن تعریف مذکور مین یہ معنی مراد نہین بلکہ کلام
سے مطلقًا الفاظ با معنی مراد ہین اسناد پر مشتمل ہون یا نہون اسیواسطے بعضے اس تعریف مین
بجاے کلام کے الفاظ با معنی ایراد کرتے ہین تا مرکب غیر مفید بھی بشرط وزن و قافیہ شعر کی تعریف مین داخل
رہے جیسے یہ شعر

عاشق کے دم مرگ بھی بالین پہ نہ آیا	وہ شوخ ستم کیش کہ اغواے عدو سے

اور یہ تاویل اسواسطے ہی کہ اگر معنی اصطلاحی مراد ہو تو چاہیے کہ یہ مرکب تمتہ عبارت کے ساتھ ایک
شعر ہو اور حال یہ ہی کہ وہ دو شعر ہونگے نہ ایک شعر اسواسطے کہ عرف مین ہر واحد کو شعر کہتے ہین
اگرچہ احتمال ہی کہ ان دو عبارت موزون سے ایک کو باعتبار مجاز کے شعر کہتے ہون نہ باعتبار حقیقت
کے لیکن مذہب جمہور اول ہی نہ ثانی اور لفظ عام ہی کسی زبان سے ہو اگرچہ وہ صاحب زبان اوس
کلام موزون کو اور نام سے اشتہار دے مثلا دوہرہ اور کبت کہ اس اصطلاح کے موافق اطلاق
شعر کا ان پر صحیح ہی جیسے کلام یعنی مرکب مفید کا اطلاق عبارت سنسکرت پر بھی درست ہی گو کہ
زبان ہندی مین اسکو اشلوک کہین اور وزن سے اصطلاح مین وہ ہیئت مراد ہی کہ حرفون کی
حرکات اور سکنات اور اون حرکات اور سکنات کے عدد و مقدار کی تناسب سے اسطرح پر حاصل
ہو کہ نفس کو اوسکے ادراک سے ایک لذت خاص بہم پہونچے اور جیسے الفاظ عام تھے وزن بھی
عام ہی یعنے شعر خواہ وہ اوزان رکھتا ہو کہ عرب سے اونہین شعر کہے ہین خواہ اور کوئی وزن
اگر یہ بات نہوتی تو لازم آتا کہ وہ اشعار کہ بحور مخصوصہ اہل فارس مین موزون ہون شعر نہون
اور یہ خلاف مشہور ہی یہ قول بھی اسی پر دال ہی کہ دوہرہ اور کبت پر اطلاق شعر صحیح ہی یہان سے
معلوم ہوا کہ ابو اسحاق زجاج کا قول یعنی جو اوزان عرب پر نہو شعر نہین ہی قبول کی صلاحیت نہین
رکھتا اور محققین کے نزدیک وزن مین قصد اور تعمد معتبر ہی اور تعمد سے مراد یہ ہی کہ وزن بالذات
مقصود ہو اور بلاغت کلام بالعرض نہ یہ کہ بلاغت کلام بالذات مقصود ہو اور وزن بالعرض

جیسے بعضی آیات کلام الہی اور احادیث حضرت ختمی [illegible]
معنی کلام بلیغ سے وقوع مین آوے اور احداث وزن [illegible]
بحسب عادت کلام کرین اور اتفاقًا وہ کلام موزون واقع ہو جاوے جیسے کہ [illegible]
بیان اور پاشکستگان زوایاے امکان کا کلام کہ گاہ گاہ [illegible]
اوسکے وزن سے تکلم کے وقت قطعًا آگاہی نہین ہوتی اس معنی پر [illegible]
مین تصریح کی ہے پس یہ دونون قسم شعر سے خارج ہین اور قافیہ وہ چند حرف ہین کہ [illegible]
کے اخیر مین جیسے قدما کا مذہب ہے یا مصاریع اور اشعار مین سے کسی کے اخیر مین جیسے متاخرین کا
اعتقاد ہے بے استقلال اور واجب التکرار ہون یعنی اونکی تکرار سے گزیر نہو مثلاً اشعار یا مصاریع
کے اخیر مین اقرار اور کار واقع ہوا [illegible] الف اور راے مہملہ کی تکرار ناگزیر ہے اگرچہ اقرار کے
قاف اور ہمزہ کے مقابل دوسرے لفظ مین کوئی حرف ہو یا نہو اور بے استقلال [illegible] سے
اقرار کی راے اول اور کار کا کاف قافیہ کی تعریف سے خارج ہو گیا کسواسطے کہ اگر حروف مکرر کا استقلال
معتبر ہو تو ردیف تعریف قافیہ مین داخل ہو جاوے کہ وہ یا مستقل ہوتی ہے یا مستقل کے حکم مین اگر
کوئی کہے کہ ردیف متحد اللفظ و المعنی ہوتی ہے اور قافیہ مین اختلاف معتبر ہے تو ہم کہتے ہین کہ محققین کے
نزدیک ردیف مین اتحاد معنی ضرور نہین اسواسطے کہ لفظ چنگ مثلاً بعد قافیہ کے بے شک ردیف ہے
اگرچہ دونون جگہ معنی مختلف رکھتا ہو جب یہ بحث معلوم ہوئی تو اب اس تعریف کے قیود کا فائدہ
دریافت کیا چاہیے کہ قید کلام سے ایقاع یعنی تال اور عبارت بے معنی اور موزون [illegible] قید سے
نثر اور قافیہ کی قید سے کلام موزون بے قافیہ شعر کی تعریف سے خارج ہوگئے کسواسطے کہ [illegible]
نثر اگرچہ معنی اور قافیہ رکھتی ہو لیکن بحسب اصطلاح اوسکو شعر نہین کہتے اور یہی حال ہے قیود باقی کا
حاصل یہ ہے کہ ان قیود سے جو قید مفقود ہو جاوے اوس عبارت پر شعر کا اطلاق صحیح نہوگا اور [illegible]
مین تعمد و قصد کے اعتبار سے آیات و احادیث اس تعریف سے خارج ہو گئین اور جو کہ ان دونون
کلام معجز نظام مین وزن اولًا و بالذات مقصود نہین ہے ما علمناہ الشعر وارد ہوا ہے مطلب [illegible]
عبارت کا کہ جناب مستطاب اوستادی و مولائی مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے نے رسالہ
وافی مین قلم جواہر رقم سے تحریر فرمائی ہے [illegible] ذکر موجد اشعار بعضے ارباب تواریخ کہتے
ہین کہ ایجاد شعر کا حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام سے وقوع مین آیا ہے جس وقت قابیل نے
ہابیل کو قتل کیا حضرت بابرکت نے اوسکے مرثیہ مین چند شعر فرمائے چونکہ وہ اشعار عربی [illegible]

... میں اونکا ... کثرت شہرت سے اس مقام کی تحقیق

... کے موافق صاحب جواہر نے لکھا ہے

طبع موزون حجت فرزندی آدم بود
ہر کہ اول شعر گفت آدم صفی اللہ بود

اور تذکرہ دولتشاہی میں مرقوم ہے کہ ... رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ادب العربیۃ الفریدہ
میں اس قصہ کو اس طرح سے بیان کیا ہے کہ حضرت ... بن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے باپ یعنی حضرت
علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کوفے کی جامع مسجد میں تھے اہل شام میں سے ایک شخص نے کھڑے
ہوکر کہا کہ اے امیر المومنین پہلے کس نے شعر کہا ہے آپ نے فرمایا آدم علیہ السلام نے اوسنے پوچھا
وہ کون سے شعر تھے فرمایا جب حضرت آدم آسمان سے زمین پر نازل ہوئے تو زمین کی خاک
اور وسعت اور ہوا کو دیکھا اور قابیل نے ہابیل کو قتل کیا پس شعر کہا اور ان اشعار کو اوسکے آگے
نقل کیا تاریخ خمیس کے مصنف نے لکھا ہے کہ ابن اثیر نے کتاب کامل التواریخ میں اور زین القصص وغیرہ
کے مصنفوں نے حضرت آدم کے اشعار نقل کیے ہیں لیکن صاحب کشاف نے کہا ہے کہ اسناد ان اشعار
کی ... حضرت نبوت مرتبت کیطرف کذب محض اور افترائے بحت ہے اور امام فخر الدین رازی نے
صاحب کشاف کی تصدیق کی اور معالم التنزیل میں ان اشعار کی نقل کے بعد مذکور ہے کہ میمون
ابن مہران نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جو شخص کہتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام
نے شعر کہا ہے اوسنے اللہ اور اللہ کے رسول پر بہتان باندھا اسواسطے کہ ہمارے حضرت صلعم اور
سب انبیا شعر کی نہی میں داخل ہیں مگر جب کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کیا آدم علیہ السلام نے سریانی
میں اوسکا مرثیہ کہا اور شیث نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ اسکو یاد رکھ تا کہ ہماری اولاد میں متواتر
ہو اور یہ عبارت نقل ہوتی چلی آتی تھی کہ یعرب ابن قحطان کے پاس پہونچی اور وہ زبان سریانی
اور عربی دونوں میں کلام کرتا تھا اور عربی میں اول تکلم اوسی نے کیا ہے اور شعر بھی کہتا تھا قاموس
میں مرقوم ہے کہ عربی میں پہلے پہل یعرب بن قحطان نے تکلم کیا ہے اوسنے جب مرثیہ کو دیکھا اوسمین
تقدیم و تاخیر کر کے دو شعر موزون کیے اور چند بیتیں اور زیادہ کر دیں یہانتک خمیس کی عبارت کا ترجمہ
ہے اس عبارت سے اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرثیہ کہ الفاظ سریانی میں حضرت آدم کی زبان سے
سرزد ہوا شعر نہ تھا اور یعرب نے اوسکو عربی میں موزون کیا اور یہ معلوم نہ ہوا کہ اشعار کا موجد بھی وہی ہے
لیکن سیوطی نے اپنی کتاب مزہر میں ... قاسم ابن سلام بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے
کہ شعر عربی اول یعرب بن قحطان نے کہا اور شمس فخری اصفہانی کہ اساتذۂ قدیم اور ثقات

علم عروض سے ہی معیار جمالی مین قاسم بن سلام بغدادی سے صریح تر روایت کرتا ہی کہ بعد طوفان کے
زبان عربی یعرب بن قحطان سے منتشر ہوئی جوکہ اوسکو سجاع اور قوافی کی طرف نہایت التفات تھی
فقرات عربی کہنے مین جو جو مصرع موزون ہوجاتے اپنی تیزی فہم سے اونکو معلوم اور موزون اور
ناموزون مین تمیز کرتا اور بدیہہ دو شعر عربی کہکر ایک مجلس مین کہ اوسکے قبیلہ کے اکابر اور اعیان
جمع تھے پڑھے سب نے کہا کہ ما ہذا الترتیل الذی ما اتا شعرنا بک قبل یومنا ہذا یعنے کیا ترتیب کلام
ہی کہ ہمنے تجھسے ایسا سخن آج سے پہلے نہین سنا اوسنے جواب دیا وانا ایضًا ما شعرت بہ من
نفسے قبل یومی ہذا یعنی مین خود بھی آج سے پہلے اوسپر مطلع نہین ہوا ہوں کہ اوسکو بے واسطہ تعلیم و تعلم
کلام منظور پر شعور ہوا اس کلام کا نام شعر اور قائل کا نام شاعر ہوگیا یہانتک ترجمہ معیار جمالی کا
اور جوکہ اکابر قبیلہ اور یعرب کے کلام مین کلام منظوم کے باب مین ما شعرنا اور ما شعرت وارد ہوا
شاید اس مناسبت سے اوسکا نام شعر مشہور ہوگیا ہو بہرکیف اس سے یہ دریافت ہوا کہ اشعار
عربی کا موجد وہی ہی نہ یہ کہ شعر کا وجود اوس سے پہلے مطلق نہ تھا اور تذکرہ مرات الخیال مین تو
ہی کہ ایک طائفہ کا یہ مذہب ہی کہ یمن مین ایک شخص اشعر ابن سبا نام عربیت مین مہارت تام
رکھتا تھا اکثر کلام اوسکی زبان سے موزون صادر ہوتے جوکہ اوسکا نام اشعر تھا اوسکے مقولات
کا نام شعر ہوگیا پھر جب اورون نے اوس وضع پر سخن طرازی کی اوسپر شاعر کا اطلاق کیا
اوسوقت سے یہ حرف رائج ہوگیا اس سے معلوم ہوا کہ شعر عربی کی ابتدا اشعر سے اور شعر کا نام
اوسکے اسم سے مشتق ہی واللہ اعلم بالصواب شمس فخری نے حضرت آدم کے ساتھ اون اشعار کے
منسوب ہونے کی وجہ معیار جمالی مین یہ بیان کی ہی کہ اونکی زبان سریانی تھی اگر شعر گوئی کی
روایت صحیح ہی تو اونھون نے وہ بیتین زبان سریانی مین کہی ہونگی اور اہل تواریخ نے عربی مین
ترجمہ کرلیا انتہی ظاہرا یہ وجہ کافی نہین کسواسطے کہ ابن عساکر کی روایت سے اصل زبان آدم
کی عربی ہی جیسے مقدمہ مین مذکور ہوا اور تواریخ مین منقول ہی کہ شعر فارسی کی ابتدا بہرام گور سے
ہی اسکی وجہ یون منقول ہی کہ ایک عورت صاحب جمال دلارام نام کہ نکتہ دان اور بذلہ سنج تھی بہرام
پاس شکارگاہ مین حاضر تھی بہرام نے اوسکے سامنے شیر کو گرفتار کیا اور غایت تفاخر سے یہ مصرع
اوسکی زبان پر گذرا ع منم آن پیل دمان و منم آن شیر یلہ ؎ جوکہ اکثر یون اتفاق ہوتا تھا
کہ جوکہ بہرام کہتا دلارام بدیہہ اوسکا جواب دیتی اوسوقت بہرام نے کہا کہ تو اسکا جواب بھی دے سکتی ہی
دلارام نے یہ مصرع موزون کیا ع نام بہرام ترا و پدرت بوجبلہ ؎ اشعار فارسی کی اصل یہی

بیت ہی اور سیفی نے لکھا ہی کہ شعر فارسی کی ابتدا ابو حفص حکیم سغدی سے ہی اوسکی بیت اول یہ ہی
آہوے دشتی ست در کوہ چگونہ دودا ✿ چون ندارد یار بے یار چگونہ رودا ✿ اور شمس
فخری نے معیار جمالی مین لکھا ہی کہ اکابر عصر نے بہرام کو شعر کے کہنے سے منع کیا کہ جو بناے شعر کذب
پر ہی بادشاہون کو سزاوار نہین کہ حرف دروغ سے زبان کو آلودہ کرین اور اوسکو اس شغل سے
باز رکھا بعد اوسکے شعر فارسی ابو حفص حکیم سغدی نے کہا لیکن خان آرزو نے مثمر مین دبستان
مذاہب سے نقل کیا ہی کہ آبادیون کے زمانہ مین ایک بادشاہ تھا فرہوش نام اوسکے عہد مین
سخن پیوند یعنی شعرا بیقیاس تھے اونمین سے سات شاعر ایسے تھے کہ ہفتہ مین ایک ایک روز
اوسکے سامنے اشعار گذرانتے تھے وہ بادشاہ روز یکشنبہ مین کہ اوسکو خورشید روز کہتے ہین
حمام کر کے ہیکل آفتاب مین گیا اور بعد پرستش کے گھر آیا ایک شاعر شندوس نام ہمراہ تھا جو کہ
بادشاہ یزدانیون کے مذہب کے موافق زندبار یعنی حیوانات غیر موذی کے قتل کرنے سے
مجتنب تھا اوسکے کھانے کے واسطے خشکہ اور ماش مقشر کی دال حاضر کی اوسنے شندوس
سے پوچھا کہ یہ کھانا کسطرح کا ہی شندوس نے دال کے حق مین کہا کہ شاید کفارۂ گناہ کیواسطے
برہنہ ہوئی ہی بادشاہ نے خوش ہوکر اوسکے دہن کو جواہر سے پر کر دیا اوس بادشاہ کی بی بی
شنکر نام بھی حاضر تھی شاعر پر عاشق ہوئی اور شب کے وقت کسی حیلہ سے اوسکے گھر گئی اتفاقا
بادشاہ بھی آگاہ ہوکر متعاقب ہی مین پہونچا شاعر نے اول بہت عذر کیا اور بعد اوسکے کہا کہ عورت
کسی سے خوف نہین کرتی عورت سے ڈرنا چاہیے تو فرہوش سے بادشاہ کو چھوڑ کر مجھسے نوکر
کے ساتھ مواصلت کی طلبگار ہی ناچار عورت مایوس ہوکر اپنے گھر چلی آئی صبح کے وقت
شندوس دربار مین حاضر ہوا بادشاہ نے اوس سے کہا کہ اگر سچ نہ کہیگا مارا جاویگا تو نے یہ
کیا کہا تھا کہ عورت کسی سے نہین ڈرتی شندوس نے جواب دیا کہ

زن شاہ ہست در داور گردا | گذر کرد نہ دارد بیم از کس

بادشاہ اس بات سے خوش ہوا اور شنکر اوسکو عطا کی داور شاپور کے وزن پر شجاعت اور
گروا کاف فارسی سے فردا کے وزن پہ دریاے محیط کو کہتے ہین ترجمہ اوس کتاب کا تمام ہوا
اس سے معلوم ہوا کہ بہرام سے پہلے بھی شاعر موجود تھے بلکہ اگر آبادیون کی سلطنت کا زمانہ
جیسے کہ مقدمہ مین مذکور ہوا پایہ اعتبار مین رکھا جاوے آدم ابو البشر علیہ الصلواۃ والسلام
سے پہلے وجود شعرا کا محقق ہوتا ہی اعوذ باللہ من ہفوات اللسان و اباطیل البیان

چو نا باور افتد نماید دروغ	سخن گو چو گوہر بہ آرد فروغ

تیسرا مطلب

عروض مین جاننا چاہیے کہ عروض ایسا علم ہی کہ اوس سے شعر کا صحیح اور سقیم دریافت ہوتا ہی شمس فخری نے معیار جمالی مین لکھا ہی کہ عروض مشتق ہی عارض سے اور عارض وہ شخص ہی کہ لشکر کو بادشاہ پر عرض کرے چونکہ شعر کے نیک و بد کا عرض شاعر پر اس علم سے ہوتا ہی اسکا نام عروض مقرر کیا ہی اور سیفی نے کتاب عروض مین لکھا ہی کہ عروض مکہ معظمہ کا اسم مبارک ہی چونکہ خلیل ابن احمد اسی خاک پاک مین علم عروض کے ساتھ ملہم ہوا تھا تیمناً اس علم کا نام عروض رکھا ان دونون کتاب مین نام کی وجہ متعدد مذکور ہین لیکن راقم نے اختصار کی رعایت سے انھین دو قول پر قناعت کی مخفی نرہے کہ شعر کلام موزون ہی جیسے کہ دریافت ہوا اور ہر موزون کو میزان سے ناگزیر ہی کہ اوسکے وسیلہ سے وزن اشعار کا معین ہو جاوے اسواسطے علم عروض کو شعر کے واسطے میزان مقرر کیا ہی اور ماہیت وزن کی اول دریافت ہو چکی ہی وزن کے دریافت کی کیفیت یہ ہی کہ چند الفاظ معین کیے ہین اونکو ارکان شعر کہتے ہین اور اون الفاظ کو لفظ فعل سے مشتق کیا ہی اسواسطے کہ جو فا اور عین اور لام اوزان صرفی میزان ہی اقتضاے مناسبت سے چاہا کہ اوزان عروضی کی میزان بھی اسی لفظ سے اشتقاق کیجاوے کہ اون حروف کا جامع ہو تاکہ تسمیہ میزان کا اون کلمات پر لفظاً اور معناً راست آجاوے اور اس اشتقاق کی مناسبت سے اون الفاظ کو افاعیل اور تفاعیل بھی کہتے ہین جب یہ بات معلوم ہوگئی تو اب جاننا چاہیے کہ افاعیل باعتبار صورت کے آٹھ ہین اور باعتبار واقع کے دس لیکن اسکی کیفیت کما ینبغی جب دریافت ہوگی کہ انکے اجزا پر اطلاع حاصل ہو پوشیدہ نرہے کہ ارکان اور افاعیل کی ترکیب تین جزو مین منحصر ہی ایک دو حرفی اور یہ یا اسطرح سے ہی کہ اول متحرک ہو اور دوسرا ساکن جیسے گر اور بر یا دونون متحرک ہون جیسے الف اور را مہملہ مفتوح سے اس دو حرفی جزو کو سبب کہتے ہین اسواسطے کہ سبب لغت مین رسن ہی اور رسن غالباً دوتا ہوتی ہی قسم اول کو سبب خفیف کہتے ہین کہ ایک متحرک سے آغاز کرکے دوسرے ساکن پر توقف کرنا تلفظ مین سبک ہی اور دوسری قسم کو سبب ثقیل کہ تلفظ دونون متحرک کا بہ نسبت اول کے گران ہی دوسرا سہ حرفی اور یہ بھی یا اسطرح ہی کہ دو حرف متواتر متحرک اور تیسرا ساکن ہو جیسے بکن یا دو متحرک مین ایک ساکن فاصل ہو جیسے قال فعل ماضی اس جزو کو وتد کہتے ہین اور وتد لغت مین میخ ہی چونکہ میخ بہ نسبت رسن کے زیادہ قوی ہوتی

اور کلمہ سہ حرفی بھی دو حرفی سے قوت مین زیادہ ہی اسواسطے اِس نام سے مسمےٰ ہوا اول کو
وتد مقرون اور وتد مجموع کہتے ہین کہ دو متحرک باہم اور نزدیک ہین اور دوسرے کو وتد
مفروق کہ ایک ساکن نے دو متحرک مین فرق کر دیا ہی تیسرا چہار حرفی یا پنج حرفی کہ تین یا چار
حرف متواتر متحرک اور چوتھا یا پانچوان ساکن ہو جیسے بکنی یا بدلن من لام کے کسرہ سے اوسکو
فاصلہ کہتے ہین اور فاصلہ لغت مین ستون ہی یہ معنی کتب عروض سے منقول ہین والا کتب لغت
سے مستفاد نہین بہر کیف چونکہ ستون میخ سے قوی تر ہی اسواسطے اِس جزو کو فاصلہ کہا اور
شاید فاصلہ اسواسطے کہتے ہین کہ ستون میخ سے دراز ہوتا ہی اور یہ کلمہ بھی سہ حرفی سے دراز تر
ہی اور چونکہ یہ جزو دو قسم ہی چار حرفی کو کہ پنج حرفی سے باعتبار ایک حرف کے کم ہی فاصلہ صغری
کہتے ہین اور پنج حرفی کو کہ چہار حرفی سے باعتبار ایک حرف کے زیادہ ہی فاصلہ کبری اور ابراہیم
بن عبد الرحمن عروضی اول کو فاصلہ صاد مہملہ سے کہتا ہی اور دوسرے کو فاصلہ ضاد منقوطہ سے اسواسطے
کہ فضل لغت مین زیادتی ہی اور پنج حرفی باعتبار ایک حرف کے زیادہ ہی اور ابن خباز کہتا ہی کہ بعضے ان دونون قسم کو
فاصلہ ضاد معجمہ سے کہتے ہین کہ دونون وتد سے فضل اور زیادتی رکھتے ہین اول باعتبار ایک اور دوسرا باعتبار دو
حرف کے لیکن امتیاز کے واسطے چہار حرفی کو صغری اور پنج حرفی کو کبری کے ساتھ مقید کرتا ہی پوشیدہ
نرہے کہ بعضے فاصلہ کو جزو علیحدہ شمار نہین کرتے بلکہ کہتے ہین کہ فاصلہ صغری سبب ثقیل
اور سبب خفیف سے مرکب ہی اور فاصلہ کبری سبب ثقیل اور وتد مقرون سے پس اجزاے
ارکان واقع مین دو ہین لیکن ماہران فن اور واقفان سخن پر واضح ہی کہ یہ تسمیہ اصطلاحی
ہی اور اِس سے یہ لازم نہین آتا کہ فاصلہ اون اجزا سے واقع مین مستفاد نہین ہی اہل فن نے
بطریق توسع کے یہ اصطلاح مقرر کی ہی کہ سبب ثقیل کے بعد جب سبب خفیف یا وتد مجموع واقع
ہو تو اوسکو فاصلہ کہین جیسے متفاعلن کامل اور علتن وافر مین اور اگر کوئی سبب وتد مفروق
کے ساتھ مرکب ہو تو اون اجزا کو اونھین کے نام سے مذکور کرین مثلاً فعلات ضم تا سے اور
فاع لاتن اور مستفع لن منفصل جب یہ معلوم ہو چکا تو اب سننا چاہیے کہ ان اجزا کی تخصیص کی
وجہ اسامی مذکورہ سے کیا ہی کس واسطے کہ ایک سے دوسرے کا قوی تر ہونا رسن اور میخ اور ستون
مین منحصر نہین ہی پوشیدہ نرہے کہ شعر کو عرب صحرانشین کے گھر سے تشبیہ دیکر بیت کہتے ہین
اور اونکا گھر موے اور پلاس کا ہوتا ہی اور اُس گھر کے اجزا مین سے رسن و میخ اور ستون ہی
اسواسطے اجزا بیت کو ان اسامی کے ساتھ مسمے کیا اِس تمہید کے بعد مبین ہوتا ہی کہ ارکان

ده گانہ یہ ہین فعولن فاعلن مفاعیلن فاعلاتن فاع لاتن مستفعلن مستفع لن مفاعلتن متفاعلن مفعولات
تا ے مضموم سے بغیر تنوین خماسی یعنی فعولن اور فاعلن وتد مجموع اور سبب خفیف سے مرکب ہین اور
سباعیات سے مفاعیلن اور فاعلاتن متصل اور مستفعلن متصل ایک وتد مجموع اور دو سبب خفیف سے
اور فاع لاتن اور مستفع لن اور مفعولات وتد مفروق اور دو سبب خفیف سے اسیواسطے فاع اور
تفع کے عین کو سبب سے منفصل لکھتے ہین کہ جز و وتد مفروق کا سبب سے اتصال پاکر وتد مجموع کا موہم
نہو اور متفاعلن اور مفاعلتن وتد مجموع اور فاصلہ صغری سے کہ عبارت ہی مجموع سبب ثقیل و خفیف اور
سے اس بحث سے معلوم ہوا کہ فاصلہ کبری یعنی وہ جز کہ سبب ثقیل اور وتد مجموع سے مرکب ہی
اصول سے نہین ہی بلکہ افاعیل مزاحف سے ہم پہونچتا ہی جیسے فعلاتن کہ مستفعلن سے بعد خبن اور طی کے
حاصل ہوکسواسطے کہ چار حرکت کا متوالی ہونا گرانی لفظ کا موجب ہی اور لفظ ثقیل اصول مین
مقرر کرنا شایستہ نہ تھا البتہ فروع مین اسقدر گرانی متحمل ہی بعد اس بحث کے واضح ہوگیا کہ دونون
فاعلاتن حروف و حرکات کی کمیت مین ایکسے ہین لیکن باعتبار کیفیت کے متفاوت ہین اور اسیطرح
دونون مستفعلن اور ان ارکان مین وتد مفروق کے اختیار کرنیکا سبب یہ ہی کہ لات مفعولات کا انفکاک
بحور کے وقت مضارع اور مجتث اور خفیف مین فاع لاتن کا پہلا جز لا اور مستفعلن کے درمیان مین واقع ہوتا ہی
چونکہ وہ وتد مفروق ہی تو ان دونون ارکان کو بھی اسی وتد پر مشتمل قرار دیا گیا اس امر کی توضیح یہ ہی کہ
ارباب فن نے ارکان بحور کے واسطے ایسے الفاظ اختیار کیے ہین کہ اونکے اجزا کی تقدیم و تاخیر سے ایک رکن
دوسرے رکن کی صورت حاصل کرتا ہی اور ایک بحر دوسرے بحر کی امر اول کو انفکاک ارکان اور دوسرے
کو انفکاک بحور کہتے ہین اور آسانی تفہیم کے واسطے ہر امر کے لیے دائرے معین کیے ہین کہ طالب کاہل کو
اس راہ مین درماندہ اور نابلد اس وادی مین سراسیمہ نہو جاوے مثلاً فعولن کی لن کی تقدیم اور
فعو کی تاخیر سے فاعلن اور فاعلن کے علن کی تقدیم اور فا کی تاخیر سے فعولن صورت پذیر ہی ان دونون
ارکان کو ایک دائرہ سے قرار دیا ہی اور فاعلاتن اور مستفعلن متصل اور مفاعیلن ایک دائرہ اور
متفاعلن اور مفاعلتن ایک دائرہ سے اس قرار پر جب مفعولات کے لات کو مقدم اور مفعو کو موخر
کیا جاوے تو لات مفعو حاصل ہوگا جو کہ لات وتد مفروق ہی فاع لاتن مین کہ اوسی کے وزن پر ہی فاع
وتد مفروق مقرر کیا گیا اور جب مف کو موخر اور عولات کو مقدم کرین عولات مف حاصل ہوگا اسیواسطے
مستفع لن مین کہ یہ بھی اوسکے وزن پر ہی تفع کو وتد مفروق ٹھہرایا اور دونون کے عین کو لام سے جدا
لکھا تا معلوم رہے کہ یہ دونون ارکان علا اور علن سے مرکب نہین ہین جو کہ ایک رکن ارکان بحر سریع سے

مفعولات ہی اور مضارع اور مجتث اور خفیف سریع سے منفک ہوتا ہی اسواسطے ان بحور مین ارکان
مفروقی مقرر کیے گئے ہین نہ مجموعی اور قدماء مثل صاحب ابن عباد اور زمخشری صاحب قسطاس سوا
مفعولات کے کسی رکن مین وتد مفروق کے قائل نہین اس صورت مین انفکاک بحور اسطرح ہے کہ بحور
ثلاثہ مین فاعلاتن اور مستفعلن متصل حاصل ہو اور موثر مکتوبہ سے ہی اور اوسکی تقریر اس مختصر مین گنجائش
پذیر نہین اس مقدمہ دور و دراز کے بعد سامعان سخن سنج کے گوش گذار کیا جاتا ہی کہ ان ارکان عشرہ اور
افاعیل وہگانہ سے انیس بحر حاصل ہوتے ہین کہ اشعار عرب و عجم کی بنا انپر موقوف ہی اور عدد اوزان
اون مین منحصر ہی وہ بحور یہ ہین متقارب آٹھ بار فعولن متدارک کہ اوسکو رکض بھی کہتے ہین آٹھ بار
فاعلن رجز آٹھ بار مستفعلن ہزج آٹھ بار مفاعیلن کامل آٹھ بار متفاعلن رمل آٹھ بار فاعلاتن
وافر آٹھ بار مفاعلتن اور عرب رجز سے وافر تک بناے اشعار چھ رکن پر رکھتے ہین سریع مستفعلن
مستفعلن مفعولات دو بار مقتضب مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن دو بار طویل فعولن مفاعیلن چار
بار مدید فاعلاتن فاعلن چار بار بسیط مستفعلن فاعلن چار بار خفیف فاعلاتن مستفع لن فاعلاتن
دو بار مجتث مستفع لن فاعلاتن چار بار مضارع مفاعیلن فاع لاتن چار بار منسرح مستفعلن مفعولات
چار بار جدید اور اسکو غریب بھی کہتے ہین فاعلاتن فاعلاتن مستفع لن دو بار قریب مفاعیلن مفاعیلن
فاع لاتن دو بار مشاکل فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن عرب بحر مقتضب سے مفعولات دوم اور مجتث سے
مستفعلن دوم اور مضارع سے فاعلاتن دوم اور منسرح سے مفعولات دوم حذف کرکے مسدس استعمال
کرتے ہین معلوم کیا چاہیے کہ ان انیس بحر سے پانچ بحر یعنے طویل اور مدید اور بسیط اور وافر اور کامل
مخصوص عرب ہین کہ فارسیون نے بعد اختلاط اور مزاولت اشعار عرب کی تقلید اون اوزان
مین شعر کہے ہین اور تین بحر یعنے جدید اور قریب اور مشاکل فارسی کے ساتھ مخصوص ہین اور گیارہ
مشترک پوشیدہ نرہے کہ خلیل ابن احمد جب اوزان عرب مین تجسس کامل اور تفحص شافی عمل مین
لایا اوزان شعر کے ضبط کیواسطے پندرہ بحر مرکب کین اور جو جو بحر کہ انفکاک مین مشترک تھین اون سبکو
ایک دائرہ مین رکھا جو کہ بحر متقارب کے ساتھ کوئی بحر شریک نہ تھی اوسکو ایک دائرہ مین رکھکر اوس
دائرہ کا نام مفردہ مقرر کیا ابو الحسن اخفش نے جب اوسمین نظر کی فعولن کے سبب کو وتد سے مقدم
رکھکر بحر متدارک کو حاصل کیا اور متقارب کے ساتھ دائرہ مین رکھدیا اور شمس فخری نے معیار جمالی
مین لکھا ہی کہ اس بحر کو ماہران علم عروض نے خلیل ابن احمد کے دو سو برس کے بعد استخراج کیا
جدید کو ابو زرجمہر اور قریب کو مولانا یوسف عروضی نیشاپوری نے پایا اور مولانا تاج اوزان فارسی کے

بعد خلیل ابن احمد سے پایہ کم نہین کہتا فارسی مین علم عروض اول اوسی نے تصنیف کیا ہے شمس فخری
نے لکھا ہے کہ مولانا یوسف نے جب بحر سریع کی ترتیب کو ملاحظہ کیا مفتعلن اول کے وتد مجموع یعنے
علن کو مفتعلن ثانی کے وتد مفروق یعنی مفعت کے ساتھ پیوند کر کے مفاعیل لام مضموم سے حاصل اور
اجزا کی تقدیم و تاخیر سے مفاعیل مفاعیل فاع لات مرتب کیا ہے حسب یہ ترتیب بعینہ مالوف طبائع
نہتی لیکن چونکہ اوسکا اغلب فی الجملہ مطبوع تھا اوسکو ایک بحر ٹھہرا کر بحر سریع کے ہمراہ دائرہ مین
رکھدیا یہانتک ترجمہ تھا شمس فخری کے قول کا لیکن جبکہ اس بحر کا استخراج سریع مزاحف سے مقرر
کیا جاوے تو ناگزیر کہا جاویگا کہ مفاعیل اور فاع لات کا حصول جو کہ مفاعیل اور فاعلاتن سے
اقرب تھا اسکے اجزا دو مفاعیلن اور ایک فاع لاتن مقرر کیے صریح یہ ہے کہ اسکا انفکاک بحر سریع
سالم سے وقوع مین آیا تاکہ مفاعیلن اور فاع لاتن بعینہما حاصل ہوجاوین کسواسطے کہ علن مستف مفاعیلن
اور لات مفعو فاع لاتن کے وزن پر ہے اور اس جگہ سے معلوم ہوا کہ فاع لاتن اس بحر کا منفصل ہے
اور واضح ہو کہ بحور ثلثہ مین مستفع لن اور فاع لاتن منفصل ہے کسواسطے کہ بحر جدید مین مستفع لن سریع
کے رکن ثالث کے عولات اور رکن اول کے مس کے پیوند سے حاصل ہوا ہے اور بحر قریب کا حال مرقوم
ہوچکا اور مشاکل مین فاع لاتن سریع کے رکن اول یعنے مستفعلن کے مستف کے ساتھ لات کے پیوند سے
حاصل ہوا جو رشعر کی ترکیب کا طریق بھی اس جگہ مرقوم کرنا ناظرین کتاب کی بصیرت کے واسطے
مستحسنات بلکہ واجبات سے ہے اور چونکہ اس امر مین علامہ زمخشری صاحب قسطاس کا بیان دلچسپ
ہے اوسکو نذر احباب کرتا ہون معلوم کیا چاہیے کہ ترکیب بحور مین عروضیون نے چار طریقے اختیار
کیے ہین اول یہ کہ ایک ہی جزو کی تکرار سے حاصل کیا اور وہ سات بحر ہین متقارب متدارک رجز
ہزج کامل رمل وافر دوسرا یہ کہ ایسے اجزا کو باہم مرکب کیا ہے کہ وہ نسق واحد کے اعتبار سے حکم
واحد مین ہین مثلاً مستفعلن اور مفعولات کہ اسباب دونون مین مقدم اور وتد موخر ہے اگرچہ ایک کا وتد
مجموع اور دوسرے کا مفروق ہے اسطرح کی دو بحر ہین سریع اور مقتضب تیسرا یہ کہ ایسے خماسی
وسباعی کو مرکب کیا کہ اگر سباعی سے زیادتی کو ساقط کرین تو خماسی کے ہموزن باقی رہجاوے یہ امر
فعولن اور مفاعیلن اور فاعلن اور مستفعلن اور فاعلاتن مین واقع ہے کسواسطے کہ اگر مفاعیلن
اور فاعلاتن کے اخیر اور مستفعلن کے اول سے سبب ساقط ہوجاوے تو ایک سبب اور وتد
باقی رہے اور وہ نہین ہے مگر فعولن اور فاعلن لیسی تین بحر ہین طویل مدید بسیط چوتھا یہ کہ ایسے
سباعیات کو باہم پیوند دیا کہ ایک سبب کے حذف سے خماسی کے وزن پر باقی رہے یہ امر

فاعلاتن اور مستفعلن اور مفاعیلن مین واقع ہی اسواسطے کہ تن اور مس اور تن کے اسقاط سے
فاعلا اور تفعلن اور مفاعی رہتا ہی کہ فاعلن اور فعولن کے وزن پر ہی اس قسم کی تین بحر ہین خفیف
مجتث مضارع یہانتک زمخشری کے قول کا خلاصہ مسطور ہوا اب معلوم کیا چاہیے کہ یہ حال ہم
سولہ بحر کا سوا اون تین بحر کے کہ فارسی کے ساتھ مخصوص ہین یعنی جدید قریب مشاکل ان مین دو
طریق ہین اول یہ کہ وتد درمیان دو سبب کے واقع ہو جیسے بحر جدید مین دوسرا یہ کہ وتد دو سبب سے
مقدم ہو جیسے قریب و مشاکل مین گو کہ اول مین مستفع لن اور ان دونون مین فاع لاتن وتد
مفروق رکھتا ہی اور باقی ارکان وتد مجموع سابق مسطور ہو چکا ہی کہ جو بحور کہ انفکاک مین شریک ہین
اونکو ایک دائرہ سے قرار دیتے ہین اب جاننا چاہیے کہ بحور شانزدہ گانہ کے واسطے پانچ دائرہ مقرر
کیے ہین ایک دائرہ طویل اور مدید اور بسیط کے واسطے اس دائرہ کو مختلفہ کہتے ہین دوسرا دائرہ وافر
اور کامل کے واسطے اس دائرہ کو مؤتلفہ کہتے ہین تیسرا دائرہ ہزج اور رجز اور رمل کے واسطے
اس دائرہ کو مجتلبہ کہتے ہین چوتھا دائرہ سریع اور منسرح اور خفیف اور مضارع اور مقتضب اور مجتث کے واسطے اس
دائرہ کو مشتبہ کہتے ہین پانچوان دائرہ متقارب اور متدارک کے واسطے اس دائرہ کو متفقہ کہتے ہین اور بحور کہ جدید
اور قریب اور مشاکل سریع سے حاصل ہوتے ہین انکے واسطے دائرہ جداگانہ ضرور نہوا پس ان تینون کو بھی دائرہ مشتبہ
سے قرار دیا چاہیے اس مقام مین از دیاد بصیرت کے واسطے ایک دائرہ کے انفکاک پر اشارہ کیا جاتا ہی تاکہ باقی کو اوسپر قیاس
کرین معلوم کیا چاہیے کہ اگر بحر وافر کے فاصلہ سے شروع اور وتد پر تمام کرین یعنی علتن مفاعلتن مفاعلتن مفا تو بحر
کامل حاصل ہو جاوے اور اگر بحر کامل کے وتد سے شروع اور فاصلہ پر تمام کرین یعنی علتن
متفاعلن متفاعلن متفا تو فہم سہو پہونچاوے ہوشیار مغز فطن کو اسیقدر اشارہ کافی ہی والا
نابلدان کو چہ دانش تو گر خضر قائد طریق ہو ہر رہ روشن کو پردہ ظلمات سے کم تصور نکرینگے پوشیدہ
نرہے کہ اشعار ان بحور نوزدہ گانہ مین موزون کرنا بغیر اسکے کہ کچھ تغیر اونکی صورت کذائی مین
راہ پاوے نازک طبعان لطیف نہاد کو ناگوار اور ندرت طرازان غرائب پسند کو ناخوش معلوم
ہوتا ہی اسواسطے کبھی بعض رکن اور کبھی سب ارکان مین کسیطرح کے تغیر کو راہ دیکے ہر ہر بحر
سے اوزان مختلفہ حاصل کرتے ہین کہ شعر اون تغیرات مین دلکش اور نظم اوس وضع پر دل پسند
ہو جاوے اس جگہ اون تغیرات کی کیفیت سے آگاہ کرنا بھی ناگزیر ہی دریافت کیا چاہیے کہ جو
تغیر کہ ارکان بحور اور تفاعیل اوزان مین واقع ہوتے ہین عروضیون کی اصطلاح مین اونکو زحاف
کہتے ہین زا معجمہ کے کسرہ سے اور زحاف جمع زحف کی ہی زا معجمہ کے فتحہ سے کہ اسکے معنی لغوی اصل سے

دور پڑتا ہے اسیواسطے جو تیر کہ نشانہ سے دور گر پڑے اوسکو بھی مزاحف کہتے ہین اسمین شک نہین کہ
جس رکن مین کچھ تغیر واقع ہوگا تو وہ اپنی اصل پر نرہیگا گویا اصل سے دور گر پڑا اور عروضیون کی
عادت یہ ہے کہ اس تغیر کو زحاف کہتے ہین لفظ جمع کے ساتھ نہ زحف اگرچہ تغیر مفرد ہو اور اوسکی جمع
ازاحیف کرتے ہین اور زحف نقصان وزن کو مثلاً اگر کہین کہ اس بیت مین زحاف ہے تو مراد یہ ہے
کہ اسکے تمام ارکان یا بعض مین تغیر ہے اور اگر کہین کہ بیت مین زحف ہے تو یہ مراد ہے کہ اوسکے وزن مین
نقصان ہے اور جس رکن مین زحاف ہوا اوسکو رکن مزاحف کہتے ہین اور جسمین نہوا اوسکو سالم
اب جاننا چاہیے کہ تغیر تین طرح ہے زیادت حرف یا نقصان حرف یا نقصان حرکت اور اوزان عجم
مین کمی پانچ حرف تک ممکن ہے جیسے مفاعیلن سے لن باقی رہکر فع سے بدل جاوے اسکی تفصیل
بیان زحافات مین معلوم ہوجاویگی اب زحافون کی تفصیل وتفسیر مین سرگرم ہوتا ہون ازاحیف
ارکان چھیالیس ہین تینتیس ۳۳ المصطلح عرب اور تیرہ مصطلح عجم جو کہ مصطلح عرب ہین یہ ہین قبض قصر حذف
خبن کف شکل خرم خرب شتر قطع تشعیث طی وقف کشف صلم اسباغ اذالہ خبل ثلم ثرم عصب
عضب عقل نقص قطف جمم قصم عقص اضمار کبل وقص خزل ترفیل ان الفاظ کے معنی لغوی و اصطلاحی
بیان کیے جاتے ہین قبض اسکا ترجمہ فارسی گرفتن اور اصطلاح مین ساقط کرنا سبب خفیف کے دوسرے
حرف کا جو رکن کا پانچوان حرف واقع ہوا ہو جیسے فعولن سے نون اور مفاعیلن سے یاے تحتانی
اول سے فعول بضم لام سے باقی رہیگا اور دوسرے سے مفاعلن اور اس رکن کو مقبوض کہتے ہین
قصر لغت مین کوتاہ کرنے کو کہتے ہین اور اصطلاح مین اوس سبب خفیف سے کہ آخر رکن مین واقع
ہو ساکن کے اسقاط اور اوسکے ماقبل کے ساکن کرنے کو کہتے ہین جیسے فعولن سے فعول اور مفاعیلن
سے مفاعیل اور فاعلاتن سے فاعلات لام اور تاے ساکن کے ساتھ رہا اور جو کہ قاعدہ مقرری ہے
کہ اگر بعد تغیر کے لفظ غیر مستعمل باقی رہے تو اوسکو جنس اوسع الیہ لفظ سے بدلتے ہین کہ لفظ مستعمل اور
اوسکے وزن پر ہو پس مفاعیل کو فعولان اور فاعلات کو فاعلان سے بدل دیا اور بعضے
مفاعیل اور فاعلات بھی استعمال کرتے ہین اس رکن کو مقصور کہتے ہین حذف ترجمہ اسکا
بریدن اور اصطلاح مین آخر رکن سے سبب خفیف کے ساقط کرنے کو کہتے ہین پس فعولن
سے فعو اور مفاعیلن سے مفاعی اور فاعلاتن سے فاعلا باقی رہا اور موافق قاعدہ کے فعل
اور فعولن اور فاعلن سے مبدل ہوا ان ارکان کو محذوف کہتے ہین خبن خاے معجمہ سے کپڑے
کو کوتاہ کرنے کا موڑنا اور اصطلاح مین اوس سبب خفیف کا ساکن گرانا کہ رکن کا حرف دوم ہو

جیسے فاعلاتن سے فعلاتن اور مستفعلن سے متفعلن باقی رہا اور مفاعلن سے بدلا گیا ان ارکان کو مخبون کہتے ہین کف باز رکھنا اور اوس ساکن مفتتح کو گرانا کہ سبب خفیف کا دوسرا حرف ہو پس فاعلاتن سے فاعلات ضمہ تاے فوقانی سے باقی رہیگا اس رکن کو مکفوف کہتے ہین شکل گھوڑے کے ہاتھ اور پانون کو شکال سے باندھنا اور [illegible] فاعلاتن سے فاعلات ضمہ تا سے باقی رہیگا اور اوسکو مشکول [illegible] مفعول [illegible] وتد مجموع کے پہلے حرف کو ساقط کرنا لیکن یہ مفاعیلن کے ساتھ مختص ہی اور فعولن [illegible] مفاعلتن مین عصب [illegible] کے ساتھ کہتے ہین جیسے [illegible] فاعیلن باقی رہکر مفعولن سے بدل جائیگا اور اس رکن کو اخرم کہتے ہین [illegible] کے ساتھ [illegible] کرنا اور کان کا چیرنا اور اصطلاح مین خرم اور کف کا جمع کرنا پس مفاعیلن سے فاعیل لام سے باقی رہکر مفعول سے بدل ہو جائیگا اور اس رکن کو اخرب کہتے ہین شتر [illegible] خرم اور قبض کا اجتماع پس مفاعیلن سے فاعلن باقی رہتا ہی اس رکن کو اشتر کہتے ہین قطع کا کاٹنا اور اخیر رکن مین وتد مجموع کے ساکن کو ساقط کرکے ماقبل کا ساکن کرنا پس متفعلن سے مستفعل لام ساکن کے ساتھ باقی رہکر مفعولن سے بدل جائیگا لیکن فاعلاتن مین یہ زحاف بعد حذف کے واقع ہوتا ہی کیونکہ بعد اسقاط تن کے وتد اخیر رکن شمار کیا جاویگا پس فاعل باقی رہکر فعلن سے کہ عین ساکن کے ساتھ ہی بدل جائیگا مگر یہ اصطلاح فارسی کی ہی اور یہ زحاف وتد مین ایسا ہی کہ قصر سبب مین اس رکن کو مقطوع کہتے ہین تشعیث لغت مین آشفتہ اور ژولیدہ ہونا اور اصطلاح مین رکن فاعلاتن کے وتد سے ایک متحرک کا ساقط کرنا یا وتد کے ساکن کو ساقط کرکے متحرک کو ساکن کرنا یا خبن کے ساتھ الف کو ساقط کرکے عین کو ساکن کرنا پہلی صورت مین یا فاعاتن باقی رہیگا اسواسطے کہ لام حرف اخیر سے مشابہ ہی اور اخیر محل حوادث ہوتا ہی یہ مذہب ہی خلیل ابن احمد عروضی رحمۃ اللہ علیہ کا فالاتن باقی رہیگا اس جگہ اسقاط عین خرم کی مشابہت سے ہی اور یہ مذہب ہی اخفش کا اور دوسری صورت مین فاعلتن لام ساکن کے ساتھ قطع کی مشابہت سے اور یہ مذہب قطرب کا ہی اور تیسری صورت مین فعلاتن عین ساکن سے اضمار کی مشابہت سے یہ مذہب زجاج کا ہی اس مذہب کو بہ نسبت اور مذاہب کے قوت زیادہ ہی کسواسطے جو وتد کہ رکن کے بیچ مین واقع ہو اوس سے کچھ گرانا عروضیون کی عادت کے خلاف ہی اور خرم کی تشبیہ کا اعتبار کرنا بے وجہ ہی کسواسطے کہ خرم اوس وتد مین آتا ہی کہ رکن کے اول مین ہو اور قطع اوس مین

۱۰

جو رکن کے اخیر مین ہو اور فاصلہ کے متحرک اول کا ساکن کرنا بحر کامل مین معہود ہی جسکو اضمار
کہتے ہین آوے اسکا بیان آویگا جب تک تغیر معہود ممکن ہو غیر معہود مین ارتکاب کریں مفعول نہین
بہرکیف اوسکی جگہ مفعولن رکھینگے حاصل تشعیث کا یہ ہی کہ فاعلاتن سے مفعولن بہم پہونچے کیونکہ
ہو اس رکن کو مشعث کہتے ہین طی لغت مین لپیٹنا یعنی لوریٹنا اور اصطلاح مین ... سبب
خفیف کے اوس ساکن کا کہ رکن مین حرف چہارم واقع ہو پس مستفعلن سے مفتعلن اور مفعولات سے
مفعلات باقی رہکر مفتعلن اور فاعلات سے بدل جاویگا اسکو مطوی کہتے ہین وقف بازاستادن اور
اصطلاح مین تاے مفعولات کا اسکان اسکو موقوف کہتے ہین کشف آلیسن و لغت ہین شین معجمہ
سے برہنہ کرنا اور سین مہملہ سے پاشنہ کے پیچھے کا کاٹنا لیکن علامہ زمخشری صاحب قسطاس کے
نزدیک شین معجمہ سے تصحیف ہی بہرکیف تاے مفعولات کے اسقاط کو کہتے ہین یہ رکن مفعولن کے ساتھ بدل
جاتا ہی اور مکشوف کے ساتھ مسمے ہوتا ہی صلم جڑ سے کان کاٹنا اور معنی اصطلاحی مین اختلاف
ہی صاحب قسطاس اور صاحب اسمعیل عباد اور صاحب شرح عروض اندلسی وغیرہم کہ عروضی
عرب ہین اخیر رکن سے وتد مفروق کے اسقاط کو کہتے ہین اس صورت مین یہ زحاف مفعولات کے
ساتھ مختص ہو اور بعضے عروضیان فارسی مثل مولانا یوسف عروضی اور شمس الدین قیس فاعلاتن
مین حذف اور قطع کے جمع کرنے کو کہتے ہین پس فاعل لام ساکن کے ساتھ باقی رہا پھر صورت
فعلن سے بدل جائیگا شمس فخری نے عروضیان فارس کا مذہب نقل کرکے اعتراض کیا ہی کہ
ہم تشعیث مین کہہ چکے ہین کہ جو وتد رکن کے بیچ مین ہو اوسمین تصرف جائز نہین پس یہ قول
مناسب نہوا مولف تذکرہ کہتا ہی کہ یہ اعتراض مہمل ہی کسواسطے کہ حذف کے بعد وتد نے اخیر
رکن کا حکم پیدا کیا اور منع جب ہی کہ وتد کا درمیان ہونا بالفعل متحقق ہو جیسے تشعیث مین
لیکن سواے مولانا یوسف اور شمس قیس کے اور عروضی اس اجتماع کو قطع کے نام سے
مخصوص کرتے ہین جیسے کہ سابق مرقوم ہو چکا بہرکیف جس رکن مین صلم واقع ہو اوسکو
اصلم کہتے ہین اسباغ اور تسبیغ لغت مین دراز کرنا اور اصطلاح مین ایک حرف ساکن کا
زیادہ کرنا اوس سبب خفیف پر کہ اخیر رکن ہو پس فاعلاتن اور مفاعیلن سے فاعلاتان اور
مفاعیلان حاصل ہوتا ہی اور فاعلاتان کو کہ غیر مستعمل ہی فاعلیان سے بدل دیتے ہین
اس رکن کو مسبغ تفعیل سے اور مسبغ افعال سے کہتے ہین اور بعضے اس زحاف کو تشاعی
شین معجمہ اور عین مہملہ کے ساتھ کہتے ہین گویا ایک حرف کی زیادتی سے رکن سیر ہو گیا

پس اس رکن کو شعث شین معجمہ سے کہینگے اذالہ ذال معجمہ کے ساتھ دامن کا لٹکانا اور اصطلاح
مین اوس وتد مین ایک حرف کے زیادہ کرنے کو کہتے ہین کہ اخیر رکن ہو جیسے مستفعلان اور
متفاعلان اس رکن کو مذال کہتے ہین ثلم ثاے مثلثہ کے ساتھ کسی چیز مین رخنہ پڑنا اور فعولن
کی فا کا گرانا تا کہ عولن باقی رہکر فعلن کے ساتھ بدل جاوے اور اس رکن کو اثلم کہتے ہین
ثرم ثاے مثلثہ اور راے مہملہ کے ساتھ آگے کے دانتون کا ٹوٹنا اور اصطلاح مین ثلم اور قبض
کا اجتماع تا کہ فعولن سے عول ضم لام کے ساتھ باقی رہے اور فعل سے بدل جاوے اس رکن
کو اثرم کہتے ہین یہ دونون زحاف یعنے ثلم اور ثرم حقیقت مین خرم اور خرب ہین لیکن فعولن
مین اس نام سے ساتھ مسمے ہوتے ہین جیسے خرم کی بحث مین مبین ہو چکا خبل خاے
معجمہ اور باے موحدہ کے ساتھ لغت مین عقل کی تباہی اور اصطلاح مین خبن اور طی کا اجتماع
پس مستفعلن سے متعلن تا اور عین متحرک کے ساتھ فاے اصغری باقی رہکر فعلتن سے بدل جائیگا
اس رکن کو مخبول کہتے ہین عضب عین مہملہ اور ضاد معجمہ کے ساتھ بز کی شاخ کا ٹوٹنا اور مفاعلتن
سے حرف اول کا اسقاط پس فاعلتن باقی رہکر مفتعلن کے ساتھ بدل جاویگا اس رکن کو
اعضب کہتے ہین عصب عین اور صاد مہملتین کے ساتھ ستور کا بار کیا میان ہونا گرسنگی
سے اور مفاعلتن کے لام کا ساکن ہونا پس مفاعیلن کے ساتھ بدل جاویگا اسکو معصوب
کہتے ہین عقل شتر کا زانو رسی سے باندھنا اور لام مفاعلتن کا اسقاط کہ مفاعتن باقی رہکر
مفاعلن سے بدل جاوے اسکو معقول کہتے ہین نقص کم کرنا اور کف اور عصب کا اجتماع پس
مفاعلتن سے مفاعلت تاے مضموم کے ساتھ باقی رہکر مفاعیل سے بدل جاویگا اسکو منقوص
کہتے ہین قطف قاف اور طاے مہملہ کے ساتھ درخت سے میوہ توڑنا اور حذف اور عصب
کا اجتماع پس مفاعلتن سے مفاعل لام ساکن سے باقی رہکر فعولن سے بدل جاویگا اس رکن
کو مقطوف کہتے ہین قصم قاف اور صاد مہملہ سے آگے کے دانتون کا ٹوٹنا اور عصب اور عضب
کا جمع ہونا اس زحاف سے مفاعلتن فاعلتن لام ساکن سے ہوجاتا ہے اور اسکی جگہ مفعولن
رکھتے ہین اور اسکو اقصم کہتے ہین جمم گوسپند کا بے شاخ ہونا اور عضب اور عقل کا اجتماع پس
صورت مین مفاعلتن سے فاعتن رہکر فاعلن سے بدل جاویگا اسکو اجم کہتے ہین عقص عین
مہملہ اور قاف اور صاد بے نقطہ سے شاخ گوسپند کا پیچیدہ ہونا اور عضب اور نقص کا اجتماع
پس مفاعلتن سے فاعلت لام ساکن اور تاے مضموم سے باقی رہکر مفعول سے بدل جاویگا

اسکو عقص کہتے ہین اضمار سنور کی کمر کا باریک ہونا اور تاے متفاعلن کا اسکان پس وہ رکن
مستفعلن سے بدل جاویگا اور اسکو مضمر کہتے ہین وقص قاف اور صاد مہملہ سے گردن کا توڑنا
اور اضمار اور خبن کا اجتماع پس متفاعلن کی تاے فوقانی اضمار سے ساکن اور خبن سے ساقط
ہوکر مفاعلن حاصل ہوگا اس رکن کو موقوص کہتے ہین کبل باے موحدہ سے بند کرنا اور خبن
اور قطع کا اجتماع پس مستفعلن فعولن ہوجاویگا اسکو مکبول کہتے ہین جزل جیم اور زاے تازی
سے کاٹنا اور طے اور اضمار کا اجتماع اس زحاف سے متفاعلن متفعلن رہکر مفتعلن سے بدل
جاتا ہی اسکو مجزول کہتے ہین ترفیل دامن دراز کرنا اور سبب خفیف لیسے وتد مجموع پر زیادہ
کرنا کہ آخر رکن ہی تاکہ مستفعلن اور متفا مستفعلاتن اور متفاعلاتن ہوجاوے اسکو مرفل کہتے ہین یہانتک
بیان تھا اون ازاحیف کا کہ مصطلح اہل عرب ہین اب بیان اون زحافون کا کیا جاتا ہی کہ اہل
فارس کی مصطلح ہین جدع جیم تازی اور دال اور عین مہملتین سے مفعولات کے دونون سبب
خفیف کو ساقط کرکے تاے فوقانی کا ساکن کرنا اسکی جگہ فاع رکھینگے اور اس رکن کو مجدوع
کہتے ہین ہتم حذف اور قصر کا اجتماع پس مفاعیلن سے مفاع باقی رہکر فعول سے مبدل ہوجائیگا
اسکو اہتم کہتے ہین جحف اول جیم تازی اور دوم حاے مہملہ فاعلاتن ہین سے اول خبن کے
ساتھ الف کو گرانا تاکہ فعلاتن باقی رہے پھر فاصلہ کا بھی ساقط کرنا پس تن باقی رہکر فع سے
بدل جائیگا اسکو مجحوف کہتے ہین تخنیق خاے معجمہ کے ساتھ بعینہ خرم ہی مگر یہ کہ خرم جب کہتے ہین
کہ بیت کے رکن اول ہین واقع ہو اور تخنیق جب کہ سواے رکن اول کے اور کسی رکن ہین
ہو پس مفعولن صدر ہین اخرم اور حشو ہین مثلاً مخنق کے نام کے ساتھ مسمی ہوتا ہی سلخ فاع لاتن
مفروقی سے دونون سبب کو ساقط کرکے وتد مفروق کے عین کا ساکن کرنا اسکو مسلوخ کہتے
ہین طمس فاع لاتن مفروقی سے دونون سبب کو ساقط کرکے جو باقی رہے یعنی فاع اوسکے
عین کا گرانا پس فاع کو فع سے بدل دینگے اسکو مطموس کہتے ہین جو عروضی کہ فاع لاتن مفروقی
کے وجود کے قایل نہین ہین اونکے نزدیک اس زحاف کا بھی وجود نہین ہی جب مفاعیلن سے
دونون سبب کا ساقط کرنا پس مفاعل سے بدل جاویگا اس رکن کو مجبوب کہتے ہین زلل
خرم اور ہتم کا اجتماع پس مفاعیلن سے میم بسبب خرم کے ساقط ہوئی اور بسبب ہتم کے کہ حذف
اور قصر کے جمع ہونے کو کہتے ہین دوسرا سبب خفیف تمام اور سبب خفیف اول سے یاے
تحتانی ساقط اور عین ساکن ہوکر فاع باقی رہا اسکو ازل کہتے ہین بجہ جدع اور کشف کا اجتماع

پس مفعولات سے لا باقی رہکر فع سے بدل جائیگا اسکو منحور کہتے ہین رفع اوس رکن سے
کہ دو سبب خفیف اوسکے اول ہون ایک سبب کا ساقط کرنا پس مستفعلن سے تفعلن
باقی رہکر فاعلن سے بدل جاوے اوسکو مرفوع کہتے ہین ربع فاعلاتن ہین حذف اور قطع
سے فاعل حاصل کرکے خبن کے ساتھ الف کا گرانا پس فعل باقی رہیگا اسکو مربوع کہتے ہین
تبر جب اور خرم کا اجتماع پس فاعلین سے علین بسبب جب کہ اور میم بسبب خرم کے ساقط ہوکر
فا باقی رہیگا اور فع سے بدل جاویگا اسکو اتبر کہتے ہین صاحب قسطاس فاعلاتن ہین حذف
اور قطع کے اجتماع کو تبر کہتا ہی اس صورت ہین فاعل باقی رہکر فعلن سے بدلجاویگا حذف
ساقط کرنا وتد کا پس مستفعلن سے مستف باقی رہکر فعلن سے بدل جاویگا جب از احیف
عرب وعجم کا بیان ہوچکا تو اب سننا چاہیے کہ ارکان مزاحف کا اسم اوس زحاف سے یا فعل
کے وزن پر مشتق ہوتا ہی یا اسم مفعول کے وزن پر مجرد ہو یا مزید فیہ اول جیسے ابتر اور
اہتم اور ازل وغیرہا اور دوم جیسے مقصور اور مقطوع اور مشعث اور مسبغ مشدد یا مسبغ
بدون تشدید اور مذال اور بعد اسکے اون چند چیزون کا بیان کیا جاتا ہی کہ او نسے آگاہ
ہونا واجبات اور اون پر مطلع ہونا مغتنمات سے ہی پوشیدہ نرہے کہ بیت کے مصرع اول
کے رکن اول کو صدر اور ابتدا کہتے ہین اور اسکے رکن اخیر کو عروض اور دوسرے
مصرع کے رکن اول کو مطلع کہتے ہین اور اسکے رکن اخیر کو ضرب اور عجز اور بعضے اسی مصرع
کے رکن اول کو ابتدا کہتے ہین نہ مصرع اول کے اور اگر صدر اور عروض یا مطلع اور ضرب کے
بیچ مین کوئی رکن ہو اوسکو حشو کہتے ہین سالم وہ بیت ہی کہ اوسکے ارکان مین زحاف واقع
نہوا ہو صحیح اوس بیت کو کہتے ہین کہ اوسکے عروض وضرب مین نقصان نہو منتقص وہ بیت ہی
کہ اوسکے ارکان مین زحاف نے راہ پائی ہو تام وہ بیت ہی کہ اوسکے صدر مین زحاف نہو
اگرچہ عروض اور ضرب مین نقصان ہوا ہو وافی وہ بیت ہی کہ تجزیہ سے سالم ہو گو کہ اوسمین
تجزیہ جائز ہو معتدل وہ بیت ہی کہ عروض اور ضرب ایکطرح کے ہون کہ حروف اور
حرکات مین کچھ تفاوت نہو موفور وہ بیت ہی کہ اوسکے اول مین وتد ہو اور وہ وتد خرم سے
سالم رہے پس موفور اخرم کا ضد ہی متعادہ بیت ہی کہ اوسکے عروض اور ضرب مین بطریق
اشباع اور اذلہ اور ترفیل کے کچھ زیادہ نکرین مجزو وہ بیت ہی کہ اصل دائرہ سے دونون
مصرعون کے اخیر سے ایک ایک جزو کم کرین مشطور وہ بیت ہی کہ اصل دائرہ سے نصف کم کرین

مثلاً مثمن کو مربع کریں منہوک وہ بیت ہے کہ اصل دایرہ سے دو ثلث کم کریں جیسے منسرح سے کہ
مستفعلن مفعولات مستفعلن دو بار ہے چار رکن کم کرکے بیت کی بنا دو رکن مستفعلن مفعولات
پر رکھیں مثلاً من بشتہی البادنجان عربی ہیں اور کہ میخزد بادنجان فارسی ہیں ایک بیت ہے
اول مستفعلن مفعولان اور دوسرے مفاعلن مفعولان کے وزن پر بعد ان مراتب کے لازم ہے کہ
اوزان رباعی کا حال مجملاً مرقوم ہو معلوم کیا چاہیے کہ رباعی کے اوزان ہزج مثمن سے ماخوذ ہیں
اور وہ اوزان دس رکن سے ترکیب پاتے ہیں ایک اونمیں سے سالم ہے یعنے مفاعیلن اور
نو مزاحف اور وہ یہ ہیں مفعولن اخرم مفعول اخرب مفاعیل مکفوف مفاعلن مقبوض فاعلن
اشتر فعول سکون لام سے اہتم فعل مجبوب فاع ازل فع ابتر ان ارکان دہگانہ سے چوبیس
وزن حاصل ہوتے ہیں بارہ ایسے کہ اونکے اول مفعولن اخرم اور بارہ ایسے کہ اونکے اول مفعول
اخرب ہے اور ان اوزان کا رکن اخیر ان چار رکنوں میں سے ایک ہوتا ہے فعول فعل فاع فع اگر
رباعی ان اوزان پر ہو اوسکو اصطلاح میں رباعی کہینگے اور جائز ہے کہ ہر مصرع رباعی کا اوزان
مختلفہ رکھتا ہو یا سب ایک وزن پر ہوں اور عادت عروضیوں کی یہ ہے کہ ان اوزان کے واسطے دو شجرہ معین
کرتے ہیں ایک شجرہ اون بارہ وزن کے واسطے جنکے اول مفعولن اخرم ہے اوسکو شجرہ اخرم کہتے ہیں
اور دوسرا شجرہ اون بارہ وزن کے واسطے جنکے اول مفعول اخرب ہے اسکو شجرہ اخرب کہتے ہیں
راقم اون دونوں شجرہ کو مرقوم اور مثالیں ہر وزن کی بنابر اختصار کے حذف کرتا ہے

شجرۂ اخرم	شجرۂ اخرب
مفعولن مفعول مفاعیل فعول فاعلن مفاعیلن فاع مفاعیل فعول فعل مفعولن مفعولن	مفعول مفاعیلن مفعول فعول مفاعیلن مفاعیل فعول مفاعیلن فع مفاعیل فعول فعل

معلوم ہو کہ تقطیع شعر کا طریق ازبسکہ مشہور اور موزون طبع کو طریقہ اوسکا معلوم ہے اسواسطے

اسجگہ طول کلام سے حذر کیا اور اوسکی تحریر کو طول لاطائل سمجھا چوتھا مطلب قافیہ در اسمین بہی کمال
اختصار پر نظر ہی کہ طول عبارت سے طبیعت سامع ملول اور خاطر نازک رنجیدہ ہو اسمین ایک
مقدمہ اور کئی فصل ہین مقدمہ تعریف قافیہ مین طالبان کمال پر مخفی نرہے کہ قافیہ ایسے حروف و حرکات
کا نام ہی کہ اواخر ابیات یا اواخر مصاریع مین واجب التکرار یا مستحسن التکرار ہون اور قید اخیر کا
فائدہ یہ ہی کہ شعراے فارس تاسیس اور دخیل کو مثلا مستحسنات بدیعی کے قبیل سے جانتے ہین نہ کہ
قافیہ کے متحقق ہونے مین ان سے چارہ نہین ہرچند اس صورت مین ذکر ان حروف کا تعریف قافیہ
مین ضرور نہ تھا لیکن چونکہ شعراے عرب کے نزدیک ماہیت قافیہ کی جزو ہین عروضیان فارسی نے
انکی تقلید سے انکو بھی اجزاے قافیہ کے ساتھ محسوب کر لیا ہی پس ان حروف کو حروف قافیہ سے
شمار کرنا باعتبار مجاز کے ہی

فصل حروف قافیہ

جاننا چاہیے کہ قافیہ کے نو حروف مشہور ہین روی تاسیس دخیل ردف قید وصل خروج
مزید نائرہ روی حرف اخیر اصلی قافیہ جیسے کار و بار کی رے اور تغافل اور تجاہل کا لام اور
کم اور دم کی میم لیکن گاہے حروف زائدہ کو تبکلف روی قرار دیکر حرف اصلی کے ساتھ مشابہ
کر دیتے ہین جیسے دین اور زرین کہ نون غنہ حرف زاید ہی کہ یاے نسبت کو لاحق ہوگیا ہی
اور عالم یعنی ماسوے اللہ اور حالم اسی حال مین تاسیس وہ الف ہی کہ روی سے پہلے اور روی
اور اسمین ایک حرف متحرک واسطہ ہو جیسے جاہل اور کاہل کا الف اور ہاے ہوز کا نام دخیل ہی
اور دخیل کا اختلاف درست ہی کسواسطے کہ جاہل کا قافیہ عادل کے ساتھ روا ہی یہ ضرور نہین کہ
ہر قافیہ مین وہی حرف بعینہ مکرر ہو اور یہ دونون واجب التکرار نہین اسیواسطے عادل کا قافیہ
دل کے ساتھ بھی درست ہی ردف الف ساکن ماقبل مفتوح اور واو ساکن ماقبل مضموم اور یاے
ساکن ماقبل مکسور کہ حرف روی سے پہلے بلا واسطہ واقع یا حرف ساکن واسطہ ہو اول جیسے کار
اور بار اور دور اور شور اور دیر اور زیر اور دوم جیسے کاست اور ماست اور دوست اور پوست
اور زیست اور چیست لیکن جاننا چاہیے کہ جب ردف اور روی مین حرف ساکن واسطہ نہو
تو الف اور واو اور یا کو مطلقا ردف کہتے ہین اور جب حرف ساکن واسطہ ہو تو اون تینون حرف
کو ردف اصلی اور اس ساکن کو ردف زائد کہتے ہین اور ردف زائد چھ حرف ہوتے ہین جیسے
اس بیت مین مذکور ہین ؎

حروف زائد شش بود ای ذ دوقید ن	خاص ورائے قید مین وشین وقاف ونون

مثلاً ناخت اور باخت توخت اور سوخت ریخت اور بیخت تینون حرف کے ساتھ کار آید اور آخر حرف
الف کے ساتھ کاست اور راست اور دوست اور پوست اور چیست اور زیست تینون حرف
کے ساتھ کاشت اور داشت فقط الف کے ساتھ اور یافت اور تافت اور کوفت اور رفت
ماضی رفتن کی کہ رفتن اوسکا مخفف ہی اور شگفت اور فریفت تینون حرف کے ساتھ اور
ماند اور افشاند فارسی مین سوائے الف کے اور حرف کے ساتھ دیکھا نہین گیا لیکن الفاظ
ہندی مین واو اور یا کے ساتھ بھی پایا جاتا ہی جیسے بوند بمعنی قطرہ اور توند معنے شکم بزرگ
اور نیند بمعنے خواب اور گیند بمعنے گوے نہایت یہ ہی کہ واو اور یا کہ ایک مین معروف اور
دوسرے مین مجہول ہی اور ردف اصلی دو قسم ہی معروف اور مجہول معروف وہ واو اور یا
تحتانی ہی کہ اوسکے پہلے ضمہ اور کسرہ خالص ہو جیسے نور اور سور اور میر اور پیر اور مجہول وہ کہ
اوسکے پہلے حرکت خالص نہو جیسے زور اور شور اور دیر اور زیر اور معروف اور مجہول کا
جمع کرنا متقدمین کے نزدیک بعض مین درست اور بعض مین نادرست ہی اسکا بیان خوف
الطناب سے اس مختصر مین مناسب نہین لیکن متاخرین کے نزدیک مطلقاً ناجائز ہی اور
باوجود جائز نہونیکے کوئی ایسا نہین کہ اس سے احتراز کرنا ہو چکا اسکے امثلہ واضح اور مشہور
ہین اسواسطے مثال کا لکھنا امر زائد معلوم ہوا قید سوائے حروف ثلثہ مذکورہ کے وہ حرف
ساکن ہی کہ روی سے اول بغیر واسطہ کے واقع ہو پس قید مین واو ماقبل مفتوح اور یا ماقبل مفتوح تمام
حروف صحیح داخل ہو گئے مثلاً دور اور غور اور سیر اور دیر فتحہ اول کے ساتھ اور درد
اور زرد اور پشت اور مشت اختلاف اس حرف کا نہایت مکروہ ہی اور طبایع سلیم پر نہایت
گران لیکن اگر قریب المخرج ہو تو البتہ چندان گرانی محسوس نہو جیسے شہر اور بحر وصل وہ
حرف زائد ہی کہ روی کو لاحق ہو جیسے بارش اور خارش خروج وہ حرف ہی کہ وصل کو لاحق
ہو مزید وہ حرف ہی کہ خروج کو لاحق ہو جیسے دانائی اور توانائی کہ نون روی اور الف
وصل اور یا پہلے یا خروج اور دوسرے مزید نائرہ جو حرف کہ مزید کو لاحق ہو اسکی مثال فوافی
فارسی مین بیشتر پائی جاتی ہی جیسے گفتیمشان و سفتیمشان کہ یا وصل اور میم خروج اور شین مزید
اور الف و نون نائرہ **فصل** حرکات قافیہ مین معلوم کیا چاہیے کہ حرکات قافیہ چھہ ہین رس اشباع
حذو توجیہ مجری نفاذ رس الف تاسیس کے پہلے حرف کی حرکت مثلاً جاہل اور کاہل کی جیم

اسکی وجہ یہ ہی کہ حرکت روی کی صورت مین وہ حرکت توجیہ نہین ہی اور جب توجیہ نہوئی تو حرکات
قافیہ مین سے نہوئی اور جب حرکات قافیہ سے نہوئی تو اوسکا اختلاف قافیہ کا عیب نہوا اکتفا صرف
روی کا اختلاف جیسے آب اور باد سناد اختلاف ردف جیسے جان دین آکیا اسکرار
قافیہ دو طرح کا ہی خفی اور جلی ایطاے خفی یہ ہی کہ تکرار ظاہر نہو جیسے آب اور گلاب کہ سوا سکے
کہ گلاب بسبب کثرت استعمال کے ایک کلمہ معلوم ہوتا ہی اور اسی قبیل سے ہین تاے مصدر
کلمات عرب مین جیسے محنت اور الفت اور رفعت اور ایطاے جلی یہ کہ تکرار ظاہر ہو جیسے
دولتمند اور خردمند ستمگر اور فسونگر اور جو قافیہ کہ ایطاے جلی پر مشتمل ہو اوسکو قافیہ
شایگان کہتے ہین پس ایطا عیب قافیہ ہی اور شایگان قافیہ معیوب لیکن معلوم کیا چاہیے کہ ایطا
یہی ہی کہ مطلع کے ہر دو مصرع کا قافیہ مکرر نہوا ہو بلکہ اگر مطلع کے مصرع ثانی یا اور ابیات غزل کا
قافیہ ہو کہ سواے مطلع کے پہلے مصرع کی تکرار کو رکھتے ہین ایطا اور مطلع عیوب مین داخل نہین اور اسکی وجہ
تامل چاہتی ہی اور اسلیے اوسکے بیان سے اغماض کیا معمول وہ قافیہ ہی کہ کلمہ قافیہ ہونے کی صلاحیت
نرکہتا ہو مگر بعد تصرف کے قافیہ ہو جاوے اور یہ تصرف دو طرح ہی ایک تحلیل کے ساتھ یعنے ایک
کلمہ کے دو جزو کرکے ایک کو قافیہ ٹھہراوین اور دوسرے کو ردیف مثلاً بنا قافیہ کی الف پر ہو اور
ردیف منفی جیسے [illegible] تھا اور [illegible] تھا اور اسکے ساتھ [illegible] نہ تھا قافیہ کرین پس [illegible] کے دو جزو کرکے
[illegible] کو قافیہ اور نہ کو ردیف مین محسوب کیا اور دوسرا ترکیب کے ساتھ یعنی دو کلمہ کو ایک کلمہ قرار
دیکر قافیہ کرین مثلاً قافیہ خانہ تھا اور شانہ تھا اور روانہ تھا ہو اور کیا نہ تھا اسکے ساتھ استعمال
کرین پس ظاہر ہی کہ لفظ نہ اور کیا کو ایک کلمہ قرار دیکر خانہ وغیرہ کے ساتھ قافیہ کیا ہی لیکن اہل
تمیز پر واضح ہو کہ معمول عیب قافیہ نہین بلکہ قافیہ معیوب ہی جیسے شایگان اور عیب قافیہ
تحلیل یا ترکیب ہی مگر عادت ارباب فن کی یہ ہی کہ شمار عیوب مین لفظ معمول مذکور کرتے ہین

فصل روی کے احوال مین

روی دو قسم ہی مقید اور مطلق روی مقید روی ساکن کو کہتے ہین جیسے کار اور بار اور
روی مطلق روی متحرک کو اور اگرچہ جمہور اسی روی متحرک کو مطلق کہتے ہین کہ بسبب وصل کے حرکت حادث ہوتی ہو جیسے
بارش اور خارش کی رای مہملہ کا کسرہ لیکن راقم کے نزدیک وہ روی بھی مطلق ہی کہ
اوسکی حرکت اضافت یا صفت سے حاصل ہو جیسے کار خلق اور یار خلق اور کار نیک
اور یار نیک

فصل اوصاف اور القاب قافیہ کے بیان مین

جو قافیہ کہ سوائے روی کے اور کوئی حرف قافیہ نہ رکھتا ہو اوسکو مجرد کہتے ہین جیسے صبر اور جبر اور اگر اور حرف رکھتا ہو تو اوس حرف کے ساتھ ملقب ہوتا ہی جیسے کار اور بار قافیہ ردف اور یار اور صبر قافیہ یا حرف قید اور جاہل اور کاہل قافیہ موسس ان امور کی تفصیل اسقدر ہی کہ یہ مختصر اوسکی گنجایش نہین رکھتا اسواسطے اوس سے اغماض انسب معلوم ہوتا ہی اگر کسیکو اس امر کا اشتیاق دامنگیر ہو تو رسالہ ردفی جناب افادت مآب استادی و مولائی مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے کا مطالعہ کرے کہ یہ مطالب اوسمین اس کیفیت کے ساتھ ہین کہ اوسکی توصیف حیطۂ بیان سے خارج ہی

فصل ردیف کے بیان مین

ردیف وہ کلمہ مستقل ہی کہ بعد قافیہ کے مذکور ہو خواہ متحد المعنی خواہ مختلف المعنی قسم اول جیسے لفظ نہ تھا اس شعر مین

قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا — پر ترے عہد سے آگے تو یہ دستور نہ تھا

اور قسم دوسری جیسے اس شعر مین

رہنے نہ اگر غیر سے دیتے تمھین باہم — اسطرح سے ہوتے نہ کبھی تمسے جدا ہم

قافیہ با اور جدا ہی اور ردیف ہم لیکن مصرع اول مین معنے یکدگر ہی اور دوسرے مین ضمیر متکلم اور کبھی ردیف لفظ غیر مستقل بھی ہوتی ہی جیسے قافیہ معمول مین اسکے مثال کی کچھ حاجت نہین

فصل حاجب کے بیان مین

واضح ہو کہ حاجب وہ لفظ مستقل ہی کہ بیت اگر ایک قافیہ رکھتی ہو تو اوس قافیہ سے پہلے اور اگر ذو قافیتین ہو تو اون دونون قافیون کے بیچ مین مکرر واقع ہو اول کی مثال یہ شعر ہی

بسکہ درد و غم سے ہی دشوار یان ای یار کار — اشک کا آنکھون مین رہتا ہی بندھا ای یار تار

اور مثال دوسرے کی یہ شعر

کس کے لب پہ دل سے آہ سرد آتی ہی سدا — کان مین ہردم جو اک پر درد آتی ہی سدا

ہر چند کتابون مین حاجب کی یہی دو صورتین مذکور ہین لیکن ایک صورت اور بھی خیال مین آتی ہی کہ ذو قافیتین مین دونون قافیون سے پہلے واقع ہو جیسے اس شعر مین

غیر ونکو جب سے تجھسے ہوا اختیار یار — عاشق تری نظر مین ہوا بے شمار خوار

مقصد تیسرا

اقسام شعر اور اونکی تعریف کے بیان مین معلوم کیا چاہیے کہ نظم کی قسم ہر فرد رباعی غزل قصیدہ تسبیب قطعہ مثنوی مسمط ترجیع مستزاد ہر چند تسبیب شعر کی قسم علیحدہ نہین ہی بلکہ قصیدے کا جزو ہی کہ باعتبار ایک حیثیت کے باقی اشعار سے ممتاز ہی اور اسیطرح سے مستزاد کہ بعضے اصناف شعر مثل فرد اور رباعی اور غزل ایک صورت خاص مین اس اسم کے ساتھ مسمے ہو جاتے ہین اور حال اسکا اپنے اپنے محل مین مشروحاً دریافت ہو جاویگا لیکن آسانی فہم اور مبتدیون کی تفہیم کے واسطے اقسام مین داخل کر کے ہر ایک کا بیان علیحدہ کیا جاتا ہی فرد ایک شعر کو کہتے ہین کہ کوئی اور شعر اوسکے ہمراہ نہو خواہ دونون مصرع مقفیٰ ہون خواہ مصرع اخیر مثال اسکی ظاہر ہی رباعی دو بیت کا نام ہی خواہ مصرع اول اور ثانی اور رابع ہم قافیہ ہون خواہ چارون مصرع اور رباعی کیواسطے چوبیس وزن خاص معین ہین کہ اونکا بیان عروض مین ہو چکا ہی اس نظم کی دو بیت پر بنا ہونے کی وجہ یون لکھتے ہین کہ جسوقت شاعر نے یہ وزن اختراع کیا اوسوقت نہایت فرحت اور انبساط مین تھا اور زہرہ اور عطارد مین نظر تسدیس یا تثلیث اور آفتاب و مشتری مین نظر تثلیث تھی اور خاص و عام اس وزن سے نہایت محظوظ تھے اُسنے اس نظم مین دو بیت پر اختصار کیا تاکہ طول سخن طبیعت سامع مین ملال پیدا نکرے مثال قسم اول کی

یہ رباعی میر کی

چپکا چپکا پھرا نکر تو غم سے	کیا حرف و سخن عیب ہی کچھ محرم سے
آخر کو مرگے رہتے جنون ہوتا ہی	اے میر کوئی بات کیا کر ہم سے

اور مثال قسم ثانی کی یہ رباعی میر کی

ہجران مین کیا سب نے کنارا آخر	اسباب گیا جینے کا سارا آخر
نے تاب رہی نہ صبر و یارا آخر	آخر کو ہوا کام ہمارا آخر

غزل ایسی چند بیت متحد الوزن کو کہتے ہین کہ بیت اول کے دونون مصرع کا قافیہ باقی ابیات کے مصرع اخیر کے قوافی کے ساتھ متحد ہو بیت اول کو مطلع کہتے ہین اور یہی تعریف ہی قصیدے کی لیکن فاصل اور فارق ان دونون مین یہ ہی کہ غزل بارہ تیرہ بیت سے متجاوز نہین ہوتی اور قصیدہ کے واسطے نہایت نہین ہی مگر غالباً سو ڈیڑھ سو بیت سے زیادہ نہین کہتے

اور اس زمانے مین غزل بیس پچیس بیت تک بھی کہتے ہین اور غزل و قصیدہ مین اسطرح فرق کرتے ہین کہ اگر مضمون ہر بیت کا مختلف یا عاشقانہ ہو تو اوسکو غزل جانتے ہین اور اگر مدحت یا نصایح اور مثل اسکے ہو تو قصیدہ اور متاخرین غزل مین تخلص یعنے نام شاعر کا مقطع مین اور قصیدے مین جس بیت مین چاہتے ہین ذکر کرتے ہین اور قدما غزل مین تخلص کو مقطع کے ساتھ مخصوص نہین کرتے تھے اور بہتر یہ ہے کہ مضمون غزل عاشقانہ ہو تاکہ لفظ غزل کی مناسبت باقی رہے کس واسطے کہ غزل لغت مین عورتون سے باتین کرنے کو کہتے ہین

اور قصیدہ مغز غلیظ کو کہتے ہین جو کہ عادت قدما کی یہ تھی کہ قصیدے مین الفاظ متین جو ممدوح کی تجشم اور علو شان پر دلالت کرین استعمال کرتے تھے اس نام کے ساتھ موسوم کیا نسیب چند بیت کا نام ہے کہ قصیدے مین مقصد سے پہلے بطور تمہید کے مذکور کرین اور جو کہ ان ابیات اور اشعار مدح وغیرہ مین کوئی واسطہ چاہتے بعد اون ابیات کے ایسی ایک بیت ہوتی ہین کہ مقصد کی طرف متوجہ ہونے پر دلالت کرتی ہین ان بیتون کو عربی مین تخلیص اور فارسی مین گریزگاہ کہتے ہین نسیب کو تشبیب بھی کہتے ہین اور جو کہ نسیب لغت مین عورتون کی باتین کرنے کو کہتے ہین اور تشبیب ذکر ایام شباب کو غالبًا اوایل حال مین یہ بیتین صرف عاشقانہ ہوتی ہونگی پھر رفتہ رفتہ اور مضامین مثل شکایت روزگار یا فخریہ وغیرہ پر بھی مشتمل ہونے لگین راقم غزل و قصیدہ کی مثال سے نسیب کی مثال پر قناعت کر کے سودا کے اوس قصیدے سے جو بسنت خان کی مدح مین لکھا ہے نقل کرتا ہے

کل حرص نام شخصے سودا پہ مہربان ہو
بولا نصیب تیرے سب دولت جہان ہو

گر اشرفی روپے کی خواہش ہو تیرے دل مین
ظاہر ترے پہ ہر جا گنجینہ نہان ہو

لعل و گہر کی ہووے تجکو اگر تمنا
مصرف کے بیچ تیرے اشیا بحر و کان ہو

عمدہ تو اسقدر ہو سرکار بیچ تیرے
مور و ملخ سے زائد خیل ملازمان ہو

جاہ و جلال ایان تک دیوے تجھے زمانہ
جب ہو تری سواری صد فیل پر نشان ہو

گر ملک چاہتا ہے تو تخت بیچ تیرے
ہندوستان سے لیکر اور تا باصفہان ہو

آگے تو کیا کہون مین دل چاہتا ہے تیرے
قبضے مین لے زمین سے اور تا باسمان ہو

سنکر یہ حرف بولا سودا کہ قدر و رتبہ
کب اشرفی روپے کا نزدیک عاقلان ہے

یہ تو جو سے ہین تنے آفاق مین کہ جنکو
کیسے سے دور کیجے کام اپنا تب وان ہے

ہین اون مصاریع سے موافق اور قافیہ مین مخالف ہوتا ہی اور گاہ گاہ یہ مصرع بھی اوکن مصاریع کے ساتھ قافیہ مین اتحاد رکھتا ہی اور یہ امر اوس مسمط کے پہلے بند سے ظاہر ہی کہ اوسکے چند مصرع مطلع غزل کے ساتھ الحاق کیے جاوین مصنف مناظر الانشا لکھتا ہی کہ مولانا وحید تبریزی کے رسالہ مین کہ عروض اور قافیہ اور بدیع پر مشتمل ہی مرقوم ہی کہ مسمط چار مصرع سے دس مصرع تک ہوتا ہی پس یہ تعریف مربع اور مخمس اور مسدس اور مسبع اور مثمن اور متسع اور معشر کو شامل ہی یہانتک کلام اوسکا منتہی ہوا لیکن مثلث بھی پایا جاتا ہی اور جاننا چاہیے کہ جب ابیات مسمط کے مکرر ہو جاوین تو چاہیے کہ اخیر کے مصرع قافیہ مین متحد ہون مثلث اور مربع اور مخمس کی مثال مرقوم ہوتی ہی کہ کثیر الوجود ہی اور باقی ہین اشعار کم پائے جاتے ہین

مثلث میر کا

کیا کہون ہین عاشق و معشوق کا راز و نیاز ۔ ناقہ را میراند لیلی سوے خلوت گاہ ناز

ساربان در رہ حدے میخواند و مجنون میگریست

مربع ایک بند مرثیہ قاسم رضی اللہ عنہ کا تصنیف سودا کا

گر داوسکے برائی سر و سینہ سے ملے خاک ۔ سب چاک گریبان کیے با دیدۂ نمناک

فریاد و فغان انکی سے بر گنبد افلاک ۔ نزاشک تھما ہر دکا یہ دیکھ نہ زن کا

مخمس سودا کا

مجھے تو زور ہی ساقی کی یہ ادا بھائی ۔ کہ پہلے جام کی مر خاک پر چھڑکوائی

جو پوچھا مین تو کہا مجھسے سن یہ سودائی ۔ چہ با حبیب نشینی و بادہ پیمائی

بیاد آر محبان بادہ پیمارا

ترجیع مصنف مناظر الانشا نے اسکی تعریف اسطرح کی ہی کہ ترجیع وہ شعر ہی کہ حصہ کیا جاوے ایسی بیت کے ساتھ کہ اوسکے ہر مصرع مین قافیہ ہو اور ہر حصہ اوسکا چند بیت صاحب مطلع ہوتے ہین کہ وزن اور قافیہ مین اتحاد رکھتے ہون اوس حصہ کرنے والے بیت کو بند ترجیع کہتے ہین اور وہ بند غالبًا ہر جگہ ایک ہی بیت ہوتی ہی اور گاہ گاہ غیر اول کی او بند چاہیے کہ ابیات سابق سے باعتبار معنی کے مرتبط ہو اور شمس فخری معیار جمالی مین لکھتا ہی کہ ترجیع کئی قسم ہی اول یہ کہ شاعر پانچ یا سات یا نو یا گیارہ بیتین جس وزن اور قافیہ اور ردیف مین چاہے کہے اور بعد اوسکے ایک اور بیت لاوے کہ اوس قافیہ

اور ردیف پر ہوا ور پھر اوسی قدر شبین کہ پہلے کہی ہین کہکر ایک اور بیت لاوے اسیطرح جسے آخر تک اتمام کو پہونچاوے اون ابیات کو خانہ اور اوس بیت کو بند کہتے ہین دوسرے یہ کہ بعد ہر خانہ کے ابیات بند ایسے ہون کہ قافیہ اور ردیف مین اتحاد رکھتے ہون اگر ابیات بند کو جمع کرین ایک قطعہ ہو جاوے تیسرے یہ کہ بند ہر جگہ ایک ہی بیت ہو چوتھی قسم یہ ہی کہ سب خانون کی ردیف ایک اور قافیہ مختلف ہو یا بالعکس یہان تک شمس فخری کا کلام تمام ہوا مؤلف کہتا ہی کہ صاحب مناظر الانشا کے لکھنے سے کہ بند گاہ گاہ غیر مکرر ہوتا ہی اور اقسام اربعہ مذکورہ کی پہلی اور تیسری قسم کی عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ ترکیب بند بھی ترجیع کی ایک قسم ہی اور ماہران فن پہ واضح ہی کہ ترکیب بند اونھین اشعار کو کہتے ہین کہ ان دونون صورتون مین سے کسی صورت پر ہوا اور شمس فخری کے اس قول سے کہ اگر اون ابیات کو جمع کرین تو ایک قطعہ ہو جاوے معلوم ہوتا ہی کہ ہر بند کے دوسرے ہی مصرع مین قافیہ ہو نہ یہ کہ پہلا بند بشکل مطلع کے اور باقی ابیات ابیات باقی غزل کے طور پر اور شعرائے قدیم وحال کے کلام کا مشاہدہ بھی اسی کی تائید کرتا ہی اور دو بیت پر بھی خانہ کی بنا رکھتے ہین اس روزگار مین یہ اشعار مسدس کے نام سے مشہور ہین اسمقام مین کچھ مثالین مرقوم ہوتی ہین قسم اول ترجیع بند مولوی عبد الکریم سوز تخلص خلف الصدق جناب اوستادی مولوی امام بخش صہبائی عم نوالہ

یاد ایام کہ باہم تھی محبت منظور — عیش و عشرت ہی سے رہتا تھا سدا دل معمور
لب پہ آتا ہی نہ تھا حرف فراق و ہجران — نہ جدائی کا وہان ذکر نہ یان کچھ مذکور
نہ اوسے شوق کہ کیجے ستم و جور و جفا — نہ یہ کچھ جبر ہمین پر کہ سہین ظلم ضرور
وان ہوا ظلم تو اک ناز سمجھ کر اوسکو — یان سہا جور تو الفت کا سمجھ کر دستور
بیقراری کا نہ تھا دل مین کہین نام و نشان — نہ یہ تھی سینہ مین سوزش نہ جگر مین ناسور
اتنی بے صبری و بے طاقتی و بیہوشی — نہ یہ دل مین نہ وہ جان مین نہ وہ سر مین مستور
نہ غم و درد سے پایا کبھی دن کو تاریک — نہ کبھی رات کو اندوہ سے دیکھا دیجور
دور تھا یون ہی کبھی درد و غم و حسرت سے — جیسے اب عیش و مسرت سے ہوا ہون مہجور
دل سے ارمان مرے رہتے تھے سدا پاس ہی پاس — یاس و افسوس سدا جان سے رہتے دور ہی دور
دل مین ہوتی تھی نہ اسطرح کی سوزش پیدا — جان رہتی تھی خناب اپنی مثال کافور

یعنی وہ راز کہ تھا لاکھ طرح سے پنہان
لعل کی عشق کی غیرت نے حقیقت جسدم
میرا آزار اوسمین مشتہر گیا بدغم
اور اک آپ نے چاہا کہ بلا سے کچھ ہو
تمہد کا شوبد کیا ہاتھ سے اپنے ہیہات
چل سکا کچھ نہ جب اور کوئی لیرا نکلا
تفرقہ ڈال دیا مجھ مین اور اوسمین ایسا
آگ کے بھکانے سے یون حرف وفا میٹ گیا
دم کے دم مین وہ یہ بگڑا کہ کہون کیا ہمدم

کر دیا بات کی ہی بات مین سب پر مشہور
لگ گئی آگ اوسمین سنکے یہ ذکر و مذکور
میری ایذا ہوئی ہر طرح سے اونکو منظور
مار ہی ڈالین اسے جان سے حتی المقدور
اور جیسی منت رگ جان مین نیش زنبور
رہی تکلیف کے دینے سے رہے سب مجبور
لفظ مہمل سے ہو جسطرح سے معنی مہجور
جیسے تھا ہی نہ کبھی لوح پہ دل کی مسطور
اتنی مضبوط محبت پہ خلاف دستور

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

تھی عجب نام خدا حسن کی اوس گل کے بہار
دل لیے جاتا کہ بیان کا بھی تماشا کیجے
ہاتھ ملنے کے سوا کچھ بھی نہ حاصل ہوگا
مین کبھی سمجھا کہ اگر دل کا نہ مانا کہنا
دل ہی بیزار جو ہوگا تو خرابی ہو گی
دل کے کہنے کو ہر اک طرح مقدم جانا
کر کے ہر ایک سے ہر طرح رسائی پہونچا
اور وہان جاکے پھر اک طرز سے اک حیلے سے
جا کے دیکھا تو وہ دیکھا کہ نہ دیکھا نہ سنا
بھر گیا نور سا آنکھون مین یکایک جو مری
آنکھ کہتی تھی کہ اب طاقت نظارہ ہے طاق
نظر شوق کا ایما کہ اسے بت کہیے
عقل کہتی تھی کہ ہے اسمین فرشتہ کا ظہور
کسر شان اوسکی جو بت کہیے خدا کہیے تو کفر

حسن و خوبی کا شگفتہ تھا وہ گویا گلزار
ورنہ ہوگا یہ مزا مفت نصیب اغیار
اور رہ جائیگی یون ہی یہ بہار آخرکار
تو یہ دل ہی کہین ہو جاوے نہ مجھسے بیزار
جان بھی تنگ آکے ہو جائیگی پھر رو بفرار
اور ہوا سیر و تماشے کے لیے مین طیار
ایسے کوچے مین کہ تھا وان کا پہونچنا دشوار
جسکا منظور نظارہ تھا کیا وان بھی گذار
وہان جو پایا تو یہ پایا کہ کرون کیا اظہار
ہو گیا دیکھ کے حیرت سے مین نقش دیوار
دل یہ کہتا تھا کہ بانسے ہی نہ ہیو زنہار
اور رہین لیجیے الفت مین اسیکی نار
عشق کہتا تھا کہ دیدیجے خدا اسکو قرار
اوسکے حق مین تو کہین کیا کہ ہے کہنا دشوار

اور اگر کہیے تو اتنا ہی زبان سے کہیے
نہ خدا تھا نہ بشر تھا نہ ملک تھا نہ پری
اسقدر مایۂ خوبی پہ وفا بھی کچھ تھی
ہوگیا ربط نظر ملتے ہی ایسا باہم
لیک تھی کچھ تو حیا مانع نظارۂ شوق
کبھی یہ ڈر کہ کہین جاے مقدر نہ الٹ
کبھی یہ خوف کہ اس عیش و مسرت مین ہم
تھے بھرے سینے مین یا تنگ تو غم و درد و الم
منع نظارے کے تھے اتنے تو سامان موجود
چند مدت تو یون ہی شرم و حیا مین گذری
بغرض یون ہے ظاہر تو کہ گویا کچھ بھی
اور باطن مین جو دیکھو تو وہی شوق وصال
بعد چندے جو اوٹھا شرم و حیا کا پردہ
اب زمانے کا نہ کچھ خوف نہ کچھ بیم رقیب
رہگئے بلبل و گل دونون ہم گلشن مین
چند مدت تو اس انداز سے گذری اوقات
یعنی اوس رخ پہ ابھی کھلنے بھی پائی تھی نہ آنکھ
نہ ہین حسن کی پہلی سی تر و تازگیان
زلف سنبل تھی مگر کچھ تھی پریشانی اور
نہ وہ پیشانی مین چین اور نہ جبین مین وہ مزا
چشم اوسکی وہی نرگس تھی پہ حیران حیران
لب تھے اک غنچۂ سربستہ سو اب وا دیکھے
نہ وہ غفلت نہ تغافل نہ وہ پہلی سی حیا
نہ وہ عشوہ نہ وہ غمزہ نہ وہ ناز و انداز
نہ وہ پنجہ نہ وہ ساعد نہ وہ بازو نہ وہ دوش

کہ خدا جانے وہ کیا تھا نہین کھلتا اسرار
اور جو دیکھو تو ز سر تا بقدم پُر انوار
بیوفائی کا نہ تھا نام کو ذکر و اذکار
کہ جہان مین کہین دیکھا نہ سنا ہو زنہار
اور تھے کچھ خلل انداز رقیب و اغیار
نہ زمانے کے کہین ہووین مبدل اطوار
تفرقہ ڈالے نہ لاکر کوئی چرخ دوار
اور اسطرح سے تھا دل پہ ہجوم افکار
نظرین سراسیمہ بھی ہو رہتی تھین آپس مین دوچار
اور ہوئی خلق پہ آپس کی نہ الفت اظہار
نہ تعلق اوسے مجھسے نہ مجھے اوس سے ہی کار
وہی نوبت وہی صورت وہی الفت وہی پیار
نہ رہا مانع نظارۂ باغ دیدار
نہ نصیبے کی طرف سے کوئی کھٹکا زنہار
نہ وہ خاطر مین خلش اور نہ دامن مین وہ خار
پھر نئے سر سے اوسی غم نے کیا دل مین گزار
کہ لگے ہونے عیان خط کے سے کچھ کچھ آثار
نہ ہی آئینہ سان پہلی سی تاب رخسار
نہ وہ اگلی سی خم و چم تھی نہ ویسی طرار
نہ وہ مژگان کی کجی اور نہ وہ ابرو خمدار
نگہ اک مے تھی مگر جس سے کہ افزون ہو خمار
تھی جو سوسن سی زبان ہوگئی کیسی طرار
نہ وہ شوخی نہ وہ باتین نہ وہ لطف گفتار
نہ ادائین نہ اشارے نہ کرشمے ہر بار
نہ وہ گردن نہ وہ سینہ نہ وہ ناف آئینہ وار

۲۰

	کسے ز بیکسے نامے نہ خبرے	
نگہ پہ داغ مژہ اشکبار لب پہ ہے دم نہ کوئی یار نہ کوئی رفیق و نے ہمدم		خورشید وفا نہ سے نہ دیکھ اپنا الم شناسے کوئی کہ کہے کون اوس سے اپنا غم
	نہ قاصدے نہ صبا سے نہ مرغ نامہ برے کسے ز بیکسے نامے بر و خبرے	

مستزاد ایسا کلام منظوم ہی کہ اوسکے مصرع یا بیت کے بعد اسطرح سے ایک پارہ کلام زیادہ کیا جاوے کہ بحسب معنی اوس نظم سے مرتبط ہو مگر جاننا چاہیے مستزاد رباعی و غزل وغیرہ کے مقابل نہیں ہی بلکہ رباعی وغیرہ کے ساتھ جمع بھی ہوجاتا ہی یعنی رباعی و غزل مستزاد ہوتے ہیں اور اگر مقابل ہوتے تو اون دونون کا جمع ہونا محال تھا اور یہ امر کہ وہ پارہ کلام جو زیادہ کیا جاتا ہی نثر ہی یا نظم ایک بحث دور و دراز رکھتا ہی اسکی تفصیل استادی مولوی جناب مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے کے رسالہ قافیہ سے جسکا نام وافی ہی دریافت کرین کہ اوس سے بہتر کسی کتاب مین مرقوم نہین ہی ملخص کلام یہ ہی کہ وہ پارہ بھی نظم ہی نہ نثر جیسے کہ بعضون کا گمان ہی اسجگہ رباعی مستزاد پر کفایت کرتا ہون میر

کیا کیا آتی ہے اپنے دل میں لیکن تو مست گذارہ ہو کے غیروں کی جا	کیا کیجے کہ آہ چھپ چھپ کر رات		صحرا میں ہر ایک کے لیکنگ تجھ بن ہم پھیرتے تسبیح رہیں ساری رات		غم ہے جو ہزار انکا بس جان ان کا

خامہ خام رقم اس مقام پر تحریر تبصرہ سے فارغ ہوا اب چاہتا ہی کہ جادۂ مقصود اصلی یعنے تذکرہ شعراے فصاحت بیان مین سرگرم ہو اور سر انجام امر ضروری مین آمادہ بلکہ مولف بیچارہ کی انگشت کو مرکب اور صفحہ کو میدان قرار دیکر قریب تھا کہ جولان کرے ناگاہ خرد دقیقہ شناس نے صدا دی کہ اے حق ناشناس تیری طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہی کہ اسماے شعراے بلیغ کی تسلسل مین حروف تہجی کی رعایت منظور ہو اور یہی طور ملحوظ اس صورت مین کلام نامی نظام اعلیحضرت سلطنت پناہی ظل الٰہی زیبندۂ تخت جم ہو ورندۂ عساکر خدم خلد اللہ ملکہ اور سخن اعجاز مشابہ وارث تاج و نگین ولیعہد باعز و تمکین حضا عفت الہ جلالتہ و قدرہ اگر انہین اسماکے سلک مین منسلک ہو تو راہ اسارت ادب کسقدر مسلوک اور قاعدہ دانی کی مخالفت کسقدر مرعی ہو گی اور اگر اوسکی تحریر سے قاطبتہ ہاتھ کھینچا جاوے اور اوس بحر زخار سے ایک قطرہ اور اوس چشمہ بیکران سے ایک نم بھی ہاتھ نہ آوے تشنہ لبان وادی استعداد کی

ہمین ہی ایک اوسی گلعذار سے اخلاص
جو دیکھون بزم مین اوس شوخ جنگجو کیطرف
کیا ستم ہی وہ مسیحا ہمیں کرتے ہین ستم
تو نہ گیا ہون سوکھ کے کانٹا سا مین حقیر
کوہ کو پانی کرا ئے نالہ خارا گداز
اے خدنگ یار کیون سینہ سے نکلا جاے ہی
خدا ہ آ کہین اے رشک مسیحا کہ یہ ہی حال
ہین باغ دلکشا مین بھی تجھ بن گرفتہ دل
نہ ملی مجکو ہو جاتی ہی جسدم غیر کے منھ سے
نہ پوچھ تو ہجر کی شب کیونکہ ترے سوختہ جان
یہان تو کہتے ہین لائینگے ہم کچھ اوسکو کہہ نسکا
کہے دیتی ہین نگاہین ہی تمھاری سب کچھ
سینہ پہ دھر کے دیکھ ذرا ایک بار ہاتھ
میرا دل رمیدہ ہوا کب کسیکا صید
وفور گریہ نے میرے بچا لیا ورنہ
بلا سے دلکو وہ لیجاے پر کچھ ایسا ہو
قابو نہ دل کا مرے ہی عشق تجکو اختیار
اللہ اللہ رے ان بتون کا غرور

اوسے ہزار سے الفت ہزار سے اخلاص
چھری کو دیکھ کے دیکھے مرے گلو کی طرف
اور کہتے ہین کہ یہ لطف و کرم کرتے ہین ہم
لیکن کھٹکتا اب بھی ہون چشم حسود مین
مارے سر سے ہمین دو چار ٹھکرا دو مین
ہم ترے رہنے کو اپنے دلمین گھر دیتے تو ہین
پانی ہین چھوڑتے ترے بیمار کے منھ مین
ہون اسطرح کہ جیسے گنہگار بند مین
شکایت ہم تری اے دلربا ملنا رسنتے ہین
شمع کی طرح سے رو رو کے سحر کرتے ہین
وہان جا کر مرے ہمدم نہ کہتے ہین نہ سنتے ہین
کیا ہوا گر نہین تم کہتے حیا سے کچھ ہم
یہ حال ہی کہ اوچھلے ہی دل جا رہا ہاتھ
قسمت سے آگیا ہی ترے یہ شکار ہاتھ
جیا جلکی تھی مری آہ شعلہ بار سمجھے
کہ جان ہاتھ سے اوس شوخ فتنہ گر کے بچے
سبق غم درد و الم جو ہی ترا آوردہ ہی
یہ خدائی نہین تو پھر کیا ہی

کلام وحی نظام قائمقام حضرت خلافت پناہی بانی بناے سلطنت و دستگاہی ولیعہد داور روزگار والی شہر و دیار آشناے بحر تدقیق غواص محیط تحقیق مستجمع عز و جلال مرجع دولت و اقبال وارث تاج و نگین شہریاری مستحق تخت و افسر کامگاری شایستہ الطاف مرزا فتح الملک بہادر دام اقبالہ و ضاعف اجلالہ کہ وجود باجود اس منبع فضل و افضال کا از بسکہ ایک رمز ہی رموز پردہ غیب سے اور ایک سر ہی اسرار عالم لاریب سے بمقتضاے اسکے الاسماء تتنزل من السماء حاملان عرش سخن نے اس عرش تاز کمال کا نام نامی رمز مقرر کیا کہ اسم بامسمے کا مصداق مہیا ہو اور دعوے بادلیل جلوہ نما ہو

دل اپنے سینے پہلو سے رمز جب آپ روٹھے
یان یہ حالت کہ دم لبون پہ ہے
تم نے تھے غیر کے گھر مین شب کو
اونکے آنے کی اگر کوشش مین
منھ دکھانا ہے خدا کو اک دن
تیرا ہی تو ظالم تو پھری کیا پھیر دے
پیٹون جنون مین سر کو کہ روکون میں سنگ کو
معلوم ہوگی داور محشر کے سامنے
اپنا نہ جانتے تھے جو ای رمز تم اوسے
چھپانے کو زخم ناخن تو خدا نے دیدیے
آگئی موت تو ہوگی کہ یون ہو تو سو بہتر نہ
شوق کہتا ہے کہ چل اور ضعف سے
خستہ تن ہے مرا تیرا بگڑا
یاد بت مین عمر گذری یان تو رمز
یا تو وہ رہتے تھے میرے دل مین رمز
کیون نہ لب حسرت سے کاٹون کہ میرے سامنے
دل لے تو گئے ہین وہ ہمارا
کاٹ دے اسکو بھی تو ای قاتل
اپنے رہنے کا ٹھکانا اوس گلی مین ہو نہو
کیا جانے آج دل کو مرے ہوگیا ہے کیا
رمز ہین صورت پہ اوسکی شیفتہ
ہاتھون سے ترے بچا نہ وہ بھی

کھو ہی کچھ آپ کے ای بندہ پرور اور رہین
وہان وہ غفلت کہ کچھ خیال نہین
بس چلو یون ہی سہی جانے دو
جان جاتی ہے تو چلی جانے دو
ای بتو اتنی خودی جانے دو
یہ بھی حسرت رہ جاتے ہین ترے خنجر کو
تھامون قلق مین دل کو کہ رکھون جگر پہ ہاتھ
پرسش ہوئی جو مجھسے کسی دادخواہ کی
کیون جان ایک غیر کے پیچھے تباہ کی
پر مجھے اب چہ نمک کوئی نمکدان جیا ہے
کہ سر ہو پانون پہ قاتل کے اور سجدہ مین دم نکلے
اوٹھ نہین سکتا قدم کیا کیجیے
کیا ابھی انفصال ہوتا ہے
کیا کہوگے وان خدا کے سامنے
پا کیا گھر اوس مین اوسکے تیر نے
بوسہ اوس لب کا لیا جام شراب ناب نے
پہ دیکھیے اوسکو کیا کرینگے
لگ رہی گردن اک ذرا سی ہے
رمز اوسکے دل مین پر اپنا ٹھکانا چاہیے
پہلو مین یار اور اسقدر اضطراب ہے
آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے
اک رمز تھا جان فشار ہی ہے

آغاز تذکرہ

آغاز تذکرہ

راقم رنگین نگار صابر عجز شعار حسب صفحہ اوراق کو لآلی آبدار و گوہر شاہوار یعنے
اشعار دُر نثار حضرت ظل سبحانی خلیفہ ربانی اور افکار جواہر نگار قائم مقام سلطان

ولیعہد خلیفۂ دوران خلد الله ملکہا سے زیب و زینت دے چکا اب اقتضاے مقام یہ ہے کہ تحریر تذکرہ مین کمر ہمت کو چست اور عزم سخن سنجی کو درست کرے تا کہ یہ شبدیز قلم بوادی اس میدان وسیع مین جولان دکھاوے اور ہمت خامہ بہ استطاب معلی القاب مالک العلوم جمع الفضائل جامع شرع ناظم انشا ناظم آثار ربہ و اسوۂ علما رانہ است کمال جامع گیر فضل و افضال جامع حسنات دنیا و دین مولانا و بالفضل اولینا مولوی محمد صدر الدین دام مجدہ کے کلام معجز انتظام سے آغاز کتاب کو رونق پذیر کر کے سعادت کونین حاصل کرتا ہے زہے بلندی تاشر کہ

تاج تاریخ نظم چو بیک و زینت خجستہ دوران آمد

باب الالف الف ممدودہ

آزردہ نام بلند مقام اوس جامع مفاخر و معالی کا ہے کہ فضل و کمال اوسکے سایۂ حمایت مین اگر فرق دانش فلاطونی پہ بشکوہ رکھے تاج افتخار سے مشرف کرے اور علم و ہنر اوسکی طبیعت رسا کی اعانت سے اگر ارسطو کی بلندی کمال کو خاک مذلت پر کھینچے فلک اعتبار پر ظہور اندیشہ اگر فلک فہم سکے اوج تک پہونچے اوسکے ایوان جاہ کے کنگرہ کو ہزار فرسخ سے مشاہدہ کرے اور فکر اگر لامکان سے سو مرحلہ آگے جاوے اوسکے شہسوار کمال کا غبار گرد قدم اسی طرف سے نظر آوے یعنی افضل فضلاے روزگار اکمل کملاے شہر و دیار زبدۂ نتائج سعود افلاک اسوۂ شتابندگان عرصۂ خاک قدردان ہنر مرتبہ شناس ہنر ور مرجع معانی رنگین و مضامین دلنشین مولانا و بالفضل اولینا مولوی مفتی محمد صدر الدین کہ اس جزو زمان مین عہدۂ صدر الصدوری کی مسند انکے زیور تمکن سے ممتاز اور انکے قصر عدل و انصاف کو ایوان نوشیروان پہ ناز ہے علم اگر انکے گوشۂ طبیعت مین معتکف نہوتا سبک تازی جہل سے پامال ہو جاتا اور کمال اگر آنکی ذات سے شرف نہ لیتا سر اعتبار کو اوج فلک تک نہ پہونچاتا فکر رسا انکی گر مجھ سے تفصیل طلب ہو قطرۂ آب کے نقطہ سے سطور امواج استعداد پیدا کرے کہ ریگ صحرا اوسکے شمار مین کافی نہوا اور دانہ ریگ مین لشتہ خاک کا اتنا ہجوم نظر آوے کہ اگر قطرات بحر اور رشتہ موج تسبیح نبے اوسکے حساب کے واسطے وافی نہو ہیہات یہ کیا نافہمی ہے کہ ایسے جامع معقول و منقول اور حاوی فروع و اصول کو کہ مجلس علم و کمال اور بارگاہ تکمیل و اکمال مین علماے نحریر اور کملاے بے مثل و نظیر امید استفادہ مین گوش بر آواز اور تحصیل کمالات اور استیعاب فوائد سے کہ کتاب افادت سے ایک حرف اور نسخہ ارشادات سے ایک نقطہ

تقطیع میں تصور نہین کیا جاتا ہو ہنگامۂ دعویداران ہنر مین ممتاز ہین چار بالش منصب بلند یعنے تحقیق مسائل علمیہ اور تدقیق غوامض فہوم پر متمکن دیکھنا اور انظار فلک گذار اور افکار آسمانی سیر کو استعارت سے نامہ نگاران وحی والہام کے بیان سے لمحہ لمحہ کامیابی کو مشاہدہ کرنا اور ان مراتب علیا اور مدارج والا سے مطلق غافل گذرنا یعنی نہ آسمان ہیئت و نجوم کی معراج کا وصف اور نہ زمین طبیعیات کی سیر کی مدح نہ منطق کی زبان آوری کا حال اور نہ سررشتۂ بلاغت کی رسائی کا واگویہ نہ بستان حکمت اشراق کی چہار باغ افروزی کا مذکور اور نہ عرصۂ مشائیت کی غبار انگیزی کا ذکر نہ حدیث کی صحابیت اور نہ تفسیر کا بیان نہ فقہ کی مہارت کے اوصاف مین اپنی طرف سے اجتہاد نادرون کی تقلید نہ توصیف اصول مین ریشہ دوانی اور نہ تعریف فروع کا شاخ و برگ اور پھر اس گوہر بے بہا کو سلک تشبیہ مین منسلک کرنا یعنی شعرا کے عداد مین معدود رکھنا اور نہ خیال یہ کرنا کہ شاعری کیا چیز ہی کہ ان مراتب بلند مین حساب کیجاوے اگرچہ ان مدارج مین سے کمتر ہی شمار مین آوے شناسائے سوانح نزدیک و دور اور دانائے حقائق امور کو خیالات محض اور وہمیات صرف سے وصف کرنا نقاشی انگار خانۂ ارژنگ کو نقش روے آب اور مشاہدات ہنگامۂ بیداری کو تخیلات عالم خواب سمجھنا ہی لیکن دانشمندان فہیم جانتے ہین کہ حبیب خداوند مرتبہ شریف صنعت تجنیس کو اختیار کرتا ہی اگرچہ اوس صنعت سے اوسکے مدارج بلند کو نہ تنزل حاصل ہوتا ہی لیکن اوسکی بلندی مراتب سے اوس صنعت کا سر آسمان سے لگ جاتا ہی ہرچند نسبت شاعری سے انکو ننگ و عار ہی لیکن شاعری کو انکے ساتھ منسوب ہونا پایۂ اعتبار اور مایۂ افتخار ہی

ای کہ نامم ز وننگ شدہ از ذلت شعر		شعر از عزت او دنیاب برآمد ز ذلل

اس محل مین ایسی بلند منقبت کا ذکر کرنا بلندی پایۂ سخن کا اظہار اور علو مرتبہ شاعری کا اشتہار ہی نہ اظہار شاعری سے ممدوح کا پایۂ اعتبار بڑھانا یا فن سخن کے وسیلے سے اوسکے مرتبۂ امتیاز کو آسمان پر پہونچانا اگر شعر اوس سے بلند مرتبہ ہوجاتا شعری نسبت شعر سے آسمان برین تک نہ پہونچتا اور اگر نظم اوس سے آرائش نہ لیتا عقد ثریا متابعت نظم سے نثر کواکب مین آب و تاب نہ پاتا جو کہ بیان اوصاف اور تبیین مدائح خامۂ خام رقم کی مجال سے خارج ہی تا گزیر اشعار ریختہ و فارسی سے کچھ کچھ تیمنا تختۂ کاغذ پر مرتسم کرتا ہون کہ اوس عالی درجات کی بلندی مراتب پر اوسکے سخن کا دلالت کرنا گویا اوسکے اوصاف کو اوسکی زبان معجز بیان سے سماعت کرنا ہی

	اشعار ریختہ	

ایک آشنا کی زبان سے مسموع ہوے

اوسکے قامت کی یاد مین ہمنے
مصرع سرو انتخاب کیا

تونے دریا مین اک نگاہ کے ساتھ
قطرہ آب کو شراب کیا

ان خراباتیون کی صحبت نے
تجکو آباد کیا خراب کیا

آتش تخلص ہی عاشق دل سوختہ سخن خواجہ حیدر علی لکھنؤی کا طوطی خوش لہجہ شکرستان سخن اور بلبل رنگین نواے گلشن معنی تھا مضامین شوخ اوسکے الفاظ پاکیزہ مین متمکن جیسے آئینہ مین سیماب اور معانی رنگین اوسکی عبارت مین جاگزین جیسے مینا مین شراب نکتہ ہاے برجستہ اور اشارات دور اور زبان پاکیزہ اور عبارت شستہ اور رنگینی معنی اور شوخی مضمون اور غرابت تشبیہ اور تازگی طرز ایک بزم مین ہنگامہ آرا اور ایک منظر سے چہرہ کشا ہین باعتبار تخلص کے آتش تھا باعتبار تواضع کے خاک باعتبار تن کے سست تھا باعتبار فکر کے چالاک مشق سخن کو کہنہ کر دیا تھا اور طرز سخن کو جدید طبیعت کو گنجینہ کیا تھا اور قلم کو کلید دیوان فصاحت نبیان اوسکا انواع سخن سے مملو ہی اور ہر سخن جان نوازی مین باد مسیحا اور آب حیات سے ہم پلہ نقل اون اشعار کے اہل مذاق کی ضیافت طبع کے واسطے مائدہ اوراق پر چنے جاتے ہین

بل نہ نکلا تری زلفون کا صنم شانے سے
واقعی زور ہین پیچ اشکل مین ہوتا

چھوڑتا میرے گریبان کو نہین دست جنون
کیا یہ اسکو کسی محبوب کا دامن سمجھا

خانہ زنجیر سے مثل صدا اوڑتا ہون اب
یاد آتا ہی کف پا مین کھٹکنا خار کا

خم ندامت سے کیا محراب مین کعبہ کے سر
گردن زاہد سے بوجھ اوٹھا نہ جب زنار کا

آہ و نالہ سے سوا چرچا خموشی کا ہوا
پاس رسوائی نے ہمکو اور رسوا کر دیا

سمجھتے تھے نہ ہم اتنا دراز اے جنون تجکو
گریبان سے تعلق ہو گیا موقوف دامن کا

سبک وضعونکا احسان کھینچتا ہی داغ پیشانی
نشان مٹتا ہی روے زخم سے کب تار سوزن کا

مفسدے جو کہ ہون اوس چشم سیہ سے کم ہین
فتنہ پردازی جسے کہتے ہین فن ہی کسکا

درمان سے اور درد ہمارا ہوا دو چند
مرہم سے داغ سینے مین ناسور ہو گیا

بڑا شور سنتے تھے پہلو مین دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ نکلا

چال ہی مجھ ناتوان کی مرغ بسمل کی تڑپ
ہر قدم پر ہی گمان یہان رہ گیا وان رہ گیا

نیا تماشا غضب ہی نگہ کا تیر ای دل
ابھی سینے سے لبون پر دم اٹکتا ہی عبث
کیا اثر ہو مری آہون سے بتون کے دل مین
غرور عشق زیادہ غرور حسن سے ہی
سامنے ہوتی نہین اوس شمع رو کے اپنی آنکھ
تشنۂ دیدار مجھ سا دوسرا کوئی نہین
حلاوت کچھ تو ہی ہو دیکھے اپنی جان شیرین کو
بے حجاب ہو نکلا اگر شہر ہی اقلیم عدم
فاتحہ پڑھنے کو آئے قبر آتش پر نہ یار
روان رکھتا ہی خون آنکھون سے ہجر اک نہر سا نکلا
کون ہی جو تری دوری مین نہین مرتا ہی
وہ کمان کش ہی کشش سے دل کی امید قوی
کوچے سے یار کے نہ صبا دور پھینک اسے
مشتاق اہل میکدہ ہین یان کرم کرے
کوچۂ یار مین سایہ کی طرح رہتا ہون مگر
بہت خراب رہا میکدہ مین ای آتش
سپرد کسکے مرے بعد ہو امانت عشق
لٹیے دل اوسکی چتون پہ ہزارون
آشنا معنی سے صورت آشنا ہوتا نہین
زہر کھاتے ہین طلبگار شہادت قاتل
تھی آرزو کہ تجھے گل کے روبرو کرتے
ہمیشہ نہ میسر ہوا تو خوب ہوا

تجھی کو سامنے آفت رسیدہ ہونا تھا
ٹھہرنا اچھا نہین جب ہوا ارادہ دور کا
صدمہ کھینچے نہ رگ سنگ کبھی نشتر کا
اودھر تو آنکھ پھیری دم اودھر روانہ ہو
ای صبا محفل سے پروانہ کی خاکستر اوٹھا
سب سے پہلے مجکو ای ہنگامۂ محشر اوٹھا
مزہ چکھتے ہین مردم جان کنی کی تلخ کامی کا
دیکھتا ہون جیسے ہوتا ہی دہ عریان پیدا
وہ بھی دن ہین پاس الفت اسقدر جاتا رہا
شفق آلودہ رہتا ہی ہلال اپنے گریبان کا
ایک گھر رہنے نہ دیگی شب ہجران آباد
تیر پہلو سے مرے نکلے تو پیکان چھوڑ کر
مدت کے بعد آئی ہی خاک اپنی راہ پر
در پر ہی کا لطف نہین خانقاہ پر
در کے نزدیک کبھی ہون کبھی دیوار کے پاس
خدا پرست ہی چل خانۂ خدا کی طرف
اوٹھائے کون یہ بار گران نہین معلوم
ہوئے بے ساختہ پن پہ ہزارون
آئینہ دل کی طرح سے حق نما ہوتا نہین
ہاتھ سے تیرے ترے بے سرو پا جاتے ہین
ہم اور بلبل بیتاب گفتگو کرتے
زبان غیر سے کیا شرح آرزو کرتے

آذر تخلص ذو الفقار علیخان ابن حیات علیخان ابن معتمد الدولہ احمد علیخان ابن نواب یعقوب علیخان چوشاد ولی خان وزیر احمد شاہ بادشاہ کے بھائی اور بادشاہ کی طرف سے شاہجہان آباد کے قلعدار تھے ذو الفقار علیخان موصوف شعر کی اصلاح

مرزا اسد اللہ خان غالب سے لیتا ہی جو کہ نوجوان و شوخ طبع ہی بمقتضاے الاسما تنزل من السما تخلص بھی مناسب مزاج کے واقع ہوا ہی یہ چند شعر اوسکے لکھے جاتے ہین

مرے ستانے نے کام اوس سے اک جہان کے لیے
جو مین نہون تو نہو گردش آسمان کے لیے

شکر بیروان زبان کٹتی ہی
شکوہ کرنے کی کیا مجال ہمین

ہوتے ناخوش تیان دیکھا جو مجکو
خدنگ غمزہ نے گویا خطا کی

آرزو تخلص میرزا علاء الدین عرف میرزا کالے خلف میرزا منور بخت ولد میرزا فیروز بخت ابن حضرت شاہ عالم بادشاہ غازی نور اللہ مرقدہٗ اگرچہ نومشق و کم گو ہین لیکن خوش فکر و تیز فہم ہین فن سخن مین استفادہ راقم ہیچمدان سے ہی یہ چند شعر اونکے انتخاب ہو کر لکھے گئے

[illegible] آگ [illegible] آسمان کیسا
چڑھا ہی زور پہ اب نالہ و فغان کیسا

بہا تو کیا نفس [illegible] ہی مجکو اوڑا
ہوا ہوں روز کے صدمون سے ناتوان کیسا

رہا ہین ہاتھ ہی سے ہو ٹوٹ تو یون کہے بلبل
کہ آج لوٹے ہی گلچین یہ گلستان کیسا

نہ اونکو سننے کی طاقت نہ مجکو کہنے کی
سنے ہی کون کہے کون اور بیان کیسا

کسیکے حال کی تجکو نہین خبر مطلق
تڑپ رہا ہی پڑا ایک نیم جان کیسا

کہے ہی پند ہمین پند گو خدا کی ہی شان
کہان کا آج ہمارا یہ غمگسار آیا

رو رو کے خون اوسنے بھی حسرت نکال لی
عاشق کا تو نے خون نہ بہایا تو کیا ہوا

یان بیخودی ہی مانع نظارہ ہم نفس
اوسنے جمال اپنا دکھایا تو کیا ہوا

آزادگان کو مانع وحشت نہین ہی قید
زلفون مین تم نے دل کو پھنسایا تو کیا ہوا

ہی وہی غفلت اور وہی بے نیازیان
احوال دل گر اوسکو سنایا تو کیا ہوا

تری حاجت نہین کچھ جانے بجانے کی کہ اب
تجھ سے آگے ہین وہان آپ چلا جاتا ہون

آرزو کی مجھے کیا ہی کہ ساقی ہر دم
ان نگاہون سے ہی سرشار ہوا جاتا ہون

نگاہون کے ملاتے ہی نہ تھا گویا کہ سینے مین
عجب ہی دل کے لینے کا ہی ڈھب اوس شوخ پرفن کو

آخر اوس آہوے رم خوردہ کو لایا ہی نہ کھینچ
میری اس جذبہ الفت کے اثر کو دیکھو

رہتا ہی غم سدا ترے اس مبتلا کے ساتھ
گویا کہ آشنا کو ہی ربط آشنا کے ساتھ

زاہد نہ تو تربت کو کہ اوسکا بھی ہی ظہور
کرتا ہی کیا معاملہ نادان خدا کے ساتھ

اسیر کبھی بد دماغ وہ ہوتے ہین یا نصیب
وان بے نیازیون سے نہین کچھ خیال بھی

اوسکو لڑائیون کا کہان ضعف سے دماغ
محفل مین تو اعدا کو بلایا مرے آگے

آئینہ ہی لے بیٹھے ہو جب چھیڑ تو دیکھو
احباب جو کچھ حال مرا کہوین تو کہوے

ہے ایک بوسے پہ سودا ہمارے دل کا کہ ہم
روز یون ہی وصل مین لازم ہے تکرار گفتگو

بعد مرنے کے بھی اوسکی ہے تمنا باقی
فارغ البال ہوے تم مجھے دیکر بوسہ

آرزو کو بھی غم و افسوس تمنا نے چھوڑا
ہر چند بات کہتے ہین ہم التجا کے ساتھ

ہم لب کو کس امید پہ کھولین دعا کے ساتھ
کھینچے نہ جنگ آرزوے مبتلا کے ساتھ

اور باتین بنانے لگے کیا کیا مرے آگے
محفل مین جب آتا ہے خود آرا مرے آگے

لے بیٹھے ہو تم ذکر کہان کا مرے آگے
لحاظ نفع و خیال ضرر نہین رکھتے

شوق بڑھتا ہے زیادہ آپ کی تکرار سے
سر تو باقی نہین اور ہے وہی سودا باقی

ابھی سو طرح کا ہے آپ سے دعوا باقی
عاشقون مین ترے ایک ہی رہا تھا باقی

آزاد تخلص مرزا اکبر شاہ پسر مرزا عادل ابن مرزا سلیمان شکوہ بہادر مرحوم خوش فکر خوش ذوق ذکی الطبع شوق علم تصوف نے ضمیر حقیقت تخمیر پہ استیلا پایا ہے جوان خوبصورت وجیہ زندہ شرب بیباک مزاج آزاد وضع گویا کہ اسم با مسمےٰ ہین یہ چند شعر ثمرہ طبیعت معرفت کوش اوسکے معرض تبیان مین آئے ہے

پھر آئیگا کیا جی مرا تنگیِ قفس سے
وہ اور ہین جنکی شب ہجران کو سحر ہے

ہم یہ سمجھے تھے چھپائیگا گنہگارون کو
آزاد کو مت پوچھو کیا اوسکا ٹھکانا ہے

آزاد چپکا رہنا آنکھون سے برا ہے
عجب اعجاز ان آنکھون نے دکھایا چشم قاتل مین

تمھارا جذبۂ الفت جو بچاتے تو بچاتے
وہ بن سنور کے ترا بیٹھنا وہ شرمانا

یہ تو کہیے کہ ٹالیگا مجھے مرقد مین تو چین
یان آہ بھی لب تک آ نہ پہونچی

سو بار بھی کیا ہو کے گرفتار نہ آیا
یان شام ہوئی حشر کی اور یار نہ آیا

پر بہت تنگ ہے محشر ترا دامان دیکھا
جس کوچے مین دن گذرا وان شب بھی رہا ہوگا

پھٹ جائیگا کلیجہ کچھ بات بھی کیا کر
کہ اک تیر نگہ اور آ کے بیٹھے لاکھ کے دل مین

وگرنہ کام کیا ہم بیخودون کا روز محشر مین
وہ دیکھ آئینہ کہتا کہ دیکھنا مجھکو

یا وہان بھی ہے کوئی فتنہ اوٹھانا باقی
کیونکر کرتے ہین لوگ نالے

آزاد ترے پاس نہ زر ہی نہ زور ہی
تجھسے کوئی ملے تو کس امید پہ ملے

خستہ (حاشیہ)

آشفتہ تخلص گلاب سنگھ متوطن شاہجہان آباد قوم کھتری عین آغاز شباب و عالم نوخاستگی مین شہید خنجر مژگان یار اور زخمی تیغ ابروے دلدار تھا سینہ سوزان داغ عشق سے لبریز اور دل صد چاک زخم محبت سے گل خیز وہ رخسار کہ موج نسیم کے لطمے سے ارغوان زعفران ہو جاتا تھا یاسمن زرد ہوکر زخم ناخن کی سعی سے چاہتا تھا کہ عندلیب مزاجونکی نظر مین ہر گل حمر کے لباس مین جلوہ نما ہو اور وہ آنکھ کہ خواب مستی مین طلبگاران سینہ چاک کے حال سے غافل ہی معشوق سست پیمان کے انتظار مین دیدہ عشاق سے بیخواب تر ہوکر شکوہ گزار تغافل کے سامنے حجاب سے نہوتی کہ شاید طرز نیم خوابی اسی حیلے سے پیدا ہو خار مژہ آب گریہ سے ایسا تر کہ نہ کسی سینہ کے پار گذرتا اور نہ کسی دل مین خلش پیدا کرتا نہ شانہ کو چین زلف تک رسائی اور نہ سرمہ کو منظر چشم سے خود نمائی ہر دم کے زلف سلجھانے مین کاہل کوشی اور ہر وقت کے سرمہ لگانے مین اغماض اور چشم پوشی خرام ناز صحرا نوردی وحشت سے بدل گیا اور رنگ عشرت دل مین خون ہوکر یکبار چشمہ چشم سے ابل گیا خم ابروے ہم وضع تسلیم شوخی رفتار نقش قدم سے ہم صحبت و ندیم طبیعت یاد معشوق مین اشعار عاشقانہ سے لگنے لگی اور آنکھ تصور جمال مین آرہانہ سے لگنے لگی زلف وبال ہوگئی اور خواب خیال بعد اوس ستمگاری خنجر گذاری کی تطاول چرخ نے ایسا بے بس کر دیا کہ جیب اور پیرہن بس نکلا خنجر آبدار سے آپ اپنا سر کاٹ کر راہ دلدار مین نثار کر دیا یہ ایک سانحہ عجیب ہی کہ قلم کی زبان اسکے بیان سے چاک ہوتی ہی اور طبیعت ناقل کی اس حکایت سے دردناک ہر چند اس واقعہ کو پچیس۲۵ برس کے قریب گذرے لیکن دلہاے اندوہگین پر وہ غم آج تک تازہ ہی اور طبائع دردمند مین وہ الم لیے اندازہ شعر ریختہ مین گو کسی ماہر فن سے مشورہ نہ تھا لیکن جودت فکر اور سلامت طبع سے چاشنی کلام راستہ مزہ تھی اور وضع معاملہ بندی کی ایسی دلچسپ تھی کہ اگر اوسکے اشعار کی بیاض عاشق مزاجونکے سینے سے الگ نہو تو کچھ عجب نہین جن دنون مین غازی الدین خان کے مدرسہ مین کہ شہر کے دروازہ اجمیری سے باہر واقع ہی طالب علمان مدرسہ بزم مشاعرہ ترتیب دیتے تھے راقم تذکرہ نے اوس گلرخسار کو اوسی مشاعرہ مین دیکھا اور اوس عندلیب گفتار کو اون ہمنفسون مین کہ جو سننے والے تھے شعرا ان چند اشعار کی تحریر مین خامہ ہمنواے نوحہ ماتم اور ہمآواز نالہ غم ہی سے

لگا کہ سمجھا تھا اوس عدم کی شب ہجران [illegible] کو
جلاتی آتش غم ہی مرے دل کی تمنا کو

دل مین آشفتہ ہین توبون کا خیال
لب پہ باتین ہین یار رسائی کی

مین تو شکوہ نہیں کرتا ہون غم فرقت کا
تم ہی کرتے ہوگے سب مجھسے مر یجان او [illegible]

کوے جانان دو قدم ہی ناتوانی دل [illegible]
کو قدم اوٹھتا نہین پر کچھ تو ہمت چاہیے

آشوب تخلص میر [illegible] خاندان سیادت سے تھا لیکن عنایت سلطانی سے لقب خانی کا انکے آبا و اجداد مین [illegible] خوش اخلاق نیک طینت دوست و دشمن کے ساتھ ایک وضع سے بسر کرتے ہوئے [illegible] اوسنے [illegible] کبھی ابتدا سے انتہا تک اپنے سخن کو میر نظام الدین ممنون کی نظر اصلاح سے گذرانا اور [illegible] طرز پر اس طرح سے چلا کہ اسکے شعر پر اوستاد کے سخن کا اشتباہ ہوتا تھا گویا دونون مین ایک بات تھی واقع مین یہ ہی کہ مدد فکر بلند اور متانت طبع رسا اور کمال استعداد علمی فراہم ہو کر اس سخن سنج کے کلام کو آسمان تک لے گئین یہ چند شعر اوسکے مرقوم ہوتے ہین

گنبد کے بوجھ سے محشر تلک پہونچ [illegible]
اسی مین پردہ رہا ہم گناہگارون کا

دل کو سمجھے تھے کہ اوس بزم سے لے اٹھینگے
ہاے اپنا بھی ہوا وان سے پھر آنا مشکل

غدر جفا کے کب تلک تم کرو ہم گلہ کرین
وصل کی رات کم رہی آؤ معاملہ کرین

[illegible] آلودگی دامن قاتل [illegible] گیا
کسقدر ذوق طپیدن سے پشیمان ہوئین

دل کہین دیدہ کہین صبر کہین تاب کہین
ہاے کتنا شب ہجران مین پریشان ہوئین

آصف تخلص میرزا محمد باقر شیرازی مولد تجارت کے وسیلہ سے ہندوستان کی آمد و رفت کا ایسا اتفاق ہوتا ہی کہ جیسے کوئی گھر سے بازار جاتا ہو مرد صاحب اخلاق رنگین صحبت اتفاق ورود بیشتر دار الخلافہ اکبر آباد مین ہوتا ہی فارسی مین فکر شعر کرتا ہی یہ دو شعر اوسکے مسموع ہوے

صبح وصل ترا شب آمد و نیست
شام ہجر ترا سحر چہ علاج

با ہر کہ دل کشید ترا جام می بکش
من مے کشم ز جام دل خویشتن صبوح

آغا تخلص آغا مرزا خلف مرزا ابراہیم شوکت چالیس پینتالیس کا سن سال اور مرد با اقبال ہی سنا گیا کہ اصل مین باشندہ شاہجہان آباد ہی لیکن بالفعل سواد کا نپور اوسکی اقامت سے سربسبز ہی [illegible] ہی یہ شعر اوسکا مسموع ہوا

دل اوس تلک پہونچ تو گیا تھا یہ ہمدمو — کچھ مجکو چپ سی لگ گئی ایسی کہ کیا کہون

آفی تخلص نواب احمد یار خان خلف الصدق نواب فلک جناب زبدہ رؤسائے عالی تبار سلالہ خاندان عزو وقار نواب محمد امیر خان مرحوم والی ٹونک [illegible] بالفعل نواب مستطاب وزیر الدولہ بہادر مہین فرزند نواب مرحوم و برادر حقیقی اس بلند مرتبت کے زیر نگین ہین سکہ جذبہ الٰہی عنان گیر اور لطف رؤف مطلق دستگیر ہوا صحبت دنیا دون سے کنارہ کر کے خاطر کو یاد حق مین مشغول اور طبیعت کو مرضیات ایزدی کا پیرو کیا آزادانہ بسر کرتے ہین اور بیشتر اوقات سیاحت و سفر خصوصاً زیارت اولیا مین گزارتے ہین گاہ گاہ موزونی طبیعت کے اقتضا سے شعر فارسی اونکی چشمہ طبع سے تراوش کرتا ہے یہ دو چار شعر اونکی زبان فصاحت بیان سے مسموع ہوے

بعشق روی تو در باختم دل و جان را — بکار زلف تو کردم متاع ایمان را
حیات کشتہ تیغ تو کرد ہکند بخضر — خورد زچشمہ فولاد آب حیوان را
گدای کوچہ جانان بخش گلرخان آفی — بہ نیم جو نخرد قصر باغ رضوان را
بسے گذشت کہ از گل خبر نمے شنوم — دلے نماند مگر بلبل خوش الحان را

آگاہ تخلص سید محمد رضا معروف بہ احمد مرزا مرد خوش مزاج نیک نہاد فن ریختہ گوئی کو مرزا اسد اللہ خان غالب تخلص سے کسب کیا ہے یہ چند شعر اوسکے نتائج افکار سے ہین

ہجر کے ہاتھون کچھ ایسا زیست سے بیزار تھا — غیر کے بدلے بھی کل مرنے پہ مین طیار تھا
کیون نہ چلنے مین قیامت ہو ترے اے فتنہ جو — شور محشر سے زیادہ ہے تری رفتار کا
اوسی کی یاد مین سب عمر ہمنے کاٹی ہاے — جب سے خیال ہمارا نہ ایک بار آیا
گھر غیر کا ہو راہ مین یہ بھی مری قسمت — لایا تو اوسے جذبہ محبت کا نہین تھا
اوسکے دامن کو نہ دے جنبش تو اے باد صبا — مجھ غبار ناتوان کو [illegible]
کھینچ لایا ہے کوے سے گھر تک — کچھ اگر [illegible]

آہی تخلص [illegible] خاندان سیادت امجد دودمان شرافت [illegible] سرو گلستان مجد و بہار روشن ضمیر صافی نہاد صادق الوداد و راسخ الاتحاد از ہمہ برکنار و باہمہ درمیان جواد الدولہ سید احمد خان کہ اول تو اپنی استعداد و استحقاق

اور خلق کی دعاے نیم شبی و نالہ ہاے سحری کے ذریعہ سے مسند فصل خصومات مردم شاہجہان آباد و
یعنی عہدہ منصفی پہ حکام روزگار کی طرف سے متمکن ہو کر منتظمان عالم اور ستم رسیدگان
جہان کی دادوہی مین مصروف اور تحصیل مثوبات اخروی مین مشغول تھے اور ارباب تجوز
کے جذبہ اور ضعفاے دور دست کی دعاے تہ دلی کی کشش سے منصب صدر امینی سے
ممتاز ہو کر شہر بجنور مین کہ حضرت شاہجہان آباد سے چار روزہ مسافت رکھتا ہے آوازہ
عدل وداد کو گوش ملایک تک پہونچایا ہے خامہ دو زبان متحیر ہے کہ اوصاف متعدد اور محامد
بیشمار کسطرح ظرف کوچک الفاظ مین گنجایش پاوے اور وہ گنج شایگان کیونکر
کوزے کے حوصلہ تنگ مین سماوے ایک طرف بزرگی نسب اور شرافت حسب دامنگیر
خیال ہے کہ اس گفتگو کے وسیلہ سے فرق سخن کو آسمان تک پہونچاوے اور ایک جانب
اصابت تدبیر اور رزانت راے اور طینت نیک اور خیر خواہی خلق اور رضا جوئی خالق
تقاضا کرتی ہے کہ ان سخنان راستی بنیان کو زبان گفتگو سے آشنا کر کے غافلان دور دست کو محکمہ
انصاف اور دیوان احقاق حق کی راہ پر ڈالدے کبھی تہذیب نفس اور حسن اخلاق اور خلوص
محبت اور رسوخ صداقت چشمہ وداد کی صفائی مراسم اتحاد کی پیرایی کہتی ہے کہ سوا اس
حرف کے کچھ زبان پر نہ لاوے تا نو مشقان مکتب محبت کو رہنمائی اور نو نیازان درس خانہ عشق
کو ہدایت ہو جاوے اور کبھی بے تکلفی کی طرز اور بے ساختگی کی وضع متقاضی ہے کہ اگر اس طرز
وطور کو طراز بیان نہ بخشے آئینہ اوصاف نگاری بے تمثال اور جلوہ گاہ یار فروشی بے دیدار رہیگا
ارباب تکلف کو لباس نفاق سے معرا اور اہل تصلف کو عطر وفاق سے نافہ کشا کرنا اس
تدبیر کے سوا ممکن نہیں اور خامۂ بیچارہ کس کس کا بار اپنی گردن پر لے اور اس زبان بریدہ
سے کیا کیا لکھے ان اوصاف سے قطع نظر جو کہ کمال مجسم اور فضل مشکل ہو کیونکر کوئی اونسے
بیان محاسن سے عہدہ برا ہو مین اس مجمع مفاخر کے ذکر نسب اور بیان حسب پر قناعت کرتا ہون
تاکہ بمقتضاے ما قل و دل اصل کا حسن خوبی فرع پر دلالت کرے ہوشیار خرامان عرصہ
روزگار پر ظاہر ہے کہ آبا و اجداد اس جلیل الشان کے عہد دولت عہد اکبری مین ہرات سے
وارد ہندوستان ہوے اور اس اقلیم کے ملوک دادپیشہ اور خسروان انصاف اندیشہ
کی قدردانی اور آدم شناسی سے مناصب جلیلہ سے سرفراز رہے بعض کو انتظام صوبہ کشمیر
اور بعض کو کار سیاسات صوبہ بندر کا مفوض ہوا عالمگیر ثانی کی پیشگاہ سلطنت سے منصب

ہزاری ذات و پانسو سوار اور خطاب جواد الدولہ جواد علیخان انکے جد امجد میر بادی کو مرحمت ہوا پھر انکے والد ماجد سید محمد تقی خان بہادر پر یہی منصب اور یہی خطاب مسلم رہا جب اوس سید عالی نسب نے اس دار فانی سے رحلت کی تو خطاب موروثی نے اس مجمع محاسن کی طرف بازگشت کی انکے جد مادری نواب دبیر الدولہ امین الملک خواجہ فرید الدین احمد خان بہادر مصلح جنگ پہلے سرکار انگریزی سے توسل شایستہ رکھتے تھے اور پیشگاہ گورنمنٹ ہند سے سفارت شاہ ایران پر مامور ہوے اور اپنی حسن تدبیر سے انگریز اور بادشاہ ایران مین عہود اور مواثیق کو دلخواہ استحکام دیا انگریزی کی طرف سے اس امر خطیر کے صلا مین ایک عہدہ جلیلہ کے ساتھ نامزد ہوے یعنی ممالک اودھ مین پولیٹکل ایجنٹ ہو گئے بعد مدت کے حضرت شاہجہان آباد مین آئے اور بادشاہ جم جاہ اکبر شاہ ثانی کی ازرہ عنایت سے سرفراز ہوکر عہدہ وزارت سے مشرف ہوے اس رفعت مکان علی الشان کے حق مین حکام زمانہ حال کی قدرشناسی اوس پہلے اعتبار کا علاوہ اور اوس افتخار پر مزید ہے بعد اسکے خامہ مقطوع اللسان لکھتا ہے کہ بعد سرانجام مہام خلائق کے اگر اوقات فرصت مین کچھ شغل ہے تو علوم شریفہ اور فنون لطیفہ کی طرف میل کرنا اور غوامض و دقائق کی طرف توجہ فرمانی ایک رسالہ ابطال حرکت زمین مین ایسا خوب لکھا ہے کہ اگر زمین موافق زعم اہل فرنگ کے متحرک بھی ہو تو اوسکی متانت براہین اور استحکام دلایل سے متحیر ہوکر نقش پا کی طرح حرکت سے باز رہیگی اور زمانہ سابق مین ایک کتاب زبان اردو مین شاہجہان آباد اور یہان کے نواحی کی عمارتون کے حال مین لکھی ہے مسمے بآثار الصنادید اور مکانات عجیبہ اور عمارات غریبہ کے نقشے مصور مانی کار کے قلم سے اوسکے ہر صفحہ پر منقوش ہین اب پھر ہمت عالی کی تحریک سے اطراف سواد جہان آباد کو از سر نو پھر سیر کیا اور تحقیقات سابقہ پر ایسا کچھ زیادہ کر دیا کہ غالبا اب اوس پر زیادتی متصور نہین بسبب ان اشغال جلیلہ اور امور نبیلہ کے مضامین خیالی اور وہمی کی طرف کم ملتفت ہوتے ہین لیکن چونکہ موزونی طبع ذاتی ہے گاہ گاہ کسی تقریب حسن سے شعر گوئی کا اتفاق ہوتا ہے یہ چند شعر زیب ترقیم کرکے گوش سامعین کو ممنون کرتا ہے

شاہد رعنائے وہر زینت دیگر گرفت
دلبر زیبائے باغ چہرہ نزیور گرفت

تاک زبالیدگی میکدہ نبیاد کرد
ساقی ما از نشاط جام بکف در گرفت

ہم ز پوستا ہدان حجلہ بر آراست باغ
ہم پی سودا ے می غنچہ بکف زر گرفت

شب بفرو زندگی طعنہ بہ نور وز زد
شام بہ تابندگی خردہ بسحا ور گرفت

آہی خستہ جگر گشت چو مداح شاہ
جائزہ را خامہ اش تاج ز عبہر گرفت

اختر بخت منکہ چون ز نحوست رہد
گر ز یکے عقدہ رست عقدۂ دیگر گرفت

جو د تو وقف سخن بذل تو صرف ہنر
ہر چہ گفت بر فشاند جملہ سخنو ر گرفت

دل در خم گیسوے پریشان تو پابند
جانہا ی دو عالم ہمہ خواہان تو پابند

گر رازِ بجویند ز سر رشتہ جانہا
موے ز سر طرہ پیچان تو پابند

طومار شفاعت چو دم حشر کشایند
حرفے ست کہ از دفتر دیوان تو پابند

باشند بجمعیت خاطر بدم حشر
آنانکہ بسر زلف پریشان تو پابند

خاکم چو بجویند بمیدان قیامت
افتادہ بہر گوشۂ دامان تو پابند

سحرے کہ بود غیرت اعجاز مسیحا
رمزیست کہ در نرگس فتان تو پابند

آہی

آہی تخلص میر عبد الرحمن پسر میر حسین تسکین جوان متین صاحب اخلاق حمیدہ و اطوار پسندیدہ وجاہت ظاہری کا بیان کرون یا خوبیہاے معنوی کا ذکر زبان پہ لاؤن کمال ذہانت سے ہر فن کے ساتھ ایک مناسبت تام ہی کتب درسیہ جناب اوستادی مولانا و مخدومنا مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے سے تمام و کمال پڑھی ہین اور فن معما کو نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ جناب موصوف سے حاصل کیا فہم اس فن کا جیسا اس صاحب ذکا کو دیکھا گیا کم کسی کو ہوگا گاہ گاہ فکر شعر بھی کرتا ہی یہ چند شعر اوسکے نتایج افکار سے ہین

ہی غلط دھوم کہ نکلا تھا وہ گھر سے باہر
شہر مین چاک کسیکا تو گریبان ہوتا

دیکھتا تھا اگر اوسکو ہم بزم رقیبون سے
تو چاہیے تھا قاصد جنیتا نہ پھرا ہوتا

تمھارے حسن مین گرمی نہین ہے
اگر ہووے تو وا بند قبا ہو

دل ہیے جاتی ہین نہ رین نزع مین
سامنے رکھنی مرے تصویر جانان چاہیے

دل وحشی یہ کہتا ہی بیابان چاہیے

خنجر کو وہ اپنے جھکا کر لگئے

اوٹھ کہین ہی آمد آمد اوس ستمگر کی وہان
اہل محشر مجکو یہ مژدہ سنا کر لگئے

وا ... کہہ
قدردان ... کوئی ... ہے

... آپ کی
لوگ کہتے ہیں ... گئے ...

سب کو ... حال تباہ کی
اوٹھ جائیگی جہان سے اب ... ہی

نکلا ... کا کیسا ... نکل گیا
... مانگے یار ... ہین ... نگاہ کی

الف مقصورہ

اثر تخلص عبد الرزاق فرزند عبد الرحمن تمنا تخلص نوجوان ذہین خوش اخلاق شاہجہان آباد مین بہت مدت تک اوستاد من مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے کی خدمت مین حاضر رہکر فن فارسی اور مدرسہ سرکار انگریزی مین علوم ریاضی کو تحصیل کیا جوکہ نہایت موزون طبع ہی شعر از دو بہت لطف و پاکیزگی کے ساتھ کہتا ہی یہ چند شعر اوسکے اشعار سے انتخاب ہوے

پہلو مین درد سینہ مین چاک اشک آنکھ مین
مجھ سے تو کہہ اثر کہ ترا دل لگا کہین

ترا ہر ایک سے ملنا بت وفا دشمن
کریگا دیکھیے کس کس سے آشنا مجکو

مجھے تو جلنے پہ بھی زندگی غنیمت تھی
فلک نے مثل چراغ اب بجھا دیا مجکو

ہوئی بدولت ضعف آہ سے بھی خاطر جمع
اثر یہ جسکے کچھ ایک اعتبار تھا مجکو

گر سوال کا نام آتے ہی آتی ہی قیامت
مضمون ترے رفتار کا باندھا نکرینگے

خواہش ہی میرے دست جنون کو بہار کی
اور آرزو ہی آبلۂ پا کو خار کی

کیا جانتا تھا وہ کہ ستم کیا ہی جور کیا
باتین یہ سب ہین اس دل الفت شعار کی

وحشت تو دیکھیو کہ پس مرگ بھی مرے
جنگل مین اوڑتی پھرتی ہی مٹی مزار کی

ہون کامیاب لعل لب یار سے عدو
حسرت نہ نکلی آہ دل سوگوار کی

تم اور عیش و بادہ و اغیار ہمنشین
ہم اور مصیبت آہ یہ شبہاے تار کی

اے حضرت اثر کہین عاشق ہوئے ہو جو
یون خاک اوڑاتے پھرتے ہین ہر کوہسار کی

مین اور یار اور شب ماہتاب ہی
یارب مجھے خیال ہی یا یہ کہ خواب ہی

اے چشم اوسکے سامنے رو کر نہ تو سبک
انسان کی آبرو جو ہی موتی کی آب ہی

پامال غیر ہی مری نعش اوس گلی مین آج
مر کر بھی خاک پر مرے کیا کیا عذاب ہی

سوزش سے حشر تک وہ زمین ہو کبھی نہ نم
جس جا ہمارے آبلۂ پا کا آب ہی

عشق بتان مین خاک لبہ ہر تواب اثر | دنیا خراب اور ترا دین بھی خراب ہی
ایک دن فاتحہ پڑھتا تھا کسی قبر پہ وہ | حیلہ اک اور بھی باقی ہر سو مرد یکھینگے

احسان

احسان تخلص زبدہ کملاے روزگار اسوہ نتائج قرون واد وار بانی بناے سخنوری گلشن پیراے حدیقہ معنی پروری طراز وسادہ کمال زیب مسند جلال وجمال مسند الیہ فضل وافضال جامع مراتب تکمیل واکمال مصدر علم ومعدن حلم حامی افاضل زمان معاذ وپناہ ہنروران جہان مرجع ومآرب طلاب ہر فن مآب کشور خدایان سخن عیار افزاے نقد ہنر عیار گیر معنی پروران سخن گستر اوستاد سلاطین زمان شاگرد حضرت رحمان حافظ عبد الرحمن خان خلف مقبول انام قدوہ عظام استاد ومختار سرکار مرشدزادہ آفاق صاحب عالم مرزا فرخندہ بخت بہادر مرحوم ابن حضرت شاہ عالم بادشاہ مبرور حافظ غلام رسول مغفور اس جناب فیض مآب کے اخلاق پسندیدہ احاطہ تقریر سے بیرون اور اوصاف حمیدہ حوصلہ تحریر سے افزون ہین اگر علم وفضل کی توصیف زبان پر آوے اس آفتاب سے ایک ذرہ اور اس کتاب سے ایک حرف حوصلہ گفتگو مین نہ سماوے ہر چند کلام قدما کی مزاولت سے صنائع لفظی کی طرف اکثر عنان توجہ معطوف اور طبیعت فیض طوبیت ایسے امور غرابت دستور کی جانب نہایت مالوف تھی اور ارباب ذوق جانتے ہین کہ اس طرح کے قیود صفاے کلام ادر آمد سخن سے مانع اور ایانی سیاق اور روانی عبارت سے عائق ہوتے ہین لیکن اہل انصاف کہ طبیعت کو جون آئینہ صاف اور ضمیر آفتاب تنویر کو بے غبار رکھتے ہین بے شائبہ تکلف فرماوینگے کہ اتنے تکلف پر سخن کتنا بے تکلف تھا اور باوجود پابندی الفاظ معنی کی تلاش ایسی تھی کہ گلشن قدس کا چمن انکی فکر کی دست درازی سے گل و بار سے ایسا خالی ہوگیا تھا کہ عالم کے گلچینیان سخن کو سواے چند برگ سبز کے کہ اس سیار چمن زار معنی کے قابل التفات نہ تھے کچھ ہاتھ نہ لگتا تھا اور بلندی کلام کا یہ حال تھا کہ اگر سقف آسمان اسیقدر اور مرتفع ہوتی اس والی اقلیم ہنر کے بام سخن کا طرہ خوف مزاحمت سے خاطرخواہ بلند نہو سکتا انواع سخن مین ایسی قدرت کہ جس صنف کلام پر نظر پڑتی ہی یہی خیال مین آتا ہی کہ یہ صاحب کمال اپنے فن مین یگانہ اور اسی طرز مین یکتاے زمانہ تھا غزل مین اگر اشعار عاشقانہ ہین گویا عشاق جگر فگار کی آہ کا دخان ہین کہ بے اختیار دیدۂ بے درد کو بھی نمناک کر دیتے ہین اور اگر ابیات عارفانہ ہین یون معلوم ہوتا ہی کہ روشن ضمیران صاف

نمناک

طینت کے دل کا سویدا ہین کہ اسرار خفی اور انوار جلی راز دانان معنی کی نگاہ مین اونسے جلوہ گر
ہوتے ہین قصیدہ مین اگر تشبیب ہی طرز توطیہ اور انداز تخلیص اعجاز گوئندہ پر دلالت
کرتی ہی اور اگر مدح ہی شوکت الفاظ اور طمطراق معنی سے رتبہ ممدوح کو آسمان سے ہمرفعت
کرتی ہی طرز سخن بے نظیر اور انداز کلام دلپذیر بیت بیت ابروے جان فزا مصرع مصرع زلف
دلربا تر کمال مہارت عروض سے دریافت کیا کہ مصرع زلف خوبان بحر طویل مین موزون ہی
اور نہایت روشن سوادی سے معلوم فرمایا کہ بیاض گردن محبوبان اشعار بار یک سے
مشحون ہی تعمق فکر سے صفحہ سادہ رخسار پر خط نانوشتہ کا مضمون ظاہر او تیزی ذہن سے
لوح پیشانی پر بیت ابروکے معنی باہر مذاق سخن فہمی لذائذ معنوی سے محظوظ اور صندوق
سینۂ جامعیت علوم سے لوح محفوظ اجتماع بلندی مدارج معنوی اور ارتفاع معارج
صوری یعنی والا سے تبار اور علو مراتب کمال اور فخر اوستادی سلاطین صاحب اقبال
اس سرگروہ ارباب ہنر کی ذات مین منحصر ہی حضرت شاہ عالم بادشاہ اور حضرت معین الدین
اکبر شاہ بادشاہ نور اللہ مضجعہما سے لیکر حضرت خلافت پناہ سلطنت دستگاہ محمد سراج الدین
بہادر شاہ خلد اللہ ملکہ و سلطانہ تک ادب اوستادی سے روز و شب انکی تعظیم و توقیر کے سر رشتہ
کو ہاتھ سے ندیتے تھے اور مراعات حفظ مراتب مین فروگذاشت نکرتے تھے شاہزادگان والا تبار
اگر مرتبۂ ظاہری اپنے آبا کے بدولت پاتے تھے مرتبۂ معنوی انکے طفیل سے بہم پہونچاتے تھے
اور اگر ربع مسکون مین ناموری اپنے اجداد کی امانت سے پیدا کرتے تھے زمین سخن مین کوس
نیکنامی انکی امداد سے بلند صدا کرتے تھے ہرچند بمقتضاے شاگرد پروری اور تلمیذ نوازی
کے نگاہ تربیت کسی سے دریغ نہ فرماتے لیکن اس فحوا کے موافق القلب یہدی الی القلب
از بسکہ آئینہ عقیدت گرد کدورت سے پاک تھا حسب قدر نظر التفات صاحب سینہ صاف پر
مصروف اور حقیقی عنان اشفاق راقم اوراق کیطرف معطوف تھی کم کسیکی جانب
گمان مین آسکتی ہی اور لطف اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ ذرہ کو آفتاب بنا دیا اور
سر خاک کو آسمان پر پہونچا دیا کور سواد کو روشن سواد کیا اور مغموم یاس کو حصول مقاصد
سے شاد جو اس کم بضاعت کا سرمایہ استعداد ہی اوسی صاحب نصاب تونگر دل کی
زکوۃ فیض کی دولت سے ہی اور جو اس ذرہ بیتاب کو موجب نازش اور منشاء افتخار ہی
اوسی آفتاب ضمیر کی وساطت سے ہی سرو ہرچند موزونی ذاتی رکھتا ہو باغبان کے شکر

تہنیت سے کیونکر بہرہ اوٹھا سکتا ہے اور غنچہ اگرچہ طیب انفاس سے تو بہرہ رکھتا ہو باد صبا
کی توجہ کا سپاس کیونکر بجا لا سکتا ہے ہر چند عرصہ کئی سال کا ہوا کہ وجود فیض آمود اوس ہنر مند
اہل سخن کا صفحہ روزگار سے مثل عنقا نایاب ہو گیا لیکن اوس حلال مشکلات کا سخن اس ہیچمدان
کی طبیعت سے ویسا ہی عقدہ کشا ہے جب وہ واقعہ جانگزا اور سانحہ حسرت افزا یعنی سفر آخرت
اوس سیاح فیافی تقدس و طالبان صمد انفت منش کی محرومی کا سبب ہوا اور مستفیدان گنج شایگان
سنہاد کی ناکامی کا باعث ہوا توجہ باطنی کہ کمترین تلامذہ کے باب میں اختصاص رکھتی تھی پردہ
غیب میں جوش زن اور وفور الطاف اور کثرت افادات کا بہرہ لیکر اس ننگ دودمان
کمال کی اعانت کی طرف متوجہ ہوئی یعنی وہ فیض حسب اقتضاے مقام اس طرح سے گنجینہ کشا
ہوا کہ نقد ہنر سکہ خانہ استعداد میں تاریخ وفات حضرت افادت مرتبت مرحوم کے نقوش سے
چہرہ آرا ہوا اس تاریخ کی نقاب سے بارہ سو سٹھ سال ہجرت جلوہ گر اور بصیرت افزا ہے اشعار

نقاب تاریخ بہر فانی سے ہوں دل بر داشتہ — ہے جنون انگیز و حسرت خیز یہ وحشت سرا
رفتہ رفتہ ساکنان خاک ہیں گرم سفر — راہ چلنے میں نہ دن کا فکر نے کچھ رات کا
دانہ ہاے سبحہ کے مانند اجل کے ہاتھ سے — متصل ہے ایک کے پیچھے روانہ دوسرا
حضرت احسان کہ وہ تھے گلستان دہر میں — طوطی شکر مقال و عندلیب خوش نوا
قدوہ ارباب فضل و اسوہ اہل کمال — قبلہ اصحاب علم و کعبہ اہل صفا
معدن فرزانگی استاد شاہ بادشاہ — عمدہ ارکان دولت پیشواے اصفیا
مظہر ارشاد و عرفان آیت لطف و کرم — معنی تلمیذ رحمن صورت جود و سخا
آہ کہ اوس مصباح ظلمت سوز نیم و ہر کو — صرصر جور اجل نے کسطرح گل کر دیا
اوسکے مرنے سے جدھر دیکھو ادھر کس کسطرح — حسرت و اندوہ کا ہنگامہ برپا ہو گیا
میں ہنگام الم میں صاحب دلگیر نے — اپنے دل کو تھام کر با صد غم و با صد بکا
کی رقم اوس معدن احسان کی تاریخ وفات — دل گیا مبہم آہ جب عالم سے احسان اوٹھ گیا

چونکہ استفادہ صحبت اوس زبدۂ اہل سخن کا جور فلک سے مفقود ہوا ناچار اس قرطاس
فیض اقتباس کو اوسکے کلام تقدس انجام سے مزین کرتا ہے تا کہ اہل خرد اسی موائد فوائد
اور فرائد عوائد سے کامیاب اور زینت پذیر ہویں اور انصاف پیشگان راستی گزین
اور ارباب بصیرت پہ ہویدا ہو جاوے کہ پاکی زبان اور تلاش معنی اور رشاقت اسلوب

اور بلندی کلام اور غرابت تشبیہ اور خوبی استعارہ اور دلچسپی عبارت اور دلربائی انشا
یہی ہے جو اس سخن سے جلوہ گر ہے اس نظم میں پیش نظر ہو

دل میں تیرا تھا تصور کہ وہیں آئے رقیب
موے پہ کون ہے اپنا مگر یہ سنگ مزار
میں اپنے شیشۂ دل پہ ہوں عشق کے جسمیں مدام
کبھی شادی کبھی غم ہے یہی عالم ہے عالم کا
کلیجا مجھسے کانپے ہے سدا نار جہنم کا
اگر ہو اتفاق اُسمیں تنگی بھی گذر جائے
ہمکو کفن اوسیکا لازم ہے ماہ رویاں
تمھارے قد سے ہیں قائم قیامتیں کیا کیا
پھرا عدم سے کوئی اب تلک نہ او کتا کر
گلے سے لگتے ہی جتنے گلے تھے بھول گئے
جو ذکر گل کا کیا میں نے منھ چھپا کے کہا
کبھی جو شمع تو پروانوں پہ ہو اروشن
جو مجھکو کہیے میں آنکھوں سے ضبط گریہ کرون
ہماری جان پہ گرتی ہے برق غم ظالم
ہماری چھاتی پہ پھرتا ہے سانپ احسان
تمام تیرا ہے ورنہ اے عنقا
کل تک تو ترے توجہ میں احسان تھا سجالن
سخت نادانی کی احسان جو کہا عاشق ہوں
آثار گر بھیا ہیں ترے ظلم کے تو میں
احسان وہی ہو نہ کہ تیری گلی سے آہ
مرتے مرتے بھی نہ اک بار تجھے دیکھ لیا
ہمکو نہ در سے ہی میں تجھ بن ملال تھا
کل اپنے دو مہینہ اسکے تجھسے [illegible] کے

آگئے کیا اٹھتے ہی پہلوؤں کے پریشان میرا
ہائے ناصح فقط اب سنگ مزار رہا
ترے خیال سے پریوں کا ہی گزار رہا
یہ عید الضحیٰ گذرا تو چاند آیا محرم کا
کہ طوفان نیم قطرہ ہے سرشک چشم پُرنم کا
گزارا ایک پیراہن میں ہے بادام توام کا
الفت کا پرتو اسا ہمنے کتان میں دیکھا
ادھر میں ہیں تجھے سمجھائے یہ آفتیں کیا کیا
خدا ہی جانے وہاں ہیں فراغتیں کیا کیا
وگرنہ یاد ہیں ہمکو شکایتیں کیا کیا
تجھے بھی یاد ہیں احسان شکایتیں کیا کیا
کہ بعد مرگ کوئی آشنا نہیں رہتا
مرا قصور نہیں دل مرا نہیں رہتا
تجھے تو سہل سا ہے شغل مسکرانے کا
وہاں ہے شغل اوسے زلف کے بنانے کا
ہے نشان ہمسے بے نشانی کا
یہ آج جو ڈھونڈا تو وہ بیمار نہ پایا
بھید کہتا ہے کسو سے کوئی دانا دل کا
سر کو پٹک پس دیوار بھی چپکا
اک شخص خاک و خون میں لپٹا ابھی گیا
اسقدر بھی نہ مری جان قضا نے چاہا
جب میکدہ میں آتے تو وان [illegible] کلال تھا
کیا دل پہ دشمنوں کے [illegible] ملال تھا

اوسکی گفتار و کردار سے ہر کتاب کے بدلے ایک اور کتب خانہ متن و شرح کا بہم ہو سکتا ہی گاہ گاہ فکر شعر بھی دامنگیر ہی یہ چند شعر لکھکر نظر احباب سے گذرانتا ہی

ساقی بیا بجام مے این لطف در جنت کجاست — آنجا بہار دیگر و اینجا بہار دیگر است
اختر امید از برج جلال آمد پدید — نیر اقبال بر اوج کمال آمد پدید
شکر ایزد را کہ نخل آرزو شد بہ ثمر — کوکب تابندہ با جاہ و جلال آمد پدید

احمد

احمد تخلص مرزا احمد بیگ عزیز اذہ مرزا فاضل بیگ مرد خوش خلق نیک اطوار عزایم خوانی و تسخیر جن میں مشہور اور زر و داثری اعمال میں السنہ خلایق پہ مذکور ہی اشعار ریختہ بھی کہتا ہی یہ چند شعر اوسکی بیاض سے مرقوم ہوئے ؎

اپنی اپنی گور سے سب دیکھتے ہیں سر اوٹھا — اوس خرام ناز سے کیا فتنۂ محشر اوٹھا
پانوں پھیلاتا ہی پہر محفل میں کیسا بید ھڑک — طفل اشک مرا اہل الفت بیطرح ابتر اوٹھا
کسکی مژگان کا الٰہی ہی مرے دل میں خیال — کہ کھٹکتا ہی مرے سینہ میں اک خار نیا
ہوئے جو خاک اوس کوچہ میں تو بیاد بربادی — لگے سو بار قدموں سے لگے سو بار دامن سے
ہنگام نزع میں بھی ہمیں انتظار تھا — آتا ہی یا نہیں وہ ستمگار دیکھنے

احمد

احمد تخلص مرزا احمد شاہ کہیں برادر مرزا جمعیت شاہ ماہر سعادت و اہلیت میں یگانہ اور مروت و دوست نوازی میں یکتاے زمانہ یہ دو تین شعر اوس نیک نہاد کے نتایج افکار سے ہیں ؎

بہاے بلبل بیدل کا جب لہو صیاد — تو کیوں نہ سامنے گل کے ہو شرمندہ صیاد
کہو کہ کیونکہ ہو اوس سے نباہ کی صورت — کہ بدمزاج ہیں ہم اور تندخو صیاد
بچائے جان کدھر عندلیب زار اے گل — پھریں تلاش میں جب اوسکے چار سو صیاد

احقر

احقر تخلص قدوۂ ارباب سخن زبدۂ کملاے فن قادر الکلام بلند مقام ممدوح جوان وصبی سید غلام نبی والد ماجد سید آل نبی لائق تخلص علوم متداولہ میں مہارت تمام اور دستگاہ تمام حاصل ہی بتحقیق فن فارسی اوس صاحب کمال سے سر آسمان ہی اور کمالات کسبی و وہبی میں زبان زد اہل جہان ہر چند قصدا اور بالذات شعر فارسی کی طرف توجہ اور التفات ہی لیکن گاہ گاہ احباے صداقت کیش کی تکلیف اور تلامذہ عقیدت اندیش کے اصرار سے اشعار ریختہ بھی بکمال دلفریبی کے ساتھ اوسکی طبع سے جلوہ گر اور ارباب مذاق کی ضیافت طبع

واسطے مائدہ گستر ہوتے ہین یہ دو تین شعر یاد مجھے

نقاش نے قاتل کی جو تصویر کو کھینچا
ابرو کی جگہ پر دم شمشیر کو کھینچا

جسوقت فاتحہ کو اوٹھے دلربا کے ہاتھ
ماتم سے شل ہوئے مرے اہل عزا کے ہاتھ

روز بازار جنون ہم پوچھتے ہو حال کیا
کر دیا شہر کی غزالون نے بیابانی مجھے

اختر تخلص زبدۂ رو سلے جہان محمد صادق خان وطن بانی اس بلند مرتبت کا خاک بزم جنت سرشت ہکلی ہی اور چندے حسن اتفاق سے سواد مینو بنیاد لکھنؤ مین تشریف رکھی اب کہ عرصۂ دراز سے حکام وقت کی طرف سے عہدۂ تحصیلداری پہ مامور ہین کسی نواح مین فراغ دل اور رطیب عیش کے ساتھ بسر کرتے ہین زبان قلم دشوار ہی اوصاف سے شفق اور رنگ کاغذ بے شماری مدائح سے فق ہی نہ ارتفاع مدارج کا بیان صورت پذیر ہی اور نہ گزیدگی اطوار اور پسندیدگی کردار کا حال قابل تحریر تخلقوا باخلاق اللہ انکے مصحف حال سے ایک آیت اور اہلیت ذاتی اور مروت جبلی انکی کتاب اخلاق سے ایک حکایت ہرچند علوم درسی سے دلخواہ بہرہ مند اور کامیاب ہین لیکن فن سخن اور دقائق شعر سے ایسے ماہر ہین کہ گویا شخص کمال کی تشریح مین جالینوس روزگار اور رمز شناسی و نکتہ دانی ہنر مین افلاطون وقت زبان کس کس چیز کا بیان کرے نہ برجستگی نکات اور شوخی اشارات اور خوبی عبارات اور حسن تشبیہ و استعارات کا حال بیان مین آسکتا ہی اور نہ متانت تراکیب اور رشاقت اسالیب اور سلاست الفاظ اور ایالی سیاق اور ندرت معنی کا وصف تقریر مین سما سکتا ہی راقم تذکرہ کو تالیف کے وقت ہی چند شعر دستیاب ہوے وگرنہ دفتر کا دفتر درج کتاب کرکے ارباب شوق و احباب صاحب ذوق کی ضیافت طبع اور مہمانی خاطر سے دست کش ہوتا جو کہ مشتی نمونہ از خروارے قول مشہور اور دقیقہ سنجان روزگار کی زبان پہ مذکور رہی آرباب فہم کے نزدیک ایک ذرہ دلیل آفتاب اور ایک نکتہ حجت کتاب ہوسکتا ہی

کل نکلے شیخ مجتہد عصر ساقیا
دکھلا کے ایک باغ عذاب و ثواب کا

کہنے لگا زراہ تمسخر مجھے بلند
معلوم ہوگا حشر مین پینا شراب کا

کہنے کہا یہ تو ہین ہم خوب جانتے
پر کیا کہین کہ ہی ابھی عالم شباب کا

انصاف کی ہو معاف تو اک عرض مین کرون
سمجھے نہ آپ مجھکو مورد عتاب نہ

تقولے ہمارے آگے ہو جب آپکا درست
محو ہووے کنج باغ ہو ساقی ہوا و بہشت سا
گردن مین ہاتھ ڈال کے وہ شوخ بے حیا
کھینچے سینے سے اپنا وہ منہ سے لگا کے منہ
منت سے یون کہے کہ ہمارا لہو پیئے
اوسوقت ہم سلام کرین قبلہ آپ کو
اور امتحان بغیر تو یہ آپ کا غلام
نظر مین جلوہ گر عارض ہو کس خورشید تابان کا
اگر ہے نام کی خواہش تو عنقا کیطرح چھپیے
سبکبار اسقدر رہیے جہان مین بار ہستی سے
خمیازہ کش ہو لب جانان شراب کا
دھیان ہے دل کی طرف اوسکی نگاہ ناز کا
دل مجھکو ہائے بیکس و بیچارہ کر گیا
تنہا تیرے مدالب کبھی گویا نہین ہے
ہر فراق یار مین دل نام کو گیا
نہین ہے اوس سے عجب جو سے تو نہ نکلے بہی آخر
حباب ہے جسمین عکس گل ہے پیا مجھے ساقی
نکلا دل تو تیرے ناوک مژگان سے عزیز
ہماری خاک کو پہونچاوے یار کے در تک
کبھی بھولے سے ادہر اوسنے نکی راہ غلط
جس گل کو آب چشم سے پالا سو اوسکے اب
نمود شام خط روے یار ہے نزدیک
جام و صہبا کے تکلف سے مجھے رکھیے معاف
سبزۂ بیگانہ ہون مین گرچہ طرف باغ مین
تلنا تو ایکبار نہ موقوف ہے سے کم

اور یہ ہو یقین آپ کے اس اجتناب کا
اور وان کوئی محل ہو باعث حجاب کا
دے ذوق تلقہ زبان سے دہن کے لعاب کا
ہے ریشہ حب جلوہ ہے رنگ خضاب کا
گر پی نہ جاے جلد پیالہ شراب کا
گر آپ نوش کیجیے زہر عتاب کا
تھا گل نہین ہی تھا کسی شیخ و شباب کا
کہ ہے تار شعاع مہر مو اپنے مژگان کا
کہ ڈھونڈھے سے اگر کوئی پتہ ظاہر ہو نشان
کہ دوش بوے گل پہ بھی ہوتے تن گران بار
محتاج کب ہے آب بقا آفتاب کا
شور ہے جسم تک جس نشتر کا انداز کا
اپنی تلاش مین سے مجھے آوارہ کر گیا
بے موسم گل غنچہ کبھی وا نہین ہوتا
ناکام گو جہان سے گیا کام کر گیا
سر جھکاتے ہوے یون بیٹھے ہو مغموم آج
بلورین جام مین دی ہے شراب ارغوانی بھر
آگے بہت گئے مرے کچھ نہین مہمان سے عزیز
اجل کے بعد ہے اتنی ہمین صبا سے غرض
جذبۂ دل ہے دروغ اور اثر آہ غلط
آنکھون مین ہم کھٹکنے لگے مثل خار حیف
طلوع صبح وداع بہار ہے نزدیک
مین ازل سے کیفی چشم بتان سادہ ہون
لیکن ہے باد صبا تیرا ہی مین آزردہ ہون
تا رفتہ رفتہ ہم ترے ہجران سے خو کرین

کشور عشق مین بیکار ہی اعجاز مسیح ۔۔۔ لوگ یان مرگ سے امید شفا رکھتے ہین

جان وہی ہمنے ہوتی تب غم ہجران سے نجات ۔۔۔ عقلا ایسے ہی کچھ چیز لگا رکھتے ہین

ہوگئے جب سے ہین قصے ترے دیوانون کے ۔۔۔ قیس و فرہاد کے افسانے اوٹھا رکھتے ہین

دیا بوسہ دہن کا اوسنے بہت اسکو کہتے ہین ۔۔۔ یہ تنگی اور یہ بخشش سخاوت اسکو کہتے ہین

خرام ناز سے آسودہ کہان ہو خاک اوٹھ بیٹھے ۔۔۔ یہ چلنا کیا ہی آشوب قیامت اسکو کہتے ہین

جلا ہے سینہ و دل جسکا نے بہت ہین ۔۔۔ ترے تیر نگہ یان لفتانے بہت ہین

بس از قتل باقی ہی شہید ہونا ۔۔۔ رہے بو رہمکو اوٹھانے بہت ہین

کسی نے کہا تتمہ مرتا ہی اختر ۔۔۔ کہا اوسنے ایسے دوانے بہت ہین

سیر کیا یان خاک ہی گل کی پریشانی کو دیکھ ۔۔۔ بیٹھکر ہم بھی کوئی دم مثل شبنم روگئے

کیا ہا سننے تڑپتے ہین اسیران چمن ۔۔۔ کچھ جو اوڑتی سی سنی ہی کہ بہار آئی ہی

اختر تخلص مرزا وحید الدین خلف مرزا سلیمان شکوہ بہادر مرحوم سے ہی آٹھ نو برس کی عمر مین حدت ذہن اور تیزی ذکاوت کے آثار ناصیہ حال سے عیان ہی حداثت سن اور کمی عمر کے سبب حرکات اوسکے دربا اور طرز گفتگو شیرین سامعین اوسکی طوطی کلامی اور بلبل گفتاری سے نہین جاہیے کہ وہ نونہال ایک دم سخن سے خاموش رہے ایک چند مرزا پیارے نام رفعت تخلص اور مرزا بلاقی بدر تخلص اوس نوباوہ گلشن عمر کے عم حقیقی کے اہتمام سے اسی نیک اختر کے والد ماجد کے دیوانخانہ مین بزم مشاعرہ مرتب ہوتی تھی کمال ذہانت اور تیزی طبع اور رسائی فکر سے اکثر اوقات دو چار شعر موزون کر کے حاضران بزم کے سامنے اس لطافت سے پڑھتے تھے کہ اوسکے لطف نے ہر وضیع و شریف کو محو کر دیا تھا یہ دو شعر مجکو یاد رہگئے تھے

ناظرین کتاب کی ضیافت طبع کے واسطے مرقوم ہوتے ہین

یہ ستم اور عشق کا آزار دیکھ ۔۔۔ اور دلپہ کچھ یہ صدمہ شب انتظار کا

وان اوسنے بلایا ہی کہ تو رات کو آنا ۔۔۔ یان دن کو نکلنا بھی میسر نہین ہوتا

ارشاد تخلص درویش صاف طینت پاک نہاد مولوی محمد ارشاد حضرت شاہ سلیمان علیہ الرحمۃ والرضوان کے مریدان با اخلاص اور طالبان با اختصاص سے تھے اوائل حال مین بعد شرف بیعت کے ایسا جذبہ الٰہی دامنگیر ہوا کہ بیشتر اپنی زبان کرامت تبیان سے بیان کیا کہ مین دیکھتا ہون دل کاغذ باد کی طرح سے اوڑا جاتا ہی اور یہ تو اکثر معتبرین کی زبانی مسموع ہوا کہ جو

لوگ روز و شب خدمت مین حاضر رہتے تھے بعض وقت اونکو ہرگز نہین پہچانا اور مدت تک یہ حال رہا کہ اصطلاحات علوم سے اگر کوئی لفظ کسیکی زبان پر آجاتا وہ صاحب معنی مطلقاً نہ سمجھتا باوجود اسکے کہ کتب درسی کے مطالب بہت تحقیق اور تدقیق کے ساتھ حاضر تھے اوسی حال مین حضرت مغفرت مآب سے اجازت لیکر مکہ معظمہ کو تشریف لیگئے اور حج کرنے کے بعد مصداق لولاک علت غائی ایجاد افلاک سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے روزہ مطہرہ کے روز و شب ملازم رہے اوسی اثنا مین ایک روز ہوش رفتہ پھر آگیا اور علم سب حاضر ہوگیا اکثرون نے علم حدیث اونکی خدمت مین پڑھا اور اوسی خاک پاک مین بعد وفات کے مدفون ہوے مرزا کریم اللہ نے کہ مرد باخدا تھے جب سفر حجاز سے معاودت کرکے وارد شاہجہان آباد ہوے راقم سے یہ قصہ مفصل بیان کیا اشعار فارسی و عربی و ریختہ تینون کہتے تھے اشعار عربی تو ہم نہ پہونچے اور ریختہ اس قابل نہ تھا کہ درج تذکرہ کیا جاوے ایک دو شعر فارسی مرقوم ہوتے ہین کہ ان بزرگون کا کلام اگرچہ لفظ پرستان معنی ناشناس کی نظر مین قابل التفات نہوگا لیکن ارباب معنی کے واسطے ایک تحفہ ہی عجیب اور ارمغانی ہی غریب

دامن آلودہ میروی زنہار	پاک کن دل ز گرد ہستیہا
بگذر از راہ اینجہان غافل	ہوشیار ی ہست بہ ز مستیہا

اسرار تخلص حقیقت اندیش معرفت کیش مرزا سپہر شکوہ ابن مرزا طہماسپ ابن مرزا سلیمان شکوہ مرحوم ساری عمر تلاش فقرائے باب اللہ مین صرف کی اور زندگی اپنی اولیاے کبار کی صحبت مین بسر کی راقم آثم کے خسر تھے اب چند روز ہوے کہ پردہ دوی کا اوٹھا کر شاہد وحدت سے ہم آغوش ہوے مزار پر انوار اوس حق پژوہ کا آنسوے دریاے جمن شاہ بڑھی کے تکیہ مین واقع ہی یہ دو شعر اوس کاشف اسرار کے زیب تذکرہ ہوتے ہین

وہ جب ہنستے ہین مین کہتا ہون یار	یہ تجلی دیکھیے گرتی کہان ہی
پھر مجھو خیال رخ جانا نہ ہوا ہی	پھر شیشۂ دل اتبو پریخانہ ہوا ہی

اسیر تخلص سرگروہ نوجوانان یوسف لقا میر مکرم علی ابن میر کرم علی ساکن بریلی عرصہ دراز ہوا کہ خاک شاہجہان آباد اوسکے پدر بزرگوار کے مین قدم سے وادی قدس کا

رکھتے ہین کلام دو شعر خوش ترکیب اوسکی طبع موزون سے سرمایہ نشاط سامعین ہوتا ہے یہ شعر اتفاقاً اوسکی زبان سے مسموع ہوا

یہ بھی کوئی ادا ہے یہ شوخیون کے ساتھ — باتین ہین ہمسے اور نظر اغیار کی طرف

اسیر تخلص سید نہال نبی برادر خرد سید آل نبی لاغر تحصیل فن فارسی اور مشق سخن اپنے برادر حقیقی سے کی ہے طبیعت شوخ اور ذہن رسا اور سخن متانت آگین ہے گوئی بارشاعرہ مین اکثر سخن سرا ہوا ہے چند شعر اوسکے نتایج افکار سے مرقوم ہوتے ہین

نہ ملیگا بعد کوئی ڈھونڈھے گا — ہم سا باوفا تم سا بیوفا

گر مرے خون کا پیاسا وہ نہ تھا اے مجنون — خار صحرا مرے دامن سے اولجھتا کیون تھا

ہچکیان بوقت آتی ہین اسیر — وقت مردن ہین کسے یاد آگیا

گو بہار آتی چمن مین پہ مجھے کیا اوسے — مین ہون اور نظارہ اوسکے روزن دیوار

جواب نامہ نہ لکھنے سے یہ ہوا ثابت — ارادہ رکھتے ہین شاید وہ آپ آنے کا

خون آیا ہاتھون سے کشتہ لگا ہو اسیر کے ابھی — رنگ لائی ترے ہاتھون کی حنا مرے بعد

روز کے وعدون مین ہم مرجاینگے ہم — یون ہی گذری تو گذر جاینگے ہم

آن جو مستے ہے اسیر — اوسکے ملنے کی سنائی کس نے

خط مجھ کا اوس نے پھر بھی نہ آگے — آیا مری تقدیر کا لکھا مرے آگے

بہتر نہین کسی سے یہ پردہ کی چھیڑ چھاڑ — کہتے تھے اسیر وہ آخر بگڑ گئے

قاصد ڈرتا ہے مانگتے خط — ایسا نہو دو جواب دیکے

اسیر تخلص گلزار علی پسر نظیر اکبرآبادی موزونی کو موروثی جانکر فکر سخن کی طرف بہت متوجہ ہے لیکن باپ کے مرتبے کو اتبک نہین پہونچا یہ چند شعر اوسکے مرقوم ہوتے ہین

بزم مین سوز و گداز اپنے سے فرصت نہ ملی — شمع کو روتے نہ پروانہ کو جلتے دیکھا

خط کبوتر کو دیا لاکھ طرح کے ہین خیال — خاطر وسوسہ پرداز کا دیوانہ ہون

طائر رنگ حنا ہاتھ سے اوڑ جاتا ہے — مرغ بے پر کے بھی پرواز کا دیوانہ ہون

ایک مین ہی نہین زخمی ابروے ستمگار — خورشید بھی تر خون مین نکلا ہے سحر کو

بے داغ کے جلے سوز سخن مین نہین ہوتا — خوشبو کے لیے آگ پہ رکھتے ہین اگر کو

ہوتن سے جدا منزل مقصود کو پہونچے | بے منت پا منزل مقصود کو پہونچے
خدا کو یاد کر اور جام مے کے لا ساقی | غم زمانہ فراموش ہو تو اچھا ہو
کیون قناعت نکرون چشم گہر بار پہ مین | کشتی در مجھے لبریز خدا نے دی ہے
کڑوے ہونے مین بھی شیرینی ہنون کے ہو بند | انکو تلخی شکر آمیز خدا نے دی ہے
کیا رنگ کے اپنی انکھون پہ رکون مین ان جنون | دامن مین اپنے دھجی نہ تا آستین مین ہو
لاکھون ہین زخم پہ لب ہر زخم ہی خموش | اتنے دہن پہ بے سخنی ہو تو سیر ہو

اشکی

اشکی تخلص جگت نرائن کشمیری ثروت ظاہری اور دستگاہ معنوی سے کامیاب تھا تیس برس تک حکام وقت کی قدر دانی سے عہدہ تحصیلداری پر مامور رہا اور ہوشیاری اور کارگزاری مین مشہور رہا امانت کے ساتھ موصوف اور دیانت مین معروف تھا شعر فارسی متانت اور فصاحت کے ساتھ کہتا تھا قریب پانچ سال کے ہوے کہ جہان فانی سے رحلت کی یہ چند شعر بطریق یادگار مرقوم ہوے

بلبل بہ سیل گل گر بدن انیست | خون جگر غنچہ فتد گر دہن انیست
آمد بسر نعشم و از روے تجاہل | پرسید کہ اشکی خونین کفن انیست
روز محشر ہمہ نالند بہ پیش حق و من | دامنت گیرم و ہم پیش تو فریاد کنم
وعدہ کردی و نرفتی سوے اشکی آنون | باز فرما چہ بگویم کہ دلش شاد کنم
دلم بردی از کف بت کج ادائے | بیک گردش نرگس سرمہ سائے

اشکی

اشکی تخلص مرزا غلام محی الدین نام عرف مرزا احسن خلف مرزا غلام حیدر مغفور نواسے شاہ عالم بادشاہ اوائل مین فخر الشعرا میر نظام الدین ممنون غفر اللہ لہ سے مشورہ کرتے تھے اور اب مفتی محمد صدر الدین خان بہادر صدر الصدور دار الخلافت شاہجہان آباد سے استفادہ کرتے ہین تھا خوش طبع رسا ذہن سلیم الطوار حمیدہ عادات پسندیدہ ایک ذات مین جمع ہین یہ اشعار اتفاقاً دستیاب ہوے تھے کہ مرقوم ہوتے ہین

تب دل سے چھٹے عشق تری زلف دوتا کا | دام ازلی وہ یہ گرفتار سدا کا
کیا پاس کسیکا ہے کہ مرتا ہون ولیکن | شکوہ نہین کرتا شب ہجران کی جفا کا
قسمت کو تو دیکھ کہ جیرا نامہ بر اوس دم | جسوقت مرے سر پہ تقاضا ہے قضا کا
آنکے تو نہ دشمن کے خطر سے مرے آگے | اور مفت مین بدنام کیا نام سنا کا

کچھ وجد نہین نغمۂ مطرب ہی پہ موقوف	کافی ہی یہان نالۂ بے ربط درا کا
سجدہ مین گرے دیکھکے تصویرت اشکی	معلوم ہوا آپکا خسر تو تھا ریا کا

اشرف تخلص نواب اشرف حسین خان نواب زادہ شہر الہ آباد بالفعل انقلاب روزگار سے محکمہ عدالت دیوانی بنارس مین عہدہ نظارت پر مامور ہین عزو توقیر اوس والا تبار کی آبائی و ہر مین ایسی ہی جیسے آفتاب کی شان خیل نو آکب مین مشورہ سخن کا مہدی حسین خان تصدیق تخلص سے کرتا ہی لیکن عرض سخن سے ہنوز تو مشقی نمایان ہی یہ دو شعر ریختہ اور زمین شعر فارسی کے اوسکے سخن سے منتخب ہوے

گھٹتا نہین ہی اشک مری چشم زار کا	مشکل ہی ٹوٹنا مرے اشکون کے تار کا
ہر سیخ پڑھی تو بھی کوہ و دشت مین	ایک بھا نہین مقام ہمارے غبار کا
بر امید وصل ہر بیابان عالم تا سحر	داغ دل شمع ہی ہست اشرف در شب ہجران ما
تا دست من بدامن جانان نمے رسد	در و شب فراق بدرمان نمے رسد
پاسخ نمے رسد چو زیاران رفتہ باز	افغان ما بشمر خموشان نمیرسد

افضل تخلص بخشی فیض علیخان پدر عالیمقام اوسکا حکیم وارث علیخان روساے شہر اکبرآباد سے تھا اور اخلاق اس ستودہ کردار کے حد بیان سے خارج ہین اوائل حال مین کسی سرکار مین عہدہ بخشی گری پر مامور تھا مگر اب عدالت دیوانی حکام آگرہ مین عہدہ وکالت رکھتا ہی یہ شعر اوسکا مسموع ہوا

تا نرگس جادوی تو دنباله کشیده است	در دیده ما آہوے حرم تیر خدنگ بست

اکرام تخلص حکیم اکرام اللہ خان خلف الصدق حکیم ہدایت اللہ خان قدیم سے شاہجہان آباد مین متوطن اور مسجد جامع کے جوار مین ساکن ہی تحصیل علم طب وغیرہ مولوی سعادت اللہ اپنے عم حقیقی سے کی ہی یہ دو شعر اوس مصاحب طبع کے درج تذکرہ ہوے

مرے رنج دل کو تم ہرگز نہ پوچھو دیکھو تو	حباب آنسو کے روان خون جگر ہونے لگا
آرزوے وصل کی مٹانی تھی	کیا ہوا اگر مٹا دیا دل کو

امانت تخلص میر امانت علی خلف میر کرامت علی ناگوری اوائل مین سواران رسالہ سکندر صاحب مین منسلک تھا جب اوس انگریز نے وفات پائی وہ بھی ترک روزگار کرکے خانہ نشین ہوا بعد چندے وہ کسی اور انگریز کی رفاقت مین اجمیر کی طرف راہی

اور پہر کسی تقریب سے راجہ جیپور کی سرکار میں روزگار معقول کے حصول سے کامیاب ہوا اور وہین افدرند کافی کو محصلان قضا و قدر کے سپرد کیا یہ چند شعر اوسکے سنے گئے تھے کہ مرقوم ہوسے

دیکھا نہ حور کو بھی امانت نے آنکھ اوٹھا
مارا ہوا تھا کسکی خدنگ نگاہ کا

بہار بھی نہین آئی کہ جوش وحشت سے
ہمارے پاؤن کو ہو ربط خار صحرا سے

الٹد رہی رسائی دست جنون کہ اب
دامن کی راہ لی ہے گریبان کے چاک نے

ہم مرتے مین تشنگی سے ساقی کب سے
ظالم لب جام کو چھڑا دے لب سے

ردیف ت

امانت تخلص آغا حسین امراے نامی لکھنؤ سے ہین ہر چند سخن اوس سخن سنج کا دفتر دفتر سماعت مین پہونچا لیکن ناخن بدل زن کم مشاہدہ ہوا یہ ایک شعر لسندیدہ تھا سو لکھا گیا

نہ کرم نہ مہر نہ دین نہ مروت نہ وفا
اے امانت دل دیا تھا اوسے کیا دیکھکر

ردیف ن

امین تخلص مولوی امین الدین شاگرد جناب جنت مآب کمالات انتساب مولانا مغفرت نشان مولوی عبد الحق نہان علوی تخلص فنون متداولہ اور علوم متعارفہ کو نہایت تدقیق کے ساتھ خدمت فیض درجت حضرت مرحوم مین تحصیل کیا اور پایہ تحقیق کو عرش افتخار تک پہونچایا فن فارسی کو بالفعل انکی استعداد کامل سے قیام ہے اشعار فارسی نہایت متانت اور کمال رزانت کے ساتھ کہتے ہین اور اصناف سخن پر قادر ہین باوجود ان کمالات کے علم مجسم اور ہمہ تن اخلاق اونکے لب کو برگ گل کیطرح سے کبھی تبسم سے اور اونکی پیشانی کو شگوفہ کیطرح شگفتگی سے خالی نہین پایا یہ اشعار اونکے نتائج افکار گوہر نثار سے لکھے جاتے ہین

بدست غیر دیدم شب بخواب آن زلف پیچان را
نمیدانم چہ تعبیر است این خواب پریشان را

غیر در بزم تو می و جام و رباب و چنگ داشت
دل تپید نہاے ما ہم جوش صد آہنگ داشت

در شکستن ہا نشد منت کش سنگین دلان
شیشۂ ما در بغل از جنبش خود سنگ داشت

راہ آمد شد فرو بست است بر تار نفس
کثرت داغ تو جا در سینۂ ما تنگ داشت

ہر چہ میخواہی بکن ہشیار یا دیوانہ باش
لیک با حق آشنا با خویشتن بیگانہ باش

از خودی خود گذر محو رخ یار باش
صورت تصویر مشو پشت بدیوار باش

خرقہ سالوس را ترک بگو زاہدا
بیعت خمار کن رند قدح خوار باش

نقد صد داغ جگر سوز مہیا کردیم
با سر زلف تو امروز چہ سودا کردیم

در خشم غنایم صد افسوس امین	عقدهٔ راز دل خویش چرا وا کردم
تو بر جولان خود آتش چیر گردون [illegible]	نه دیده ستی مگر جولان طفل نی سوارمن

امداد علی تخلص امداد علی نام ساکن محلّہ کول اکبرآباد وہین بود و باش رکھتا اور آزادانہ بسر کرتا قوت حافظہ مین اسکے ساتھ مساہمت نہ تھی باوصفیکہ ناخواندہ محض تھا بسبب زبانی اور قوت لسانی سے حریفان زبردست کا سخن اوسکے سامنے سبز ہوتا تھا کہ اپنی چالاکی طبع سے صد ہا لغت وضع کرتا اور ترکی و انگریزی و بنگالی و فرانسیسی کے نام سے ظاہر کرکے یاران ہمنشین مین علم ہمہ دانی بلند کرتا طرفہ تر یہ ہے کہ اگر کوئی اون لغات کو ایک عمر کے بعد اوس سے پوچھتا اوسی طرح بیان کر دیتا ستر برس کی عمر مین عالم فانی سے سفر کیا یہ دو شعر اوسکے نتایج طبع سے ہین

شرع مین دیکھا تو بولے ضعف آیا ہے اسے	مرگ تک ہنستے رہین کافر کی گھٹے بازیان
دو پھول گر کسی نے چڑھائے اڑا دیے	باد صبا کو گور غریبان سے لاگ ہے

امی تخلص روشن بیگ خاندان شرافت سے تھا نفس اوسکا نہایت مہذب اور صبیح اوسکی حلیہ آزادی سے آراستہ تھی ہر چند بسبب اسکے کہ نگاہ اوسکی حرف سے آشنا نہ تھی امّی بستہ تھا لیکن طبع روشن اور دل بینا ہاتھ لگا تھا شعر عاشقانہ کہتا اور گاہ گاہ تلاش معنی کی طرف بھی متوجہ ہوتا اپنے اشعار شاہ نصیر کی نظر سے گذرانتا تھا یہ شعر اوسکا یاد تھا سو مرقوم ہوا

گرمی مے سے زبان پہ آبلہ پڑتے ہین کیا	اس بیابان مین مغیلان کی بھی پڑتی چھانو

امیر تخلص مرزا امیر بیگ ساکن قدیم شاہجہان آباد صاحب طبع سلیم اور بالفعل گوالیار مین مقیم ہے یہ دو شعر اوسکے نتایج افکار سے سامعہ افروز ہوے

آنکھ وہ کافر کہ قتل عام جسکی ایک ادا	لب وہ روح افزا جسے مردے جلانا بات ہے
کب تلک رو کے کہو کوئی کہ تمکو تو امیر	مار رکھنا [illegible] ہے اور نہ ہو رکھنا بات ہے

امیر تخلص میر امیر علی خلف میر مومن علی متوطن قدیم شاہجہان آباد و شاگرد حکیم عزت اللہ خان عشق اگرچہ استعداد علمی کچھ نہ رکھتا تھا لیکن بفیض صحبت اہل علم سے تقریر شستہ و گفتگوے شایستہ اور روزمرہ صاف پر قادر تھا یہ ایک شعر اوسکے فرزند ارجمند محمد علی نام کی زبان سے مسموع ہوا

ہمکو حاصل کیونکہ ہو تیرے قد بالا کی سیر | کب میسر ہو سکے ہے عالم بالا کی سیر

اقبال تخلص شاہزادہ بلند اقبال مرزا غلام حسین پسر مرزا ہدایت علی مغفور علم موسیقی اور مرثیہ خوانی کی مشق کمال کو پہونچائی ہی گاہ گاہ فکر ریختہ کرتے ہین اوسشیخ ابراہیم ذوق تخلص کیطرف اسے اصلاح کا اتفاق ہوا ہی یہ چند شعر اونکی نتایج طبع سے مرقوم ہوے

دل محبت نہ پایا مین نے عشق مین | قطرہ قطرہ نبکیا زہر آب جوے شیر کا
دیکھئیے آگے آگے کیا ہووے | دل لگی مین تو ہی ابھی سے رنج ہا
بے تکلف کسی سے ہنسیے | اکثر آجاے ہے ہنسی سے رنج
جو روجفا کی اوسکی شکایت کرین تو کیا | سو شوخیان نکلتی ہون جسکے حجاب مین
اللہ اللہ یاد عارض جانان مین روز و شب | سلگے ہی آگ سی دل خانہ خراب مین
نیم بسمل مجھے رکھنے سے تمھین کیا حاصل | ایک ہاتھ اور بھی خنجر کا لگاتے جاتے
تیور آج اور نظر آتے ہین اونکے ہمدم | غیر کچھ چپکے ہی چپکے ہین پڑھاتے جاتے
نہ بھکاتے اگر اغیار اونکو | تو کیا کیا عیش پھر مل جل کے ہوتے
خزان ہوتی نہ واشد گیا گل کی | نہ دن برگشتہ گر بلبل کے ہوتے

انصاف تخلص عبد الرحمن خان ساکن اکبر آباد راجہ بنارس کی سرکار مین جو بالفعل اکبر آباد مین قیام پذیر ہے نوکر اور اوصاف حمیدہ اوسکے وضیع و شریف کی زبان پر ہین

یہ شعر اوسکا مسموع ہوا

حسد کی آگ سے غیرون کا دل کباب ہوا | ہمارے ساتھ جو کی اوسنے بادہ خواری آج

انیس تخلص میر ببر علی پسر میر مستحسن پسر میر حسن صاحب مثنوی بدر منیر ساکن لکھنو خوش فکر و تیز طبع ہی ہر چند غزل گوئی مین دستگاہ تمام اور قدرت مالا کلام ہی لیکن علو اعتقاد ائمہ عظام سے اوقات عمر کو مرثیہ گوئی مین صرف کیا اور حق یہ ہی کہ اس نظم مین فصاحت و بلاغت کی داد دی ہی تحت لفظ یعنی مرثیہ بغیر آہنگ موسیقی کے ایسے طرز سے پڑھتا ہی گویا عنان اثر اوسکی صداے دلسوز کے ہاتھ مین ہی یہ شعر اوسکے افکار سے مرقوم ہوا

ہوا نہ ابر ہی ساقی ہی مے ہی | پر اک تو ہی نہین افسوس ہی ہی

اوج تخلص عبد اللہ خان ساکن مرشد آباد نوشت و خواند سے استفادہ بہرہ رکھتا تھا کہ اپنے اشعار کو لکھ لیتا اور اپنے لکھے کو پڑھ لیتا لیکن چونکہ اصل طینت مین فکر بلند اور طبیعت

ایا تھا پھلیون لب کا تبسم ہر نبات رینہ
سنتا ہفس کے جور وہ [illegible]

ہکو نہ اوٹھا بزم سے اپنے کہ مری بان
ہم آپ ہی بجھ جائینگے ہون شمع سحر کو

سب بار ہوے منزل مقصود کو راہی
اب ہم بھی کچھ آمادہ کرینگے [illegible] ارادہ سفر

غنچۂ دل سوزان بھی ہین کچھ آلسودگی ساتھ
دامن سے تو پونچھو [illegible]

یہی ظالم ہین سزاوار تو کچھ لطف کے ہم بھی
دیکھو [illegible] ستم [illegible]

گئے ہیں سے نظر اپنی خبر دانے
وہ سمجھے سبب [illegible] لطف نظر کو

سبب سمجھا جو بیماری کا وہ شوخ
نہ آیا پر کبھی میری خبر کو

نظر کی سبق مجھ پہ ہی گر سے گی
وہ دیکھے گو ادھر کو یا ادھر کو

سکھایا دخت رز کو منہ چھپانا
کوئی کیا روئے جان شیشہ گر کو

جتنی ہو پلا وے کہ پیاسا ہون مین ساقی
ظالم ہین سمجھتا نہین کم اور زیادہ

جتنے ترے پیش آتے ہین ہم عجز سے اوہی
بڑھتی ہے تری مشق ستم اور زیادہ

اتنے سے ترے تھمنے مین نکلی ہے یہ حسرت
اہو اتنا ذرا لطف سے ستم اور زیادہ

کتنا ہی کرون خشک یہ یہ دامن تر بارے
خجلت سے ہوا جاے ہے نم اور زیادہ

کرتے ہین مرا چارہ غم جسقدر ایجاد
اوتنا ہی یہ ہوتا ہے الم اور زیادہ

باب الباء الموحدہ

باقر

باقر تخلص میر باقر علی ابن میر علی حسن ساکن نواح جونپور مدت مدید سے لاہور اور اطراف پنجاب مین تلاش معاش کی تقریب سے ساکن ہے طرز سخن سے معلوم ہوتا ہے کہ موزونی اشعار صرف حدت ذہن اور تیزی طبع کا نتیجہ ہے جو کہ وہ کلام فی الجملہ رادپہ ہے اگر حلیہ اصلاح سے آراستہ ہوتا تو تہذیب معقول پاجاتا یہ دوچار شعر اسکے نتایج طبع سے ہین

اگر وہ شب کو نہ آئے تو کیا کیا ہمنے
سہی نہ انکے نہ وعدہ کا اعتبار رہا

چکھا ئینگے تجھے نازک مزاجیون کا مزا
اگر ذرا ہمین دل پہ کچھ اختیار رہا

تلاش مین ترے دامن کی اے رمیدہ مزاج
صبا کے ساتھ ہی پھر نا مرا غبار رہا

تجھے تو شغل اغیار سے رہا تا صبح
تری بلا سے کسیکو اگر انتظار رہا

بحر

بحر تخلص میر امداد علی نام صاحب استعداد ہے اور ایجاد معانی اور ابداع مضامین

گریہ سے میرے کچھ تو بجھی آتش جگر
جاری رکھے خدا مری چشم پر آب کو

اللہ ری غفلتین کہ ہوے ہم تو مرکے خاک
اور تجھنے ابتلک نہین اوٹھا نقاب کو

بہاے خون عاشق کیا اور اوسکا خون کیا صاحب
مجھے تم قتل کرکے کس لیے ہوا پشیمان ہے

کسی دن حضرت دل تیرہ بختی گل کھلاویگی
او لجھنا روز کا اچھا نہین ہے زلف پیچان سے

کھلیگا جس جگہ حق ہم وہین سر کو جھکاوینگے
نہ ہمکو ربط کچھ کافر سے نہ نفرت مسلمان سے

بتون کا گھر ہے کعبہ سبحہ لے زنار کو رشتہ
کھلا یہ ماجرا زاہد ہمین تحصیل ایمان سے

گلی کوچہ مین پھرنا روز کا اچھا نہین حضرت
ہوا کیا تمکو اے بسمل جو ہوا ایسے پریشان سے

اے بلبلان باغ رہائی سے فائدہ
سر پہ خزان ہی آگئی جب ہم رہا ہوے

اوسکی گرہ بھی کیا مرے دل کی ہے اک گرہ
بند قبا جو ہمسے نہ اک روز وا ہوے

بسمل اوبتون کی یاد مین سب کچھ بھلا دیا
نادان یہ صنم نہوے کچھ خدا ہوے

بسمل تخلص حافظ محمد حسین نام ولد حافظ محمد بخش عرف حافظ ممو ساکن حویلی خان دوران خان مرحوم صاحب طبع سلیم و ذہن قویم ہے وجاہت صوری اور حسن معنوی سے بہرہ ور جمال ظاہری اور کمال باطنی سے کامیاب علوم رسمی سے بقدر ضرورت متمتع دلنشینی سخن سے گوش شوق کی سیری محال اور دلچسپی کلام سے بے التفاتی مخاطب کی وہم و خیال اصلاح شعر راقم کے مشورہ سے صورت پذیر ہے یہ چند شعر بطور انتخاب کے قالب تحریر مین آئے

نہ آویگا یہان تک اور نہ مطلب دل کے ہونگے
نہ چھوٹیگا قیامت تک کبھی دامن تمنا کا

دل توڑ کے ہمسے او بت کافر اوٹھا لیا
اس نازنین کی مین بوجھ یہ کیونکر اوٹھا لیا

بار گران عشق فلک سے نہ اوٹھ سکا
کیا جانے میرے دل نے یہ کیونکر اوٹھا لیا

کیا کام ہے بلا سے جو تو ہوا اسیر زلف
جب تجھ سے ہاتھ اے دل مضطر اوٹھا لیا

پیر مغان نے بسمل میکش کو دیکھکر
شیشہ بغل مین ہاتھ مین ساغر اوٹھا لیا

نیم بسمل کیون نہ مجھکو چھوڑتا ہنگام ذبح
یار کو میرے تڑپنے کا تماشا ہو گیا

شکوہ مت کر حال جو بسمل ترے دلکا ہوا
شکر ہے ہر حال مین جو کچھ ہوا اچھا ہوا

گر پڑیگا تو زمین پہ کانپ کر اے چرخ پیر
نیم نالہ بھی کوئی ہمسے اگر برپا ہوا

مین نہ کہتا تھا نہ ہو روکش تو اوسکی زلف سے
اس خطا سے منہ ترا مشک ختن کالا ہوا

ہم گئے تھے دلکو لینے وہ طلب کرتے ہین جان
دل کو کیا روتے تھے ہم اب جان کا رونا ہوا

تم سے دل کی نازبرداری نہوگی دل نہ لو | جان من یہ دل بڑے نازون کا ہی پالا ہوا
دلبری کی بات گو اونہین ہنین اہر دل مگر | عمر بھر اونسا نہ ظالم بھی مجھے پیدا ہوا
یہ کس سیاہ بخت کے گوندھی ہی خون مین | کالا جو تیرے ہاتھ مین رنگ حنا ہوا

بسمل تخلص نواب امیر حسن خان ساکن دارالامارۃ کلکتہ ہرچند دولت دنیا سے اسقدر بہرہ حاصل تھا کہ گدائے محلہ اوسکی زکوۃ سے صاحب نصاب ہوکر اپنی بضاعت سے اتنی زکوۃ نکالتا کہ اگر اوسکا عشر عشیر خسرو پرویز کو ہاتھ لگتا آٹھوان خزانہ اور معمور ہو جاتا لیکن مزاج مین مسکینی و تواضع اس درجہ پر تھی کہ مثل خم ابرو تسلیم اور مثل سایہ افتادگی گویا ایام سرشتی تھا دقایق سخن سے کماہی آگاہ اور صنائع و بدائع مین کامل دستگاہ نظم و نثر مین باوجود صفائی الفاظ اور شستگی عبارت کے تلاش معنی کا مرتبہ نہایت کو پہونچ گیا تھا جناب اوستادی حضرت صہبائی سلمہ اللہ تعالے کے حماید اوصاف سنکر اخلاص غایبانہ بہم پہونچایا اور خط و کتابت کے وسیلے سے رابطہ خلت کو بڑھایا ایک رقعہ الفاظ بے نقط مین اونکی خدمت مین بھیجا تھا باوجود اس قید کے بے تکلف وامدنی تھا نہ ساختہ و پرداختہ چند سال ہوے ہین کہ دنیاے دون سے دل اوٹھا کر عالم آخرت کو راہی ہوا یہ چند شعر بطریق یادگار مرقوم ہوے

سرمہ خود بچشم کم منگر | دیدہا زین غبار روشن گشت
شہد ریزد کلام کشمیرم | بر لب او مگر لب من گشت
نہ شود اگر بسینہ رہ قاصد نفس گم | دو سہ حرف خونچکانی بلب ارمغان فرستم
آنقدر از دل صدپارہ نماندست بجاے | کہ باحباب توان رقعہ انشا کردن
خال عارض کہ تہ کاکل یار افتادہ | مہرۂ زہر بود از لب مار افتادہ
وہ چہ تیر مژہ تیز تو صید انداز ست | ہمچنان بود بہ فتراکش کہ شکار افتادہ
لالہ را خلعت گلگون صلۂ یک داغ ست | ہر زمین چیست کہ داغم ز شمار افتادہ

بسمل تخلص رام کشن پنڈت مدرس زبان انگریزی و دقایق فارسی سے بخوبی واقف او غوامض سخن سے دلخواہ آگاہ مقامات کتابی کو کمال تدقیق کے ساتھ حل کیا ہی تہذیب اخلاق مین بے مثل اور ستودگی کردار اور درستی گفتار مین بے نظیر شعر فارسی خمخانہ شیراز کا سر جوش اور سواد رقم سرمۂ اصفہانی سے ہمدوش یہ چند شعر اوسکے نتایج طبع سے ہین

سرشک دیدهٔ غماز کشف راز هم کرد ‏‏ — فغان که پرده ز روی غم نهان برداشت

سنبل مشکین بود یا زلف عنبر بوی دوست — نافهٔ چین است یا خال رخ خوشبوی دوست

ماه نو یا سجده گاه عاشقان یا تیغ تیز — یا کمان یا نون قوسی یا بود ابروی دوست

لالهٔ گلزار خوبی یا مه اوج جمال — یا بود مهر سپهر دلبری یا روی دوست

آنکه بسمل مردگان را میدهد جان دگر — یا بود باد مسیحا یا نسیم کوی دوست

اگر نه بادهٔ زانگور باغ بخت من است — همیشه چشم تو زین گونه مست خواب از چیست

دل را ز چشم آن بت پرفن نگاه دار — جنس گران بهاست ز رهزن نگاه دار

چون غنچه خون دل خور و در حفظ راز کوش — هر دم زبان بکام چو سوسن نگاه دار

از لطف چرخ دم مخور ار دولتت دهد — خود را ز روبه بازی دشمن نگاه دار

هر چاکهای سینهٔ سوزان رفو مزن — از بهر آه این دو سه روزن نگاه دار

سررشتهٔ خرد مده از دست و گم مشو — خود را طفیل رشته چو سوزن نگاه دار

نگاه بر رخ جانان نمی توان کردن — نظر به مهر درخشان نمی توان کردن

بشیر تخلص میر بشارت علی شاگرد میر نظام الدین ممنون یہ شعر اوسکے افکار سے ہے

شاید دل بیتاب کو تسکین ہو اپنے — کھنچوا کے رکھون سینے پہ تصویر کسیکی

بلند تخلص صفدر علی بیگ نام ابن مرزا افضل علی بیگ قوم مغل ساکن محلہ کھاری باولی مرد قابل خوش اخلاق پسندیدہ اطوار نیک نہادی و صاف دلی مین یگانہ طرز وفاق اور سیاق آشنا پرستی مین یکہ زمانہ حلم و وقار کو اوسکے گوشہ طبیعت مین منزل آسایش اور نجابت و شرافت کو اوسکی نسبت سے زیب و آرایش علم حساب مین مہارت تام اور انشا نگاری مین دستگاہ تمام خط نستعلیق کی شان خط گلرخان سے جان فزا تر اور خط شکستہ کی طرز زلف خوبان سے دلربا تر والد اس نیک نہاد کا راجہ الور کی سرکار مین علاقہ مدرسی مدرسے سے ممتاز ہی اور یہ ہوشیار خرام گاہ گاہ قدر دانی حکام وقت سے علاقہ تحصیلداری سے سرفراز رہتا ہی شعر گوئی کی طرف توجہ تمام مصروف اور طبع اوسکی اس فن سے کمال مالوف ہی اصلاح شعر راقم اثم سے لیتا ہی چند شعر اوسکے نتائج طبع سے منتخب ہوے

یہی مبدا ہی رنج و محنت کا
تمسے ملک بنا نشانہ بلند
تیرے ہجر جاتی ہین نے ای بے مہر
ہی بیگانہ وشی رہا بہت
بیوفا جہان نسل دیہ آشنا و زود رنج
مجھے وصل کا سا حسرت پنہان ہین ملا لطف
روز ہی او سکو میرے قتل کی فکر
کچھ نہ کچھ ایذا رہی ہی سوز غم کے ہاتھ سے
رنج و راحت ہی انتہا ہین ایک
جہان غم تین ہی اک کشاکش کی
جسقدر ہمکو تجھسے تھی اے
تفس دو فرہاد و وامق اور بلند
سنے کیا ناصحون کی باتون کو
جان ہی یہ کچھ کشاکش آزار مین گلا ہی
نہ بتو رہت سے کی تھی ہمنے پرا مجتنب
اشارے ہین انسے جو ہین کور چشم
تمھارا جو بیمار تھا مر گیا
جو ہم دل کہین دین نذر کو بلند
ایک بوسے پہ یہ لڑائی حیف
میرے پہلو مین دل ہی یا بجلی
سیکڑون بند نہ خدا مارے
او کھڑا او کھڑا ہی مجھسے دل شاید
اجڑے پھرتے ہین اپنی سانس کے ساتھ
کہان وہ اور کہان دشمن مگر یہ
نصیب مرضی او سکے ہاتھ لگا ون وسے بلند

دوکرست کیجیے محبت کا
درد کا رنج کا مصیبت کا
مجھکو عالم سے شرمسار کیا
ہائے اک عمر جسکو پیار کیا
ہو تجھے ہمنے کہا ای یار زیبا ہو گیا
شب میرے تصور مین جو اک پردہ نشین تھا
غیر سے دھیان ہی سودا اپنا
مٹ گیا گر آبلہ اک داغ پیدا ہو گیا
ہجر مین ہو گیا وصال اپنا
آج جھگڑا ہی انفصال اپنا
اوسقدر ہی ترا عتاب رہا
عشق مین جو رہا خراب رہا
اب وہ اپنا نہین دماغ رہا
رو دیا کیا سرہانے سے جا تمام شب
ہو گئی مری کی ہوس کچھ ابر و باران دیکھکر
ہین آنکھین تو اپنی انھہ کچھ نہین
تمھین ای ستمگر خبر کچھ نہین
تمھارا لو اسمین ضرر کچھ نہین
دس نہین سو نہین ہزار نہین
کہ کسی دم اسے قرار نہین
کیا بتون سے ہی گھر خدائی ہی
اسنے اپنی وہان جمائی ہی
ہمارا ضعف سے لاغر یہ تن ہی
ہمارا ہی فقط دیوانہ پن ہی
یہ تاب یہ مجال یہ قدرت کہان مجھے

دہلی میں گاہ گاہ اور اکثر ہمدان آباد میں غالب اوقات بود و باش کرتا ہی اور احیاناً شعر بھی کہتا ہی اوسکے دو تین شعر ایک دوست نے بیت سامنے پڑھے تھے تحریر تذکرہ کے وقت یاد آگئے

رات دن کا ہی یہ اشغال آرائش [illegible]	اس سے کیا تجکو یہ جو حال پریشان میرا
میں وہ خاکستر افسردہ ہون جو سات ہی کہ [illegible]	داغ خورشید ہی اک اخگر سوزان میرا
قبر پہ [illegible] دیون کی اپنے تو ہرگز نہ جا	تیر اکچھا کب چھٹیگا اس خاک دامنگیر سے

پیر تخلص اور نام ہی ایک سقہ کا کہ اکثر بازار چاندنی چوک میں اور کبھی اور کہیں شہر دہلی بازار کو سہل قیمت پر پانی پلاتا ہی اپنے آپکو مجرم کا شاگرد بتاتا ہی یہ شعر اوسکا سنا گیا

شوق گریہ کو کہو روئیے کس پاس کہ آہ	نام کو بھی نہ رہا آنکھ میں اک قطرہ باقی

پیپک کریم اللہ نام پہلے زمرۂ چوبداران شاہی میں ملازم تھا اب لبلبہ اوقات نامہ بری اور قاصدی پہ ہی طبیعت فی الجملہ موزون رکھتا ہی یہ شعر اوسکی زبان سے سنا گیا

شوق سے جبکہ میں آتا ہون ترے کوچہ میں	مجھسے لیتی ہی صبا تیزی رفتار کو وام

باب التاء

تاب تخلص نمک پاش زخم جگر میر حیدر خلف زبدۂ خاندان سیادت میر محبت علی ساکن قدیم پانی پت لیکن اب عرصۂ دراز سے یہی خاک پاک اوسکا مسکن اور یہی حصار عافیت اوسکے واسطے نشیمن ہی علم موسیقی کو دھرم داس نام درویش دلریش سے اکتساب کیا ہی اور چونکہ ایام جوانی میں ایسے امور کی قابلیت زیادہ ہوتی ہی اوسکی صحبت کے اثر سے آزادگی نے کچھ طبیعت بے پروا میں راہ پیدا کی ہی اگر اسیطرح چند روز بسر ہوئے ترک تعلق اور اختیار تجرید کچھ بعید نہین معلوم ہوتا حسن صورت اور حسن صوت دونون اس مجمع محاسن میں جمع ہین گاہ گاہ فکر شعر بھی کرتا ہی ایک روز اپنی غزل کے دو چار شعر راقم ہیچمدان کے روبرو آہنگ موسیقی میں ایسی خوش الحانی سے گائے تھے کہ آب کی روانی اور ہوا کی وزش موقوف ہوگئی تھی شتابان دلفگار کی گریہ و آہ سے تعجب ہی کہ وہ اوس وقت کیونکر دریا سے زیادہ جاری تھا اور یہ کسطرح صرصر سے زیادہ روان تھی اوس غزل کے دو شعر یاد آگئے تھے بطریق یادگار ان اوراق میں مرقوم ہوے

میں تو تھا غافل زمانہ کا یہ الفت کے طفیل	کوئی سودائی کہے ہی کوئی دیوانہ مجھے

کثرت دل ہر شکن مین دیکھ غیرت سے موا — آفت جان ہوگیا زلفون کا سلجھانا مجھے

تاب تخلص مرزا الطاف اشرف خلف شاہزادہ والا تبار مرزا داور بخت بہادر یہ شعر اوس صاحب طبع کا سُنا گیا

دیا ہر چہنے دل ای تاب کس ہمبر کو دیکھو — کہ پہروا ہو بہ اوسکو اور نہ وہ پہر اپنا دم نکلے

تابش تخلص محمد جعفر الہ آبادی موطن دہلی مسکن جناب مولوی [illegible] والی سے بیعت اور تقاید [illegible] معقول سے سرافراز [illegible] ترک علاقہ [illegible] اختیار گوشہ نشینی کی سعادت سے کامیاب ہر گاہ گاہ شعر ریختہ کا فکر کرتا ہے یہ دو شعر اوسکے ایک دوست کی زبان سے مسموع ہوے

کبھی بن بادہ رہ نہین سکتے — تو جو کچھ نکو سمانہ گا نہین
دل مین خوش ہین عدو پر ای تابش — وہ ستمگر کسی کا یار نہین ہے

تاثیر تخلص حافظ محمد حسین ساکن دہلی تلمیذ خدا بخش خان تنویر موزون طبع اور خوش فکر ہے یہ دو تین شعر اوسکے مرقوم ہوے

وہ ہوا پاس تو قابو مین دل اپنا نہوا — ہاے مطلب تو ہوا حسب تمنا نہوا
بیمار کیا اور بھی اس کم نظری نے — ظالم ہمین مارا تری بیدادگری نے
تنہا بند کے خیال نے کعبہ جھکا دیا — الفت بتون کی لائی کہان سے کہان مجھے

تارک تخلص تارک ما سوے اللہ میر لقاء اللہ تین بار سفر حجاز کی سعادت سے مستسعد ہو کر دفعہ چہارم پھر تحصیل ثواب حج کے ارادہ سے جہاز پر سوار ہوا تھا کہ ناسازی آب وہوا سے تپ ولرزہ عارض ہوا اور عین اشتداد مرض مین نماز عشا کے سجدہ مین تھا کہ ندای ارجعی اوسکے نفس مطمئنہ کے گوش مین پہونچی اور راضی برضا کعبہ جان کا احرام باندھکر کشادہ پیشانی حرم قدس کی طرف راہی ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون یہ شعر اوس قدسی نہاد پاک سرشت کا ایک آشنا کی زبان سے سُنا گیا

مین وہ وحشی ہون کہ جون نکہت گل ای تارک — جب نکلتا ہون تو کوسون ہی چلا جاتا ہون

تائب تخلص شیخ محمد اکرم متوطن پنجاب مدت ہوئی کہ لباس درویشی بدن پر راست کر کے خاک سر کوچہ فقیر کو خلعت سلطانی سے بہتر سمجھا دو بار وارد شاہجہان آباد ہو کر راقم تذکرہ کے کلبہ احزان کو اپنے قدم بہار توام سے رشک ارم کیا تقدس ذات کو بیان کرون یا

اپنے جمال کا محو دیدار کیا کبھی کبھی اشعار اردو بھی اوسکی زبان فیض ترجمان سے سامعہ نواز اہل علم و ہنر ہوتے تھے ازانجملہ ایک شعر درج تذکرہ ہوتا ہی

فکر اطفال کو ہر سنگ اوٹھا لانے کی ‌ ‌ آمد آمد ہوئی شاید ترے دیوانے کی

تحسین تخلص محمد حسین خان ساکن شاہجہان آباد جوان سعادتمند کان حیا معدن حلم چند سال سے کتابین چھاپنے کا کارخانہ اپنے کاشانۂ دولت مین مقرر کیا اور اوس مطبع کا نام مصطفائی رکھا ہی ہر چند اس شہر مین کثرت مطبع اتنی ہی کہ حوصلہ شمار کا اونکی تعداد سے تنگ ہی لیکن اس ہوشیار طبع کے سلیقے سے نسخہائے مطبوعہ کی صحت اور درستی خط مشہور آفاق ہی یہ پریس اس مطبع کا چرخ فلک ہی کہ ہر جنبش مین آثار عجیبہ اوس سے صادر ہوتے ہین اور سنگ اوس پریس کا لوح محفوظ ہی کہ نظر دقائق نگر پہ اسرار غریبہ اوس سے ظاہر ہوتے ہین گاہ گاہ شعر ریختہ اس صاحب طبع کے صافی طبع سے حکم آئینۂ مجلا کا پیدا کرکے مشتاقان معنی غریب کے سامنے چہرہ مقصود سے نقاب کشا ہوتا ہی یہ چند شعر اوسکے افکار گوہر نثار کا نمونہ ہین

آزار ہوا اسکو مگر عشق بتان کا ‌ ‌ بیطور ہی نقشہ دل بیتاب و توان کا
جب بت سے نہ راضی ہون تو تجانہ سے کیا کام ‌ ‌ تحسین چلو کعبے کو جھگڑا ہی کہان کا
اے دل تو عشق کیجو مگر دیکھ بھال کر ‌ ‌ عاقل کو چاہیے کہ کرے فکر دور کا
لب کی خوبی مین کیا سخن ہی پر ‌ ‌ فتنۂ روزگار ہی انکھین
کوئی کیونکر بچاے جان ہمدم ‌ ‌ ایک خنجر گذار ہی انکھین
صیاد اسطرح جو نہ گرم عتاب ہو ‌ ‌ کیون آشیان چمن مین ہمارا خراب ہو
تحسین اونکو دیکھنے جاتے تو ہو مگر ‌ ‌ ایسا نہو کہ جان کو وہی پھر عذاب ہو
خیال تبان دل مین رکھتے ہو تحسین ‌ ‌ مگر تم بھی رسوا ہو اچا ہتے ہو
ہوے ذلیل تو عزت کی جستجو کیا ہی ‌ ‌ کیا جو عشق تو پھر پاس آبرو کیا ہی
اگر نہین ہی تجھے ذوق میکشی تحسین ‌ ‌ تو تیرے ہاتھ مین یہ ساغر و سبو کیا ہی
یار کہوے کہ اوٹھ مرے در سے ‌ ‌ دل یہ کہوے یہین رہا کیجے

تحسین تخلص علی مولا خان ساکن شاہجہان پور نوجوان ظریف مزاج خوش طبع ہی یاران جلیس سے سر رشتہ اختلاط اور دوستان موافق سے گرم ارتباط حسن و جمال کا یہ عالم ہی کہ اگر اقتضاے جوانی سے خوبان دلربا پر دل آجاوے عاشقی سے معشوقی کی

تو شاید پہونچ جاوے سخن کی رنگینی گل پر نازاور کلام کی لطافت گوہر پہ زبان درازی کرتی ہے
ہر چند اشعار نازک اس نازک طبع کے بہت مسموع ہوے لیکن بالفعل سوا اس شعر کے
ذخیرہ حافظہ نہ تھا ناچار مندرج تذکرہ ہوا

کہا تسکین اور ذرا غور کرین آپ اسے ۔ ڈرتے ڈرتے یہ لکھا ہے کہ پڑھین آپ اسے

تپش

تپش تخلص شیخ محب اللہ ساکن جونپور مرد خلیق خوش وضع تھا کسی تقریب سے وارد شاہجہان آباد
اور ایک محفل مین راقم سے ملاقی ہوا ہر چند دو چار شعر اوسکی زبان گوہر نثار سے مسموع ہوے تھے
لیکن یہ شعر ناخن بدل زن تھا

اور ہی کچھ ڈھنگ ہے اپنی گرفتاری کا ہاے ۔ یون تو زلفون مین تری کس کس کا دل الجھا نہین

تسکین

تسکین تخلص زبدۂ خاندان سیادت اسوۂ دودمان سعادت میر حسین نسب اس زبدۂ سادات
کرام کا میر حیدر قاتل وزیر فرخ سیر تک پہونچتا ہے کتب فارسی کو جناب اوستادی مولوی
امام بخش صہبائی سے پڑھا ہے اور چونکہ طبع نہایت موزون تھی شوق شعر گوئی نے غلبہ کیا
اول اپنے کلام کو شاہ نصیر مرحوم کی نظر اصلاح مین گذرانا جب کچھ سلیقہ اس فن مین بڑھ گیا
سر رشتہ اصلاح کا چندے منقطع رکھا لیکن پھر اپنے سخن کی تکمیل کے واسطے مومن خان سے
اصلاح لینی شروع کی رفتہ رفتہ مشق سخن کمال کو پہونچی اور طرۂ ایوان سخن کنگرہ عرش تک
پہونچا بسبب گرفتاری فلاکت اہل ہنر کی دشمن اور کمالات فن کی عدو ہے تلاش معاش کے ذریعے سے سفر رامپور کا
اتفاق ہوا وہان یا تو یہ آسمان نہین یا اوسوقت یہ بخل سرشت کسی اور امر خطیر کی طرف متوجہ
تھا رئیس رامپور کی قدر شناسی سے سلسلہ نوکری کا بقدر رفاہ حال منتظم ہو گیا اوس گلزار مین کے
شعرا نے پاکی زبان اور خوش فکری کو مقبول رکھا بارہ سو اڑسٹھ ہجری مین عالم شباب مین پیرزال
دنیا کی صحبت سے بیزار ہو کر حوران بہشتی کی طلب مین روضۂ خلد کی طرف راہی ہوا اوسی سال
مین چند روز پہلے مومن و عارف کے سانحہ ناگزیر سے قدردانان سخن کا سینہ داغدار اور سخن
شناسون کا دل افگار ہو چکا تھا کہ یہ واقعہ جانکاہ علاوہ رنج و ملال اور مزید اندوہ و کلال ہوا
قربان علی سالک نے تاریخ وفات اسطرح سے پائی کہ لطریق معما کے اون دونون سانحہ جانگداز پر بھی
اشتمال رکھتی ہے مصرع ارم مین مومن و تسکین و عارف ہے یعنے ان تینون نام کے
اعداد ارم کے اعداد مین شامل ہین یہ چند شعر اوس صاحب طبع کے کلام سے انتخاب ہو کر
مرقوم کیے گئے

دیکھین کیا میری طرف یا دہین اونکو اغنی
بات کرنے مین جو ہر دم ہی حجاب آئینہ
جان دیتا ہی ہر اک بات کو تسکین کریا
رہنے والون کو ترے کوچے کے یہ کیا ہو گیا
قسمت تو دیکھ جتنے کیے شکوے ہجر کے
کہتے ہین رنجش ظاہر مین مزا آتا ہی
تمھین بھی کھولنی زلفین پڑینگی
ہزارون مرگئے دیکھا جو عالم سوگ مین اوسکا
تھا میری طرح غیر کو بھی دعوی الفت
بے بال و پر ہی کھوتی ہر تو قید اسیری
زندگی ہو دیگی کس طور سے یارب اپنی
گھر مین بہم ہی جو وہ فتنہ دوران ہمدم
آج جو عرش پہ ہی اپنا دماغ اے ظالم
اتنی سرخی شفق چرخ مین کسدن تھی نگر
حق کے کہنے سے نہین ملتی ہی سولی منصور
جنس دل کی مری کچھ قدر نہو گی افسوس
گر مر کے چھٹے دل کی تپش سے تو عزیزو
کبھی کہتا ہون وصل مشکل ہی
یان انتظار ہی مین کٹی مجکو ساری رات
وہم آتا ہی مٹا کر خط پیشانی مارے
تھے جنسے گمان دوستی کے
اک خلق ہی تلخ کام شکر
دل دینے کو قتل ہی سزا ہو
ہزار طرح سے کرنی پڑی ہی تسلی دل
شب وصال مین سننا پڑا افسانہ غیر

تسکین غیر سے کرنی ہے مجھے دکھلا دکھلا
دیکھا کیا ہی مجھے بھی تو خود آرا دکھلا
تمنے کیا او سکو دیا اپنا سراپا دکھلا
مرے آتے ہی یہان ہنگامہ برپا ہو گیا
اونکو گمان رہا گلہ روزگار کا
یوہین تم مجھسے ذرا ہو کے خفا ملجانا
دل گم گشتہ گر اپنا نہ پایا
لباس آیا تھا وہ کافر ہین کر میرے ماتم کا
ناصح تو اوسے دینے کو الزام نہ آیا
صیاد یہان سے لیکے کبھی دام نہ آیا
دم مین سو بار اگر یون وہ خفا ہووینگا
مجھپہ طوفان کوئی تازہ اوٹھا ہووینگا
کوئی دشمن تری نظرون سے گرا ہووینگا
عاشق زار کا کچھ رنگ اوڑا ہووینگا
تونے دعوے کہین الفت کا کیا ہووینگا
تم وہ لیتے ہو کہ کر دین جسے اغیار سفید
تا حشر نہ نکلین گے کبھی گور سے باہر
کبھی کہتا ہون کچھ محال نہین
وان وعدہ کیا گیا تھا اونھین یاد بھی نہین
اسمین لکھا نہو اوس در کی جبین سائی کو
دشمن وہ ہوے ہمارے جی کے
کیا شور ہین اپنی بیکسی کے
قائل ہین تمھاری منصفی کے
کسیکے جانے سے گو خود نہین قرار مجھے
سمجھتے کاش وہ اپنا نہ رازدار مجھے

وہ اپنے وعدہ پہ محشر مین جلوہ فرما ہین
مرے قصور سے دیدار مین ہوئی تاخیر

یہ کہکے شب ہجر مین کرتا ہون تسلی
تیغ نگاہ یار اوچٹتی لگی تھی

نہین ہر ضعف سے انبوہ مین گذار مجھے
نہ دیکھنا تھا تماشاے روزگار مجھے

جو رنج و مصیبت ہر سو انسان کے لیے ہر
برسون گذر گئے مجھے آزار کھینچے

تسلی

تسلی تخلص میر شجاعت علی شاگرد شاہ نصیر مرحوم اوائل حال مین ولولہ شباب و اقتضاے جوانی سے معاملہ بندی کی طرف متوجہ اور تلامذہ شاہ مرحوم مین جرات عصر مشہور تھا شعر خوانی کے طرز عاشق پیشگی اور وارستہ مزاجی پر دلالت کرتے تھے اور شعر پڑھنے کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ اپنے حال کا افسانہ کہتا ہے اب مدت سے ترک ماسوا کرکے اکثر قدم پاک مورد لولاک صلعم کی زیارت کو غنیمت کبرا ے جانکر اوسی مکان برکت نشان کے گوشہ مین نقش پا کی طرح پڑا رہتا ہے عجیب خوش طالعی اوس مرد پاک سرشت کی ہے کہ اوسکو ایسی درگاہ ملائک سجدہ گاہ کی خاک پاک کا صندل دنیا کے دردسر سے نجات دیگی
یہ دو شعر اوسکے یاد تھے جو لکھے جاتے ہین

مجھسے بدنام اوسے لوگ عبث کرتے ہین
اسطرح میلے کچیلے تو یہ آفت ہو تم

ہمنشین وہ تو مرے پاس نہ آیا نہ گیا
گر تکلف کرو دیکھو پھر تو غضب لاؤ اجی

تسلیم

تسلیم تخلص حاتم خان قوم افغان سے اور روساے رامپور اور شاگردان علی بخش بیمار سے ہے ذہن سلیم اور طبع مستقیم رکھتا ہے یہ چند شعر اوسکے اشعار سے منتخب ہوے

شباب گیسوے مشکین کے عشق مین گذرا
کچھ اوسکے حق مین بھلے ہونگے وہ دلبر گون

پہلے اے غنچہ گل منہ تو ذرا بنوا لے
کہربا کا ہمکو اسطرحسے تنکے چنتا

پھر آگیا مین خطا مین تمام شب بہکا
یہ بات کیا ہے کہ تسلیم بے سبب بہکا

کبھی تو پھر دہن یار سے نسبت پیدا
ترے دیوانے کی کرتا جو نہ رنگت پیدا

تشنہ

تشنہ تخلص محمد علی نوجوان وارستہ مزاج درویش وضع گاہ عریانی کو اپنا لباس بے تکلف مقرر کرتا ہے اور کبھی لباس کو زیب بدن کرکے اہل روزگار کی تقلید کی راہ مین چلتا ہے اصلاح شعر کبھی حکیم آغا جان عیش اور کبھی شیخ ابراہیم ذوق مرحوم سے لی ہے یہ دو تین شعر اوسکے مرقوم ہوے

سنہون وہ لب جو کھلین شکوہ جفا کے لیے | وہ لوٹین ہاتھ جو اوٹھین کبھی دعا کے لیے
ہوئی تھی ایسی کہان کی صفائی اوس بت سے | کہ آسمان نے سونپی فلک مین ملا کے لیے
تمہاری ہمکو خبر کیا کہ ایک مدت سے | یہ بیخبر ہین کہ اپنی خبر نہین رکھتے

تشنہ تخلص مرزا مغل بیگ ساکن شاہجہان آباد شاگرد غلام مولا بخش قلق جوان نیک اور خاندان شرافت اور دودمان نجابت سے ہی طبیعت رسا اور فکر بلند رکھتا ہے یہ دو تین شعر اوسکے مرقوم ہوے

مرے سینے کی آہ آتشین بھی برق ہے گویا | کہ اکدم مین جہان پھونکا تو اک پل مین دنیا پھونکا
کیا خاک نشیمن کوئی گلشن مین بنا دے | گل خوش ہین اگر ہم سے تو صیاد غضب ہے
خوبان جہان یاد رہے تمکو بھی یہ بات | تشنہ بھی کمبخت اک آزاد غضب ہے

تصدیق تخلص نواب مہدی حسین خان رئیس جونپور کہ بالفعل بنارس مین عہدہ تحصیلداری پر مامور اور وضعداری کے ساتھ مشہور ہین اشعار فارسی کی فکر کرتے ہین یہ دو تین شعر اونکے یاد تھے سو لکھے گئے

کارم بجان رسیدہ و جانان نمے رسد | مے میرم و مسیح بدرمان نمے رسد
دریا بآب دیدۂ گریان نمے رسد | با موج اشک شورش طوفان نمے رسد
با نالہ ام کہ در چمن از سینہ مے کشم | گلبانگ عندلیب خوش الحان نمیرسد

تصور تخلص نبی بخش نواسہ شاہ نصیر مرحوم قلم اوسکی اہلیت اور اخلاق حمیدہ کو لکھے یا تیزی فکر و جودت طبع کو تحریر کرے یا تاسف جوان مرگی سے بزم احباب کو ماتم سرا بناوے یہ دو چار شعر اوسکے بطریق یادگار مرقوم کرتا ہے

اوسکے خیال زلف مین کچھ سوجھتا نہین | آنکھون مین اپنے دن بھی شب دیجور ہو گیا
ہم بھی مثال آئنہ ہین تجھسے سینہ صاف | دل سے ترے غبار اگر دور ہو گیا
کیا کیا خیال دل مین گذرنے لگے جو آج | دروازہ اوسکا شام سے معمور ہو گیا
کسنے کہا تھا تجھسے تصور کہ اوس سے مل | دل اپنا دیکھیے آپ تو مجبور ہو گیا
عشقبازی ای تصور کھیل لڑکون کا نہین | جان کا اسمین بچانا کام ہے ہشیار کا
خواب کا بس کیا چلے اس دیدۂ بیدار پر | جو ادھر کو آتے نہین دیکھا کبھی ہشیار پر
آبلون نے پاؤن کے پانی چھڑایا اسقدر | تشنگی سے پڑ گئے کانٹے زبان خار پر
اوسکی باتون نے زبان کے کردیے ٹکڑے مرے | لیگئی سبقت زبان یار بھی تلوار پر

تصویر تخلص میاں بچن نام مرد خوش کردار نیک نہاد حالانکہ سواد روشن نہین رکھتا اور امی محض ہی لیکن طبیعت خداداد کی اعانت سے فکر موزونی سخن دامنگیر رہتی ہی اور اس استعداد پر رشک امثال ہی ہر چند باعتبار اصل و نژاد کے نجیب زادہ ہی لیکن زمانے کی تنگ چشمی اور فلک کی ناتوان بینی سے پیشۂ نیچہ بندی کو حصول روزی کا ذریعہ کیا ہی ہیہات یہ کیا سخن تھا کہ زبان سے نکلا اور یہ کیا حرف تھا کہ لب سے آشنا ہوا غرض اس پیشے سے دلسوزی عشاق اور مقصود اس حرفہ سے چارہ گری عاشق پیشگان آفاق ہی کہ نے قلیان کے پردہ مین آہ جگر سوز کو سر کرین اور بدگمانی رقیب سے کلبۂ احزان مین کچھ فارغ البال بسر کرین اور یہ کیون نہو کہ شیوۂ شاعری بے درد محبت نہین ہوتا دردمند کو ہمدرد کا پاس ضرور ہی اور ہر جگر سوختہ اپنے ہمدم کی دمسازی مین مجبور ہی یہ چند شعر اوسکے مرقوم ہوے

کچھ نہ بن آیا تو شب کو آپ کہکر اپنے ظلم
جلے مزہ رکھنے کو وہ میرے پشیمان ہی رہا

تو اپنی جان پہ کھیلا ہی عشق مین اوسکے
یہ دل مین کیا ترے تصویر دلفگار آیا

بات بھی کچھ کی تو اوسنے ذکر دشمن کا کیا
وائے قسمت وہ کھلا بھی ہے تو کیونکر کھلا

فدا آنا آشنائی پہ تو ہین لاکھون دل وجان سے
اگر وہ بت کبھی کا آشنا ہوتا تو کیا ہوتا

کیا حال دل سناؤن یارا نہین بیان کا
مارا ہوا ہون مین بھی اک جور آسمان کا

گر آج بھی نزاکت آنے تمھین ندیتی
کچھ اور تھا ارادہ یان جان ناتوان کا

صبر او سیر اس ہماری حسرت دیدار کا
تنہا جسنے کر دیا روزن تری دیوار کا

وہ بھی ہونگے کہ جو آرام سے ہین الفت مین
چین ہمنے تو نہ پایا ترے شیدا ہوکر

خاک بھی مین تو ہوگے دیکھ چکا
نہ گیا وان مرا غبار تلک

پوچھیو مت مزاج چپل تو سہی
یار تصویر دلفگار تلک

تیرا اور اغیار کا سا ربط ہی
دل مین میرے اور ترے پیکان ہین

ہمکو کرنا ہی نہین شکوہ بیجا و بجا
اب تمنا ہی تری دل سے اوٹھا دیتے ہین

مین باز آیا تمھاری دوستی کی ان نگاہون سے
مجھے بھی یون ہی دیکھو دیکھتے ہو جیسے دشمن کو

خلش کچھ تو رہے اپنی بخیہ گر اس میرے سینے مین
لب زخم جگر مین کاش سیدے رکھکے سوزن کو

تجھسے کیا پوچھتے ہو قفل پس دیوار ہی گیا
تمنے جھانکا تھا سو یہ فتنہ وشر اوسکا ہی

رہا ہوے یہ بھی ہمتو رہے قفس ہی کے گرد — کہان وہ جاتین کہ جو بال و پر نہین رکھتے
ہزار رکھتے ہین ہم دلپہ زخم ای تصویر — تری طرح سے تو ٹکڑے جگر نہین رکھتے
کچھ مزا شور تبسم نے تمھارے ہی دیا — یون تو زخمونپہ بہت ہمنے نمکدان اولٹے
یہ بھی کوئی ہنسی ہی کہ رخصت کا لیکے نام — سو بار بیٹھے بیٹھے مجھے تم رولا چکے
بھر آتا ہی دل تصویر سن سنکر تری باتین — لگایا تونے ای کمبخت دل کس آفت جان سے
کیا پوچھتے ہو خاک مین کسنے ملا دیا — جو کچھ کیا سو آپ کے دل کے غبار نے
آج کی شب نہ خفا ہو ترے قربان ہمسے — کل تو لیوے ہی گی بدلا شب ہجران ہمسے
کون موسی تھا کہان طور کسے غش آیا — ایک یہ بھی تھی مری جان شرارت تیری

تعشق

تعشق تخلص فاضل یگانہ علامۂ زمانہ مولوی سید محمد شاگرد رشید عالم محقق تحریر مدقق مولوی رشید الدین خان مرحوم جمیع علوم متداولہ مین استحضار تام خصوصاً کتب طبیہ مین مہارت تام حاصل ہی جو کہ حکیم قدرت اللہ خان قاسم کو قرابت قریبہ کے لحاظ سے انکی ترقی کمال منظور تھی امر معالجہ کے باب مین ایسے نکات عجیبہ اور فوائد غریبہ حاصل ہوے کہ مشتاقان قدیم کو بعضے اوقات انکی حسن تدبیر پہ اتفاق تقدیر کا گمان ہوتا ہی سابق کبھی کبھی شعر ریختہ بھی کہتے تھے اور حکیم صاحب موصوف کی نظر اصلاح سے گذرانتے تھے شاہجہان آباد لطافت بنیاد مین حکام وقت کی قدردانی و ہنرشناسی سے مدرسۂ سرکاری مین سو روپیہ مشاہرہ پہ طلبائے عربی کی تعلیم کے واسطے معین اور زمرۂ مدرسین مدرسہ مین مدرس اول ہین ہرچند اب بسبب توغل علوم شریفہ کے شعر گوئی کی طرف اصلا التفات نہین لیکن بسبب موزونی طبیعی اور مذاق فطری کے جب کوئی شعر گوش زد ہو جاتا ہی عنان طبیعت بے اختیار اون مسائل غامضہ سے اوس شعر کی جانب معطوف ہو جاتی ہی اشعار قدیم سے یہ چند شعر انتخاب ہو کر مرقوم ہوے

سنتا ہی نہین بلبل بیدل کی جو گل آہ — کیا تونے شگوفہ یہ صبا کان مین چھوڑا
وعدۂ شام تو کیا ہی و لے — کچھ وہ آتا نظر نہین آتا
تجکو اس میری آہ وزاری پر — رحم ای فتنہ گر نہین آتا
تیرے بیمار کا ہی یہ عالم — ہوش دو دو پہر نہین آتا

تو اے پیمان شکن وعدہ پہ کس دن میرے گھر آیا ‏— سدا سنتے رہے یوہین کہ شام آیا سحر آیا
کہوں کیا حال اے گلرو مری فرقت میں کھوئے سے ‏— کبھو خوں ناب دل ٹپکا کبھی لخت جگر آیا
خواب راحت سے جگا کر اسکو تے آپ بیان ‏— کام آئی ہمدمو اس آہ کی تاثیرات
کہتے [illegible] مت جاؤ اس گلی میں ‏— آئے نہ وان سے دیکھا خوار و تباہ کیونکر
رو دیا کیا [illegible] تک میں رشک سے عزیزو ‏— ہنستے سنا جو اسکو غیروں سے انجمن میں
ہوتے ہیں دل کے ٹکڑے آتا ہے یاد جس دم ‏— کچھ چپکے چپکے کہنا اوسکا لب و دہن میں
کس پری سے ہے تعشق گرم جوشی اندنوں ‏— پھر فزوں ہم کو نظر آتی ہے وحشت آپکی

شگفتہ

شگفتہ تخلص منشی ہرگوپال متوطن سکندر آباد عہد طفولیت سے سخن گوئی کی طرف مائل ہے سنا گیا کہ اشعار فارسی سے دیوان ضخیم فراہم کیا ہے راقم آثم تک سوا اس ایک شعر کے نہیں پہونچا اگر یہی طرز گفتگو ہے تو نہایت خوش فکر ہے

اے نالہ سوے چرخ مرو گرم مرو گرم ‏— با پیر نزید سیہ آزار جوان را

تمنا

تمنا تخلص عبد الرحمن نام برادر حقیقی مولوی محمد حسین ہیچ قصبہ جیبوہ کے قاضی زادوں میں سے ہے مدت مدید تک شاہجہان آباد میں قیام پذیر ہو کر تحصیل علم فارسی نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ مولانا و مخدومنا مولوی امام بخش صہبائی کی خدمت میں کی اور فارسی شعر کی اصلاح بھی جناب ممدوح سے لی سخن بہت خوش اسلوب طبیعت سلیم

یہ چند شعر اوسکے نتائج طبع سے ہیں

اینقدر آشفتگی ہر دم چرا بودے مرا ‏— آشنا گر آن بت نا آشنا بودے مرا
سبحہ ہم زنار دارد گر گسستم باک نیست ‏— من برہمن می شدم گر بت خدا بودے مرا
محو بیداد تحیر نفس است ‏— شکر بر آئنہ بیدادم نیست
پرسش حال من از چشم کسے مے آید ‏— غم بیمار ز بیمار کسی مے آید
دست از زندگی خویشتن تمنا بردار ‏— کز پے قتل مسیحا نفسے مے آید
در باغ نیز حسرت آغوش میدہد ‏— بوے سمن ز صبح کنارش سخن کند
بسکہ ہر حرف از سر بیتابی دل مے طپد ‏— نالہ بر بال کبوتر ہمچو بسمل مے طپد
در جہان آئین شفقت باعث رنج دلست ‏— موجہا پیوستہ در آغوش ساحل مے طپد
گردیم و فکر زلف تو از ما نمے رود ‏— سر رفت لیک جوشش سودا نمے رود

فاصلہ پہ اور بالفعل تحت حکومت نواب بہادر جنگ خان بہادر ہی انھین کے خاندان مین چلی آتی تھی نواب امیر علی خان مرحوم کی بعض بعض اداے ناخوش سے کہ مسندنشین حکومت تھا وہ ریاست اس خاندان سے منتقل ہوگئی لیکن تباب بھی اوس پر [illegible] معین ہی سکونت انکی بیشتر شاہجہان آباد مین اور گاہ گاہ بہادرگڈھ مین [illegible] شعر

اونکے انتخاب [illegible] مرقوم

اتنو زمین یہ بگڑی ہی [illegible] آئیون نہو	[illegible]
کسکے رخش گرم سے پامال میری خاک ہی	آج [illegible] جو ٹھہرے ہوتی [illegible]
جذب دل سے لاینگے کسطرح اوسکو کھینچکے	آہ مین تاثیر [illegible] اسقدر ہوتی نہین

تنویر تخلص خدابخش خان نام شاگرد رشید حافظ قطب الدین [illegible] زمرہ خواصان حضرت خلافت مرتبت ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ دام سلطنتہ مین منسلک ہی خوش اخلاقی و نیک نہادی ایک شیوہ ہی کہ دست قدرت نے اوسکی ذات مین ودیعت رکھا ہی مشق سخن یہانتک پہونچی ہی کہ شرائط شعرت سمجھکر ارادہ کو اوسکا رکو ہر شمار سے متعلق کرتا ہی والا اگر ارادہ کرے تو تبے ارادہ قامت سخن حلیہ موزونی سے دایما متحلی ہوتا رہے یہ چند شعر

اوسکے نتایج فکر سے ہین

سیکھ لین اسنے بھی اوس عہد شکن کی باتین	کہ ٹھہرتا ہی نہین دل کسی عنوان میرا
دل مین لشتہ ہی چھپا کرتے ہین ہر دم تنویر	پیچکے دم وہ کہین کاونس مژگان میرا
یہ سنجانا تھا ہمین کو ہوئینگا آزار یہ	سنتے تھے ہم عشق بھی ہی نام اک آزار کا
دیکھا اوسے دریا مین تو بیتاب ہی دیکھا	غربت سے زیادہ نظر آیا وطن موج
جان کھائی ہی مری ان پوچھنے والونے اوہ	کیا کہون کہنے کے قابل ماجراے دل نہین
خدا م حشر اپنے گریبان کرینگے چاک	یونہین چلوگے وان بھی جو دامن سنبھال کے
چہرہ سفید آج ہی تنویر خیر ہی	سچ تو کہو کہ غم مین ہوکس مہ جمال کے

تنہا تخلص شخصے معروف بہ آغا قوم قصاب مروت وآدمیت سے احباب کے ساتھ وہ سلوک کرتا ہی کہ جوان مرد قصاب نے بدیع الزمان کے حق مین نہ کیا ہوگا گوسپندکے ذبح کرنیکو براہ معشوق مین اپنے خون کا فدیہ ٹھہرایا ہی یا قتل رقیب کی مشق کیواسطے حیوانات پہ ہاتھ صاف کرتا پسند آیا پارہ ہاے گوشت اور قطرہ ہاے خون اوسکی دکان دل آج پسند

مین ہین یالخت جگر و اشک سرخ کے مضامین بہت بلند مین یہ دو تین شعر اوسکے مرقوم ہوئے

تاب [illegible] گہر تو پہونچے نہ دندان کی آب کو — اور لب کرین خجل ترے برگ گلاب کو
دیکھے [illegible] بہار کا مژدہ بتاؤ تو — بہلائین کب تلک دل خانہ خراب کو
[illegible] ساتھ کوچی مین ہی — معقول آدمی تو ہو کوئی جواب کو

توقیر

[illegible] الٰہ آباد [illegible] نواح پنجاب چندروز سے وارد شاہجہان آباد تھا جوان [illegible] مزاج [illegible] دہر شان فکر سخن بلند زبان شستہ و پاکیزہ معنی یابی کا سلیقہ خوب [illegible] نہایت [illegible] قریب ایکسال کے گذرتا ہی کہ عالم فانی سے عالم باقی کو راہی ہوا یہ اشعار اوسکے مرقوم ہوئے

توقیر دل رمیدہ عجب آوارہ ہو گیا — کسنے سنا دیا اوسے مژدہ بہار کا
وان نمک کا بھی صرفہ ہی توقیر — زخم کھانے کا کچھ مزا دیکھا
مجھکو کیون دیکھا بت ناآشنا کو دیکھکر — ناصحو دیکھو کہ کچھ کہنا خدا کو دیکھکر
انتظار نامہ بر مین اسقدر بیہوش ہون — جان تن مین آگئی پیک قضا کو دیکھکر
زخمی تری نگاہ کے آخر کو مر گئے — کہہ کے ہائے ہائے جگر ہائے ہائے دل
ہم تو خاطر سے تری غیرونکی بھی تعظیم دین — رشک پر کہتا ہی تمہیو اپنی یہ عادت نہین
تمکو تمکو چاہنا اور حضرت توقیر یہ صورت — بظاہر تو نظر آتے ہو تم مرد مسلمان سے

توفیق

توفیق تخلص میر توفیق علی متوطن قدیم آگرہ اور اب مدت سے خاک شاہجہان آباد کو شرف قدوم سے مشرف رکھتا ہی زبان بھاکا مین مہارت تام اور دوہرہ و کبت کی تصنیف مین قدرت تمام حاصل ہی پچاس ہزار دوہرہ اوسکی لوح حافظہ پر مرقوم ہی بندش الفاظ اور بلندی معنی اور جدت تشبیہ اور حسن استعارہ مین کبیشر ان قدیم سے قدم آگے بڑھایا ہی گاہ گاہ فکر ریختہ بھی کرتا ہی اسوقت یہ شعر یاد ہی

دشمنون سے آہ بیمہری کا کیا کیجے گلہ — دوست ہی نا آشنا ہی بیوفا ہے دید ہی

شہور

شہور تخلص مرزا غلام فخر الدین برادر حقیقی راقم جوان متین اور نیک نہاد تھا مضامین شستہ اسطرح حاضر وقت رہتے تھے کہ ادھر زبان خامہ متحرک ہوئی اور ادھر زہرہ جبینان معانی شبستان کاغذ مین خیل خیل جلوہ گر ہو کر تماشائیان معنی دوست کی دلربائی مین آمادہ ہوئے اکثر جناب احسان علیہ الرحمۃ سے اصلاح لی ہی اور گاہ گاہ مومن خان

مرحوم سے عین عنفوان جوانی مین اس تنگنائے فانی سے عازم ملک جاودانی ہو کر دامن صبر گریبان کیے دل سوزان پہ مانند لالہ داغ رکھا خدا مغفرت نصیب کرے یہ چند شعر اوس کے یادگار ہین

تجھسے کیا شکوہ ہے جی مین یہی آتا ہے کہ مین
دل سے سمجھون کہ گئے اپنے دیا کیا [illegible]

سنتے ہی نام نہ پھر تھور بھی ہو غضب
اوس جنگجو سے [illegible] بیمار ہو گیا

لے آئے ذرا خط کا جواب اوس سے کسی ڈھب
افسوس کہ [illegible]

آیا نہ ترے گوہر دندان کے مقابل
شہرہ ہی سنا کرتے تھے ہم [illegible]

ناصحا پند و نصیحت تو نکمی ہے [illegible] مین
یار [illegible] ساتھ کوئی اور بھی [illegible]

پھر خدا لائے اوسے یا وش بخیر
کیا [illegible] تکلف یار [illegible]

گر تھور کو نہین شوق شہادت قاتل
کیون [illegible] آگے [illegible]

اب [illegible] کیا باقی ہے [illegible] تیری [illegible]
[illegible] ہو گیا

رشک دشمن کا سبب عشق مین کیا ہے ا [illegible]
امتحان [illegible]

تھور تخلص کلبن حدیقہ ہنرمندی مرزا سعادت سلطان خلف مرزا [illegible] قادربخش موزون تخلص خسرو پوری تھا اس [illegible] شباب و ریعان جوانی سے تازہ بہرہ مندی حاصل کی تھا [illegible] زندگانی سے عمر طبیعی تک کامیاب رکھے اکتساب علم فارسی مین عمر عزیز کمال محنت کے ساتھ صرف کرتا ہے ثمرہ اس مشقت کا یہ ہے کہ چند روز مین فکر رسا اور طبع سلیم کی اعانت سے سواد روشن ہو گئی اور تحریر عبارت مین ملکہ معقول بہم پہونچا ریختہ گوئی کا شوق تازہ پیدا ہوا ہے اگرچہ اوائل مین کچھ غزلین جناب غفران مآب حضرت حافظ احسان علیہ الرضوان کی نظر فیض اثر سے بھی گذرانی تھین اب راقم کم سواد سے اصلاح لیتا ہے

یہ چند شعر اوسکے نتایج افکار سے منتخب ہو کر درج تذکرہ ہوے

اس چمن زار مین جون شبنم و گل ای گلرو
کبھی خندان مجھے ہونا کبھی گریان ہونا

مہکیگی یونہین بزم جو زلفون سے تمھاری
لینے کا نہین نام کوئی مشک ختن کا

اس سادہ مزاجی پہ بھی مرتے ہین ہزارون
اللہ رے عالم ترے بے ساختہ پن کا

کرتا ہے جیب عاشق دیوانہ تار تار
ہر رات تیری زلف معنبر کو دیکھکر

روتا ہون اپنی بے پروبالی پہ باغبان فصل خزان مین بلبل بے پر کو دیکھکر
ضبط نالہ کیا تو جان گئی اپنا گویا مین آپ قاتل ہون

باب الثاء المثلثہ

ثابت تخلص صاحب طرز متین مرزا معزالدین مرحوم خلف الصدق حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ انار اللہ برہانہ شاگرد حافظ عبدالرحمن خان احسان غفر اللہ لہ فن سخن مین کامل اور تلامذہ حضرت مرحوم مین اوسکو منصب وستادی حاصل تھا اولاد تیموریہ مین بیشتر اوسی صاحب طبع کی شاگردی سے ممتاز ہین راقم خردسالی مین اوسکے جمال باکمال سے مشرف ہوا تھا یہ چند شعر اوسکے کلام سے انتخاب ہوے

شبنم کی طرح اس چمن دہر مین ثابت عجز گریہ ہین اور تو کچھ کام نہ آیا
آفرین دلکو ترے ثابت وگرنہ بار عشق نے زمین سے اوٹھ سکا نے آسمان سے اوٹھ سکا
تھا قلق اور بیقراری رات مجھکو روتے کٹی ہے ساری رات
لگا یا تیر جو تمنے فقط سینے مین ہر ایک عضو ہے میرا جدا جدا دلگیر
انصاف سے کہ محتسب اس ابر وہوا مین کسطرح سے ہو ساقی گلفام فراموش
ناتوانی سے یہ حالت ہے کہ جاتا ہون کہین اور اوڑاتے لیے جاتی ہے ہوا اور طرف
سر مرا کاٹ کے تو ہاتھ نہ دھو تا کہ رہے منزلت خونکو مرے رنگ حنا کے نزدیک
آہ گر پردہ نشین محبت خود کام نہو دیر مین کفر نہو کعبہ مین اسلام نہو

ثابت تخلص شیخ ثابت علی ولد شیخ محمد علی ساکن نواح پورب بالفعل سرکار رحیم بھرت پور مین ملازم اور چندروز سے سرانجام فرمایش سرکار ندکور کے تقریب سے وارد شاہجہان آباد ہے ہرچند زبان شعر فصیح ہے لیکن روزمرہ گفتگو کا اوس سے زیادہ تر دلچسپ ہے یہ دو تین شعر حسب اتفاق سے زبان گوہر بیان سے مسموع ہوے

آنے کی کیسے کیا سنی ہے جان لب پہ ٹھہر گئی ہے آ کر
کہتے ہین وہ بے وفا اب آیا کہنے ہی کی بات ہے سنا کر
ثابت کا ہے حال غیر کل سے تم بھی ادسے دیکھ آؤ جا کر

ثابت تخلص مہر علی متوطن قدیم بڑھانہ اور ساکن حال دہلی جوان وجیہ وخوش رو اگرچہ عمر عزیز کو صحبت رنگین طبعان لطیف مزاج مین رایگان بہت کھویا ہے لیکن نجابت

ذاتی کی کشش سے تحصیل علم کی طرف مائل اور کسب معاش کی جانب متوجہ ہوتا جاتا ہے اشعار سودا و میر سے ہزار دو ہزار گنجینۂ حافظہ مین فراہم رکھتا اور انھین اشعار کے زیر و اور موزونی طبع کی مدد سے آپ بھی گاہ گاہ غزل یا قطعہ کہتا ہے بندش الفاظ اور ربط معنی گواہ حسن طبیعت اور شاہد جودت فکر ہے یہ دو تین شعر راقم تذکرہ کے روبرو پڑھے تھے اونکو درج اوراق کیا

شب کو جو مین نے زلف کو چھیڑا تو یون کہا	مار سیہ کو ہاتھ لگانا بچا ہے
دیکھا مجھے تو ہو کے خفا غیر سے کہا	اس بزم مین ہر ایک کو آنا بجا ہے
کھلجائیگا وہان کسی دنا کس پہ راز عشق	ای دل اس اضطراب سے جانا بجا ہے

ثروت تخلص محمد بخش پسر شیخ احمد بخش ساکن قدیم بریلی بالفعل موضع سہنی مین کسی ساہوکار کے فرزند کی تعلیم کی تقریب سے قیام پذیر ہے اوس مین دریافت ہین کہ اصلاح غزل کا کسی سے اتفاق ہوتا تھا لیکن اخیر مین کچھ شعر مومن خان کی نظر سے گذرانے مین یہ شعر ایک دوست کے وسیلے سے راقم تک پہونچا اوسکو ثبت تذکرہ کیا

سبھولی صورت پہ نہ جا ثروت بتان ہند کی	نرم گو ظاہر مین ہین لیکن دل انکا سنگ ہے

ثروت تخلص میر محمد شاہ ساکن نارنول سابق والی جھجھر کی سرکار مین سر رشتۂ روزگار کا درست رکھتا تھا اب شاہجہان آباد مین تلاش معاش کے واسطے مقیم ہے اخلاق پسندیدہ اور اطوار حمیدہ اوس صاحب مروت کے اندازۂ تحریر سے خارج ہین اشعار میر سودا و درد کے حد سے زیادہ گنجینۂ حافظہ مین مخزون رکھتا ہے اور اون اشعار کی اعانت سے آپ بھی موزون کرتا ہے یہ دو شعر اوسکے تذکرہ مین مندرج ہوے

داغ ہے لالہ کے دل مین روے زیبا دیکھکر	پا بگل ہے سرو اوسکا قد رعنا دیکھکر
کیا بلا ہوتی ہے آفت رشک کی ہمدم کہ مین	مر گیا اغیار سے ربط اوس پری کا دیکھکر

ثریا تخلص سید امیر علی گوپاموی نوجوان سعادت نشان و نیک روش ہے اور بیشتر اوقات تحصیل علم و تکمیل فن طب مین مصروف گاہ گاہ شعر ریختہ بھی موزون کرتا ہے یہ دو شعر اوسکے وقت تحریر تذکرہ ایک آشنا کی زبان پر گذرے تھے سو درج اوراق ہوے

سمجھو گے وعدہ بھی یان غنیمت ہین	اسمین تسکین کچھ تو ہوتی ہے
مژدۂ بوالہوس پہ دھیان نہ کر	جھوٹے موتی سدا پروتی ہے

ثمر تخلص نہال حدیقۂ مروت و اہلیت شجرۂ باغ سعادت و آدمیت نوباوۂ گلشن جوانی نوبر نخل زندگانی صافی خمخانۂ امید احمد سعید خلف سعد اللہ خان باوجود حداثت سن اور آغاز شباب کے خلق ذاتی اور اہلیت جبلی کا یہ حال ہی کہ اغیار کی دل شکنی کو بھی ملت مروی مین گناہ اور بیگانون سے چشم پوشی کرنے کو بھی مذہب مروت مین کفر جانتا ہی اس لحاظ سے کہ پیشانی کریم پر چین کا ہونا نازیبا ہی بسبب موج کے دریا کی عطا پر طعنہ زن ہی اور اس خیال سے کہ اہل ہمت کی بخشش عام ہوتی ہی صدف کی تخصیص سے ابر گوہر بار کے حوصلے مین سخن ہی مولوی خلیل اللہ کی خدمت مین کہ تازہ وارد شاہجہان آباد اور علم فقہ مین کامل استعداد رکھی تحصیل صرف و نحو اور تہذیب اخلاق مین سرگرم ہی چونکہ موزون طبع واقع ہوا ہی اور شعر سے مناسبت ذاتی ہی کبھی کبھی سخن کی طرف ملتفت اور ریختہ گوئی کی جانب متوجہ ہوتا ہی ہر چند اس فن مین نومشق ہی لیکن متانت کلام اور تازگی طرز اوسکو حاصل ہی ایک امر ہی خدا داد ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء یہ چند شعر صدق کلام پر گواہ اور اثبات مدعا پر شاہد ہین

نگاہ مست سے ساقی کے یہ سرور ہوا
کہ دل سے حسرت مے کا خمار دور ہوا

مثال آئینہ ہمسے کھلی حقیقت حسن
کہ ہمکو دیکھ کے اپنا تجھے غرور ہوا

ہی آج تشنۂ خون کسکا حسن پاک ثمر
کہ قطرہ قطرہ جگر مین مے طہور ہوا

دیکھتا تھا حسن اپنا مجکو آئینہ سمجھ
اور مین خوش تھا کہ بارے مہربان مجھپر ہوا

تھا تامل امتحان عشق کے قابل ہی کون
بل بے ہمت اس ضعیفی پر گمان مجھپر ہوا

خلش مژہ کی نہ تھی کم کہ سینے زخمون پر
تبسم لب دلبر نمک فشان ہوتا

تکدر اسنے تو اتنا کیا غضب تھا اگر
مرے غبار کی جا دل مین آسمان ہوتا

نگاہ گرم کا تیرے ہی کچھ اثر اولٹا
کہ غیر پر پڑی اور دل جلا دیا میرا

ثنا تخلص مولوی ثناء اللہ خلف شیخ کریم اللہ کتب درسی مین مہارت تام اور حل دقایق مین قدرت مالاکلام ہی سعادت منشی و نیک نہادی کے اوصاف تو حد اندازہ سے افزون ہین اب چند مدت سے سفر حجاز کے ارادہ پر بمبئی مین متوقف ہی گاہ گاہ شعر بھی کہتا ہی یہ ایک شعر اوس پاک طینت کا یاد تھا سو تحریر کیا

خواب مین مجھسے وہ بگڑا تھا یہ تعبیر تو دیکھ
کہ سحر سامنے آیا تو پشیمان آیا

ثنائی تخلص مرزا عاشور بیگ خلف مرزا محمد اکبر بیگ مہندس ابن مرزا جیحون بیگ بدخشانی

عربی و فارسی سے بہرہ وافر اور ہئیت و نجوم مین دستگاہ تمام رکھتا ہی قصائد عربی سے ہر جنید دفتر دفتر ذخیرہ ہی لیکن شعر فارسی گاہ گاہ خواہ جوش طبیعت خواہ تحریک احباسے زبان قلم پر آجاتا ہی یہ ایک شعر اون چند اشعار سے کہ میری نظر سے گذرے انتخاب ہوا

از جفاے تو خزان بر سر باغم زدہ اند		از ستمہاے تو دامان بہارا غم زدہ اند

نواب تخلص سعادت علی خلف میر شہاب الدین ساکن قدیم شاہجہان آباد اب عرصہ دراز سے کرنال مین مقیم ہی اوائل مین بسبب روزگار مین برادر خالک لکھنئو مین عزت و اعتبار سے ساتھ بسر کی اور اہل سخن کی برکت صحبت سے شعر گوئی کی طرف ملتفت ہوکر موزونی کلام پر قدرت بہم پہونچائی اور جو کہ اکثر اہل فن سے ملتا تھا وقت فرصت جس سے اتفاق ہوا اپنے سخن کو اوسی کی نظر اصلاح سے مشرف کیا اور ہنوز طلب دیا بس کلام اور تقریر و تقلید شعر سے بخوبی آگاہ ہوا تھا کہ برادر شفیق نے سفر آخرت اختیار کیا اور وہ بسبب کمیابی معاش کے نواح دکن مین سرگردان رہا اب مدت سے جمعیت خاطر بہم پہونچا کر پھر کرنال مین کسی تقریب سے زاویہ گزین ہی یہ تین شعر اونکے ایک دوست کی زبان سے مسموع ہوئے تھے سو درج تذکرہ ہوے

کبھی ہر مژگان نم پہ احسان معجز قم کا		کبھی حق نمک ہی زخم دل پر اوس تبسم کا
ترے غم کی بدولت آگ یہ دل مین بھڑکتی ہی		کہ گر اک آہ کھینچون آب ہو زہرہ جہنم کا
تپ دوری سے شعلے استخوان سے یون نکلتے ہین		چھکے جیسے نواب آتش سے پارہ ہیزم کا

باب الجیم التازی

جان صاحب تخلص ہی میر یار علی ساکن لکھنئو کا تمام عمر ریختی گوئی مین صرف کی اور اگر انصاف کیا جاوے تو اوسنے بہ نسبت انشاء اللہ خان اور رنگین کے ریختی کو آب و تاب خوب دی اور زبان کو شستگی اور نخشی دیوان ریختی اسکا مشہور اور اکثر اشعار اوسکے نوجوانون کی زبان پر مذکور ہین یہ چند شعر اوسکے دیوان سے منتخب ہے

پھل دیتی جائی سے بھی نہ مجکو ملا بہار		دنیا مین کوئی اپنا نہ لاگو نظر پڑا
رنڈی کسی شراب سے تیری لگے گی آنکھ		تعبیر سُن جو خواب ہی دیکھا شراب کا
کیا مجکو پڑی گو وہ زناخی کے گھر آیا		اچھا نہین کرنا ہی اجی ذکر پرایا
ای جان امرا خرچ ہی تنخواہ پہ رکھا		رنڈی سے تمھین حیلہ حوالہ نہین زیبا

لگی ہے آگ محبت کی دل مین آ کے بجھا
دوگانا جان خدا کا ہے گھر جلا جاتا

مین بات کرتی جو اپنون مین تم سے اے صاحب
ذلیل ہوتی وہ بندی تمھارا کیا جاتا

کسکے تم غم مین بن گئین مردہ
اوہی در گور کیا یہ حال ہوا

جسکے رہنے سے تھا حرام وہ کام
ایک دو بون سے حلال ہوا

خوب بچھڑا کا پایا تھا اوسکو سوت لے
مین ہوئی جب گرم ٹھنڈا ہو گیا

مان باپ کا لحاظ بھی دل سے اوڑا دیا
اری باجی آج کل کی ہین سب لڑکیان خراب

مجھے نفرت ہے صورت سے نگوڑے جانصاحب کی
وہ اوسکی شکل کیا ہے اری بوا قربان کی صورت

مین گلہ کرتی نہین کرتی ہو تم شکوہ عبث
آج دفتر پہلی باتون کا ہوا کھولا عبث

چھوڑ دنیا چار دن رکھکر اگر منظور تھا
سارے عالم مین مجھے تونے کیا رسوا عبث

سوکن سے میری نکلی زمانے کی احتیاج
ہوتی ہے اوسکو روز نہانے کی احتیاج

مان سے ہمکو سوا ہے پیاری ساس
باجی دنیا ہوا اور ہماری ساس

جوہر انکے کھلے ہین بہو دن
چھریان نندین ہین اور کٹاری ساس

کم کیا خصم ہے جو کرون لگوار کی تلاش
ہو نوج دشمنون کو مرے یار کی تلاش

آج مجھسے ہے توکل اور سے مرزا اخلاص
ایسے ہرجائی سے ہو نوج نگوڑا اخلاص

کیون چڑھی آتی ہے ٹھنکاری ہی میر بانو کی
بھوت لپٹا ہے جو کرتی نہین مردار لحاظ

جب ہمی ڈھونڈ لاؤگے تم نیک پارسا
اوسدن کرینگے آپکو جھک کر سلام ہم

پانون ہماری کیا ہوا عہدی سے بدتر بن گئی
دو قدم منزل ہے مجکو اوٹھ نہین سکتا قدم

رنڈی چل دور نچے مجھ پہ یہ بہتان نکر
مرے بیری مرے دشمن ہون گرفتار عزیز

ایک پر بیٹھ رہون اور کسی سے نہ ملون
ایسے بندی نے کیے ہین نہین اقرار کہین

جانصاحب مری خاطر سے نکہنا تمنے
رنڈی دیکھی ہے دوگانا سی طرحدار کہین

پاس اونکے گر نجاؤن مین تو لوگو کیا کرون
چین ہی لینے نہین دیتا نگوڑا دل مجھے

حال جان نثار

جان نثار تخلص میانجی غلام فرید ساکن فرید آباد کہ شاہجہان آباد سے دس بارہ کوس کے فاصلہ پر واقع اور شرفاے عظام اور نجباے کرام کا مولد و منشا ہے اوقات عمر عزیز کو تعلیم اطفال مین بسر کرتے ہین ریختہ گوئی کا خیال ہمیشہ دامنگیر رہتا ہے یہ شعر انکے نتایج افکار سے ہے

پیچ اوس زلف سیہ کا ہمسے وا ہوتا نہین
لاکھ ڈالے پیچ مین وسکے اگر شانے کو ہم

جذب

جذب تخلص میر عزت اللہ خان عرف میر بھکاری ہرچند وطن آبائی دہلی تھا لیکن [illegible] سے خاک پاک شاہجہان آباد اوسکی سکونت [illegible] مسکون [illegible] آگاہ تو تھا لیکن بسبب کمی مزاولت کے ایک بیگانہ سا ہو رہتا تھا مگر [illegible] بیٹھی رکھتا تھا اکثر بلاد ہند و فارس [illegible] سیر سے [illegible] راہ عدم اختیار کیا یہ شعر اوسکا گلشن بیخار سے منقول ہوتا ہی

وان صفائی و خود نمائی ہی	یان [illegible]

جراح

جراح تخلص غلام ناصر کشمیری الاصل فن جراحی مین کامل [illegible] بہت کے

درشتی و نرمی بہم در بہ است	چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہ است

جراحت کو مرہم کے ساتھ فراہم کرنا لازم پیشہ جراحی ہی لیکن اوس [illegible] مشکل زخم غمزہ خوبان لاعلاج اور آب [illegible] اوسکے مرہم کا جزو ترکیب تھا مدت ہوئی کہ عالم فانی سے رحلت کی کلام اوسکا سوا اس شعر کے کہ گلشن بیخار مین مندرج ہی راقم کو اور نہین پہونچا

جراح یا نکے دنبے مین مت کر درنگ تو	اسواسطے کہ زخم مرا یار گرم ہی

جعفری

جعفری تخلص میر باقر علی کہین برادر حقیقی میر نظام الدین ممنون علوم رسمی مین دستگاہ معقول اور صناعت طب مین مہارت تام تھی چند سال ہوے کہ تحصیل ثواب حج کے واسطے سفر مکہ اختیار کیا اور بعد معاودت کے راہ مین سفر آخرت درپیش آیا اشعار اوس یگانہ روزگار کے بسبب بے پروائی اعزہ کے دستیاب نہوے ناچار یہ چند شعر ایک تذکرہ سے منقول ہوے

جو ہر آن دل غم سر انجام ہوگا	تو مر کر بھی کاہیکو آرام ہوگا
نہ خوبان سے دل جعفری دیکھ اتنا	کہا مان کہتا ہون بدنام ہوگا
آرام وعدہ کی شب اکدم کبھو نہ آیا	آیا نہ چین دلکو جب تک کہ تو نہ آیا
دو ایک جام سے کیا لب جعفری کے تر ہون	یان تشنگی بجھی کب جب تک سبو نہ آیا
تیغ یون دل مین خیال نگہ یار نہ کھینچ	ناخدا ترس تو کعبہ مین تو تلوار نہ کھینچ
نوک مژگان کے تصور مین نزہ اوسکے دل	آنکھو آپ تو بالائے سر دار نہ کھینچ

جلیس تخلص آلہ وردی خان کہین برادر سعادت یار خان رنگین مرد سپاہی وضع مودب کم گو تھا یہ دو شعر اوسکے سنے گئے

تیرے دہن سے ازبس کھینچی ہر اک خجالت چشم جلیس کو اب درکار تھا یہ سرمہ	غنچہ وہ کونسا ہی جو سر فرو نہ آیا دست صبا تو لیکر اوس خاک کو نہ آیا

جمال تخلص میر جمال الدین خلف میر کمال الدین مرحوم عجائب حالات سے اس بزرگ کے بہرہ کہ بحسب ظاہر وسیلۂ معاش کچھ نہین رکھتا اور فراخ دستی مین رشک امثال ہی یہ شعر اوسکے نتایج طبع سے اوسیکی زبانی ذخیرہ گوش ہوا

ہم تمھین آشنا سمجھتے ہین	آپ کیا جانے کیا سمجھتے ہین

جمیل تخلص جمیل الدین پسر شیخ حفیظ الدین تھانیسری ہر چند عمر اوسکی ہنوز زیادہ تیرہ برس سے متجاوز نہین ہوئی لیکن ذہن کی تیزی برق سے اور طبیعت کی شوخی شعلہ جوالہ سے زیادہ ہی اوسکے حداثت سن کا اقتضا غالب ہی اشعار مین مضامین خندہ انگیز تمسخر آمیز بیشتر باندھتا ہی یہ چند شعر اوسکے کلام سے انتخاب ہوکر نذر ظرفاے خوش مزاج ہوتے ہین

ق

رواں جو سوے فلک آہ کا دھوان ہوتا	تو ایک جہاز دکھاتی یہ آسمان ہوتا
چڑھا ہی لیتا اڑنگے پہ اوس ستمگر کو	جو آج کو مین زبردست پہلوان ہوتا
تو نے دیکھین ہین نخیر کی آنکھین	تری نظرون مین کب سماینگے ہم
ترے کوچے مین مین نے نہین چ تیا ہون غیرون کو	بنا مین ہیکڑی سے اپنی یہ وکیدار پھرتا ہون
ترے غم نے مجھے بخشا ہی اب سامان عشرت کا	کہ شکل اپنی بنائے مثل موسیفار پھرتا ہون
کہا مین نے کہ اک دن تو ذرا چہرہ دکھا دیجے	اسکے واسطے اتنا ذلیل و خوار پھرتا ہون
تو ہنس ہنس کر لگا کہنے کہ یوسف تو نہین کچھ مین	کہ ہر اک کو دکھاتا جلوۂ دیدار پھرتا ہون
بہتی مرے چھوڑے سے پڑی راد غضب ہی	اور اسپہ تغافل ترا فصاد غضب ہی
اوسپہ عاشق ہون پر نہین یہ خبر	شکل گوری ہی یا کہ کالی ہی
سیم کی طرح دل گداز مین ہی	میرا سینہ ہی یا کٹھالی ہی
کھودتی ہی ہر ایک کا سینہ	تیری مژگان ہی یا کدالی ہی
آنکھ پوچھے تو دے جواب و لب	اک جوابی ہی اک سوالی ہی
زلفین سلجھین سنبھلے تو ہی وہ کھاس	اور او نجھی رہتے تو جالی ہی

اوسکے ابروسے ہمکو فیض نہین | ماہ نو ہر چہ ماہ تا لی
ہم نہر ہیون کا بنتا کیسا | ایک پر اوسکی پہنچی ہلالی
لب لعل اوسکا ہے مسی آلود | اور کچھ پان کی ہے لالی
لال تو ہے یہ ہے سچ مگر | جنکی سرمہ کی ہے سنیے کالی
مست ہے... جمیل اوسکا | اوسکی گالی نہین سہالی

جوان تخلص شیخ ... الدین احمد ساکن آگرہ یہ شعر اوسکا سنا گیا

ہیون بیت کس سے جبوان سننے کا کون | دل حزین ہے جو گذری ہی بیقراری رات

جوش تخلص شیخ ... احمد معروف ... دیا شاگرد شیخ ابراہیم ذوق بشیر بزم مشاعرہ مین حاضر ہوتا اور غزل خوب بطرز مرغوب پڑھتا وونین مینے کا عرصہ ہوا کہ عالم بقا و دائی کی طرف راہی ہوا مرد با اخلاق اور صاحب وفاق تھا حق جل و علی اوسکی خاک کو ابر رحمت سے سیراب کرے یہ چند شعر اوسکے تحریر ہوے

آنسو کا کوئی تار نظر آتے تو آتے | وحشت ہین میرے تن پہ کہان تار قبا کا
حاصل نہوا وصل مین مقصود کہ مجکو | پاس اونکا رہا اور اونہین پاس حیا کا
ہے ڈر یہی کہ تو نہ پشیمان ہو بعد قتل | ورنہ ہمین تو مرنیکا کچھ اپنے ڈر نہین
منظور ہی شفا کسے درمان درد سے | اک شغل سا میان مجھے دل لگانے کا چاہیے

جوش تخلص محمد نظام الدین خلف محمد وجیہ الدین اصل اس سخن سنج کے آباو اجداد کی پنجاب اور مولد و موطن اوسکا کول ہے مرد قابل و نکتہ یاب اگرچہ فن شعر مین نو مشق اور زمین سخن مین تازہ وارد ہے لیکن کلام کی پختگی اور طرز کی تازگی مشاقان کہن سال سے کم نہین یہ چند شعر صدق مقال پر شاہد عادل ہین

بار او تار ا ہے دوش سے سر کا | ہے یہ احسان تمہارے خنجر کا
نظر آتا ہے جس جگہ چشمہ | ہے نشان میرے دیدۂ تر کا
ہے پرستش سنگ کی عشق بتان مین بندگی | جاوین گر کعبہ تو پہلے سنگ اسود چوم لین
دل لگاوینگے اوسے ہم بھی | آپ سمجھین نہ دل لگی اوسکو
سر سو تم تیغ رکھ کے میرے | ثابت قدمی کا امتحان لو

سرد ہی دود آہ کی گرمی	دل کے جل بجھنے کا نشان ہی
بت اگر کعبہ مین نہین آتے	ہم بھی جاتے ہین بندگی کرکے
قدم عشق پیشتر بہتر	پیچھے پانوؤن اوس گلی سے کیون سرکے

جوہر

جوہر تخلص ایک شخص کا ہی شاگرد مرزا اسد اللہ خان غالب سے شعر فارسی کا فکر کرتا ہی معلوم ہوتا ہی کہ مرزا نے موصوف کی توجہ سے راہ مستقیم پر آگیا ہی کہ اسلوب سخن فی الجملہ سلیقہ پر دلالت کرتا ہی یہ چند شعر اوسکے راقم کو پہونچے تھے سو لکھے گئے

تو وز راہ کرم بر سرم گزار غلط	من وبہرہ زشت ستمن بہ انتظار غلط
بہ وبہ ہر بیاموزیم مکن زاہد	من وز شاہد وحی توبہ در بہار غلط
بعد در غرور پرستش نہیم مگر دوستی	شنود بکلابہ من راد آن نگار غلط
بر آن سرم کہ دگر باکسے بنا میزم	امید لیبند زیاران روزگار غلط

جولان

جولان تخلص درویش وارستہ مزاج آزاد ہی نقش الف شاہ نام ہی چند حسب نسب اور وطن کا حال اوس بزرگوار سے استفسار کیا گیا اوس سب کے جواب مین یہ شعر اپنا پڑھا

کیا بتائین کہ کہان ہی مسکن	کوے قاتل مین رہا کرتے ہین

لیکن خارج سے دریافت ہوا کہ روساے بریلی سے ہی اول الف خان نام رکھتا تھا بعد ترک وتجرید کے الف شاہ کے ساتھ مشہور ہو گیا آزادانہ زیست کرتا ہی وہ ازبس کہ استغنا سے فرشتہ کو خیال مین نہین لاتا آدمی تو کیا خاک ہی مدت سے اکبرآباد مین مقیم ہی گاہ گاہ بے پروایانہ کسی طرف کو چلا جاتا ہی یہ چند شعر اوس بزرگ کے اشعار سے منتخب ہوے

ہم وہ ہین صید وفا کیش کہ خون روتے ہین	ٹوٹ جاتا ہو تڑپنے سے اگر دام اپنا
کیا تحریر فرط شوق مین جب نام احمد کا	تو کاغذ سبز بختی سے بنا نخلہ زبرجد کا
اوٹھایا ہی گلی سے اوس پری رو کے اگر مجکو	تو پھیل وحشت دل اب جدھر چاہے اودھر مجکو
برنگ گل جو کشتو نکا ترے ہر زخم خندان ہی	ترا کوچہ ہی اے سفاک عالم یا گلستان ہی
معشوق پر بھی ہوتی ہی تاثیر عشق کی	چٹکی کلی جو بلبل بیدل نے آہ کی

باب الجیم الفارسی

ل تخلص میر قدرت اللہ ساکن قدیم دہلی مرد خوش مزاج علم فارسی سے بقدر
رت آگاہ اور سرمایۂ معیشت سے بحسب ظاہر فارغ البال گاہ گاہ امتحان طبیعت کے
پ شعر ریختہ بھی کہتا ہے یہ شعر اوسکی دو تین غزلون مین سے
انتخاب ہوا

ے صدمے کہانتک مین اوٹھاؤن چاکر ۔۔۔ دل کی جا کاش مرے سینے مین پتھر ہوتا

ین تخلص ہے ایک شخص ظریف شوخ مزاج ساکن لکھنؤ کا وہ ہمیشہ سخن پاکیزہ کا
ن نجاست معنوی سے آلودہ رکھتا یعنے مضامین بول و براز اسطرح شعر مین باندھتا
مین سخن کو گلہ گدھیا بنا دیتا مگر اوسکی قوت شامہ یا قلم باطل ہوگئی تھی کہ اس غلاظت
بید مانع نہوتا تھا انصاف تو یہ ہے کہ ابیات مین ہرچند گوہ اوچھالتا اور کافذ کے
شہ مین پیشاب کی نالی بہاتا تھا لیکن کوئی لطیف مزاج اُس سے دماغ بند نکرتا اور
پاکیزہ طبع اوس سے گھن نکھاتا گویا بحر شعر نے اوس نجاست کو بہا دیا تھا

رط سلیقہ ہے ہر اک امر مین ۔۔۔ عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے

دوست نے کہا کہ یہ اون نعمہاے لطیف کا فضلہ ہے کہ جو اسحق اطعمہ نے تناول کی
نے کہا لطافت اون نعما کی بخیر کھانے لسقدر کثیف ہوگئے کہ اونکا فضلہ اس عادت دراز
دفع ہوا اور اہل حال مین تو اوسنے یہ وضع ہزل سمجھکر اختیار کی تھی لیکن رفتہ رفتہ
قال کو حال بنا لیا اور اس گندہ ذہنی نے اوسکو اگھوری بنا دیا گویا یہی بو اوسکے
مین سچ گئی تھی مدام لباس پہرک پہنتا اور ایسے میلی کچیلی وضع رکھتا کہ اجنبی اوسکو
بچ حلال خور سمجھتا صحبت کا اثر مشہور ہے یہان صرف تصور اور خیال نے تاثیر کی
بت کو یہانتک پہنچا دیا حق یہ ہے کہ جو ابتدا مین کہتا تھا انتہا مین کر دکھایا آخر الامر اول اول کی
ت اور گو گابہ کی ہمنشینی کے شوق مین شہر کے مقامات پاکیزہ سے بھاگ کر صدرہا
و کا ٹوکرا سر پر رکھے ہوے بطریق پاتراب کے جنگل کے کسی کوڑے پر اول منزل کی
بد الفاظ کی نجاست ظاہری سے قلم گھن کھا کر نچا پہنتا تھا کہ اوسکے اشعار کو ہاتھ لگاوے
یہ سمجھکر کہ قصر عالی مین جاے ضرور سے گزیر نہین ہے دم کے دم اس طرف
بھی متوجہ ہوا

ستمگر قضا ہی مین خطرہ جو سمجھے بیداد کا
ایکدن بھی دل نہ اوس بت کا پیا ہائے حیف
کھاٹ پڑنے لگی چمن مین سپہر
اک یہ اک عارضہ رہا ہمکو
ہگ دیا ڈر کے سوچ کر انجام
طفل مہر یہ دل دیا پھر کہین
رولے انسان کو ہنساتا ہی
وصل کا وعدہ کیا بیت الخلا مین یار نے
ہر ایاب آنون کی پھٹکی ہی ریزہ الماس
دیوانہ اوسکا چاک گریبان کو سی چکے
عاشق جو ہی تو اسکے منھ کو گاند جان
وعدہ تو کیا کرلے ہو عشاق سے جھوٹے
چمن مین جب کسی کا قد موزون یاد آتا ہی
تبرا بھیج دیتا ہے عدم کی راہ سے نادان
تیغ اوسنے لگائی جب کمر سے
گر بات نہ غیر فتنہ گر سے
ٹل جائیگی ناف آئینگے دست
سے ہگتے مین نہ تھا جو زلف کا دھیان
مت بار گند اوٹھا تو نادان
دستو نپر دست آئے ہین چھینٹے ہین پوتڑے
چھوٹے نہین سماتے ہین گلچین و باغبان
آمد ہی خون حیض کی بنتی ہین گدیان
وصل کی شب بستر جانان پہ مین نے ہگ دیا
افسوس آج اونکو نہین گاند کی خبر
قبض کی شدت اگرچہ کہین ہی عالم مین

کر دیا بیت الخلا ہگ ہگ کے گھر صیاد کا
تھا مگر گوز شتر نالہ دل بیتاب کا
بلبلو موسم بہار آیا
تخم گرد دست تو بخار آیا
زیر پا جب کوئی ہزار آیا
کیسے تخم بلبل پہ تنکو بہار آیا
گوز مین یہ کمال ہی صاحب
پنجہ مژگان سے جھاڑا چاہیے پچھانہ آج
تمھاری گاند ہی ہیرے کی کان نہین معلوم
پھٹ جاے گاند بھی تو نہ ہرگز رفو کرین
گوز شتر سمجھ تو جو یہ گفتگو کرین
بو گو کی نہ آنے لگے غنچہ سے دہن مین
گھڑی لینڈی سے بدتر جانتا ہون سرو بستان کو
نکر اس مزبلہ مین بیٹھ کر آلودہ دامان کو
مرتبخ نے ہگدیا ہی ڈر سے
گو اوچھلیگا خوب ادھر ادھر سے
تلوار نہ تو لگا کمر سے
پیچش رہی شام تک سحر سے
یہ ٹوکرا گو کا پھینک سر سے
اس حال مین نہ آؤ یہ منت سے کہا ہی
آئی بہار کھات کی ہوتی خرید ہی
گو درٹ کی لعل سے بھی زیادہ خرید ہی
کیا سمجھتا تھا کہ یہ مجھسے غلط ہو جائیگی
کل تک خراج لیتے تھے جو روم و زنگ سے
کھاٹ بھی نایاب مثل کیمیا ہو جائیگی

گانٹھ کھولے سوتے ہین وہ خاک پہ بے زین — یہ تیرے سیتے تھے جنکے قاقم و سنجاب سے
سمند گوز بھی صاحب عجب منھ زور گھوڑا ہی — چھٹی ہی شہسوار و نکی بھی جسکی بدلگامی سے
عبث بدنامیونکا لوکرا سر پہ اوٹھاتا ہی — لگاتا دل کا پس جھپک مارنا اور گوکا کھاتا ہی

چمن تخلص گل محمد کشمیری ساکن قدیم شاہجہان آباد اور پیشہ رفوگری مین اوستاد تھا لیکن سوزن قلم اور رشتہ مسطر سے کسوت سخن کے چاک کو خوب نہ سی سکا کئی برس ہوے کہ تار انفاس کو رشتہ کفن کیا یہ دو تین شعر اوسکے یاد تھے

ہمارے چاک جگر پہ ہو کیا کسیکو خیال — پھٹے ہین پانون کسی کے دیا نہین جاتا
ہوش جسن مہ نے زلیخا کے اوڑائے خواب مین — ہم بھی ای ہمدم اوسی کے دیکھنے والون مین
یون بدن پہ ہین چمن کے داغ تیرے عشق کے — پھول جیسے ای سمن بر ان ترے تھانون مین

باب الحاء المہملہ

حافظ تخلص خدا طلب صوفی مشرب سراپا آگاہ معارف انتباہ یادگار خلف حافظ دہر اس جزو زمان مین خاکساری اور نفس شکنی اس صاف دل و پاک اعتقاد پر ختم تھی کمال تسلیم کے الف قد کو دال بنا دیا تھا اور رکوع و سجود کے شوق مین منارہ قامت کو محراب کر دیا تھا موافق اس قول کے کہ المومن مرات المومن یعنی مومن سب کو اپنا سا سمجھتا ہے وہ ہر کسی کو بہتر سمجھتا اور اپنے سے بہتر جانکر کمال تواضع اور فروتنی سے پیش آتا علم موسیقی مین مہارت چست اور اس فن کی سمجھ بہت درست جنتر اور بین بجانے مین دستگاہ تمام خیال اور دھرپت گانے مین قدرت مالا کلام مگر وہ سب مضامین عرفان سے مالامال ہوتے اور وہ راگ ان معانی بلند کی اعانت سے عارف کو مدارج علیا تک لے پہونچتے گویا یہ شعر مولانا اشرف العارفین جلال الدین رومی قدس سرہ کا اوسی کے نغمہ کی شان مین ہی

این ز حزمہ مرکب ست مر روح ترا — بر دارد و خوش لعالم یار برد

شعر گوئی کی طرف بھی توجہ بہت فرماتا اور اسکے پردہ مین بھی وہی راگ گاتا تھا سوز سینہ شبستان ابیات مین شمع افروز اور داغ محبت مجمر اوراق مین عود سوز ہر چند وہ لوگ کہ مائدہ سخن سے لذت یاب اور لطف شعر سے آشنا ہین اوسکے دست پخت طبیعت سے حزہ نہ اوٹھاتے لیکن اہل مذاق کو ان معانی کی لذت اور ان مضامین کی کیفیت اپنے سے بیگانہ کر دیتی تھی از بسکہ یہ اقوال اوسکے دل کے اسرار تھے ارباب باطن کے سوا اوس سے کم کسیکو

احتظاظ ہوتا ہے کہ حال کو اہل حال ہی خوب سمجھتا ہے کسی راہ یافتہ سراپا عشق نے کیا نالہ جانسوز سر کیا ہے کہ لیلی را بچشم مجنون باید دید نواب محمد میرخان ابن شاہ نظام الدین معروف بشاہ جی کہ تونگر صورت درویش سیرت اور دنیا دار ظاہر و فقیر باطن تھے ہمیشہ اوس صحبت فیض منقبت کو مغتنم جانا کیے اور بعد اوسکی وفات کے ذہنی نفس و اپسین تک حرف افادات نشین گوش آشنائے زبان کرتے رہے ایک بدست ظاہر اور ہوشیار باطن میرا دوست کیا کہ فی الجملہ مجکو اوس سے اعتقاد اور سوز دل وگداز باطن مثل شمع اوسکے ظاہر سے ٹپکتا تھا مین نے اوس پاک باطن نیک کردار کی زبان سے یون سُنا کہ ایک روز صوفیان حقیقت شناس کا ہنگامہ گرم تھا اوس جلسے مین اوس روشنضمیر نے ایک رباعی عارفانہ پڑھی اور سب حلقہ کو ایک حال طاری ہوا اوس جگہ ایک لڑکا سات آٹھ برس کا بھی حاضر تھا اوسکا بھی وہی احوال ہو گیا اور جب مجلس تمام ہوئی دو پہر کے بعد اوسکو ہوش آیا مرزا بیدل درست فرماتے ہین مصرعہ این طایفہ سحر بیان اعجاز بیست غرض راقم آثم یہ چند شعر لکھکر اوسکے سوز وگداز کی کیفیت سے آگاہ کرتا ہے

شب نئی شان مین تجھے دیکھا — روز ہر آن مین تجھے دیکھا
تو نے تفسیر پڑھی حافظ پر — اوسکی صورت کا بیان ہو نہ سکا
سرسبزی یہ تیرے ہی آنکھون مین چھا رہی ہے — کیا باغ سبز تو نے عشاق کو دکھایا
حقیقت مین تجکو جو ہم دیکھتے ہین — تو ذات و صفت کو ہم دیکھتے ہین
اک تجلی نے تو روشنی عالم کو دی — آگے اب اندھیر ہے جلوہ گری اور بھی
مطلب ہے لامکان سے نہ کچھ کائنات سے — مجکو تو مدعا ہے فقط تیری ذات سے

حزین

حزین تخلص میر بہادر علی مرد سنجیدہ اور صاحب اخلاق حمیدہ ہے اوسکی وضع اور متانت لازم و ملزوم اور آثار اخلاق جیسے گل اور شگفتگی کا ہجوم سینۂ رشک آئینہ دل الیا صاف کہ کدورت حسد کو اوسمین راہ نہین ہے اور آنکھ ایسی سیر کہ خوان دنیا پر نگاہ نہین مرزا ولیعہد بہادر کی ملازمت سے ممتاز اور بسبب خوش اطواری و نیک نہادی کے رتبہ تقرب سے سرفراز اوایل مین اشعار اردو کی اصلاح زین العابدین خان مرحوم عارف تخلص سے لی تھی غالب ہے کہ اب سخن اوس سحر طراز کا مرزا اسد اللہ خان غالب تخلص کے حلیہ تربیت سے محلی ہوتا ہو گا زبان مین شستگی فکر مین رسائی معنی مین بلندی تراکیب مین چستی جیسی چاہیے فراہم ہے شاعر ہین

اتنی باتون کا جمع ہونا معراج الکمال اور عرش المعرفت ہے یہ چند شعرا ویسکے افکار گوہر نثار سے ہین

یک لخت بہا کرتا خون جگر آنکھون سے
سب ناز سے ہے یہ نے بچاؤ بچا اونکے
ہی یہی رونا تو خط ہا سیہ لکھا جائیگا
اک تماشا جان کر قاتل اگر ٹھہرا رہا
میرا احوال زبون اوسپہ کھلیگا کیونکر
بیگانہ وار نعش پہ آ جائے ناگہان
دنیا کی حسرتین ترے گوشے مین آگئین
جل جلکے آخرش تپش غم کے ہاتھ سے
دیکھا وہ اپنی آنکھ سے جو کچھ سنا نہ تھا
شعلہ و بسمل و سیماب کو ہم دیکھ چکے
سبو منہ سے لگا لیوینگے اتنا صبر ہے کسکو
پہنچ پہونچے جو حزین اوسسے وہ رحمت سمجھو
ہی ہنر سے اک نقطہ انسان کی مٹی خراب
دل خون گشتہ ہان وقت مدد ہی
تھمے آنسو تو اب تھمتا نہین دل
بلا سے گر نگاہون مین نہین ملکے
حزین کس سے توقع ہو وفا کی
اثر جو آہ مین پایا تو ہو گئی تسکین
ای سوز عشق روز نیا داغ تا بکے
ہم سادہ لوح اور جہان سر بسر خراب
بیخودی کھو کے لیے سر پہ ہزارون جھگڑے

فرقت مین اگر تیرا پینے سے بچا ہوتا
نبھتی نہ حزین اوسسے گر مین بھی بڑا ہوتا
جو کہ لکھتے ہاتھ تنگے انگشتون سے ٹھتا جائیگا
ہم بھی تڑپے جائینگے جتنا کہ تڑپا جائیگا
سامنے آئینگے جب وہ تو سنبھل جاؤنگا
تجھسے نہ یہ بھی اور محبت نا آشنا ہوا
اللہ رے یہ سختین تری او تنگنائے دل
اک داغ رہگیا ترے پہلو مین جا کے دل
اور دیکھیے حزین ابھی کیا کیا دکھائے دل
تیرے دل رہا تو حزین ایک ہی بیتاب بہینا
کہ بھرے خم سے ہم شیشے مین او شیشے سے ساغر مین
ہی غنیمت کہ تمھین یاد تو کر لیتے ہین
ورنہ جوہر سے ہی ہم آبرو فولاد کو
خجل کرنا نہ چشم خون چکان سے
یہ دشمن خانگی نکلا کہان سے
سبک ہو کر تو اوٹھے ہم جہان سے
ہوا امید جب اپنی ہی جان سے
وہ بیقرار ہوئے آگیا قرار مجھے
اس سے تو آگ تن مین لگا ایکبار دے
جتنے فریب چاہیے ہین روزگار دے
توبہ مے سے ہوئے ہم تو پشیمان اوٹھے

حسرت تخلص منولال قوم کایتھ پسر لالہ پیارے لال وکیل محکمہ عدالت دیوانی انگریزی نوجوانان شاہجہان آباد اس سعادت و اہلیت کے ساتھ کم دیکھنے مین آتے ہین کتب فارسی کو

جناب فیض مآب اوستادی مولانا ومخدومنا مولوی امام بخش صہبائی سے پڑھا ہی اور مشق شعر فارسی بھی اونھین کی خدمت بابرکت سے بہم پہونچائی یہ چند شعر اوسکے نتائج افکار سے لکھے جاتے ہین ؎

گردیم ورخزانه دل جمع نقد داغ
دل آنچنان زدرد تو بر خود طپد که نیست
حسرت نصیب دیده ما روی دوست نیست
از گل داغ تپان تا سینه شد گلشن مرا
چون سحر گردید از خار غمش دل چاک چاک
حسرت از یاد لب او جان خود را داده ام
چون سحر دارم گریبان چاک از شوق رخش
گر چنین آن آتشین خو می فروشد جلوه ها
یار در آغوش و درد انتظارم می کشد
آتش دل ہمچو اخگر می کند خاکسترم
میکند صد دشت طی حسرت برنگ گرد باد
در تماشاگاه عالم جز جنون سودی نداشت
رشته ہای سبحه وزنار از یک عالم اند
از فروغ باده جام خویش رشک مهر کن
چون صفا نگرفت دل با کس چه سود آمیختن
دوست گوشی بر حکایت ہای ما کی می نهد

لاله بروز کوته زر بی حساب ما
سیماب را مقابله با اضطراب ما
شاید که جذب دل کشد او را بخواب ما
آتش دل هر نفس زد شعله چون گلخن مرا
کی تواند دوخت خورشید فلک دامن مرا
چشمه حیوان سبب شد از پی مردن مرا
کی شود کان آفتاب از جلوه مسرورم کند
می تواند فرق تا پا آتش طورم کند
ساقی آن می داد گو هر لحظه مخمورم کند
گرداین کلفت بهر دم زنده در گورم کند
تا بکی آوارگیها از وطن دورم کند
ای حسرت بگذر ز ہوش و روز و شب دیوانه باش
گه به تاب کعبه سر نه گاه در بتخانه باش
می خور و در بزم رندان روز و شب مستانه باش
سیر کن در خاطر و از عالمی بیگانه باش
حسرت ما گو در میان مردمان افسانه باش

حسرت تخلص نونہال گلشن نجابت حافظ عبد الرحمن ساکن پانی پت حضرت معارف دستگاه سراپا آگاه قاضی ثناء الله مرحوم پانی پتی کی نبیرہ سعادت مند سے ہی باوجود نوجوانی و نوخاستگی کے سعادت و اہلیت سے بہرہ مند اوقات شمار و زمی تحصیل کمال مین صرف کرتا ہی جو کہ مانند سرو و شمشاد موزونی جوہر ذاتی ہی مشغلہ تحصیل سے جب فرصت بہم پہونچتی ہی قامت سخن کو حلیہ وزن و تقطیع سے محلی کرتا ہی یہ دو چار شعر اوس خجستہ طبع کے مرقوم ہوتے ہین ؎

ہم تو حسرت کو سمجھتے تھے کہ اک عارف ہے
یہ تو ایسا وہ نہ کافر نہ مسلمان نکلا

کس لیے چاک قفس بند کیے اے صیاد
کیا ہوا مین نے اگر سوے گلستان دیکھا

تم بھی رو بیٹھوگے دل کو ہمین ہنستے کیا ہو
اگر آئینہ کبھو تمنے مری جان دیکھا

اور سنیے حسرت کو کیا قتل کہین ہاے مجھے آج
مین نے اوس شوخ سے ظالم کو پشیمان دیکھا

گر نہین دوست خدایا مری جان کے دشمن
کیون شب غم مرے جینے کی دعا کرتے ہین

ہاے کیا جور کشی کی ہمین عادت ہے کہ آپ
اوس ستمگار کو تحریک جفا کرتے ہین

کیا ہوا دیکھ تو ناصح کہ ہمارے منھ سے
یا صنم نکلے ہے جب یاد خدا کرتے ہین

کبھو کیونکر کہون کہ ہجر مین مطلقا نہین خبر
اتنی خبر تو ہے کہ مجھے کچھ خبر نہین

حسن تخلص میر حسن کہ ہین برادر میر حسین فگار مرد خوش اخلاق فن فارسی سے بقدر ضرورت آشنا ریختہ گوئی کی طرف متوجہ گاہ گاہ جو کوئی شعر گوش زد ہوا مزہ سے خالی نہ تھا والی شہر الور کی سرکار مین فی الجملہ ناخن بندی موجب رفاہ حال ہے اسوقت کوئی شعر ناخن بدل زن لوح حافظہ پر ثبت نہ تھا اس ایک شعر پر قناعت کی

سانولی رنگت سے لازم ہے حذر سید حسن
اس دھندلکے مین مسافر مفت مارا جاہے

حشمت تخلص مرزا غلام فخر الدین مرحوم ابن مرزا معظم بخت مغفور ابن حضرت شاہ عالم بادشاہ نور اللہ مرقدہ شاگرد حافظ عبد الرحمن خان احسان مغفور مرد حلیم صاف طینت پسندیدہ صفات پاکیزہ اخلاق تھے بیشتر شریک مشاعرہ ہوتے اور کچھ اپنے کلام اور اغلب اپنے خلق طبیعی سے سامعین کی طبع کو مسرور فرماتے حضرت اوستاد سے ایسی محبت رکھتے تھے کہ اوس جناب کے مرض الموت مین بیشتر یہ دعا ورد لب تھی کہ الٰہی میرا سینہ اوستاد کے داغ کا گنجینہ نکر از بسکہ یہ دعا صدق دل سے تھی اس نالۂ سحری اور آہ نیم شبی نے عرش اجابت تک رسائی اور اثر قبول نے اوسکے انفاس صدق اقتباس کی پیشوائی کی یعنے اوستاد کے انتقال سے ایک روز پہلے اس گرم رو راہ اخلاص نے ملک بقا کا عزم کیا انا للہ وانا الیہ راجعون چند شعر اوس مغفور کے بطریق یادگار تحریر ہوے

زلفون کے بنانے کا پردہ تھا بہانہ تھا
منھ پردہ نشین ہمسے پردہ مین چھپاتا تھا

غیر کبھو تو آہی ہے سبب کیا کہ مرا
آپ سے آپ ہی کچھ آج کلیجا ہلتا

نوان سے میرے برپا ہو فتنۂ محشر ہین	قامت سے تیرے ہو قائم نقشہ ہے قیامت کا
اشکباری تو نکر اتنی خدا کیواسطے	غرق اک عالم ابھی اے چشم تر ہو جائیگا
گھر دو ہی قدم پہ تو ہے ان قدمونکے صدقے	بڑھ جیسے کوئی دو چار قدم اور زیادہ
ہنسکے پیارے ہجران کا تیرے بن	یہ عالم ہے کہ عالم نوحہ گر ہے
مجھے روتے جو دیکھا ہنس کے بولا	تری حشمت تبا کیون چشم تر ہے

حفیظ تخلص مداح امام ہمام مرثیہ خوان اہل بیت عظام حافظ حفیظ مرحوم غفر اللہ لہ یہ بزرگ اساتذہ مرثیہ خوانان شاہجہان آباد سے شمار مین آتا تھا عزاداری کی تاثیر سے اوسکی آواز بھی حزین تھی تلامذہ اوسکے اس فن مین تعزیہ داران امام سے بھی گنتی مین زیادہ تھے اور ابتک ہر مجلس ماتم مین اوسکی مرثیہ خوانی کا ذکر تمام مرثیہ خوانون کے ہار کا بند ترجیع ہے مثنوی معنوی مجالس مشائخ علی الخصوص فاتحہ جناب مستطاب قدوہ عرفا سے خدا آگاہ اسوۂ جمہور اہل اللہ حضرت شاہ ولی اللہ والد ماجد پیشواے علماے عصر مولانا شاہ عبد العزیز قدس سرہما کے روز خوش نزورکے چھتے مین جو شہر کرامت بہر شاہجہان آباد سے مسافت ربع میل پر واقع اور شاہ خدا آگاہ موصوف کا مقبرہ ہے حضرت بابرکت مولانا مرحوم کی خدمت مین حاضر ہوکر اس خوش الحانی سے پڑھتا تھا کہ کمال رقت سے تمام صحرا مین سامعین کے اشک کا دریا بہجاتا تھا موزونی طبع کو اکثر مرثیہ گوئی مین صرف کیا اور مرثیونکے مضامین قصص موضوع اور روایات وضعی نہوتی تھی بلکہ مجاہد ائمہ ہدی اور اوصاف شہادت شہداے کربلا اور اگر حسب اتفاق کوئی حکایات جانسوز بھی زبان پر آتی تھی تو وہی حکایت کہ رواۃ معتبر کی گواہی سے زیور تصدیق پاتی تھی حال نزع مین یہ شعر موزون کیا

شاہ مردان جو کوئی اس راہ سے آیا کرے	فاتحہ اس قبر پر لللہ پڑھ جایا کرے

اور وصیت کی کہ میری قبر شاہ مردان کی راہ مین بنوادین اور بالین گور پر یہی شعر لکھوادین اب تک یہ شعر اوس قبر کے بالین پر مرقوم ہے اور ہر مہینے کی بیسوین خصوصاً حضرت جگر خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہلم کے روز کہ ماہ صفر کی بیسوین اور شہداے کربلا کے ایام غم کا خاتمہ ہے ہجوم زائرین سے اوس قبر کی خاک پر پلے نگاہ نہین پڑ سکتا اور کثرت دعاے مغفرت سے ہر دعا کے حصے مین اجابت کا جزو لا یتجزی بھی کفایت نہین کرتا یہ دو دو مین

شعر تحریر تذکرہ کے وقت جزودان حافظہ مین محفوظ تھے تحریر ہوے

ہم تو دشمن آپکے ہین بارے یہ فرمایئے ۔ اور کس کس سے تھی ہر دوستداری آپکی
روبرو غیرون کے شکوہ آپکا ہم کیا کرین ۔ ہو رہینگی پھر کبھی باتین ہماری آپکی
اے حقیر ایسے ستمگر بے وفا بے دید سے ۔ دیدہ و دانستہ دیکھو ہمنے یاری آپکی

حقارت میر محسن ولد سلطان علی داروغہ گاوخانہ انگریزی اس سے زیادہ کچھ اونکے حال سے اطلاع نہین ایک شعر اوسکا گوش زد ہوا تھا لکھا گیا

کسوت خاک پہ اترانہ ہو اے دانا تلبیس ۔ اپنے تن پر بھی کبھی جامہ عریانی تھا

حقیر تخلص میر امام الدین معروف بمیر کلو مرد متین حلیم مزاج صاف دل آئینہ طبیعت کو غبار بغض و ظلمت و حسد سے پاک اور آفتاب ضمیر کو کسوت جہل و گرد کدورت سے صاف کر دیا تھا اعدا بھی اوسکے آئینہ دل سے باوجود کوری عداوت کے راز پنہان کو بے پردہ مشاہدہ کرتے اور اغیار اوسکے خلوت ضمیر مین باوصف بیگانگی کے آشنایون سے ہم پہلو بیٹھتے مشق سخن کمال کو پہونچی تھی شعر پختہ نہایت سنجیدگی اور متانت کے ساتھ کہتا ہر چند رعایت الفاظ کی پابندی حد سے زائد تھی لیکن سلاست عبارت کا سررشتہ ہاتھ سے نہ جاتا تھا اکثر اشعار اوسکے ناخن بدل زن ہین ایک عرصہ ہوا کہ اس جہان فانی سے عالم جاودانی کا سفر اختیار کیا یہ چند شعر اوسکے انتخاب ہوکر مرقوم ہوے

لیکے موتی بھی نہ دونگا طفل اشک اپنا حقیر ۔ نور چشم آنکھون کے گھر مین پالے کا پالا گیا
چڑھی جو شیخ کو افیون تو دانہ تسبیح ۔ سمجھ الائچی دانے تمام ٹونگ گیا
ہون ہست و نیست عالم تصویر کی طرح ۔ گویا ہون اور خموش ہون زنجیر کی طرح
دل مین ہی بیٹھ رہین در پہ صنم کے ہی حقیر ۔ راہ کعبہ کی تو آتی ہے نظر دور ہمین
یاد مین اوس بت کافر کے ہون ایسا مصروف ۔ کہ خودی بھول گئی اور خدائی مجھکو
بن کے جوگی چشم قاتل کے بنی مین دل بسا ۔ کوئی پوچھے کیا بنی تجھ پر کہ بستی چھوڑ دی
بعد مدت بر مین آیا ناوک دلبر سو آہ ۔ دشمنون نے کھینچ میری جان تن سے چھوڑ دی
ایک آنے پر تمھارے جان دیتا ہے حقیر ۔ لیلو صاحب تمنے کیون یہ جنس سستی چھوڑ دی
گلی مین یار کے چنٹی گھسیٹ لائی تجھے ۔ حقیر صدقے ہو تو اپنی ناتوانی کے
انتر مین یہ سب لخت جگر روک لو اڑ کے ۔ جانے دے اگر بہ نکلے اشک کے ریلے

کس روسے چھٹے زلف ستمگر کا گرفتار
وہ سینہ ہی فولاد رکھے جسکہ جگر ہے

دل شورش اشکون نے تو ہر چند بجھایا
پر شعلۂ دل آہ صر سے اور بھی بھڑکے

کوئی غیر نہ تھا گھر کے ہی مردم ہوئے دشمن
آنکھون نے بہایا مجھے اوس شکل سے لڑکے

پامال ہوئے تم تو حقیر آہ جہان مین
جون نقش قدم یار کے قدمون سے بچھڑکے

حقیر

حقیر تخلص منشی نبی بخش خلف منشی حسین بخش ہے کہ نظم و نثر فارسی مین علم یکتائی بلند کیا اور شہر لطافت بہر اکبرآباد وطن محلہ تاج گنج اسکی سکونت سے باغ ارم پہ ناز کرتا ہے بالفعل عہدہ سررشتہ داری محکمہ فوجداری کی تقریب سے قصبہ کول مین تشریف لایا اور اوسکی خاک قدم اوس نواح کے ساکنین کی آنکھ مین توتیا ہے کلام مین فصاحت کو بلاغت کے ساتھ جمع اور متانت کو سلاست کے ساتھ فراہم کیا ہے یہ چند شعر اوسکے

نتائج افکار [illegible]

زخم کے منھ مین پھر آیا پانی
جب کہ پیکان کا مزہ یاد آیا

پھر گریبان کے اوڑینگے ٹکڑے
پھر وہی چاک قبا یاد آیا

خط جو غیرون کو لکھے اوسنے رقم
ہمکو قسمت کا لکھا یاد آیا

بسکہ مصنوع ہے صانع کی صفت
بت کو دیکھا تو خدا یاد آیا

آج پھر اوس بت کافر نے حقیر
وہ ادا کی کہ خدا یاد آیا

کیا سبک رو ہین رہروان عدم
کہ کہیں کا نہ نقش پا دیکھا

دیر مین ہے ذکر اپنا کعبہ مین بیان اپنا
ایک ہم ہین اور چرچا ہر کہان کہان اپنا

ہاتھ دوڑا کے جنون نے پھر گریبان دیکھکر
پانون پھیلائے وحشت نے بیابان دیکھکر

کوئی لا سکتا نہین مضمون عالی کو بزور
خود بخود آتا ہے یہ طبع سخندان دیکھکر

سنتے ہین گئے مانی و بہزاد عدم کو
اب کھینچین تو کھینچین کہ میا اسکی تصویر

وہ نگاہین جنسے تھی مجھکو تسلی کی امید
تشنۂ خون آفت دل دشمن جان ہوگئین

گر یہی چاک کی عادت ہے تو ای دست جنون
پیرہن سارے گریبان ہی گریبان ہونگے

قتل تم سو کو کروگے تو مرینگے لاکھون
کشتہ ہر کشتہ کے ہمراہ صد ارمان ہونگے

گر تو نہین ہے عاشق پھر یہ حقیر ہر دم
کیون نالۂ حزین ہے کیون آہ آتشین ہے

حکیم

حکیم تخلص حکیم نہال الدین خان اسکا بجز اسکے کہ صدر دیوانی آگرہ مین محرر ہے

سلالہ سلاطین کامگار مسند نشین مجد و علا مرزا کریم الدین متخلص بہ رسا اگر اس بلند مرتبت کے
اوصاف حمیدہ اور اطوار پسندیدہ مرقوم ہون تو اس دریاے زخار کی بے پایانی آشنایان
بحر معانی کو ورطہ حیرت مین ڈالتی ہی اور اگر اوس سے ایک لخت ہاتھ اوٹھایا جاوے
شوق ثنا کی محرومی جراحت خاطر پر نمکپاش اور ناخن حسرت سے دل خراش ہو [illegible] گویم
مشکل وگر نگویم مشکل ☆ سبحان اللہ سخن اعجاز سے ہم پہلو [illegible]
اساس کمال پختگی کسے بناے ریختہ اور طبیعت کی گرم جولانی [illegible]
ہر لفظ رنگینی معانی سے سبزہ تہ نما ہر نکتہ مثل اشارات خوبان دلربا [illegible]
کہ ہنوز لب سے آشنا نہین ہوا کہ طبیعت سامع مین جا بیٹھا اور برجستگی کا عالم اس درجہ کہ حجلہ
فکر سے ابتک قدم باہر نہین نکالا کہ جلوہ گاہ صفحہ مین جا پہونچا رسائی ذہن کو معنی بلند کے
بام عرش پر ہم آغوشی اور دقت طبع کو مضامین متین سے تشنیہ [illegible] مین گرم جوشی
رنگینی کلام غیرت گل کیفیت سخن رشک مل عرصہ سخن کی [illegible] آگے بڑھا کر
بساط بازی شطرنج پر منصوبہ پیش بینی کا ایسا چلتا ہی کہ اگر ابو زید زندہ ہوتا اس یکتاے دہر کے
ہاتھ سے ایسی ضرب اوٹھاتا جیسے زید سے عمرو اگر اوراق کتاب بقدر تضعیف بیوت شطرنج
بہم پہونچین پھر بھی جو عدد اون اوراق کا قابل اسکے نہو کہ شمار ہوسکے اون مات سے انھین
گنجایش پذیر ہو راست فکری اس فن مین ایسی کہ فرزین باوصف کجروی کے عرصہ شطرنج
مین راست روی کے اندر بادشاہ وقت ہی عجایب بازی کا یہ عالم کہ اگر حریف گوشہ خیال مین
بساط گستر ہو او سکے منصوبہ بینی سے جان بر نہو قوت حافظہ کی اعانت سے کلام الٰہی
لوح خاطر مین ایسا منقوش ہی کہ آیت وافی ہدایت سنقرئک فلا تنسی کا مصداق اگر اسی
یکتاے دہر کو قرار دین تو بجا ہی باوجودیکہ اکثر فنون مین علم یکتائی بلند کیا ہی لیکن ملک سخن مین
کشور خدایان کمال سے باج ستان اور اقلیم کشایان فضایل کا تاج بخش ہی کثرت افکار
گوہر نثار سے دیوان اتمام کو پہونچا اور انھین ایام مین حلیہ طبع سے محلی ہو کر بصیرت
افزاے اہل انصاف ہوا یہ چند شعر اوس دیوان سے انتخاب ہو کر تحفہ

ارباب کمال ہوے

رسا

ہوتا جو بادبان نہ محمدؐ کی ذات کا	ڈوبا تھا بحر غم مین سفینہ نجات کا
نہ کیونکر وصل مین تڑپون کہ یاد آتا ہی رہ رہ کر	تڑپنا بستر غم پر شب تاریک ہجران کا

لخت جگر رکا ہوا آنکھون مین آکے ورنہ
کچھ دل مین بیکلی ہی کچھ ہی جگر مین سوزش
پہلو مین اک کسا سہی جلی جاے ہی مدام
اے وحشت اپنے آبلہ پا سے دشت مین
دل دیکھے دلبرون کو ہزار در بدر دلیل
زندگی کے لطف سے غفلت نے رکھا بیخبر
جولان سے اوسکے ہوگئے پریشان کچھ اور بھی
اک دو ہی آنسو دیکھین لگا ڈوبنے فلک
گر شربت وصال نہین موت ہی سہی
دین کو زلف وخط وخال وغمزہ نے چھینا
ہم جاتے جاتے دیر کو کعبہ مین آگئے
سوتے سے تو نے فتنۂ محشر اوٹھا دیا
نہ کھلا ہاے میرا غنچۂ امید کبھو
رہ رو راہ فنا سب سر منزل پہونچے
کاش وہ وصل مین پوچھے مرے دل کا احوال
ہر چند چھپایا نہ چھپا جوش محبت
اس زردی چہرہ کا کہو حال تو حیرت
اب دیکھیے کیا جان پہ بنتی ہی خدایا
حیرت کا خدا جانے ہی کیا حال کہ ہمدم

طوفان اوٹھاتے یہ دو چشم پر آب بہا بہا
ہین عشق کی بدولت مجھ پر عذاب کیا کیا
یہ دل ہر [illegible] جیسا ہی اور [illegible] خار دیکھنا
رہ جائے تشنہ لب نہ کوئی خار دیکھنا
حیرت ہم نہ کوچۂ قاتل [illegible] ادا دیکھنا
یون [illegible] ہر عمر [illegible] جیسے عاشق [illegible]
[illegible] ہو گیا [illegible] ہمارے غبار کا
نکلے کوئی خاک [illegible] خونبار کا ہوس
کوئی تو نکلے اس دل بیمار کی ہوس
دل بھی غالب ہی کہ ہے [illegible]
سرگشتگی نے چھوڑ کے راہ ہوا [illegible]
حیرت جگا کے آج پھر اس مست خواب کو
حسرتین دل کی رہین دل ہی مین کیا کیا باقی
رہ گیا مین ہی فقط راہ مین تنہا باقی
اور کہون مین بھی جو ہی دل مین تمنا باقی
یہ راز ہوا فاش مرے دیدۂ تر سے
کیا دل کو لگا بیٹھے کسی رشک قمر سے
ہم جی تو جلا بیٹھے ہین الفت مین بتان کی
کچھ رات سے آتی نہین آواز فغان کی

حیرت

حیرت تخلص مرزا رمضانی پسر مرزا صمصام الدین اولاد امجاد مرزا امراو شاہ پسر اعلی حضرت شاہجہان بادشاہ نور اللہ مرقدہ اخلاق حمیدہ اور صفات پسندیدہ اس پاک نہاد کے حیطہ تعداد سے خارج ہین رہروان عرصۂ معرفت کی محبت اور پیشوایان مسلک طریقت کی ارادت ایسی اوسکے دل مین ہی کہ دل عاشق مین ہوا ے معشوق اسطرح متمکن نہوگی فن سخن کو مرزا رحیم الدین حیا تخلص سے کسب کیا ہی یہ چند شعر اوسکے انتخاب ہوکر لکھے گئے

کیون خفا ہو [illegible] ہوے	کہا سنا تیرے اور کیا دیکھا
دیکھ پاس اپنے دامن تر کا	پانی پانی ہے دل سمندر کا
[illegible] کسی سے [illegible]	دشمن کی آنکھوں مین بھی کھٹکتا نہین ہون مین
[illegible] بال [illegible]	او دیکھا ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے
[illegible]	[illegible] یہ محبت نہ بڑھائی ہوتی
[illegible]	تا بحشر او [illegible] دل لگانے سے

باب الخاء المعجمہ

خالق

خالق تخلص خالق بخش [illegible] آبادی شاگرد اسیر اوسکے یہ اشعار بہ نسبت اور اشعار کے [illegible] قابل انتخاب نظر آئے

شعلہ [illegible] جو لگتی	جو یاد کچھ بھی رہی تو ہمین تمھاری رات
فراق [illegible]	کرم سبھون نے کیا ہمپہ باری باری رات
[illegible] کی افشان	ستارے گن کے ہے خالق نے سب گزاری رات

خاص

خاص تخلص محمد حیدر خان ابن [illegible] الٰہی بخش خان مرحوم باشندہ شاہجہان آباد نوجوان نیک اطوار اور [illegible] شاہی مین منشی گری کے عہدے سے ممتاز ہے اصلاح شعر شاہزادہ بلند قدر مرزا [illegible] شاہ ماہر تخلص سے لیتا ہے یہ اشعار اوسکی بیاض سے منتخب ہوے

تھی جدائی گرچہ پہلو [illegible] یار تھا	ناز تھا آزردگی تھی رنج تھا انکار تھا
کاوشین جھیلین نہ کیا کیا [illegible] مژگان [illegible]	گاہ نشتر تھا جگر مین گاہ دل مین خار تھا
دیکھلے نقشہ اگر اوس عالم تصویر کا	تو تو کیا زاہد دل آوے اوسپہ تیرے پیر کا
سخت مشکل ہے کہ ہو وہ شوخ تو نازک دماغ	اور نالہ ہے شعار اپنے دل دلگیر کا
ماہ نو کو دیکھکر ابرو کو دیکھا چاہیے	دیکھنا منظور ہوا ہے دل اگر شمشیر کا
مارکر مجکو ہوا تو قتل عالم پر دلیر	حلق تھا میرا فسان قاتل تری شمشیر کا
کیون تقاضاے خلش ہر دم نفس کے ساتھ ہے	دل مین شاید رہگیا ہے کوئی پیکان تیر کا
ضعف سے اتنو یہ نوبت ہے کہ اے خاص	لب تلک سانس بھی آیا تو بمشکل آیا

خادم

خادم تخلص خادم علی وطن اصلی اوسکا لاہور ہے اور اب مدت سے خاک شاہجہان آباد مین

اوسکی برات روزی مقرر ہی یہ شعر اوسکا سنا گیا

نقشین جو کہ نگر فی تحصین سو کہین پر وہ شوخ	[illegible] اپنے جگر [illegible]

خاقی

خاقی تخلص مرزا خاقی ساکن شاہجہان آباد مرد آدمی اور صاحب خلق [illegible] دماغ مین مالیخولیا تھا اور طبیعت مین [illegible] اوسکے [illegible] کم آسودہ ہوتی تھی اوسکے اشعار [illegible] دلچسپ بھی کہ سینہ دل پر ناخن زن ہو [illegible] یہ شعر اوسکا یاد تھا اور اتفاق سے [illegible] ہی

بیقیلون کے کام ہی کرتے رہے سدا	[illegible] تو یہ بھی خلل تھا دماغ کا

خانی

خانی تخلص خانجہان افغان ساکن شاہجہان آباد شاگرد جناب غفران مآب مولوی عبد اللہ خان علوی ذہن سلیم اور طبع قویم رکھتا تھا کتب تحصیل سے اکثر مقامات مشکلہ جودت حافظہ سے مستحضر تھے گاہ گاہ شعر فارسی کہتا اور حضرت مغفور مرحوم کی نظر اصلاح سے گذرانتا یہ شعر اوسکا یاد ہی

آنکہ بر ستیم انکار بیجا میکرد	چشم میگرین ترا کاش تماشا میکرد

خرد

خرد تخلص بالا پرشاد قوم کھتری ساکن شاہجہان آباد مرد خوش مزاج نیک اخلاق استعداد فارسی مین اقران و امثال سے ممتاز خط نستعلیق کو اس رشتے لکھتا ہی کہ درست نویسان روزگار اوسکے روبرو اگر اپنی تحریر پر خط شکستہ گمان کرین تو عجب نہین ہر چند طبیعت نہایت موزون ہی لیکن جب وارستہ مزاجی سے کچھ فرصت بہم پہونچتی ہی تو فکر شعر کی طرف متوجہ ہوتا ہی غالبا اوسکے مزاج کی وارستگی کنج طبیعت سے خزانہ خیال اور گنجینہ فکر مین منتقل ہو جاتی ہی کہ سخن بھی نہایت بیقراری سے کبھی زمین کاغذ پر قدم رکھتا ہی کبھی نہین یہ شعر اوسکا یاد تھا مرقوم ہوا

یہ ہی پتھر اور وہ ہی گلبرگ تر اے جوہری	کیا ہی نسبت لعل کو اوسکے لب خوش رنگ سے

خرد

خرد تخلص پنڈت رام نراین شاگرد حافظ غلام دستگیر مین یہ شعر اوسکا سنا گیا

تم آپ سے نہین جاتے یہان سے گھبرا کر	یہ جسکے جذبہ دل کا اثر ہی کیا کہیے

خرم تخلص نواب نذیر بیگ ۔ خرم

خرم تخلص نذیر الدوله نام محمد احمد نام مروت شیریں گفتار پسندیدہ گردون مساکن شاہجہان آباد مروت جبلی ایک جامہ ہے کہ خیاط ازل نے اوسکے قامت مستعد اوپر قطع کیا ہے گاہ گاہ فکر شعر کرتا ہے یہ دو تین شعر اوسکے سنے گئے

مر کر بھی چھوٹو لگا تیرے ہاتھ سے ظالم	گر اہے دل سوزاں مرے پہلو میں رہا تو
جان تن سے نکلجائے تیرے سامنے ہمہم	اک دم کے دم اس خستہ کے بالین سے نہ جا تو
مانا کہ ہمسے آپ کو نفرت ہے پر اسے	کیا کیجیے کہ ہمکو محبت ہے آپ سے

خضر تخلص ۔ خضر

خضر تخلص جوان سال و جوان دولت بلند اقبال و والا مرتبت عالی دودمان منیع المکان فرزند رشید حضرت ظل سبحان کہین برادر حقیقی صاحب عالم و عالمیان ولیعہد خلیفہ دوران مرزا فتح الملک بہادر دام اقبالہ یعنے نونہال حدیقہ بختیاری مسند نشین ایوان کامگاری فلک مرتبت آسمان رفعت مسیح گفتار کلیم زبان مرزا خضر سلطان بہادر کہ گلشن عمر مین ثمر پیش رس دولت و جوانی سے کامیاب اور چمنستان اقبال مین سرچشمۂ ہجمندی سے سیراب ہے خار اگر اوسکے چشمۂ لطف سے نمناک ہو گل کی لطافت پر طعنہ زن ہو سوسن اگر اوسکے انفاس سے فیض یاب ہو سحبان سخن زبان آور کے مقابل گرم سخن ہو مرزا اسد اللہ خان غالب سے تحصیل کمال مین مصروف اور روز و شب مشق سخن مین مشغوف ہے یہ چند شعر اوس قدر شناس اہل ہنر کے کلام سے منتخب ہوئے

مانا کہ ستم تم نہین کرتے ہو کسی پر	غیروں پہ کرم ہو یہ ستم بھی نہین تھوڑا
لہو مین میرے ہون رنگین اگر دیکھون تو یہ دیکھو	اونھون کے ہاتھ پر رنگ حنا دیکھا تو کیا دیکھا
نہ کہہ سکتے ہین کچھ اپنی نہ سن سکتے ہین کچھ تیری	ہمین اسوقت مین اے بیوفا دیکھا تو کیا دیکھا
جام جمشید کو آئینۂ سکندر کو ملا	خضر مین وہ ہون کہ حصے مین مرے دل آیا
چھٹون کسطرح پھندے سے تمہون کے	مجھے کچھ بن نہین آتی خدایا
تار نفس سے ہے ہم اولجھا ہوا یہ تار	نکلیگا دم بھی ساتھ جو نالہ رسا ہوا
گالی سے کون خوش ہو مگر حسن اتفاق	جو تیری خو تھی وہ ہی مرا مدعا ہوا
کہتے ہو وہ بھی ہوس پیشہ ہے جیسا تو ہے	مجھسے ایک چھیڑ ہوئی شکوہ عدو کا نہوا
کہتے ہو کہ ایک روز تجھے قتل کرینگے	پہ یہ بھی تو اے شوخ ستمگر نہین ہوتا
وہ بھی کیا دن تھے کہ فتنہ رات دن بیدار تھا	خط سے وان رخ سادہ یان آئینہ بے زنگار تھا

تری خاک کف پاسے نہ بدلون — کوئی دے گر مجھے اکسیر آکر

تیر کی چپائی سے ہو تلوار کو پرسش — سرمہ جو دیا ہوگی اونکی نظر اب تیز

ہو کشتون کے مزار رکھنا — ہون جو بھیگے ہوے شراب کے پھول

[illegible] ذرا سمجھکے کرو — الف تو بندہ خدا ہین ہم

وہ [illegible] خط آب آیا ہے یہ زر ضعف سے — کھولنا مشکل ہے خط بال ہوتے ہین

خلیفہ تخلص حبیب اللہ قوم حجام مرید با اخلاص حاجی لال صاحب قدس سرہ العزیز استغراق اوسکا اسرار حقیقت کا موشگاف اور مستغرق اوسکی رموز معارف سے گویا اس سے زیادہ اوسکے حال سے اطلاع نہین رکھتے ہین کہ ایک شعرا سے سنے موزون کرکے خواجہ قطب الدین بختیار کے مزار مبارک پر رکھدیا شب کو بشارت ہوئی کہ جو شخص ہنگام سحر اول زیارت کو حاضر ہو اوس سے تجکو کچھ نفع پہونچیگا اتفاقا ایک سبز وارد ہوا اور ہنوز اوسکی زبان کسی حرف سے آشنا نہین ہوئی تھی کہ میرا اوسکا ہاتھ پکڑکر کسی طرف لیگیا اور جب اوسکے پاس سے پھر آیا تین دن تک مزار فیض آثار پر معتکف رہا اوسی اثنا مین ایک جذب اوسکی طبیعت پر غالب ہوگیا لیکن نہ ایسا کہ آثار سلوک سے مانع ہو تمام عمر ترک علائق کے ساتھ بسر کی وہ شعر یہ ہے

بجلب [illegible] کسے کشاد دنیافت — قفل زنگار بسے مرا بشکن

خلیفہ تخلص رجبی حجام موزون طبع ظریف مزاج ساکن شاہجہان آباد بخفا راگ ورنگ مین شہرہ [illegible] یاران رنگین صحبت اور ضلع اور جگت مین ہمرنگ مصاحبان صادق المودت ایک [illegible] ان کی ہجو مین چند شعر موزون کیے تھے اوسمین سے یہ شعر یاد رہگیا

اوندھا پڑا ہے پیچھے سدا ہر جوان کے — تا لوگ یہ کہین کہ کبھی چت نہین ہوا

خلیل تخلص سید ابراہیم علی اکبرآبادی ساکن محلہ نوری دروازہ شاگرد خلیفہ گلزار علی اسیر حال اوسکا اس سے زیادہ معلوم نہین ہوا یہ چند شعر اوسکے منتخب ہوکر لکھے گئے

وصف دہن تنگ نے خاموش کیا ہے — فی جاے تکلم ہے نہ موقع ہے صدا کا

اوس زلف کے پھندے سے رہائی نہین ممکن — ہرگز نہین چھٹتا ہے گرفتار بلا کا

وصل کا سنتے ہی مژدہ ہوگیا اپنا وصال — موت کا پیغام تھا قاتل ترا پیغام کیا

کعبہ و دیر مین کسکے لیے پھرتے ہو خلیل
سچ کہو شوق ہوا کس بت ہرجائی کا

تیور بدل کے دیتے ہین تعظیم ظاہری
پیغمبرون سے ہوتی ہے توقیر آج کل

بیکسی مین نہین ہوتا ہے کسیکا کوئی
شمع بھی روئی نہ آکر سر تربت مجکو

یوسف کو فقط ایک زلیخا نے لیا مول
وہ کون ہے تیرا جو خریدار نہین ہے

وارث آدم صفی اللہ ہے تو اے خلیل
حور ہے تیرے لیے باغ جنان تیرے لیے

ملجائیگا موقع جو کبھی دادرسی کا
اے بت تری اللہ سے فریاد کرینگے

خلش تخلص فردوس علی نام طامون زادہ محمد عبد الحکیم بسمل تخلص ہنوز سن چودہ پندرہ سے متجاوز نہین اور جودت ذہن سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت جلد تحصیل علم سے فراغت حاصل کرے دسوین برس مین حفظ کلام ربانی اور اکثر کتب نظم و نثر فارسی کی تحصیل سے فارغ ہوا فکر شعر مین تازہ قدم رکھا ہے اور صاحب زادہ جناب صہبائی مولوی عبد الکریم سوز سے شعر کی اصلاح لیتا ہے یہ چند شعر اوسکے مرقوم ہوتے ہین

اوس سے مل مل کے ولا دیکھ تو کیا کیا نہوا
ہمکو کیا تیرے ہی کچھ حق مین برا اچھا نہوا

مین بھی پامال بھی ہوتا تو ترے قدمون مین
حسرت آتی ہے کہ کیون خاک کف پا نہوا

کیون یہ کہتے ہو خلش گو کہ وہ بیمار نہ تھا
کچھ تو آزار اوسے تھا کہ وہ اچھا نہوا

کیون نہ چھوڑا بہار مین صیاد
میری منظور گر رہائی تھی

ضعف سے لب پہ ختم گئے نالے
ورنہ آفت فلک پر آئی تھی

کچھ اثر تھا نہ آہ سکے منظور
یہ بھی اک طبع آزمائی تھی

کیا مزے سے خلش گذرتی تھی
جبکہ اوس بت سے آشنائی تھی

میرے ہی دل کی طرح یہ بھی نہووے دردمند
کوئی پوچھے تو کہ یہ کیسا جرس مین شور ہے

خمار امرناتھ نام قوم پنڈت نوجوان خوش وجاہت لطیف مزاج تیز فکر اشعار فارسی کی طرف راغب ہے ہرچند اس فن مین ہنوز عالم نومشقی ہے لیکن چونکہ موزون طبع اور طبیعت معنی یاب واقع ہوئی ہے سخن خالی لطف سے نہین ہوتا یہ دو تین شعر اوسکے مرقوم ہوتے ہین

اے نکہت مژدہ باد کہ مشت غبار ما
موج نسیم بر در کوے نگار ما

با چنین کافر دلے صید حرم نتوان شدن
دل اسیر حلقۂ زلف بتان داریم ما

دوش باش جہان تنگنا ہی نہین گنجا [illegible]	شنوا [illegible] غافل کہ حرفے [illegible] زبان [illegible]

خموش

خموش تخلص گویا بے خروش گوشہ [illegible] متوطن [illegible] شاہجہان آباد [illegible] زمین پنجاب اوسکی [illegible] سے اکتساب [illegible] منظر [illegible] وجود اوائل مین قدر ذاتی [illegible] بہم پہونچایا لیکن کثرت اشغال سے جب دیکھا گیا [illegible] سوا کبھی [illegible] اب بھی اوس [illegible] مین [illegible] وقت کی طرف [illegible] اور حرف اوسکے جو ورد [illegible] کا زبان خلائق پر مذکور ہی مصداق اس شعر کا گویا وہی بزرگ منش ہی

نمیباشد نشانے غیر درویشے گریبان را	کہ افشاندن تہی میسازد آخر دست دہقان را

یہ دو تین شعر اوسکے نتائج طبع موزون سے ایک آشنا کی زبان سے کہ نواح پنجاب سے وارد شاہجہان آباد تھا مسموع ہوے

کیا تیرا احوال ہی ہمسے بھی تو کچھ کہہ خموش	آشنا تون سے نہین اچھا چھپانا راز کا
خموش کس سے ہی تیرا اختلاط ہی کہ یہان	کچھ اندنون کہین تیرا پتا نہین ملتا
دیکھ آیا تھا خموش خستہ جانکو مین ہان	دل کو دھڑکا ہی کہ کہتے ہین کوئی مارگیا

خواہش

خواہش تخلص آزادہ مرد نیکو نہاد میر الہ داد متوطن آلہ آباد مستغنیانہ زیست کرتا ہی چار پانچ برس ہوے کہ سفر حجاز اختیار کیا اتبک کچھ خبر گوش زد نہین ہوئی اگر راہی ملک بقا ہوا جان اوس قدسی طینت کی طوطیان فردوس کے ساتھ ہمنوا ہو اور اگر حیات مستعار ہنوز اوسکے لباس خاکی کا طراز آستین ہی وہ لقاے سپہر ضیا پھر منتظر آنکھون شاہجہان آباد کی آنکھ کے واسطے بصارت افزا ہو یہ دو شعر اوسکے راقم کے گنجینہ حافظہ مین مخزون تھے

تیرے آنے کی دھوم ہی دل مین	حسرتون کا ہجوم ہی دل مین
ہر قدم پہ ہین آفتین برپا	چال ہی یا کوئی قیامت ہی

خورشید

خورشید تخلص خورشید احمد لکھنوی مولد دہلوی مسکن نسب اس صاف باطن کا چونتیس واسطے سے امیر المومنین حضرت عمر فاروق ابن خطاب رضی اللہ عنہ تک اور پانچ واسطے سے زبدۂ کرام سلسلۂ عظام عارف ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ تک پہونچتا ہی حضرت خواجہ محمد زبیر علیہ الرحمۃ والغفران کی مسند

خداشناس متقی اسرار معرفت کی تکمیل سے زیب وافر رکھتے ہیں اور آپ بیٹے شاہ رؤف احمد کے کہ مسلکے برادر عم زادہ اور جناب مستطاب واقف اسرار خفی و انوار جلی شاہ غلام علی مرحوم کے خلیفہ تھے خاندان نقشبندیہ میں بیعت کرکے اجازت ارشاد مریدان باخلاص حاصل کی اور پھر شاہ سعد اللہ حیدرآبادی اور حضرت سراپا افادت سراپا آگاہ معارف دستگاہ شاہ احمد سعید مد ظلہ العالی علی مفارق المستفیدین سے کہ بالفعل تکیہ گاہ شاہ غلام علی مرحوم میں بجائے والد ماجد مغفور شاہ ابوسعید صاحب کے متمکن ہیں فیض یاب ہو کر از سر نو رہنمائے طالبان مقصود کی اجازت لی اور اسپر قناعت نکرکے اطراف ممالک دور دست یعنی انتہائے نواحی ہندوستان اور خراسان اور ماوراء النہر اور ولایت فرغانہ جسکا تخت گاہ خوقند ہے اور بلخ اور بخارا اور سمرقند میں سیر کی اور ہر صاحب کمال سے استفادہ کیا خصوصاً اپنے بزرگان کرام کے مزارات سے فیض بحساب کسب کیا اشعار فارسی و ریختہ طرز خوش اور روش دلکش کے ساتھ کہتا ہے فن شعر میں اول شاہ رؤف احمد مرحوم مذکور سے کہ متخلص برافت اور اس نیک نہاد کے پیر طریقت تھے اور پھر محمد مومن خان مومن مغفور اور بعد اسکے مرزا اسد اللہ خان غالب سلمہ اللہ تعالی سے استفادہ کیا یہ چند شعر اوسکے کلام سے منتخب ہوئے

اشعار فارسی

بہوائے چمن ای وائے پریدن نتوانیم
در موسم گل ریخت فلک بال و پر ما

دیدن بروے خوب تو گیرم جرم ماست
بر حال زار رحم نکردن گناه کیست

عاشق و رندم ولے از [illegible] چه کنم
ای برہمن بت و بتخانه و زنار کجاست

از رقیب آزار ایدل گر رسد هرگز منال
از برای گل جفائے خار مے باید کشید

در طلب آید و من هیچ نه [illegible] خورشید
نالہ من بسکہ خوش اثرے پیدا کرد

از جناب رفته بد اغوای رقیب
لطف عنایتے کرمے داشتے چہ شد

آخر بہ چگونه بت مشتغل شدے
خورشید مہ التفات صنمے داشتے چہ شد

با لعل تو با لعل بدخشان نشنیدیم
حیف است گرانمایه که ارزان نفروشیم

بیزارم از مدرسه و جانب میخانه روم
ساغر مے ز کف ماہ جبینان گیرم

ساقی بخیز و باده گلگون بجام کن
فارغ مرا ز وسوسه ننگ و نام کن

مژہ کو سرمے سے اوس شوخ نے کیا ہی سیاہ		رکھی ہے سان پہ تلوار دیکھیے کیا ہو

ذوق

ذوق تخلص طوطی شکرستان شیرین زبانی بلبل چمن زار رنگین بیانی صیرفی نقود
گران دستہ بند رنگینی مقال بانی بناے فصاحت میزاب گلشن بلاغت فارس مضمار
سخنوری شہسوار عرصۂ سخن پروری مسند نشین ایوان دانش و آگاہی استاد حضرت
ظل الٰہی شیخ ابراہیم مخاطب بخاقانی ہند سایۂ تربیت ظل سبحانی مین شب جوانی کو
صبح پیری تک پہونچا دیا اور رضاے مرشد آفاق مین اپنی ہواے نفسانی کو بیک قلم
مٹا دیا خسرو روزگار کی بدولت جسقدر درجہ اعتبار کا بلند ہوا مرتبہ پندار کا پست اور حقیقت
دبستان کمال مین ہوشیار رہا میکدۂ عرفان مین مست گو اس گران قدر کے
پلۂ وقار مین کاہ آفتاب روشن اس صاف دل کے فروغ ضمیر کے مقابل سیاہ بلندی
مرتبہ کو لباس خاکساری مین ایسا چھپایا تھا جیسے گرد مین آسمان رعونت تونگری کو
لگد کوب فقر مین ایسا دبایا تھا جیسے زمین کے نیچے گنج شائگان اگر حلم کا پانون قلم کوہ پیکر
پیچ تاب کوہ گرانی بار سے پشت گاو زمین پر تکیہ کرتی اور اگر علم کی آنکھ باریک بینی کی طرف
متوجہ ہوتی کثرت مین معنی وحدت کو صورت کثرت سے روشن تر مشاہدہ کرتی تسلیم سے
ابرو کے مانند سر و چشم عالم پر جاگزین اور افتادگی سے زلف کی طرح چہرۂ خوبان
مقام نشین ہلال ابرو اگر اس صاحب کمال کے آفتاب توجہ سے ایک پرتو لیتا بدر ہو جاتا
اور طفل اشک اگر اس صاحب قدرت کی کنار شفقت مین تربیت پاتا سنین عمر کو سرحد
پیری تک پہونچاتا بلندی سخن کو آسمان سے دعوی برابری شیرینی طرز کو قند سے کلمۂ ہمسری
قلم کے زور سے ضرب المثل کو طپانچہ رستم کی توانائی روح القدس تک کے فیض سے صریر
قلم کو اعجاز مسیحائی سبحان اللہ اوس تازہ گفتار کی طبیعت کیا گلشن سراسر بہار رکھتی
کیا گلزار سراپا نگار رکھتی کہ فضلا اوسکا سبزہ و ریاحین سے بہتر اور خاشاک اوسکا بنفشہ و سنبل
خوشتر ہجوم قافلۂ معنی سے ہر بیت مین معانی کثیر منزل گزین اور کثرت ورود مضامین سے ہر مصرع
مین مضامین متعدد گوشہ نشین ہرچند کثرت انواع سخن سے خود ترتیب دیوان کی طرف التفات
نہین کی لیکن اکثر احباے صداقت کیش و تلامذۂ اخلاص اندیش اون اشعار گوہر
نثار سے بڑی بڑی بیاضین فراہم رکھتے ہین اور شب و روز مانند فرزند عزیز کے سینے سے
منضم سبحان اللہ زمانہ قدرناشناس کسقدر ناتوان بین اور چرخ سفلہ نواز کیا نادان پرور [illegible]

که اوس سخن سنج بیعدیل کو گاہ حیلہ ہاے دلکش اور گاہ موانع جانگزا اور کبھی متعبد د ابلہ فریب
اور کبھی سوانح ہوش ربا سے اسقدر فرصت نہ تھی کہ کواکب منیرۂ سخن کو کہ گردش روزگار سے
بنات النعش کا حکم رکھتے تھے فراہم کرتا او ثریا کے مانند ایک سلک مین انسلاک دیتا کہ مشتاقان
فہیم کی نظر اوس غیرت ارژنگ سے گاہ نگارخانۂ چین کے نقوش کی رنگینی مشاہدہ کرتی اور گاہ
طلسم بہار کی نیرنگی کا لطف اوٹھاتی اس نیرنگی مشعبد نے طالبان کمال کی محرومی کے لیے
طرفہ سامان کیا ایک طرف ایسا خلق عمیم اوسکی طینت مین مخمر کیا کہ دوست بھی اوسکے خوان النوال
سے کامیاب ہوتے اور دشمن بھی اوسکے چشمۂ الطاف سے سیراب خلائق نے جب اوسکے مدرسۂ
افادہ مین در رو دربان نہ دیکھا شوق نے پانون بڑھایا اور کاہلی نے کس و ناکس کی طبع سے ہاتھ
اوٹھایا صبح سے شام تک تربیت طلاب کمال اور حک و اصلاح سخن سے خواب و خور کی مہلت
نصیب اعدا تھی اور ایک جانب ہجوم امراض گوناگون اور افراط عوارض بوقلمون نے
عافیت مزاج پر ایسا عرصہ تنگ کر دیا کہ دائرۂ صحت نقطۂ موہوم کے حوصلے سے ہم آغوش ہو گیا
تفرج گلزار شباب کے آغاز سے سیر مقامات شیخوخت تک حوادث دہر سے کبھی نشیب
فراز پیش آتے رہے اور نقطہ بھی اسباب تشویش کے صرف احوال ہوتے رہے ان موانع دعوائق
کی مزاحمت کب روا رکھتی ہے کہ پاے ثبات کو دامن فراغ خاطر مین تردد سے باز رکھے اور خامہ
وودات کی دستیاری سے ذخائر طبیعت کو کبھی نظر ثانی کے زیور اصلاح سے مزین کرے
اور کبھی گنجینۂ کتاب مین مخزون روزگار کی اسقدر نا مساعدی سے زمانہ حال مین پاشکستگان
مواضع دور دست اور استقبال مین متوقعان نقود ہستی کے حق مین زبان عظیم متصور تھا کہ کاش
روزگار غدار اسیقدر ناہنجاری پر بس کرتا اوس سفاک دراز دست اور اوس بیباک سیاہ سینے
توان حاضران بزم استفادہ پر بھی ہاتھ صاف کیا اور نچاہا کہ چندے اور نعمت الوان فوائد تربیت
کام ستان اور لذت گیر رہین اوس نقاش صحیفہ کمال کے نقش وجود کو لوح ہستی سے ایسا
محو کر دیا کہ نگاہ طلب اگر خلوت عنقا مین تجسس کرے نشان نہ پاوے حیف صد حیف ذوق بیچارہ کس ترقی
جاہ اور کون سی افزونی مال سے اس تنگ چشم کوتاہ نظر یعنی چرخ ستمگر کا محسود ہوا تھی ایک
بینش مایگی متاع ہنر اور تونگری سرمایۂ کمال اوس بے ہنر نواز کی آنکھ مین مثل خار کھٹکتی تھی
کہ ایسے نہال بارور کو باغ عالم سے مستاصل کیا حرفی شیرازی کا نوحہ حسرت کسقدر
دل خراش ہے

از من بگیر عبرت و کسب ہنر مکن	با بخت خود عداوت ہفت آسمان مخواہ

اجمال زیور تفصیل سے اسطرح محلّی ہوتا ہی کہ ماہ صفر سنہ بارہ سو اکہتر ہجری مین مرض
اسہال نے اشتداد اور عوارض گوناگون نے امتداد بہم پہونچا کر لشکر طبیعت پر شبخون کیا
اور ضعف سابق اوس مریض کا سربار آور اوس علت کا علاوہ تھا باوجودیکہ زبان کو یارا ے
حرف زنی اور لب کو طاقت جنبش باقی نہتی مذاقی باطن اور جلاے آئینہ ضمیر کے اقتضا سے
جو جو نگارخانہ جہان قدس سے افاضہ ہوتا بمقابلہ اختیار انفاس فیض اقتباس کے ہمراہ محفل اظہار
مین جلوہ گری کرتا تھا اوسکے نفس مطمئنہ کو مبدا فیاض سے کیا نسبت خاص تھی کہ وہ واردات
غیبی جن سوانح سے مشعر تھین اونکا ظہور جلوہ گاہ وقوع مین بے تکلف معائنہ ہوا اوسی اثنا
مین گنجینہ داران خزانہ تحت العرش نے یہ گوہر بے بہا اوس جوہری سخن پر عرض کیا.

کہتے ہین آج ذوق جہان سے گذر گیا	کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

اور طرفہ یہ ہی کہ جب وہ دن گذر گیا اور شب چارشنبہ آخری ماہ صفر لے باآنکہ اوسکی حیات سے
ہنوز ایک رمق باقی تھی نقاب سیاہ چہرۂ روزگار پر ڈالدی کشادہ پیشانی خراب آباد عالم صوری سے
دل اوٹھا کر مستحقان صومعہ نیلگون کے ہمپا گلشن جنان کی طرف راہی ہوا اور چارشنبہ کے
روز اوسکا جنازہ اس عظمت شان سے اوٹھا کہ حاضرین وقت کو ع گمان تھا تختہ تابوت پر
تخت سلیمان کا ہو اس اندوہ سے قلم کی زبان شق اور صفحہ کا رنگ فق ہو گیا کیسے اور کیونکر
لکھیے جسقدر الم اہل روزگار کے دل پہ طاری تھا اگر سب لکھا جاوے تمام ترکستان کے خدنگ
قلم کے واسطے کافی نہووین اور سواد ہند مداد کے باب مین وافی سخن کی سوگواری کا حال
مرقوم ہوتا ہی اشعار نے اس ماتم مین قم سے لباس سیاہ پہن لیا اور ابیات نے اس غم مین
بین السطور سے گریبان چاک کیا قلم دہن دوات مین صورت آہ تھا اور حروف کا لباس
سیاہ الف کمال حیرت سے اپنی جاے پر ایسا خشک ہو گیا گویا اوسکے اعضا سے حرکت
یکقلم سلب ہو گئی تھی بے کے فرط غشی سے زمین سخن پر دراز پڑی تھی از بسکہ حالت اضطراب
مین کچھ سنگ ریزے اوسکے اعضا مین چبھ گئے تھے جنکی نظر فقط اوسکی پشت پر واقع ہوئی
اوس سنگ ریزہ کو ایک نقطہ سمجھ کر اوسکو بے ہی تصور کیا اور جو لوگ اوسکے چہرے کو دیکھتے تھے
بقدر زخم کے کسی نے دو نقطہ تے کے گمان کیے اور کسی نے تین نقطہ تے کے قرار دیے جیم اور
حے اور خے سینہ خراشی کے واسطے ہمہ تن ناخن تھے اور دال اور ذال کا قامت بار غم سے خم

سب حروف نے اسطرح سے بزم ماتم کو مرتب کیا اور ہر ایک نے روز عیش کو شب

مقتدائے حکمت و صدر زمین کز بعد او	گر زمین را چشم بودے بر زمین بگریستے
گوہرے بود او کہ گردونش بنادانی شکست	جوہرے کو تا ببین جوہر شکن بگریستے

بادشاہ گردون بارگاہ ملائک سپاہ سراج الدین محمد بہادر شاہ خلد اللہ ملکہ نے غم استاد سے
اوس روز جشن موقوف [illegible] اور ارکان دولت اور اعیان سلطنت مین تہلکہ عظیم پڑ گیا حضرت
سلطنت پناہ کی کمال [illegible]ت کا حال بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چند خلاف داب سلاطین
روزگار ہے قطعہ تاریخ اپنی زبان الہام ترجمان سے ارشاد کیا اور چند بار لب گوہر فشان
لا کر ذوق مرحوم کے حقوق جان نثاری کو یاد کیا وہ قطعہ یہ ہے

شب چارشنبہ بماہ صفر	بحکم خداوند جان داد ذوق
ظفر روے آورد بناخن زخم	خراشید و فرمود استاد ذوق

عموم غم اور شمول اندوہ کا حال بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ فصحائے سحبان بیان اور بلغائے
شیرین زبان بلبل موزون طبعان تازہ مشق اور کم سوادان نو بنیاد سواد مینو بنیاد خاص شہر
شاہجہان آباد کیا کہ نواحی دور و دست کے مواضع و قریہ مین ایسی گلزمین متصور نہین کہ وہان
روشن سوادان سطور صحائف سے حرف شناسان رقوم ابجد تک کسی نے زبان خامۂ رنگین نگار
کو حرف تاریخ سے آشنا نکیا ہو مسموع ہوا کہ ایک خوش مذاق نے سعی اور تجسس کو کام فرماکے
ان قطعات سے کچھ کچھ بہم پہونچائے بعد شمار کے دریافت ہوا کہ تین سو سے زیادہ فراہم ہوگئے
سبحان اللہ رنگ قبول ایک گلگونہ خداداد ہے کہ روے شاہد ہنر اوس سے گلگون اور حسن
دلربائے کمال اوس سے روز افزون ہوتا ہے اس راہ مین نہ سعی و کوشش کارگر ہے اور نہ جستجو
و تلاش راہبر

کسے [illegible] اقبال ہو ادبار	بغیر از قدرت حق نیست مختار
قبول خاص درگاہ الہی	نخواہی یافتن خواہی نخواہی

[illegible] از ان تواریخ و سیر بخوبی واضح ہے کہ جسوقت سے کوچۂ [illegible] قدم
[illegible] اور میدان ورق کا دوان حروف والفاظ [illegible]
[illegible] شعرائے گرامی اور سخنوران نامی کہ سحبان اونکے خوان فیض سے ریزہ خوار اور
صاحب ابن عباد اونکے خرمن افادہ سے زلہ بردار ہے حوصلہ تعداد سے افزون مسافر اقلیم

عدم ہوے اور کسیکو اسقدر قبول خاطر خاص وعام روزی نہین ہوا بازار حسد قدیم سے گرم ہی اور ناتوان بینی ہمیشہ سے بے آزرم کہتے ہین کہ اس خاک ارم رشک مین کسی مدعی فضل وہنر نے جب ذوق مرحوم کے ماتم مین صداے نوحہ کو اسقدر بلند اور دوست و دشمن کو حسرت واندوہ مین اتنا سرگرم اور عامی وجاہل کو تلاش مواد تاریخ مین اس حد تک ساعی اور دور نزدیک کو مراسم عزا مین یہانتک مستعد دیکھا قریب تھا کہ پنجہ حسد سے گریبان طاقت کو چاک کرے اور ناخن غیرت سے سینۂ تحمل کو مجروح آخر بخیہ لب گسستہ ہوا اور حرف شکوہ اس پیرایہ مین زبان حسرت بیان سے آشنا کہ اگر مجکو یقین ہو کہ میری موت ایسی حسرت افزا ہوگی تو اس عزاداری کی ہوس مین اپنا گلا آپ گھونٹ کر مرجاؤن سچ ہی ع مرگی کہ زندگان بدعا آرزو کنند ایہی مرگ ہی ہر چند قطعات تاریخ کہ بالفعل پیش نظر اور سرمایۂ روشن سوادی بصر ہین اکثر ایسے ہین کہ زبان قلم کو اونکے ذکر سے ساکت ہونا عیب سخن فہمی ہی لیکن جب چشم بصیرت وا اور نظر انصاف بینا ہوتی ہی دل دردمند بے اختیار صدا دیتا ہی کہ ای راہ تلاش مین عنان گسیختہ اور ای عرصۂ طلب مین گرد انگیختہ اگر قطعہ حزن انگیز مسمی بہ واقعہ تعب خیز کہ نتیجۂ فکر رسا اور ریختۂ خامۂ بلاغت نگارہ والی اقلیم سخنوری ناظم مناظم معنی پروری صاحبزادہ بلند اقبال جناب کمالات مآب حضرت اوستادی و مولائی مولوی امام بخش صہبائی یعنی موجد معانی دل افروز مولوی عبد الکریم سوز ہی ان جواہر آبدار کے سلک مین منسلک کیا جاوے تو اونکا حال اُسکے روبرو بعینہ ایسا ہی کہ حسن یوسفی کے بازار مین سیہ چہرگان زرنگبار کو عرض کرین اسکی رنگینی کے روبرو وہ نقوش نیرنگ ہین اور اسکی متانت کے مقابل اون جواہر بے بہا کی قدر سُبک سنگ اور اگر بکلم اوسکے اظہار سے اغماض عمل مین آوے مذاق سخن فہمی کی محرومی کا کیا جواب ناچار تشنگی شوق کا علاج اسی آب سے اور خمار طلب کا چارہ اسی شراب سے کرتا ہون تاکہ سرستان مصطبۂ انصاف پہ منکشف ہوجاوے کہ شستگی الفاظ و پاکیزگی معانی وچستی تراکیب وسیرابی ادا وبے تکلفی مواد تاریخ کسقدر دعوے داران کمال کی دندان شکن ہی

واقعہ تعب خیز

صبحدم نکلا مین اپنے گھر سے باآہ وفغان	ذوق کے مرنے کا جب مشہور افسانا ہوا
جاکے اوس بیگانہ خونا آشنا بے مہر سے	یون کہا مین نے کہ کیا ہنستا ہی تو بیٹھا ہوا

آج وہ دن ہے کہ ہر جا نالہائے زار سے — حشر سے پہلے ہی اب اک حشر ہے برپا ہوا
لب پہ نالہ دل میں غم سینے میں درد جانگداز — اسطرح تیغ الم کا ہے ہر اک مارا ہوا
تجھکو بھی کچھ حال سے اوسکے ملی ظالم اطلاع — جسکی ماتمداریوں کا یہ اثر پیدا ہوا
مجھسے سن یہ نہیں کرتا گیا ای دیوانہ وش — یہ جو ہے ہر زرہ در آئی تجھکو ہے سودا ہوا
کچھ سمجھ میں میری تو آتی نہیں باتیں تری — ہے عجب تجھ سا خردمند آج دیوانا ہوا
کچھ سبب تو مجھسے کہہ اسکا کہ اب کس واسطے — خندۂ گل چھوڑ کر شبنم صفت روتا ہوا
میں نے یہ سنکر کہا اوس سے کہ ای خانہ خراب — سنگدل تجھسا تو کوئی بھی نہیں پیدا ہوا
ہوتے ہیں سارے بتان بیوفا غفلت شعار — پر نہ ایسے جسقدر اب تو ہے بے پروا ہوا
تجکو بھی شاید خبر ہو ذوق نام اک شخص تھا — اتفاقاً دیکھکر تجھکو ترا شیدا ہوا
ایک مدت سے تری آنکھوں کا وہ بیمار تھا — کی دوا مقدور تک لیکن نہ کچھ اچھا ہوا
آج لیکر حسرتیں سی حسرتیں سوے عدم — ہو گیا راہی جہان سے اور تن تنہا ہوا
ہاے یاران سے اسطرح ہے ہو گئے دل برداشتہ — عازم ملک عدم اب وہ سخن آرا ہوا
وان خدا جانے اوسے کسکی محبت لے گئی — جو گیا اسطرح وہ جلدی سے گھبرایا ہوا
گرد تھا وہ دامن رحمت پہ اوڑ کر جا پڑا — پست تھا وہ جانشین مسند اعلا ہوا
توبہ توبہ دامن رحمت پہ کا ہے گرد کیا — یہ خطا کا حرف مسرزد مجھسے اب کیسا ہوا
پاک تھا وہ آب ذات پاک ہی میں ملگیا — نور تھا وہ نور ہی میں جاکے پوشیدہ ہوا
ایک جوہر تھا کہ وہ معدن میں جاکر چھپ رہا — ایک قطرہ تھا کہ جاکر واصل دریا ہوا
کیا کہوں ظاہر [illegible] جیتے جی جہان میں کون — دشمن جانی بنا اور درپے ایذا ہوا
تجکو بھی ہر دم سدا ہی دل آزاری رہا — تو نے جو جو ظلم اوسکی جان پر چاہا ہوا
اور رقیبوں نے نہ کب چاہا کہ کیجے اوسپہ ظلم — وہ نہ کسدن تختۂ مشق ستم اونکا ہوا
اب جو وہ سوے عدم راہی ہوا تقدیر سے — ہر کسی کے لب پہ حرف افسوس کا پیدا ہوا
لیکن اب افسوس و حسرت کرنے سے کیا فائدہ — اوسکے حق میں تو جو کچھ ای یار ہونا تھا ہوا
اوسکو تو مرنا تھا آخر رنج سہہ کر مر گیا — گو کسیکے لب پہ اب اک شور و واویلا ہوا
اتنو گر بالفرض تجھسے سنگدل بے مہر نے — اوسکے مرنے کا کیا افسوس تو بھی کیا ہوا
گو کہ ان باتوں سے اب وہ جی تو اوٹھنے سے رہا — پر مجھے حسرت ہے یہ ظالم کہ کیا تو نے کیا ہوا

ہاے وہ عاشق کہ لپٹتا تھا تجھے آغوش مین | اب وہ آغوش لحد مین آپ آسودہ ہوا
ہاے وہ سر جسکو رکھتا تھا ترے در پر سدا | اب وہ چادر مین کفن کے ہی پڑا لپٹا ہوا
وہ دماغ اوسکا کہ تھا افکار سے افلاک پہ | قبر مین اب جاکے وہ یہ خاک لپٹتا پڑا ہوا
وہ جبین جسمین کہ تھی تیری ارادت سر بسر | قبر کی محراب مین اوسکا ادا سجدا ہوا
ہاے وہ ابرو کہ جسکے خم مین تھے سو سو نیاز | اوسکا ہر ہر بال کیا اب قبر مین بکھرا ہوا
خشک ہوکر ہاے اب مشت خس و خاشاک ہے | وہ مژہ جسکا کہ ہر ہر قطرہ اک دریا ہوا
ہاے وہ آنکھین کہ ہر دم مائل دیدار تھین | اونکو ہر دم منتظر یون قبر مین رہنا ہوا
ہاے وہ چہرہ کہ تھا سرخ اشک خون آلود سے | ناخن حسرت سے ہی سو جا سے اب چھیلا ہوا
خندہ ہاے عیش سے تھا جو دہن مانند گل | خود بخود افسردہ ہوکر اب وہ اک غنچا ہوا
ہاے وہ لب جو ترے بوسہ سے شیرین کام تھا | اب وہ زہر آب اجل سے اسطرح کڑوا ہوا
وہ زبان جس سے کہ تیرا ذکر کرتا تھا مدام | خامشی کا اب اوسے آزار ہی گویا ہوا
تھا سدا جس کان کو تیرے سخن کا اشتیاق | قبر مین اوسکو سخن ناجنس کا سننا ہوا
ہاے وہ گردن کہ تھی قابل تری تلوار کے | اوسمین ہی طوق گریبان کفن ڈالا ہوا
وہ گلو جسپر کہ تیری تیغ چلتی بار بار | قبر مین تیغ اجل سے ہی پڑا کاٹا ہوا
رنج سے جو دوش رہتا تھا ہمیشہ بار کش | قبر مین جاکر وہ بارے خوب ہی ہلکا ہوا
تیری گردن مین حمائل ہوتے تھے جو ہاتھ اب | رکھکے چھاتی پہ اونھین سوے عدم جانا ہوا
ہاے وہ ناخن کہ تھا سینہ خراش الماس وار | اب وہ یون بیکار ہی گویا کہ ہر ٹوٹا ہوا
ہاے وہ سینہ کہ مخزن تھا ترے اسرار کا | اب خزانے کی طرح مٹی مین پوشیدا ہوا
تھا سدا جس پشت کو تکیہ تری دیوار کا | اب زمین قبر کا اوسکے لیے تکیا ہوا
ہاے وہ دل جسمین تیرا دھیان رہتا تھا مدام | اب وہ جاکر قبر مین مٹی سے آلودہ ہوا
وہ جگر جسپر کہ داغ عشق کھائے تھے سو اب | دل لگی کے واسطے پھولون کا گلدستا ہوا
وہ قدم جسکو کہ ہر دم پھرنے ہی سے کار تھا | اب وہ زنجیر کفن مین ہی پڑا جکڑا ہوا
ہاے وہ تن جو تری الفت سے تھا شاداب سو | اب ہے داماں کفن مین خار سا اولجھا ہوا
اوسطرف شاید ترے گھر کا گمان ہوگا کہ ہے | قبر مین کعبے کی جانب اوسکا منھ پھیرا ہوا
ہاے وہ میکش کہ ترے ساتھ پیتا تھا شراب | اب اوسے خون جگر پینا وہان تنہا ہوا

اوسکے خون دل نے ہی کار رنگ گلگون کا کیا — اوسکا دل ہر دان بجاے شیشہ و مینا ہوا

کچھ تو تھا ہی مست وہ تیری مے دیدار سے — اب اجل کی مے سے ہے وہ اور بھی بہکا ہوا

مستیون سے ہوچکا ہشیار وہ محشر کو بھی — گر یونہین ساغر یہ ساغر اب نشہ افزا ہوا

ہاے وہ بلبل کہ تھی تیری گرفتار قفس — گوشہ تاریک قبر اوسکے لیے پنجرا ہوا

ہاے وہ قمری کہ تھی وارفتہ تجھسے سرو یہ — اب نصیب اوسکو وہان نظارہ طوبا ہوا

درد و غم رنج و الم یونہین پریشان اوس بغیر — جسطرح سے کاروان ہووے کوئی لوٹا ہوا

آہ و فریاد و فغان و نالہ بیکس ہوگئے — قافلہ کا قافلہ تاراج یہ سارا ہوا

عشق اوس بن ہوگیا اس طرح سے خانہ خراب — جسطرح سے شہر اوجڑ جاوے کوئی بسا ہوا

سینہ بریان دیدہ گریان درد دل درد جگر — کیا کہون مین سانحہ سے ذوق کے کیا کیا ہوا

جانگدازی دل خراشی سینہ کوبی سرزنی — وہ وہان پنہان ہوا اور یان یہ کچھ پیدا ہوا

صرف مجکو ہی نہین کچھ اوسکے مرنے کا الم — یہ غم و اندوہ تو سارے مین ہے پھیلا ہوا

بلکہ چرخ اس صدمے سے ٹکرے ٹکرے ہو کر اوڑ گیا — یہ زمین لرزی کہ گویا حشر اک برپا ہوا

اس الم کی جبکہ پہونچین گرمیان خورشید کو — ایک تو وہ آگ تھا ہی اور بھی دونا ہوا

قصہ کوتہ کب تلک اب کیجیے طول کلام — اوسکا مرنا تو قیامت کا نمونہ سا ہوا

گذرے ہین دنیا مین کیا کیا شاعران باذوق — اسقدر رنج و الم کس کس کے مرنے کا ہوا

اسقدر تاریخ کسکے مرنے کی مشہور ہے — اسطرح کسکے لیے اس بات کا چرچا ہوا

اوسکے مرنے کا یہانتک غم ہوا سبکو کہ اب — ہر کوئی تاریخ مین اوسکے سخن آرا ہوا

اور اگر تجکو نہ آوے میرے کہنے کا یقین — یا کہ پیدا وہم میری حیلہ سازی کا ہوا

تو سنا دون تجکو اب مین مادہ تاریخ کا — بے کم و بے کاست جیسا جسکے لب سے وا ہوا

خلق کہتی تھی کہ ہے اب ماتم استاد شاہ — جبکہ اس دنیاے دون سے انتقال اوسکا ہوا

اور قوم جن کہ پیدایش ہے اوسکی آگ سے — اصل خلقت مین خمیر آتش سے ہے اوسکا ہوا

یون کہا اونسے جو دیکھا خاکیون کا یہ خروش — خاک کو لو اور قصد عالم بالا ہوا

جب گیا اس جا سے وہ پیش خداے لایزال — اوس نے فرمایا یہ ہے کان ہنر بخشا ہوا

آسمان نے یون کہی ہے اوسکی تاریخ وفات — مجھسے بیجا خانمان برباد کیون اوسکا ہوا

اور زمین نے یہ کہا سو حسرت و افسوس سے — جبکہ اوسکو یان سے عزم عالم بالا ہوا

پھیرے سر سے سایہ اپنا یون اوٹھالے ہاے ہاے
وہ کہ دنیا مین فلک بھر خاک در اوسکا ہوا

ہاتھ سے اوس کے بڑا کہتا تھا فرشتہ موت کا
جان تو لی اسکی اجل نے اور مین رسوا ہوا

اور اجل کہتی تھی حسرت سے یہ شرمائی ہوئی
مجھسے ایسا آدمی افسوس کیون کشتا ہوا

تو بہ گر تنہا سچ مین اوسکے ہوے یون آشنا
مر گئے سب دوست گویا اوسکا مرنا کیا ہوا

دشمنون نے جب سنا یہ ماجرا سے جانگداز
یون ہر اک تاریخ مین اوسکے سخن آرا ہوا

مر گیا ذوق سخنور قبلۂ اہل زمان
حیف ایسا شخص یون آنکھون سے پوشیدہ ہوا

گو کہ دشمن تھا مگر اک چھیڑ تو آپسمین تھی
آج برہم دشمنی کا ہاے ہنگامہ ہوا

آدمی کیسا ہی ہو پر پھر کے پھر جیتا نہین
تھا عدو وہ لیک اب مرنا ہی قہر اوسکا ہوا

اور وہ حاسد کہ جسکو دشمنی تو کچھ نہ تھی
صرف اک دل مین حسد کا خار تھا بویا ہوا

اوسنے سنکر یون کہا سو حسرتون سے ہاے ہاے
خانۂ فردوس مین یون وہ ابکے سودا ہوا

اور بھی زائد ہوا جیدم حسد تو پھر کہا
حسرت و اندوہ سے یون عرش کا تارا ہوا

اور کہا اون دوستون نے جو کہ تھے عاشق مزاج
عشق بازی کا ہی کیا تاراج ابجلسا ہوا

اور عشق فتنہ گر نے بھی کہا افسوس سے
مرگیا اب قدردان مین آج یون تنہا ہوا

نوحہ و اندوہ یہ پہونچا جو بزم عیش مین
حلقۂ ماتم وہ حلقہ بزم عشرت کا ہوا

شمع نے سوز دروں سے جل کے رو رو کر کہا
جبکہ اوسپر حسرت و اندوہ کا غلبا ہوا

آتش اندوہ سے دل ہو نہ اب کیونکر کباب
واے مجکو چھوڑ کر اب وہان شرف افزا ہوا

بلبل آتش زبان نے سنکے حسرت سے کہا
کھلتے کھلتے آہ یہ گل آج پژمردا ہوا

طوطی شیرین دہن بھی یون ہوئی شکر شکن
نخل طوبے پر ہی جا کر زمزمہ پیدا ہوا

قمری جادو بیان بھی یون ہوئی گرم نوا
وہ نہین تو سرو معنی ہی یہ کچھ اوکھڑا ہوا

بلبل و طوطی و قمری سے یہ سنکر ساختہ
ساکنان باغ مین اک حشر سا برپا ہوا

کھول کر آنکھین کہا نرگس نے ہر سو دیکھکر
حیف گویا نور چشم آنکھون سے پوشیدا ہوا

اور وہ سنبل کہ جسکی زلف عنبر فام مین
سیکڑون عاشق مزاج جنکا ہی دل لٹکا ہوا

قطعہ یہ ایسا کہا اوسنے زبان حال سے
بحر درد و غم مین ہی جو سر بسر ڈوبا ہوا

ذوق کا صدمہ ہر اک صدمے سے ہی بالاتر
موج زن مرنے سے اوسکے رنج کا دریا ہوا

کیا کہون کس کس طرح دل کو پریشانی ہوئی
کیا لکھون جس جس طرح سے جان کو سودا ہوا

جسکو کہتے تھے گنج باغ خزان درد سے
یون ہوا ویران کہ گویا دامن صحرا ہوا

بسکہ اوسکے غم مین روئے طائران بوستان
آب جو کا بڑھ کے ہر ہر قطرہ ایک دریا ہوا

خار خار درد سے سبزے کا سینہ چاک ہی
کاوکاو رنج سے دل خون لالہ کا ہوا

سرو کو دیکھو تو حیرانی سے حیرانی ہوئی
غنچہ کو دیکھو تو وہ ہمبر مین پریشان سا ہوا

فکر تھا تاریخ کا مجھکو کہ یہ دل نے کہا
ہائے بیتے جیتے اور اک سے جان کو سودا ہوا

سوسن شیرین زبان نے سنکے یہ حال تباہ
یہ کیا شیون کہ اوسکا تن بدن نیلا ہوا

گوکہ اوسکو تھا نہ اصلا بات کرنے کا دماغ
پر نہ اتنا آپ بھی رہنے کا اوسے یارا ہوا

اور اظہار غم و درد و الم کے واسطے
قطعۂ تاریخ مین یون اوسکا لب گویا ہوا

آہ واویلا کہ اب باد بہاری کی طرح
کوچ باغ دہر سے ہی ذوق یکتا کا ہوا

اوسکے جانے سے عجب اک دل مین میرے درد ہی
ہین تو کیا یہ درد سب عالم مین ہی پھیلا ہوا

کیا ہو رونق جبکہ وہ ہی رونق گلشن نہین
کیا مزا جب باغ ہی اوس بن پڑا اوجڑا ہوا

ہائے کیا گل تھا کہ جس سے تھا شگفتہ باغ دہر
ہائے کیا بو تھی کہ تھا جس سے چمن مہکا ہوا

بات کہیے کس سے جاکر اپنے دل کے راز کی
جبکہ پنہان خاک مین وہ رازدان ایسا ہوا

کون ہی قابل کہ جس سے کیجیے کچھ گفتگو
جبکہ پوشیدہ نظر سے ہمزبان اپنا ہوا

آپ گر کہیے زمین کی تو وہ سمجھے چرخ کی
یون کسی سے راز کہیے بھی تو حاصل کیا ہوا

اسنتو چپ ہی بیٹھے رہنا ہی مناسب ہر طرح
جبکہ اپنے پاس سے گم وہ سخن آرا ہوا

خامشی بہتر ہی اب اول تو ہر بات مین
اپنے دل سے کہہ لیا ایسا ہی گر کہنا ہوا

اور کچھ کہیے تو کہیے اوسکی یہ تاریخ فوت
ہی چمن کا رنگ بیطور آج تو بگڑا ہوا

رفتہ رفتہ میکدہ مین جب یہ پہونچا واقعہ
ہر طرف اک غل ہوا اور ہر جگہ غوغا ہوا

میکشون سے مغ تلک اور مغ سے تا پیر مغان
جسکو دیکھو سر سے تا پا رنج کا پتلا ہوا

گوش مینا مین کہا قلقل نے پنبہ کھینچکر
تجھکو بھی اسکی خبر ہی کچھ کہ نادان کیا ہوا

مر گیا وہ ہم جلیس مجلس عشرت فزا
تھا بڑا ہی یارباش اب ایسا کب پیدا ہوا

سنکے مینا نے کہا جھککر یہ گوش جام مین
بیخبر اس طرح سے ہنستا ہی کیا بیٹھا ہوا

مین نے قلقل سے سنا ہی ذوق نے پائی وفات
لالہ سان ہر اک کے دل پہ داغ غم تازہ ہوا

ہائے ہم سے یہ واقعہ سن سنکے ہر اک مے پرست
ہاتھ سے ساغر ٹپک کر اس طرح گویا ہوا

سناتا

ساقیا پھرتا ہے کیا ساغر شراب ناب سے
برہم و درہم ہے جب وہ عیش کا جلسا ہوا
کسکو رنجش سے دماغ اتنا کہ ہو پابند عیش
کسکو فرصت رنج سے جو وہ بیٹھا ہوا
تیرے کانون تک نہین پہونچا مگر یہ واقعہ
تو جو سرگرم نشاط و عیش ہے ایسا ہوا
یعنی اوستاد شہنشہ ذوق عالی مرتبت
چھوڑ کر دنیا کو راہی جانب عقبا ہوا
بادۂ عشرت کو گر چکھو تو ہے وہ تلخ تلخ
خانۂ خمار کو دیکھو تو ویرانا ہوا
نغمۂ عشرت اگر سن لے کہ بزم عیش مین
تو ہمہ اندوہ ہے اسطرح سے پھیلا ہوا
مطرب شیرین نوا چاہے کہ لائے زور سے
تو بھی پھر جائے دہن سے لب تک آیا ہوا
یہ تو وہ غم ہے کہ اسکے صدمۂ جانکاہ سے
دم مین سو سو طرح سے عالم تہ و بالا ہوا
کوچہ کوچہ مین بھرا ہے بسکہ یہ درد و الم
اوسکے ہے ہر گام پر اک حشر سا برپا ہوا
جانگداز و جانخراش و جانستان و جانگسل
اوسکا غم پیدا ہوا اور اسطرح پیدا ہوا
کان درد و درد جان و رنج رنج و رنج دل
ایسا ایسا باعث غم اوسکا مرجانا ہوا
ہے سزا تاریخ مین اوسکے اگر یون کہیے اب
حیف سب برہم وہ جلسہ مے پرستی کا ہوا
اور ساقی کو تردد تھا کہ اب کیا کیجیے
درد و غم اوسکا تو دامنگیر ہر اک کا ہوا
دیکھیے انجام کیا لائے خمار اوسکا کہ اب
نشۂ اندوہ سے ہر مست ہے بہکا ہوا
اس غم دنیا سے باہر آکے اب اوسکو عروج
عالم بالا پہ مثل نشۂ صہبا ہوا
ہاتف میخانہ بولا جب سنا یہ ماجرا
آہ میخانہ پڑا ہے اوسکے بن اوجڑا ہوا
حلقۂ شیون مین اوسکے ماتم پر درد سے
تو ہے جانکاہ کا جب شور و غل برپا ہوا
رہروان شاہراہ شرع نے سنکر کہا
سو دبھی ماتم سے کچھ جو حق نے چاہا تھا ہوا
اوسکے شاگردونے جب یہ ماجرا ظاہر ہوا
شعر یہ تاریخ لیکن سب کی زبان سے وا ہوا
کون فرمائیگا ہم پر مہربانی اس طرح
تھا عجب اُستاد وہ یکبار ناپیدا ہوا
سوز سے بین نے کہا تو کس لیے خاموش ہے
ایک عالم جبکہ ہے اسمین سخن آرا ہوا
تو بھی تاریخ وفات ذوق کا کچھ فکر کر
ہو کے شاعر بزم مین تو کس لیے چپکا ہوا
بسکہ تھا وہ صاحب فکر رسا فوراً کہا
دیکھتے ہی دیکھتے اسپ یار کیا سے کیا ہوا
بسکہ تھین اوسکی طبیعت مین بھری جولانیان
ایک قطعہ اور بھی اوسکے زبان سے وا ہوا
ذوق کو ہر چند کرتے تھے یہ فہمائش کہ گر
دل دیا تو نے کسیکو یا کہین شیدا ہوا

قصہ کوتہ جبکہ میر و مرزا و سودا مرگئے
اور اونکے مرنے سے اک حشر سا برپا ہوا

سرزمین جتنی تھی سخن کی تھی سو ویران ہوگئی
گویا پہلا وہ عالم ہی تہ و بالا ہوا

از سر نو پھر ہوا آ جمع کے در بے فلاک
اس خرابہ کی کہ تھا یکسر وہ ویرانہ ہوا

انہی نے پھر سخن پھر ہوئی آباد سی
شاعری و شعر کا پہلا سا پھر چرچا ہوا

... آشنا دیسے ہر وقت مین ہی ناگزیر
شیخ ابراہیم ذوق اوستاد شہ پیدا ہوا

بادشاہ قدردان بھی لسکہ تھا رتبہ شناس
اوسپہ اپنی مرحمت سے وہ کرم فرما ہوا

اور عنایت کرکے خاقانی ہند اوسکو خطاب
نکتہ سنجون کی نظر مین یون شرف افزا ہوا

اور وان سے جب ملا اوسکو لقب اوستاد خاص
رشک سے جل کر کباب اوسدم دل اعدا ہوا

کونسی جا تھی کہ اوسکا وان نہ تھا نام بلند
کونسا گھر تھا کہ اوسکا وان نہین شہرا ہوا

تا دم آخر اسی در پر رہا وہ جانشین
یہی کوچہ اوسکا گویا مسکن و ماوا ہوا

عمر کو اپنی یہین اوسنے گزارا سربسر
جب تلک راہی وہ یان سے جانب عقبا ہوا

وہ اسی در سے رہا زلہ ربا ے فیض عام
وہ یہین سے کامیاب دولت عظمی ہوا

لسکہ اوسکی طبع مین تھین طرفہ طرفہ شوخیان
ناگہان وہ دیکھکر اک شخص کو شیدا ہوا

ہوگئے عاشق جہان کو کیا کیا ہوئی شوریدگی
دیکھے اپنے دل کو سو سو طرح آوارہ ہوا

لٹ گئی ساری متاع طاقت و ہوش و خرد
اس سر و سامان پہ یون بے سر و بے پا ہوا

وصل کی صورت نہ کوئی جب بہم پہونچی تو پھر
آخر آخر راز پنہان سب پہ یہ افشا ہوا

دست برد عشق سے جو بچ رہا تھا صبر بھی
سو وہ تاراج جفاے ہجر جانفرسا ہوا

حق بجانب وسکے بھی ہے یہ کہ کب تک صبر ہو
صبر اتنا بھی ہوا اوس سے تو کیا تھوڑا ہوا

آخر انسان تھا چھپاتا کب تلک اس راز کو
جب نہ پنہان ہو سکا تو سب مین اک چرچا ہوا

سب لگے کرنے بہم ملکر صلاح و مشورہ
حال دیکھا جبکہ یارون نے بہت بگڑا ہوا

اور یہ سمجھے کہ اوسکے واسطے غیر وصال
لاکھ تدبیرین کرین لیکن یہ کب اچھا ہوا

سب نے یہ چاہا کہ ہووے گر مساعد روزگار
اور کچھ سامان بھی موجود عشرت کا ہوا

وصل کی ٹھہرایئے اوس سے کسی تدبیر سے
ورنہ آخر دیکھنا تم حال کیا اسکا ہوا

چہار شنبہ آخر ماہ صفر کا ہمنشین
باہزاران خرمی حسب مراد افزا ہوا

بار یہ سمجھے کہ ہے تقریب تو یہ خوب ہے
پر مساعد گر فلک بھی اسمین تھوڑا سا ہوا

ناگہان تقدیر سے تھا چرخ بھی کچھ راہ پر — دور اوسکے دل سے جو کچھ اوسمین تھا کینا ہوا

دوست یہ سمجھے کہ موقع خوب ہے ایسا نہو — اپنے ہاتھون سے نکلجاتے یہ وقت آیا ہوا

قصہ کوتہ ایک گلشن کو کیا آراستہ — اور اوسمین دوستون کا گرم ہنگاما ہوا

سب نے یہ چاہا کہ اس تقریب سے اوس شوخ کو — لائیے جس پہ کہ ہر دل ذوق کا آیا ہوا

شاید اوس بے رحم کا بھی آہن دل موم ہو — کیا تعجب ہے اگر وہ یان کرم فرما ہوا

اول اول تو وہ گرم حیلہ سازی ہی رہا — گو کہ ہر اک عجز کا اوس جا بساط آرا ہوا

بعد چندین منت و با صد سماجت ہاے شوق — رونق افروز اوس چمن مین وہ بہار آسا ہوا

دیکھکر وہ روے تابان شمع کشتہ ہو گئی — شمع کے اس حال سے جانبر نہ پروانا ہوا

اور وہ جو نازنینان چمن تھے سبزہ و سرخ — کیا بیان کیجے کہ اونکا حال تو کیسا ہوا

زلف سے سنبل کو وان کیا کیا پریشانی ہوئی — چشم سے نرگس پہ طاری حال حیرت کا ہوا

غنچۂ سوسن دہن سے رشک کھا کر مر گیا — غنچۂ رنگ گل لب سے کر کے شرم کچھ چپکا ہوا

آتش رشک و حسد سے دیکھ اوس رخسار کو — جا لکے سر سے پانون تک اک داغ سا لالا ہوا

پنجۂ دست نگارین دیکھکر اوسکا چنار — رشک سے جل جل کے آگئی آگ سر تا پا ہوا

ساق پا سے شاخ گل شرم و حیا سے جھک گئی — اور فسردہ فندق پا سے گل رعنا ہوا

سرو نے دیکھا جو اوسکے قامت دلچسپ کو — گڑ گیا اندر زمین کے شرم کا مارا ہوا

طائران باغ نے دیکھی جو ایسی برہمی — ہر طرف پھرنے لگا ہر ایک گھبرایا ہوا

اہل مجلس نے جو دیکھا اس طرح کا ماجرا — سبکو حیرت تھی کہ یہ کیا حشر سا برپا ہوا

ساقی سیمین بدن یہ حال ابتر دیکھکر — خندۂ ساغر سے محو گریۂ مینا ہوا

بادہ و خم کا ہوا یہ حال بزم عیش مین — یہ ہے وان بکھری پڑی اور وہ ہے وان ٹوٹا ہوا

برہمی ایسی پڑی عین نشاط و عیش مین — جسکی باعث سے زمین تا آسمان غوغا ہوا

یہ تو تھی ہی اک مصیبت جانگزا ای ہمنشین — اس مصیبت پہ فزون ایک اور یہ صدما ہوا

یعنی ایسے حادثون مین ہو گئی شب تو تمام — اور سحر کے دل مین جو کچھ راز تھا افشا ہوا

دیکھکر روے سحر وہ تو روانہ ہو گیا — اور ادھر کیا کہیے اب جو کچھ کہ حال اسکا ہوا

یعنی ہر درد جانگزا سے ہجر کی آ کی نہ تاب — دم کے دم مین مر گیا اور راہی عقبا ہوا

سوز دلخستہ نے برجستہ کہی تاریخ فوت — برہمی سی پڑگئی یہ اور کیا تھا کیا ہوا

باغ عالم سے گیا حیف آج پریان چھوڑ کے
اور سمت ملک کیا اوسنے رقم یہ مادہ
سنہ فصلی مین بھی یہ اوسنے کہا ہی مادہ
ایک قطعہ جسکے ہر مصرع مین اک تاریخ ہی
آہ جور آسمان سے ملگیا اب خاک مین
جان جلی دل خون ہوا یا چاک سینہ مین پڑا
اک قطعہ اوسنے یہ سنہ جلوسی مین کہا
سد گیا ذوق سخنور قبلۂ اہل زمان
اوسکے مرنے سے زبس دل کو پریشانی ہوئی
سوز نے جب یار سے اپنے کہا جا کر یہ حال
لیلیے انگشت تحیر دانت مین افسوس سے
زندہ و سالم اوسے دیکھا تھا کل تو سوز نے
مین حال نزع مین یہ آپ بھی اوسنے کہا
مین نے بھی اس باب مین کچھ کیا تھا فکر سوا
ایک عالم اسکے ماتم سے تہ و بالا ہوا
تا کجا تجھسے کہے جاؤن یہ مین اب ماجرا
تجھسے ان باتون کا کیا شکوہ شکایت کیجیے
سب نے تاریخین کہی ہین تو بھی اک تاریخ کہہ
خلق تو جانے کہ مرنے دم تلک یاری تھی
قبر مین اوسکو ہوا یہ امر موجب طیش کا
میرے کہنے سے اوسے بارے پشیمانی ہوئی

عیسوی مین اس طرح سے وہ سخن آرا ہوا
ہائے جور چرخ سے فتنہ نیا برپا ہوا
اور تو اب کیا کہون آہ دل جو ہونا تھا ہوا
سنہ فصلی مین یہ کہا یون سخن فرما ہوا
برہمی کا باعث اوسکا ہاے مرجانا ہوا
اوسکے مرنے کا نتیجہ یہ دل شیدا ہوا
جس سے دل محظوظ یاران ہر ایک سامع کا ہوا
دل مرا محو تحیر کیا کہون کیا کیا ہوا
جب تحیر دل مین آیا بے سر و بے پا ہوا
اور اوسکے سامنے اس بات کا چرچا ہوا
جادۂ تاریخ مین یون وہ قدم فرسا ہوا
آج کس کافر سے وہ مقتول بیچارا ہوا
داے حسرت نوجوان سے ہی سفر اپنا ہوا
غیب سے دل مین مرے مطلع یہی القا ہوا
از زمین تا آسمان اک شور واویلا ہوا
خیر جو گذری سو گذری اور جو ہونا تھا ہوا
تھی یہی مرضی خدا کی جو ہوا اچھا ہوا
تا کہ رہوے مادہ وہ قبر پر لکھا ہوا
اور وہ جانے کہ کچھ سینہ مرا ٹھنڈا ہوا
اور جہان مین تجکو باعث نیکنامی کا ہوا
بولنے کا کچھ نہ اصلا شرم سے یارا ہوا

چپکے چپکے زیر لب شرما کے یون کہنے لگا
مین تو سمجھا تھا جفا کچھ کھیل ہی یہ کیا ہوا

قطعہ کی تصنیف کے بعد فکر تیز پا کی گرم جولانی نے آسائش کے اختیار کرتے کرتے
ایک شوخی دلچسپ ظاہر کی کہ اور قطعہ دو بیت کا جو اس قطعہ کے اختتام کی تاریخ ہیہ

سخن سنجان انصاف دوست پر واضح کرتا ہی کہ اگر سب کلام مغفرت مآب کا تحریر مین آوے تو وہ دریاے زخار حوصلۂ صدف مین گنجایش نپذیر نہین ہوسکتا اور اگر بقدر قلیل پر قناعت کیجاوے تو دل متحیر ہی کہ کس شعر کو نقطۂ انتخاب سے مزین کرے اور کس بیت کو اوس زیور سے خلیع العذار رکھے کہ ہر معنی گوہر شاداب ہی اور ہر بیت بیت انتخاب

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجا ست

ہر چند ایک کو اختیار اور دوسرے کو ترک کرنا ترجیح بلا مرجح کے قبیل سے دشوار نظر آتا تھا لیکن جیسے گرسنگان مضطر کہ خوان الوان نعم سے بے تفضیل و ترجیح جس سے چاہتے ہین ابتدا کرتے ہین شوق بیتاب نے جسقدر حوصلۂ فرصت مین قابل گنجایش پایا اوس گنج شایگان سے اوٹھا کر ان اوراق مین مرقوم کیا

کہے ہی خنجر قاتل سے یہ گلو میرا
کبھی جو مجھسے کرے توبہ پیے لہو میرا

صراط عشق پر ازبسکہ ہی ثابت قدم میرا
دم شمشیر قاتل پر بھی خون جاتا ہی جم میرا

آدمیت اور شی ہی علم ہی کچھ اور شی
کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

نہ تون دل اور پیکان دونون سینے مین رہے
آخر ش دل بہ گیا خون ہوکے پیکان ہی رہا

سبکو دیکھا اوس نے اور اوسکو نہ دیکھا چون نگاہ
وہ رہا آنکھون مین اور آنکھون سے پنہان ہی رہا

گر ترے فریاد یونکے نامہ بیہودہ کو
رکھ کے منھ پر پھونکیے پیدا ہو نالہ صور کا

شکر ہے وہ ہی مین اوس بت کو حیا نے رکھا
آج ایمان گیا ہی تھا خدا نے رکھا

ہم ہین اور سایہ ترے کوچے کی دیوارون کا
کام جنت مین ہی کیا ہمسے گنہگارون کا

لبون پر جان عبث ہی منتظر وہ شوخ کب آیا
اگر جاہلم کو کبھی آیا تو ہم جانینگے اب آیا

ٹھہری ہی ترا دیکھنے آنے کی یان کل پہ صلاح
ای جان بر لب آمدہ تیری ہی کیا صلاح

ذبح کرنے کو مرے پوچھتے کیا ہو تکبیر
تم چھری پھیر بھی دو نام خدا کا لیکر

مجھ مین کیا باقی ہی جو دیکھیے تو آن کے پاس
بد گمان وہم کی دارو نہین لقمان کے پاس

یان لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب مین
وان ایک خامشی تری سب کے جواب مین

نہ ڈال آبلہ ای گرمی فغان منھ مین
کہ چپکا بیٹھ رہون بھر کے گھنگنیان منھ مین

ہمارا پیکے لہو تیرے تیر کا سوفار
یہ چپ رہا ہی کہ گویا نہین زبان منھ مین

مرگئے پر بھی تغافل ہی رہا آنے مین
بیوفا پوچھے ہی کیا دیر ہی لیجانے مین

وہ بیچ پلے بزم مین بیٹھین کدھر کو دیکھتے ہین
صحبت منافی دونون سے ہون مگر تیرہ دل
اسیر رنج و غم ہین ہوون مریض ہجران ملک مین ہو
عبث تشنہ آرزو کاوش مٹنہ ناسے ہو
نخل حنائی طرح ہاتھ محبت مین ملا
ہم کہ تو بگل مارف چون گل بازی ہاتھے
رشتہ [illegible] نوشتہ ہین کہ اوس نو خطے نے
کہ ہے تم درون کو وہ نہین ہم تو سخن مین سبقت
دل مین تیتے قطرہ خون جنبد سے مانند حباب
جسکی آواز سے ہین رونگٹے سوچان کے کھڑے
[illegible] عداوت مین بھی اوس ظالم کی
دیکھا آخر نہ کہ جیسے ترسے کی طرح چھوٹ سب
ہم وہ ہین رند کہ اس عالم پیری مین بھی ہے
کھانے پینے کی قسم کھائی ہے جب تجھ بن ہمنے
نکالون کس طرح سینہ سے دشنے تیر جانان کو
تو جان ہے ہماری اور جان ہے تو سب کچھ
نگہہ وہ ترک کہ جسکی نہین جفا کی پناہ
نہ پوچھو کہ دل شاد ہی یا حزن مین ہی
وہ ہی پاس ہی پر مری بد گمانی
زبان پیدا کرون جون آسیا سینے مین پیکان سے
ہمنے اوس بت مین جو دیکھا ہے نہین کہہ سکتے
ساقیا عید ہے وے بادہ سے مینا بھر کے
قطرہ قطرہ آنسو جسکے طوفان طوفان شدت ہی
قسمت برگشتہ دیکھو اک نظر کی تھی ادھر
زخمی مین ہوا ہون تیری زیر دیدہ نظر سے

محبت آج تیری ہم اپنے کو دیکھتے ہین
زنگ ہے آلودہ ہو جاتا ہے آہن تا بتابین
اور اسیر اتنا کہ بیٹھا ہون مین تیغ کے نیچے ہین
وہ آئی لب پہ ہنسی دیکھو مسکراتے ہو
کثرت زخم سے اک خلعت زیبا ہمکو
پاس آنے نہ دیا دور ہی بٹھلایا ہمکو
خط لکھا غیر کو اور بھیجوا کے پڑھوایا ہمکو
پر وہ کچھ ہمسے سنیگا جو کہیگا ہمکو
تر ہے وہ بھی سبب الفت سے چھوڑا ہمکو
وہ محبت نے دیا سلسلہ بار ہمسکو
کہ دیا تر ہے بھی جو اوسنے تو پیٹھا ہمکو
ہم ہرے بیٹھے تھے کیون آپنے چھیڑا ہمکو
انس میخانہ سے جون شیشہ و مینا ہمسکو
ورنہ تھا نہ ہر تو ہر طرح گوارا ہمکو
نہ پیکان دل کو چھوڑے ہی نہ دل چھوڑے ہی پیکان کو
ایمان کی کہینگے ایمان ہے تو سب کچھ
اور اوسکی آنکھین وہ کافر کہ بس خدا کی پناہ
نہین یہ بھی معلوم ہی یا نہین ہی
لیے پھرتی مجکو کہین سے کہین ہی
دہن کا ذکر کیا یان سرہی غائب بھی گریبان کی
کہ مبادا کہین سن پائین شریعت والے
کہ پیاسے ہین ہم آ شام مہینا بھر کے
پارہ پارہ دل ہے جسمین تو وہ تو وہ حسرت ہی
سو بھی آ کر تا سر مژگان حیات پھر گئی
جائیگا نہین پھر مرے زخم جگر سے

دکھ کچھ چاک جگر سے کا سن سن اپنے
زخم دل پہ کیون مرے مرہم کا استعمال ہو
سنگ سے میری جانکنی کو کوہکن ہو
وبال دوش تھا اس ناتوان کو سر لیکن
توڑیا کمر شاخ کو کثرت نے ثمر کی
لائی حیات آئی قضا لیچلی سے چلے
شب ہجران لب نہین ہوتی
میرے طرز نالہ ہاے زار سے
یون نگہ نکلی ہی چشم یار سے
کب حق پرست زاہد جنت پرست ہی
دل صاف ہو تو چاہیے معنی پرست ہو
کل جہان سے کہ اوٹھا لاتے تھے احباب مجھے
لیتے ہی دل جو عاشق دلسوز کا چلے
کیا ہے چلے گلی سے تری ہم کہ جون نسیم
آلودہ سرمے سے ہوئی چشم مین نگاہ
مین گران بار محبت مرا خون بھی ہی گران

کرکے مین ضبط ہنسی کیدیوانا ہوون اوٹھتے ہی
مشک اگر نہ تھا تو کیا لون کا [illegible]
جون صدا [illegible] سے
لگا رکھا ہی ترے غنچہ دہان نے مجھے
دنیا مین گرانبار رہا اولاد غضب ہی
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے
نہ ہوئی سحر [illegible] مین ہوئی
چہکے بلبل کے لہو منقار سے
مست جیسے خانہ خمار سے
حور دل پہ مرتا ہی یہ شہوت پرست ہی
آئینہ خاک صاف ہو صورت پرست ہی
لے چلا آج وہین پھر دل شیدا مجھے
تم آگ لینے آے تھے کیا آئے کیا چلے
آگے تھے سر پہ خاک اوڑانے اوڑا چلے
دیکھا جہان سے صاف ہی اہل صفا چلے
جی دھڑکتا ہی تری نازکی گردن سے

باب الراء المہملہ

راجہ تخلص طراز وسادہ حشمت وزیب مسند حکومت آرائش چار بالش اقبال بانی بنا عز وجلال شایستہ تشریف تفاخر مہاراجہ بلوان سنگھ بہادر خلف الصدق اعظم ارکین دولت وجاہ شوکت پناہ ابہت دستگاہ راجہ چیت سنگھ بہادر والی بنارس کہ چالیس برس سے گل زمین آگرہ اوسکے قدم بہار توام سے خاک چمن پہ افتخار اور ہوا اوس گلزار فیض کی نسیم ختن سے عار کرتی ہی وجہ قیام کی اوس گلشن ہمیشہ بہار مین یہ کہ جب راجہ چیت سنگھ کے پدر عالی وقار نے عالم فانی کو پدرود کیا رئیس صوبہ اودھ نے چاہا کہ راجہ متوفی کی جاگیر پہ آپ قبضہ کرے حکام بلند مقام انگریز نے علے الرغم اوس رئیس کے مراسم اعانت و شرائط امداد کو بجالا کر چیت سنگھ کو حکومت موروثی کی مسند پہ متمکن

اور بالشش ریاست پر جانشین پدر کیا راجہ موصوف حسب قرار داد زر خراج کو سال بسال ادا کرتا تھا لیکن انگریزون نے سنہ سترہ سو اکھتر عیسوی مین اوس سے کچھ فوج کمکی طلب اور او سنے یہ امر اپنے مقدور سے خارج پاکر عذر اور بیجا آوری فرمان سے پہلو تہی کیا سنہ سترہ سو اکاسی عیسوی مین ہسٹنگز صاحب عازم بنارس ہو کر راجہ موصوف کی گرفتاری کا قصد کیا ہر چند اوس عاقبت اندیش کا ارادہ یہ نہ تھا کہ ایسی فوج ظفر تلاش سے مقابلہ اور اوس لشکر نصرت اثر سے مجادلہ کرے سپاہ جہالت دستگاہ کی نا عاقبت اندیشی اس بات کی مقتضی ہوئی کہ آتش فساد نے اشتعال پایا اور شعلۂ قتال بلندی پر آیا اور یہ مفسدہ اس حد تک پہونچا کہ سپاہ انگریزی سے دو کمپنی اور چند افسر فوج نے شربت مرگ چکھا یہان سے قیاس کیا چاہیے کہ سپاہ مقابل سے کسقدر جوانان دلاور کسوت حیات سے عاری ہوے آخر کار راجہ ممدوح نے کہ کور باطنان بیباک کی سفاہت سے جرم ناکردہ مین ماخوذ تھا شکست فاحش پاکر گوالیار کو پناہگاہ مقرر کیا والیجاہ نے طریقہ مہمان نوازی کو مسلوک کر کے اوسکے مصارف ضروریہ کے واسطے پانچ لاکھ روپیہ کی جاگیر علیحدہ کر دی لیکن اوس راجہ نے بعد چند روز کے سفر آخرت اختیار کیا راجہ بلوان سنگھ کہ یہ صفحہ اوسکے محامد اوصاف سے مملو اور یہ عبارت اوسکی گزیدگی اطوار سے مالامال ہے حکام عہد کی تجویز سے سرزمین آگرہ مین مقیم ہوا اور یہ نواح اس حسن اتفاق سے رونق پذیر ہوئی زبان خلایق اوسکی محمدت و ستایش سے دفتر در دفتر از بر رکھتی ہے گاہ گاہ اوسکی حسن لیاقت و لیاقت طبیعت سے زمین ریختہ بھی پر سپہر افکار گوہر نثار ہوتی ہے نامہ خامہ رقم اون اشعار لطافت بار سے یہ دو تین شعر درج تذکرہ کرتا ہے

تو ہے وہ گل کہ نام ترا باغ دہر مین	دو دو پہر وظیفۂ مرغ سحر ہوا
مرنے کا تو کچھ غم نہین پر غم ہے یہ راجہ	مہمان ہے در دجگری اور کوئی دم
اقلیم کبھی زیر نگین رہتی تھی راجہ	اب حرف بھی غالب ہے نگین پر نہ ہینگے

راحت تخلص مرزا محمود بیگ خلف احمد بیگ رومی الاصل اوائل حال مین پیشہ سپاہگری کو وسیلہ تحصیل روزی مقدر سمجھکر گلوے تشنہ حریفان بیباک کو آب دم شمشیر سے سیراب اور حلق خشک اعدا کو قطرۂ پیکان سے شاداب کرتا تھا مدت سے گوشۂ انزوا اختیار اور قطع علائق کو خلعت قدر اتجویز کیا آشنا و بیگانہ سے ترک ملاقات کر کے

اہل نظر ہین جلوهٔ یوسف مین محو آج	ایک سیر ہو جو تو ابھی اوٹھے نقاب تو
رحمت یہ عمر اور ورع خیر ہے تجھے	بتا تو کیون لگا نے ہی عہد شباب تو
ابر بہار کی سے مجھے چشم تر ملے	جون برق مضطرب مجھے یارب جگر ملے
گردش ہے اس کمینے کی عکس مراد پہ	کم ہانگین آسمان سے تو بیشتر ملے
مجکو مخل نہ جان تو صحبت کا عندلیب	کیا نقص نوحہ گر سے اگر نوحہ گر ملے
تیرا ہی کچھ یہ طور نرالا یہان سے	ورنہ یہ رسم ہے کہ بشر سے بشر ملے
آرام ایک حرف تھا رونے سے مٹ گیا	خانہ خراب خاک مین یہ چشم تر ملے
نکلو ہی اوسکا چارہ کہ وحشت بھی پر ضرور	یارو کہین جو رحمت آشفتہ سر ملے

رحیم تخلص مرزا رحیم بیگ خلف مرزا میر بیگ وطن اصلی آبا و اجداد اس صاحب سخن عالی نہاد کا شاہجہان آباد اور مولد و منشا خاک سردھنہ ہے کہ دار الحکومت عمدۂ نسوان بزرگ ہمت زیب النسا بیگم مرحوم کا شمار کیا جاتا ہے حسب اتفاق سن بارہ سو ستاون ہجری مین مطابق اٹھارہ سو اکتالیس مسیحی کے قصبہ میرٹھ مین وارد ہو کر حکمت مآب کمالات انتساب حکیم بو علیخان کی خدمت مین تحصیل کمال کا ارادہ کیا فضائل مآب موصوف نے اہلیت ذاتی پہ نظر کر کے فرزندی مین لیا اور شفقت پدرانہ اوسکے حال پہ مبذول فرما کر فرزندان حقیقی سے زیادہ تربیت کیا سن بارہ سو ساٹھ ہجری مین زبدۂ ارباب کمال مولوی محمد بخش نادان تخلص میرٹھ مین وارد ہوے اور مجلس مشاعرہ منعقد ہوئی اور اس صاحب فکر رسا کو تشریف تلمذ سے مشرف کر کے فن عروض و قافیہ سے آگاہ اور علم بلاغت سے کچھ بہرہ مند کیا ہر چند اوائل مین شرر تخلص کرتا تھا جب انسے تلمذ ہوا رحیم تخلص کیا ذہانت اور اصابت فکر ظرف بیان مین گنجایش نہین رکھتی چند رسالہ علوم متفرقہ فارسی اور اردو مین اوس سے سرمایۂ استعداد طلباے شوق نہادہ مین اگرچہ جناب مستطاب مولانا و بالفضل اولانا مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے سے تحصیل کتب یا اصلاح شعر کا اتفاق نہین ہوا لیکن ان چند روز مین بعض رسائل مصنفہ اونکے متردد ان جادۂ رسالت کی معرفت جناب موصوف کے مدرسہ افادات مین پہونچکر معرض اصلاح مین ہین اور علاوہ اسکے رسائل و مکاتیب کے وسیلے سے لبا فوائد علمی پایۂ تحقیق کو پہونچائے بالفعل حسب

افرمائش ارسطوے عہد وجالینوس روزگار حکیم احسن اللہ خان کے کہ وزیر بادشاہ اوان اور ثانی سعد اللہ خان ہین قصص الانبیا کو منظوم کرتا ہی اور قریب ایک ربع کے یہ کتاب انتظام پاچکی ہی اشعار فارسی اور ریختہ مین فکر بلند اور تلاش دل پسند ہی یہ چند شعر اوسکے نتائج افکار سے مرقوم ہوے

ساقی بیا کہ گشتہ سر لالہ زار سبز | بر سبز و بحر سبز و لب جوبہار سبز
دیوار سبز صحن چمن سبز شیشہ سبز | مو سبز و جام سبز و لباس نگار سبز
اغلب کہ از کمال نشاط گل و بہار | مثل چمن ز پردہ بر آید نگار سبز
روے بتان ز سبزہ بر آمد تمام سبز | وز عکس خط روے بتان آبشار سبز
جو لکھتا ہون بیان اپنے دل بیتاب و مضطر کا | تڑپتا ہی بہ رنگ نبض عاشق تار مسطر کا
یہ کس مضطر کی بیتابی دل کا حال لکھا ہی | کہ نقشہ ہی خط ملفوف مین لوٹن کبوتر کا
خدا جانے کہ وقت ذبح کیا انداز قاتل تھا | کہ نعرہ ہی لب ہر زخم سے اللہ اکبر کا
دو دن مین کس کس کو کہ اک جان کے خواہان ہین بہت | غم جدا فکر جدا درد جدا یار جدا
بل بے گرمی آبلون کی آب کیا تیز آب تھا | پانون پڑتے ہی مرے خار بیابان جل گیا
کسے رحم آئے جز داغ جگر حال پریشان پر | بغیر از شمع روتا کون ہی گور غریبان پر
پس مردن بھی ہم بار ندامت لیچلے سر پر | کہ اوڑ کر خون کی چھینٹے پڑے دامان قاتل پر
کہنے ہی کی بات ہی کہنے دو لانے تو کوئی | مجھسا عاشق ڈھونڈھکر معشوق ہمسا دیکھکر
کیون کہون مین حال دل کیون راز عشق افشا کرون | جان جائیگی نہ کیا وہ رنگ میرا دیکھکر
اب تلک تو ہجر مین ہین فقط تن پہ کھائے گل | تقدیر دیکھین آگے کو کیا کیا کھلائے گل
طفیل لاغری مین رہگیا ہون کوے جانان مین | کہ مثل بو نظر آتا نہین اور ہون گلستان مین
ایک سینہ ہی روکے کس کس کو | تیر کو تیغ کو کہ خنجر کو

رسا

رسا تخلص شاہزادہ والا مرتبت مرزا کریم الدین بہادر سنین عمر قریب ستر کے پہونچے ہین طبیعت کی شوخی اور فکر کی رسائی جوانون سے زیادہ ہی خوش مزاجی اور وسعت اخلاق سے طریقہ صلح کل مین گامزن ظرافت طبع اور شگفتگی خاطر سے پیشانی کا سطح رشک گلشن اوائل عمر سے اب تک اپنا سخن حافظ غلام رسول شوق کے زیور اصلاح سے مزین کیا ہی یہ چند شعر اونکے نتائج افکار سے صفحہ قرطاس پر مرتسم ہوے

بیوفاؤن سے ای رسا تمنے
سچ کہو دل لگا کے کیا پایا

ہو گیا اوسکو دیکھ دل حیران
بات کرنے کا جو حوصلہ نہوا

کھونا غبار آئینہ کا کام کچھ نہین
مشکل ہر کام دل سے مٹانا غبار کا

پریشان حالون کی جب تقدیر جانو
جو اسطرح دل ہو پریشان تمہارا

ہو برا غفلت دنیا کا کہ جسکے ہاتھون
رہے غفلت مین ہم اور سر پہ سفر آہی گیا

ہمارا دم نہ کہین سنکے یہ نکلجاتے
خدا کے واسطے تو نام تم نہ جانے کا

دل و دین و قرار و ہوش تک تو دیدیا تجکو
سوا انکے وہ کیا تھا اور جو ہمنے چھپا رکھا

تم کہو دل لیکے دکھلاؤن نہ اپنی شکل مین
ہم کہین دیکھا کرین صورت تمہاری رات دن

یان تلک اوسکے غم مین روے رسا
کہ ہم آنکھون کو اپنی کھو بیٹھے

رشید تخلص سید بہادر علی جیلخانہ آگرہ مین عہدہ محرری پر مامور ہی یہ شعر اوسکی غزل سے انتخاب ہوا

وہ ترک شوخ جو غیرون سے ہمکنار رہا
رشید گور سے نکلی ہمکو ہمکناری رات

رضا تخلص یگانۂ عالم وفاق زبدۂ شرفاے آفاق ماہر دقایق سخن میرزا جیون عنایت سلطانی سے عہدہ داروغگی ماہی مراتب اوسکے خاندان مین چلا آتا تھا خیاط ازل نے جامہ اہلیت اور خلعت آدمیت اوسکے قامت استعداد پر قطع کیا تھا تہذیب اخلاق کی اعانت سے حضور و غیب مین وفاق اور دل و زبان مین اتفاق مشق سخن میر نظام الدین ممنون سے کی تھی ایسا شاگرد عقیدت شعار کم نظر آیا ہی عرصہ دراز ہوا کہ مربع عناصر اور مثلث ارواح اور مخمس حواس اور قطعات انفاس سے سیر ہو کر روضۂ خلد کا مثمن اور قامت حور کا مصرع پسند کیا یہ چند شعر اوسکے نتایج افکار سے مرقوم ہوے

غیر سے گرم اختلاط ہی وہ
ہم بھی سنتے ہین اور جلتے ہین

ہاتھ مین تم جو حنا اپنے ملا چاہتے ہو
آج دو چار کا کیا خون کیا چاہتے ہو

رنج ایسے مجھے دیتے ہو کہ تنگ آیا ہون
مین نے جانا کہ مری جان لیا چاہتے ہو

رضا تخلص محمد رضا آگرہ مین سکونت اور فن سخن مین خاور سے تلمذ رکھتا ہی یہ شعر اوسکی غزل سے انتخاب ہو کر درج تذکرہ ہوا

شب فراق بھی مقتل ہی عاشقون کے لیے
تڑپ تڑپ کے کٹی آج اپنی ساری رات

رضوی

رضوی تخلص حکیم جعفر علی ابن حکیم شجاعت علی ساکن قصبہ جیپور اہلیت ذاتی اور مکارم جبلی مین شہرۂ آفاق فن طب مین دستگاہ معقول حاصل ہی گاہ گاہ شعر اردو کہتا ہی یہ مین شعر اوسکے نتائج طبع سے ہین

وقت رخصت کیا کہون کس بیکسی سے رو دیا	دل تو تجکو دیکھکر مین دلربا کو دیکھکر
کھینچہ لیا صیاد سے رضوی نہ چھوٹا مرغ دل	اونگلیان صیاد کی ہین یا قفس کی تیلیان
سر تو دیتا ہون پر اپنی سخت جانی سے مجھے	خوف آتا ہی کہ قاتل کا نہ خنجر ٹوٹ جاے

رضی

رضی تخلص سیف الدولہ سید رضی خان بہادر صلابت جنگ سید صحیح النسب آبا و اجداد اوسکے امراے عظیم الشان سے تھے اور وہ خود حکام وقت یعنی کمپنی کی طرف سے عہدۂ وکالت پر مامور ہوکر بادشاہ فلک جاہ دہلی کے دربار مین شرف حضوری سے مشرف رہتا تھا چند شعر اوسکے ایک تذکرہ مین مرقوم تھے لیکن کوئی شعر ناخن بدل زن نہ تھا ناچار یہ ایک شعر انتخاب ہوا

رضی سے اے صنم کیون برا مانتا ہی	یہ تیرا ہی بندہ خدا جانتا ہی

رفعت

رفعت تخلص ہی رافع رایات سخندانی زبدۂ دودمان امیر تیمور گورگانی جوان خوبصورت و خوش سیرت جادو رقم عطارد قلم سحر ساز معجزہ طراز صاحب طبع سلیم و ذہن مستقیم موجد عبارات سلیس گنجور معانی نفیس شاہزادہ ذوی الاحترام مرزا پیارے نام کا صفحہ اوسکے دیوان کا صفای عبارت سے غیرت آئینہ ضمیر صافی گوہران مطلع اوسکی غزل کا روشنی مضمون سے رشک مطلع خورشید درخشان ہر بیت لذت معنی سے جواب بیت ابروے شیرین ہر مصرع شور فصاحت سے دندان شکن لبہاے نمکین رباعی کے چارون مصرعہ مانند عناصر اربع چسپان اختلاط قطعہ کا ہر شعر دیوانگان محبت کے خانہاے زنجیر کی طرح سخت ارتباط ابیات عاشقانہ مضامین آہ و نالہ سے رشک دیوان فغانی فکر رسا ایجاد معنی سے غیرت خلاق المعانی روانی طبیعت کے سامنے بحر بیکران ایک قطرہ گوہر باری سخن کے روبرو افکار سحابی ایک رشحہ الفاظ پاکیزہ سے ابر نیسان کی گوہر باری منفعل اور رنگینی مضمون سے رنگ شفق خجل پر گوئی کا تو یہ حال کہ ہر غزل کی زمین شاخ و برگ اشعار بیشمار سے مجمع ہزار چمن اور خوش گوئی ایسی کہ جو شعر اوس سر زمین کا فسانہ اور اوس گلشن کا سبزہ بیگانہ ہی وہی مثل ابروے دلربایان ناخن بدل زن ہی اکثر معنی نگار اوسکے خامۂ جادو طراز کے ایک رشحہ سے صاحب دیوان اور بیشتر سخن سنج اوسکی

رفعت

زبان کی ایک جنبش سے سحبان بیان اوائل مین جناب غفران مآب حافظ عبد الرحمن خان احسان
طاب اللہ ثراہ سے نسبت تلمذ کی حاصل تھی اور اب جناب فیض مآب مولانا مخدومنا شہسوار عرصۂ یکتائی
حضرت صہبائی مد ظلہ العالی سے مستفید ہے پیشہ عاشقی شعرا سے چرب زبان کی فقط قیل و قال کر
اور اس شیرین گفتار کا حال مدام ماہرویان شیرین کلام سے ہم صحبت اور ہمیشہ نیکوان
خوش اندام سے ہم خلوت معشوقہ ہاے ملیح کے خوان وصل سے نمک چش اور خوبان صبیح کے با
وصال سے قدح کش یہ اشعار گوہر نثار اوسکے درج سخن سے انتخاب ہوے

ہم خوش تھے کہ محشر مین تو دیکھینگے وہ دیدار
لیکن یہ قیامت ہے کہ محشر نہین ہوتا

کس منھ سے کرون دل کی شکایت کہ برا ہے
تجھسے تو جدا وہ کبھی دم بھر نہین ہوتا

کب تک یہ ستم تیرے سہے جاینگے ہمسے
ہوتا ہے جگر سینے مین پتھر نہین ہوتا

مین تجکو نہ کہتا تھا حسینون کو نہ دے دل
رفعت کوئی ان لوگون سے جانبر نہین ہوتا

دیکھیے کرتا ہے کیا دن رات کا رونا ترا
روگ یہ بے ڈھب تجھے اے چشم گریان ہوگیا

آہ کی آتش فشانی سے تھا عالم کا ضرر
اور کیا ضبط اب تو دل سینے مین بریان ہوگیا

رو تو اے شوق شہادت سر پہ اپنے ہاتھ دھر
لوگ کہتے ہین کہ قاتل کچھ پشیمان ہوگیا

مین نے برسون دل کو پالا اپنے بر مین ناز سے
اور یہ دم بھر مین ایسا دشمن جان ہوگیا

ہو برا اتنیا بڑ دل کا کہ اسکے ہاتھ سے
راز پنہان ایک عالم پر نمایان ہوگیا

مین لگائے جسکو رکھتا تھا گلے سے رات دن
بار گردن ضعف سے وہی گریبان ہوگیا

تم رہے زلفین بناتے وان یہان ہم مرگئے
اتنے ہی عرصے مین کچھ کا کچھ میری جان ہوگیا

حسن کی خوبی سے بھی واقف نہ تھا اپنی وہ شوخ
دیکھتے ہی دیکھتے اک آفت جان ہوگیا

یا الٰہی درد کس یہ دہ نشین کا تھا کہ شب
دل مین دٹھ اوٹھ کر مرے دل ہی مین پنہان ہوگیا

خدنگ پہلو مین بیٹھا تو اوسکے دیکھکے پر
مین سمجھا خط کو مرے لیکے نامہ بر آیا

دل و جگر کو نہ جا کر لگی ہو آگ کہین
نفس نفس کے ہے ہمراہ یہ دھوان کیا

مژہ کو چھیڑے تو مدت ہوئی ہے یہ ابتک
چبھے ہے خار سا سینے کے درمیان کیا

نہ دل کے پاس جگر نہ جگر کے پاس توان
پڑا ہے تفرقہ یارون کے درمیان کیا

خدا اگر وہ کرے نالہ گر ترا عاشق
تو پھر زمین یہ کیسی یہ آسمان کیا

کچھ آنکھ کا گیا نہ گیا کچھ خیال کا
مارا گیا دل اور یہی بے قصور تھا

میرا یہ قتل اور وہ نازک دماغیان
کچھ پاس غیر کچھ وہ تغافل شعاریان
رحم اوسکا ہی کہ نالہ کا اثر کچھ ہوگیا
وصل کی شب بھی کوئی شب تھی کہ اوس تم سے نقاب
تھا بدف غیر پہ اپنا تھا مقدر جو نہ پست
آج کچھ رفعت دل خستہ کا احوال ہی غیر
کبھو قصد تو پیکان کے آزمانے کا
لبسان طائر رنگ پہ پیدہ وحشت سے
نہ عذر تھا ہمین ہونے مین خاک کے گرہم
گندھی تھی کونسے بدمست تشنہ لب کی وہ خاک
شب وصال مین دیتا ہی لطف کیا کیا کچھ
بذوق ناز کو دے رخصت جفا کہ یہان
سمجھتا کاش مین اول کہ ہیو فا تجھ مین
نہ اونکو ناز سے فرصت کہ ہمسے ہو کچھ چھیڑ
تری گلی مین ہوے خاک بھی تو کیا حاصل
گھٹے ہی جون جون ملاقات شوق بڑھتا ہی
اوسی کے ساتھ تھے چرچے جہانکے سارے
برا ہو باد خزان کا کہ دم کے دم مین یہان
ہین ایک وہ بھی کہ تمسے ہکرا ونکو راز و نیاز
کم ہو گئی شاید بت و بتخانے کی الفت
ظالم تو کسی سے تو ذرا رحم سے پیش آ
کچھ میری ہی جانب سے نہیں اتنی بھی ورنہ
بیٹھ ای تیر ستمگر تو دل زار کے پاس
صبر بھی تیرے ہی کچھ ڈھنگ ہی سیکھا کہ اوسے
تجکو لینی ہی تو لے ورنہ اجل لیتی ہی

اتنا بھی لطف حق مین مرے تمسے دور تھا
گویا کہ سامنے بھی مین نظرون سے دور تھا
نزع مین بارے وہ لینے کو خبر آہی گیا
اوٹھنے پائی تھی کہ ہنگام سحر آہی گیا
غلط اندازی سے وہ تیر ادھر آہی گیا
جو کہ دھڑکا تھا سو وہ پیش نظر آہی گیا
کہ زخم دل کو ہی پانی کے ڈھب چرانے کا
کسے دماغ ہی اب آشیان بنانے کا
یہ جانتے کہ وہ دامن نہین بچانے کا
کہ جس سے خم یہ بنا ہی شراب خانے کا
ہر ایک بات پہ عالم یہ منھ بنانے کا
ہمین بھی عزم ہی طاقت کے آزمانے کا
چرا کے دل کو ہی طور آنکھ کے چرانے کا
نہ ہمکو ضعف سے یارا ستم اوٹھانے کا
ترا ہی ڈھب وہی دامن اوٹھا کے آنے کا
کہ ڈھنگ یہ بھی محبت کے ہی بڑھانے کا
بہت رہا ہمین افسوس دل کے جانے کا
کیا ہی فیصلہ بلبل کے آشیانے کا
اور ایک ہم ہین کہ منھ تکتے ہین زمانے کا
کچھ اندنون آتا ہی جو رہ رہ کے خدا یاد
دنیا مین کریگا کوئی کیا تجکو بھلا یاد
تمکو تو وہ اقرار بھی اپنا نہ رہا یاد
بیٹھتے یا رہین دنیا مین سدا یار کے پاس
عمر آئے ہوے گذری ہی دل زار کے پاس
جان جو کچھ باقی رہی ہی ترے بیمار کے پاس

ہائے پانی بھی چوانے کو نہ آیا دم مرگ	کوئی جز گریۂ حسرت ترے بیمار کے پاس
در میخانہ کو سمجھا ہوں در کعبہ کہ یان	جب میں آتا ہوں تو آنکھوں سے لگا جاتا ہوں
بعد مرنے کے بھی الفت نہ گئی دل سے کہ میں	خاک ہو کر ترے دامن سے لگا جاتا ہوں
آتش عشق سے جل جل کے بنا ہوں سرمہ	کوئی دیکھو تری آنکھوں میں بھی آجاتا ہوں
لب ہیں جان بخش یہ کیسے کہ میں اونکی خاطر	اپنے جینے ہی سے مایوس ہوا جاتا ہوں
یوں آن چلے جاؤ تم اور ہم چپ رہیں	شب کو تجھے کیا جانیے ہم کس دھیان میں
منھ میں جو آئے ترے واعظ تو کہہ	پر نہ کہیو کچھ بتوں کی شان میں
پونچھے اشک اوسنے گمان غیر میں	مر گئے ہم اتنے ہی احسان میں
جان اجل کو دینگے اک جھگڑے کے ساتھ	تو ہر جو دید میں سمجھے اک آن میں
رہی بعد از فنا بھی گر یہی اس دل کی بیتابی	تو محشر تک نہ رکھیگی زلزلہ میں خاک مدفن کو

رفیق

رفیق تخلص مرد میدان مشہور رفیق علی نام کا ہے کہ مدت العمر سے زمرۂ سواران سپاہ انگریزی میں منسلک اور سلسلۂ علائق سے آزاد ہے اسکے سوا کچھ اور حال اوسکا دریافت نہیں یہ ایک شعر اوسکے نتائج طبع سے مسموع ہوا

تھی مجھی زہر میں تیغ نگہ یار رفیق	کہ لگا زخم جو دل پر سو وہ ناسور ہوا

رقم

رقم تخلص صاحب پایۂ ارجمند حکیم سکھانند فن طبابت میں اپنے عصر کا وحید اور صناعت شعر میں شاہ نصیر مرحوم سے مستفید یہ شعر اوسکے افکار سے ہے

وفور شوق میں رخ کے لیے دہان کے لیے	نہیں تمیز کہ بوسے کہاں کہاں کے لیے

رمز

رمز نام نامی و تخلص گرامی ہے اوس والا جاہ بلند پایگاہ کا کہ رستم اوسکے آستانہ کا ایک چاکر اور حاتم اوسکے نعمتخانہ کا ایک دریوزہ گر آفتاب کو اوسی کے پرتو ضمیر سے شعاع ہے اور آسمان کو اوسی کی بلندی جاہ سے ارتفاع زمانہ اگر اوس سے رتبہ افزائی نہ سیکھتا نہ سکندر کو جہانگیر کرتا اور نہ دارا کو تاجدار آفتاب اگر اوس سے مایہ بخشی حاصل نکرتا نہ معدن کو زر سے مالامال کرتا اور نہ ابر کو گوہر بار دریا اوسکے جود کی خجالت سے آب آب اور کوہ اوسکے حلم کی غیرت سے ہمہ تن اضطراب تیغ شجاعت اعدا کے واسطے برق خرمن گسل جرات اشقیا کے واسطے رگ گردن رستم اوسکے عرصۂ پیکار میں زال سے کم دستان اور اوسکے میدان جنگ میں ہراسان فریدون کو اوسکے دربار عام میں مجال بار نہیں اور

جمشید کو اوسکی بزم خاص مین کچھ وقار نہین اوسکی زیادہ بخشی سے دامن ہر سائل کا کان گنج
اور اوسکے نیسان لطف مین اشک ہر یتیم کا گنج گوہر کمال شفقت سے گلوے تشنۂ اعدا کو
آب شمشیر سے سیراب کیا اور نہایت مرحمت سے نخل عمر دشمن کو چشمۂ تیغ سے شاداب آمر
صابر شیرین گفتار زبان قلم کسکے حمائد بیشمار سے گوہر ریز ہی کہ ہر سخن سے شوکت چہرہ نما اور
ہر حرف سے ابہت نقاب کشا ہی بیان کو روشن کرا دے دعوے کو مبرہن یہ وہ داور ہی کہ
اگر چشم نرگس مین غبار پڑجاوے موج نسیم معاتب ہو اور اگر پہلوے گل کو نوک خار سے
آزار پہونچے صبا مخاطب ہو اور یہ وہ داور ہی کہ پایہ اوسکے ایوان رفیع الارکان کا فرق
افلاک پر ہی اور سایہ اوسکے لطف و مرحمت کا تمام روے خاک پر اور یہ وہ داور ہی کہ خار اوسکے
دشت نبرد کا علم کاویانی ہی اور ماتحت اوسکے جود و سخا کا ابر نیسانی اور یہ وہ داور ہی کہ اوسکے
عہد مین گرگ تہمت خون یوسف سے لرزان ہی اور تغافل آنکھ چرانے کے جرم سے نظر بندی
شاہان یعنے داور دادگر سایہ گستر قدردان ہنر رتبہ شناس ہنرور دولت پناہ اقبال دستگاہ
گردون رفعت آسمان شوکت جمشید بزم افراسیاب رزم دارا دکہ بے مثال خداوند بیہمال آسمان
جاہ کرچاکر پیرو ماحی آثار ظلم و بیداد دافع رسوم شر و فساد قامع بنیان جور و جفا ہادم اساس
رنج و عنا وارث تاج و نگین والی زمان و زمین ولیعہد خلیفۃ الحق شایستہ خلافت مطلق معین
ارباب شجاعت دستور مرزا فتح الملک بہادر دام اقبالہ و ضاعف اجلالہ کہ اوسکے حرف معدلت
کے مقابل حکایت نوشیروان افسانۂ دروغ ہی اور اوسکے ذکر شجاعت کے روبرو داستان رستم
بے فروغ تیر اوسکا بید ستاری زرہ و کمان سینۂ اعدا کی طرف دوان اور خنجر اوسکا بید دکاری
دست و بازو گلوے دشمن پر روان شہرۂ جود سے نام حاتم بے نشان اور نہیب حملہ سے پاے
سام گریزان صبا کو اگر قواعد جود تعلیم کرے پشت سرو مدام بار ثمر سے دوتا رہے اور اگر نسیم کو
رسوم نشاط سکھاوے دہن غنچہ ہمیشہ فرط تبسم سے وا رہے اس کثرت مہمات خلافت اور ہجوم
امور سلطنت پر آرایش سخن کی طرف توجہ اور پیرایش نظم کی جانب التفات اس مرتبہ
ہی کہ اگر باد صبا زبان سوسن کو گویا نکرے تو نہالان چمن کی تربیت سے معزول ہو اور اگر نسیم
دہان گل کو حرف سخن گوے کہ عذر ہے اسکو [illegible] نامقبول ہو زمینہ مین مصرعہاے ابیات تیغ
دو دم [illegible] حروف جام جم بلبل فصیح زبان کو اوسکی تعلیم سے دریافت ہوا کہ برگ
گل پر قطرات شبنم نقطۂ آتش سکے نقاط [illegible] اور قمری ملیح گفتار کو اوسکے ارشاد سے منکشف ہوا

کہ بیاضش خیابانہین ثواب منور سے معنے بافراط ہین سخن عذوبت معانی سے ایسا دلچسپ کہ اوسکی تکرار
لب شوق پہ قند مکرر ہو نظم حسن مضامین سے ایسا دلکش کہ خاطر عشاق مین جلوہ عرائس سے
شوق انگیز تر ہو اسی دلکشی کا اقتضا ہی کہ ہرچند یہ کلام بلاغت نظام ادب کی مصلحت سے اختر کتاب
ہو کر گرسنہ چشمان سخن کے واسطے خوان گستر اور قدرشناسان معنی کی نظر مین جلوہ گر ہو چکا ہی
فرط شوق نے دامن ضمیر کو ہاتھ سے نہ چھوڑا کہ اس چمن زار سیراب کی گلگشت جب تک دوبارہ
نذر تماشا نہو گی نہ خامہ قدم اوٹھا سکیگا اور نہ شغل تحریر ہاتھ بڑھا سکیگا اور حق یہ ہی کہ اس نوباوۂ
معنی کی لذت سے طبیعت کی سیری محال ہی اور اشتیاق کی کمی وہم و خیال اگر کام ہوس اوس سے
چاشنی گیر اور مذاق آرزو اوس سے لذت پذیر نہو ناکامی ابد پہ نوحہ اور محرومی دائمی پہ گریہ درکار ہی
اسواسطے پھر طبائع اہل ہنر کی ضیافت کے واسطے مہیا اور ارباب کمال کی تفریح کا اسباب
آمادہ ہوتا ہی

آنکھین تو اوسکو دیکھ کے ہوتی ہین بیقرار — بن دیکھے دل تڑپنے لگا اسکو کیا ہوا
ہوا شوق تماشا جسے ترے روے نیکو کا — نہ مین قابو کا ہون دل کے نہ دل ہی میرے قابو کا
ڈھونڈوگے جان کو بھی محبت کی راہ مین — پھرتے ہو رمز دل کی ابھی جستجو مین کیا
کیا قتل ظالم نے کس کس ادا سے — ملا مجکو قسمت سے جلاد اچھا
سب کچھ آسان ہی تجھے گردش دوران کرنا — ایک مشکل مری مشکل کا ہی آسان کرنا
دل دیا تھا جسے دلدار سمجھ کر مین نے — رمز اب وہ ہی دل آزار ہوا ہمارے نصیب
حال سن سن کے عشق مین تیرا — رمز کرتے ہین خاص و عام افسوس
ذبح ہونا میرے حق مین ہی حیات جاودان — آب خنجر مین ترے ہی آب حیوان کا خواص
کیسی زمین کہ غرق ہوا آسمان تلک — ای گریہ اب یہ جوشش طوفان کہان تلک
تصویر صنم پیش نظر رہتی ہی اپنے — کعبہ مین تو جا کر ہوے بتخانہ نشین ہم
اوس شوخ کو مین نامے مین القاب کیا لکھون — مشفق نہین شفیق نہین مہربان نہین
خوبیان ساری خدائی کی بتون پر ختم ہین — بیوفائی کا مگر شکوہ ہی بتگر سے ہمین
لب ہلے کیونکہ تیری مجلس مین — دیکھکر تجھکو جان ہی کس مین
نہ حرم مین جگہ نہ دیر مین جاے — ہم کہنے جائین ای خدا کس مین
ذبح کر خواہ چھوڑ دے صیاد — آ پھنسے اب تو ہم ترے بس مین

سرمایہ جو محیط مین دیجے قرار رمز	ہے میرے ایک گوشۂ چشم پر آب مین
رمز الفت مین جو چاہو آرام	تو یہ راحت طلبی جانے دو
رمز وہ مست ناز ہے فتنہ	اوسکو سونے دو کیون جگاتے ہو
اگر ہون قابل دیدار آنکھین	جدھر دیکھون اودھر آوے نظر تو
بعد مرون بھی نہ چھوٹا ہے ذوق مے کشی	خاک سے اپنی سبوے مے نے ساغر نبے
ہمنے تو غم یار مین یون عمر بسر کی	مر مر کے جو کی شام تو رو رو کے سحر کی
کاٹ دے اوسکو بھی تو اے قاتل	لگ رہی گردن اک ذرا سی ہے
مل رہیگا وہ کبھی تو ہمنشین	اوسکے ملنے کی تمنا چاہیے

رنج

رنج تخلص ہے جناب مستطاب معلے القاب غفران مآب زبدۂ اصفیاے کرام اسوۂ کملاے عظام حضرت شاہ محمد نصیر محمدی کا طاب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ کہ سجادہ نشین اور نواسہ حضرت بابرکت قدوۂ تخت نشینان قصر فردوس خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ والغفران کے تھے کمالات ظاہری و باطنی اس ایک ذات بابرکات مین جمع تھے باوجود وفور اخلاق کے ہیبت بزرگانہ اوس چہرۂ نورانی سے اسطرح جلوہ گر تھی کہ یکایک گستاخ طبعان شوخ مزاج کو یاراے کلام نہوتا تھا

ہیبت حق است این از خلق نیست	ہیبت این مرد صاحب دلق نیست

باوصف تعلقات ظاہری کے ایسا قطع تعلق کیا تھا کہ اونکی نظر عالی مین تمام دنیا برابر ذرہ کے قدر رکھتی تھی نہ دنیا کے جاہ و حشمت کے آنے کی خوشی اور نہ جانیکا غم بسا اوقات مشاہدہ ہوا کہ جو کچھ پاس آیا سب مستحقین پر تقسیم کرکے آپ بالکل تہیدست رہگئے اگر کبھی متاع دنیا سے اسقدر گنجینہ حصول مین ذخیرہ ہوا کہ حوصلہ حرص و آز بھی اوسکا متحمل نہو پیشانی پر شگفتگی کے آثار ہویدا نہوے اور اگر اس سے زائد کیسہ مراد سے زیان ہوا نشان ملال تا صفحہ حال سے پیدا نہوے علم موسیقی اور حساب کو ایسا کمال کو پہونچایا تھا کہ زبان قلم اونکی تقریر اوصاف مین قاصر ہے ایک رسالہ تال مین لکھا ہے اوس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دعوے یکتائی کا اس فن مین سواے اوس یکتاے کمال کے دوسرے کو سزاوار نہین اور علم حساب مین جمیع اعمال مین تضعیف سے جبر و مقابلہ تک یک لخت قواعد جداگانہ اور علیحدہ اون قواعد سے جو کتب متداولہ مین مثبت و مرقوم ہین ایجاد کیئے اور ہر عمل کے واسطے نیا طریق مقرر کیا

ادران ضوابط مخترعہ سے کئی رسالے مرتب کیے وہ سب رسالہ ہنوز مسودہ تھے کہ جہان فانی سے رحلت فرمائی سال بارہ سو اکیسٹھ ہجری غرہ شوال روز یکشنبہ تھا کہ زمین فردوس اونکے قدوم فیض لزوم سے سرسبز ہوئی مومن خان مومن تخلص مرحوم نے کہ جناب جنت مآب موصوف سے خویشی و دامادی کی نسبت رکھتے تھے تاریخ وفات مین یہ قطعہ لکھا

شیخ زمان شد ز دہر روز پے سال وفات	فلک بلند حرم رہ جنت ماوا گرفت
گفت بمومن ملک شواہہ محمد نصیر	در قدم ناصر و درد نکو جا گرفت ۱۲۶۱ھ

ازبسکہ طبیعت فیض طویت مطالب عالیہ ومقاصد بلند کی طرف متوجہ تھی شعر کی جانب کم التفات فرماتے تھے لیکن گاہ گاہ اس راہ مین بھی اتفاقاً گذر اور زمین سخن کو رتبہ فلک الافلاک کا مرحمت ہو جاتا یہ چند شعر بطریق یادگار مرقوم ہوتے ہین

ٹھہرا نہ یہان تو کارخانہ اپنا افسوس دلا	وان دیکھیے ہووے کیا ٹھکانا اپنا ہر طور برا
اپنا وہ تھا کہ جس سے بیگانہ رہے نادانی سے	بیگانہ وہ تھا کہ جسکو جانا اپنا کیا قہر کیا
خط دیکھ کے ادھر تو میرا دم اولٹ گیا	قاصد ادھر بدیدۂ پر نم اولٹ گیا
تیرے بن جبتلک کہ میرا دم رہا	آہ اور نالہ ہی بس ہمدم رہا
کان کا موتی نہین عاشق کا اشک	سرد مہری سے تری یون تھم رہا
یاد مین اوس گلبدن کی صبح تک	اشک سے تکیہ مرا سب نم رہا
یقین ہو گیا دیکھکر اوسکا قامت	کہ بیشک قیامت مین دیدار ہوگا
کھڑکی نکال جانب دشمن نہ بام پہ	کوٹھے چڑھی جو بات کھلے خاص عام پہ
یاد دلوا کے جو ہمبستری یار رولاکے	سو وہ تصویر نہالی ہے بغل کا دشمن
دل یہ جسکے لیے پہلو مین طپان رہتا ہے	یہ سنا ہے کہ اوسے بھی خفقان رہتا ہے
زندگی تلخ و ناگوار ہوئی	آنکھ سے آنکھ جب دوچار ہوئی

رند

رند تخلص ہے نوجوان سعادتمند اکرام الدین نام کا کہ مولوی عبد العزیز عزیز اور مولوی عبد الکریم سوز صاحبزادگان حضرت اوستادی کا ماموں زاد بھائی ہے تحصیل کتب فارسی اور کسب فن شعر مولوی عبد الکریم سوز کی خدمت مین کرتا ہے بہت ذہین ہے اور گاہ گاہ تحصیل طب کی طرف متوجہ ہے اسکی غزل مین اکثر اشعار خصوصاً مقطع اپنے تخلص کا مصداق ہوتا ہے یہ چند شعر اوسکے افکار سے ہین

تری زلف بکھری بکھری جو نہ دیکھتے کبھی ہم / تو نہ ہوتے یون پریشان نہ یہ حال زار ہوتا

نہ وصال اوس سبب ہوتا نہ اوٹھاتے رنج فرقت / جو شراب ہم نہ پیتے تو یہ کیون خمار ہوتا

مرے نام سے ہی ظاہر مرا حال میکشی کا / مجھے رند کون کہتا جو نہ بادہ خوار ہوتا

گلہ نہین ہی ہمین کچھ ترے ستانے کا / ہر ایک طور ہی بگڑا ہوا زمانے کا

وہ مرگئے تری صحبت کے یار کیا ای رند / جو آج کل نہین چرچا شراب خانے کا

تو نے جلا جلا کے ہمین خاک کر دیا / اور خاک ہوگئے تو صبا نے اوڑا دیا

تو نے ہماری یاد کو خاطر سے اپنی ہاے / حرف غلط کی طرح سے ظالم مٹا دیا

لگتی چلی تھی فتنۂ محشر کی آنکھ پہ / ٹھوکر لگا کے شوخی سے تم نے جگا دیا

ہم پہ تو التفات نہ تھی لیک بزم مین / ساقی نے رند جان کے ساغر پلا دیا

رند مے پینے سے بچتا تھا بہت ہی لیکن / کچھ نکچھ یار کی صحبت کا اثر آ ہی گیا

آتے ہی فصل گل کے بجز شوق مے کشی / ای رند سوجھتا نہین سود و زیان مجھے

پاس آکر مرے خفا بیٹھے / بیٹھے گر اسطرح تو کیا بیٹھے

کارگر دل مین یون ہوئی مژگان / جس طرح ناوک قضا بیٹھے

دل مین آنا ترا نہین مشکل / ہوگئے جب غبار آ بیٹھے

ناتوانی پہ بھی کوچہ مین ترے ای ظالم / شوق دیدار اوڑائے لیے جاتا ہی مجھے

ترے مریض کی حالت نہ پوچھ کیا کہیے / اور اوسکے حال سے تو بیخبر ہی کیا کہیے

رند تخلص سید محمد خان لکھنوی مشتاق قدیم اور صاحب طبع سلیم ہر دو دیوان ریختہ اوس سے یادگار اور حلیۂ طبع سے محلی ہوکر اکثر نواح ہندوستان مین منظور سخن سنجان روزگار ہین دو تین برس ہوے کہ دُر درتن کو خاک مین ملا کر صافت کوثر و تسنیم کے شوق مین باغ جنان کی طرف راہی ہوا یہ چند شعر اوسکے مرقوم ہوتے ہین

اب عشق و عاشقی کا زمانہ نہین رہا / جاتا رہا وہ وقت وہ ہنگام ہو چکا

ہوشیاری نے ستمگر تری بیہوش کیا / تری گفتار نے ظالم مجھے خاموش کیا

گل کو دیکھا تو بندھا عارض رنگین کا خیال / غنچہ گر باغ مین دیکھا تو دہن یاد آیا

ناز بیجا اوٹھائیے کس کے / اب نہ وہ دل نہ وہ دماغ رہا

کب مٹا عشق کا نشان دل سے / زخم اچھا ہوا تو داغ رہا

ہم آفتاب بام ہین یا ہین چراغ صبح	کیا اعتبار شام گئے یا سحر گئے
رکھدیا سر کو پاے قاتل پر	مرتے مرتے بھی جی چلا بیٹھے
خاک ہوکر ہی ہم اوٹھین تو اوٹھین	اتنو در پر تمھارے آ بیٹھے

رنگین

رنگین تخلص سعادت یار خان اسکا پدر بزرگوار طہماسپ بیگ خان تورانی سات برس کی عمر مین روم سے ہندوستان مین آیا اور پیشگاہ عنایت سلطانی سے منصب ہفت ہزاری و خطاب محکم الدولہ طہماسپ بیگ خان اعتضاد جنگ بہادر سے سرفراز ہوا ہرچند یہ صاحب منصب شہزادگی مین سرہند مین متولد ہوا لیکن ایام صبی سے دم واپسین تک خاک پاک شاہجہان آباد رشک افزاے بہشت بنیاد مین بسر کی گوکہ گاہ گاہ بطریق سیاحت کے اطراف و جوانب کی طرف متوجہ ہو کر لطف سفر سے بہرہ مند اور چندے شاہزادہ گردون شکوہ مرزا محمد سلیمان شکوہ کی ملازمت سے ارجمند ہوا اوائل حال مین شاہ حاتم سے تربیت پائی اور فن شعر کو اوسکی خدمت مین کسب کیا جب شاہ موصوف نے وفات پائی پھر کسی سے اصلاح شعر کا اتفاق نہوا اور ہمیشہ اپنی زور طبع کے اعتماد پر آپ اپنے سخن مین حک و اصلاح کی یہ بات اوسکی تراکیب سخن سے ظاہر اور اوسکی بندش الفاظ باہر ہی کثرت مشق سے دفتر دفتر اشعار کا لکھنا اوسکے نزدیک ایسا تھا جیسے رقت مداد کے سبب سے کبھی زبان قلم سے ایک قطرہ بے اختیار کاغذ پر تراوش کرے اخیر عمر تک اس شہسوار عرصۂ سخن کے قلم کی سیر مثل جنازہ سوار کے لاینقطع رہی ہرچند اس مرد سنجیدہ نے اپنی زور طبع سے سخن کو موزون کیا لیکن اور کسیکا مقدور نہین کہ اوسکے مجموعۂ سخن کو ترازو مین وزن کرسکے بیشۂ سخنوری مین ببر ژیان اور نیستان سخن مین شیر غران تھا مضامین نازک اوسکے صریر قلم کو نعرۂ شیر سمجھکر شگاف خامہ سے سر باہر نہ نکال سکتے تھے اس سرمایۂ سخن کی عمر کا سرمایہ چار دیوان ہین اول مسمے بدیوان ریختہ اور دوسرا دیوان مسمے بدیوان بیختہ اور اس دیوان کی ہر زمین مین دو غزلہ کا التزام اور اپنے زعم کے موافق شستگی الفاظ و پاکیزگی عبارت مین نہایت اہتمام کیا ہی تیسرا دیوان مسمے بدیوان آمیختہ اور اسمین صرف ہزل گوئی کی داد دی ہی چوتھا دیوان ریختی کا مسمی بدیوان انگیختہ اور ان چار دیوان کا نام چار عنصر رنگین ہی اور سواے دواوین اربعہ کے چند کتب اور یعنے مثنوی شاہزادہ عجبین اور رانی سری نگر کے حال مین اور ایک مثنوی مسمے بہ ایجاد رنگین و نسخۂ مجالس رنگین

اور رنگین نامہ مجموعہ ہے جواب ہین اور ایک فرسنامہ علم فروسیت مین اوس جامع انواع
سخن سے یادگار اور ان سب کتابون کا نام نورتن ہے دیوان دوم کے دیباچہ مین کہ زبان
اردو مین اس رنگین نگار چابک رقم کا لکھا ہوا ہے ریختی کو اپنا ایجاد بیان کیا ہے راقم کے
نزدیک یہ مین تو ادعاے محض ہے اسواسطے کہ انشا اللہ خان نے بہت ریختیان مشہور اور
السنہ عوام پر مذکور ہین لیکن اسمین شک نہین کہ اس ظریف طبع شوخ مزاج نے ابیات
ریختی کو ریختہ کا قصر تصور کرکے اسی شبستان مین اپنا گھر بنا لیا تھا اور اوسکی ریختی نے اسقدر
شہرت پائی تھی کہ انشا اللہ خان کی ریختی اہل روزگار کی خاطر سے فراموش ہو گئی تھی اگر
راقم سے پوچھیے تو انشا اللہ خان نے ریختی کی اول بنا ڈالی اس معمار سخن نے اس بنا کو
بلند بلکہ تمام کیا اوسکے بعد جان صاحب لکھنوی نے اس عمارت مین صفائی و رنگینی زیادہ کی
نازنین نے اس محل کو اپنی جلوہ گاہ بنایا اور اس قصر دلنشین کو کمال زینت سے
حجلۂ عروس کر دیا رنگین شیرین کلام میدان سخن مین تو یکہ تاز تھا ہی لیکن فن شہسواری مین
ایسا کمال تھا کہ اگر فی المثل اسپ چوبین اوسکے زیر ران ہوتا اس طرح کا چالاک ہو جاتا
کہ اگر نگاہ تماشائی اس سے ہم جولان ہوتی نصف راہ مین رہ جاتی اور فن فروسیت مین
یہ مہارت تھی کہ گھوڑے کے نعل پا سے اوسکا ارادہ معلوم اور نشان سم سے عیب و صواب
مفہوم ہو جاتا فرسنامہ اوسکے کمال پر گواہ اور اس سخن کا شاہد ہے یہ چند شعر
اوسکے کلام سے انتخاب ہوے

رابطے بہت تھے ہائے جواب بہت کم کر دیا
سچ بتاؤ تمکو صاحب کس نے برہم کر دیا

یہ طفل اشتیاق مرا ہو گیا ہے کچھ اتنا
نہین ہے اسکی مری چشم اشکبار مین جا

پڑا ہے تیرے کوچے مین کیون شہید نگہ
مگر اسے نہین ملتی کسی دیار مین جا

کیا کرتے ہو صبح تم نصیحت رات دن مجکو
اوسے بھی ایک دن تم جا کے سمجھاتے تو کیا ہوتا

مجھے جو دیکھتا ہے آج کل کہتا ہے وہ ہنسکر
نظر آتا ہے مجکو اندنون تو کچھ مکدر سا

دل بغل سے لیگئی رنگین وہ دزدیدہ نگاہ
ورنہ دل دیتا ہے کون اپنا کسیکو جانکر

چھب تھی کیسی کیسی ستم تراش
سب سے تری نرالی ہے کچھ اے صنم تراش

تھی ہوس پر دیدہ کی رنگین کہ پھر بھی بعد مرگ
رہگئین آنکھین کھلی حیرت سے قاتل کی طرف

تھا عشق مین بازی لگا بیٹھا کسی بچھڑے پر
بساط اپنی مین تھا ایک نقد دل سو ہار بیٹھے

وسیلہ سے بہت کارگر اور نہایت موثر دیکھی گئی ظرافت طبع کا یہ حال کہ اس قول مشہور کے
موافق الہزل فی الکلام کالملح فی الطعام کوئی سخن لطیفے سے خالی نہوتا اس مقام مین خامۂ خام
رقم ایک حکایت طرفہ اور ایک نقل غریب لکھتا ہی کہ ایک شخص کی زوجہ نے بیس برس پہلے اس
واقعہ سے انتقال کیا تھا اور اوس نافہم سے کسی منجم ظریف طبع نے یہ کہا تھا کہ بعد ایک مدت کے
ایک شخص سے تجکو ملاقات ہوگی اور اوسکی شکل و شمائل بھی بیان کردی اور کہا وہ شخص
تیری زوجہ کو کشور عدم سے پھر دار الملک وجود مین لے آئیگا حسب اتفاق اوس نے حافظ
موصوف کو ایک جگہ کسی تقریب سے دیکھا اور وہ صفات اپنے وہم کے موافق اسی بزرگوار مین
فراہم پائین پاؤن پہ گرا اور مدعا بیان کیا اس بزرگوار نے اول تو انکار محض کیا اور یہ کہا
کہ ظالم ایسی حرکات سے توبہ کر اور اس عقیدۂ فاسد کو دل سے نکال کہ یہ امر سوائے رب قدیر کے
کسی کی حیز قدرت مین نہین آوسکو اوس منجم کا قول ایسا خیال مین جما ہوا تھا کہ اس کلام
کو عذر لنگ سمجھا اور ہرگز نہ مانا اوس وقت بعض آشناؤن کے اشارے اور اپنی ظرافت طبع کے
اقتضا سے کہا کہ یہ کام دیوالی کی شب کے سوا اور ایام مین ممکن نہین کہ سرانجام ہو وہ شخص
ہر ایک دیوالی کی شب اپنے مدعا کے واسطے حاضر ہوتا اور یہ شرین سخن اوسکو لطائف الحیل سے
اسطرح ٹال دیتا کہ اوسکا الزام بھی اوسیکے ذمے ہوتا یہ مخمصہ بارہ برس تک یوہین چلا گیا
اور اوسکو وہم تک نگذرا کہ یہ عذر واقعی ہی یا نتیجۂ ظرافت کہتے ہین کہ ایک شخص نے ایک طفل
کو بارہ برس تک شیر سے محروم رکھا اور اوسکے لب کو نالہ سے آشنا اور چشم کو آب گریہ سے
تر ہونے دیا یہ حکایت اس چالاک طبع پہ صادق آتی ہی طرفہ یہ ہی کہ باوجود اس حرب
زبانی کے گرد طمع اوسکے دامن حال پہ نہ بیٹھتی تھی حصول ما یحتاج پر کہ رزاق مطلق کی
رزق رسانی کے وسیلے سے احسن وجہ سے حاصل ہونا قانع تھا گاہ گاہ فکر شعر کی طرف
بھی ملتفت ہوتا سخن اوسکا کم تو ہی لیکن سنجیدہ ہی ماہ جمادی الاولی بارہ سو سنہ ہجری مین
عالم فانی سے رحلت کی اور سینۂ احباب پہ داغ مفارقت کو رکھا دو چار شعر راقم کو
یاد تھے مرقوم ہوے

دکھلاؤن چارہ گر کو جو زخم جگر تو وہ | رو رو کے یون کہے ہی کہ اسکا نہین علاج
زاہد یون دیتا ہون تسکین اس دل غمناک کو | اب کوئی لاتا ہی اوس نا آشنا بیباک کو
آشنا ہوتی ہی اوس لب سے جو دشنام تو ہم | دل مین کہتے ہین کہ دشنام ہمین کیون نہوے

اوسکا اور ظاہر پہ پڑ گیا تاکہ وہ نظر صافی جو پردگیان معنی کی تماشائی تھی نظارہ خسائس ظاہری سے
آلودہ نہو مختلف فرقون سے صحبت واقع ہوئی اور ہر ایک کا فیض اس طرح سے اخذ کیا
کہ کملا اوسی قوم کے اوس بزرگ کی ذات غرائب سمات کو مغتنم جاننے لگے علم موسیقی کے
دقائق کو اس طرح سے معلوم کیا تھا کہ اگر کسی کامل فن کے گانے یا بجانے کے وقت اوسکے
سر تحسین کو جنبش یا زبان کو گردش ہوتی اوسکو اپنے کمال پہ وست آویز بہم پہونچتی اور اگر
بہ ماہر فن زبان تکلم کو ساکت کرتا ہر چند ارباب محفل سب باتفاق حرف آفرین پر شور حشر
برپا کرتے اوسکو اپنی استعداد مین شک آجاتا شاعر کا یہ کلام واقعی ہے

صائب دو چیز مے شکند قدر شعر را		تحسین ناشناس و سکوت سخن شناس

صرف اور نحو اور کچھ رسائل منطق بھی زبان عربی سے آشنا ہونے کیواسطے پڑھے تھے اور
اسیقدر استعداد پہ بعضے اوقات اشعار عربی مین باعتبار ترکیب نحوی کے سواے معنی
ظاہر کے کچھ اور ایسی توجیہ کرتا کہ سامع کو یکایک حیرت ہو جاتی اور تمام تفسیر حسینی اور کتب
حدیث مین سے صرف نصف مشکوۃ پڑھی تھی اور طرفہ یہ ہے کہ حافظہ کی خوبی سے اس نصف کی
سب حدیثین از برا ور مثل آیات قرآنی یاد تھین ذہن کی رسائی سے صحاح ستہ مین سے
جو حدیث عرض کیجاتی اوسیقدر استعداد کے زور سے اوسکو حل کر دیتا اور غالبًا دیکھا گیا
کہ وہ تحقیق شائبہ خطا سے پاک ہوتی تھی مذاق شعر فہمی ایسا تھا کہ فارسی کو فارسی اور
ریختہ کو ریختہ کے مرتبے مین سمجھکر اوسکی ایسی داد دیتا کہ جان سخن سے آفرین نکلتی اور شاعر
کو یقین ہوتا کہ مخاطب صحیح اسکے سوا منصہ وجود پہ جلوہ گر نہین ہے کتب درسیہ فارسی مثل
سہ نثر ظہوری اور چار عنصر بیدل کے اکثر مقامات اور بعض دواوین مثل دیوان ناصر علی
اور اکثر مقامات دیوان جلال اسیر جناب اوستادی مولائی مولوی امام بخش صہبائی
سلمہ اللہ تعالے سے پڑھکر اس فن مین استعداد معقول بہم پہونچائی تھی اور اکثر اشعار
جلال اسیر کے مولوی منصف علیخان مرحوم سے جو دقیقہ فہمی کلام کملاے زبان فارسی خصوصًا
جلال اسیر مین اپنی زعم کے موافق آپ کو یگانہ روزگار جانتا تھا حل کیے تھے ان فنون کے
سوا دقائق صناعت کیمیا اور علم دعوت سے بہت واقف کیمیا گر اور رمھوسان کہنہ سال کو
تکلم کے وقت اوسکی اکسیر سازی پر یقین ہو جاتا تھا لیکن اس بات مین سواے سخن آرائی کے
اوسے کچھ نہ تھا مگر اعمال مین البتہ کچھ سخن نہین ہے بعض عمل ممنت کشی اور اداے زکوۃ کے

وسیلہ سے بہت کارگر اور نہایت موثر دیکھی گئی ظرافت طبع کا یہ حال کہ اس قول مشہور کے
موافق الهزل فی الکلام کالملح فی الطعام کوئی سخن لطیفے سے خالی نہوتا اس مقام مین خامۂ خام
رقم ایک حکایت طرفہ اور ایک نقل غریب لکھتا ہی کہ ایک شخص کی زوجہ نے بیس برس پہلے اس
واقعہ سے انتقال کیا تھا اور اوس نافہم سے کسی منجم ظریف طبع نے یہ کہا تھا کہ بعد ایک مدت کے
ایک شخص سے تجکو ملاقات ہوگی اور اوسکی شکل و شمائل بھی بیان کردی اور کہا وہ شخص
تیری زوجہ کو کشور عدم سے پھر دار الملک وجود مین لے آئیگا حسب اتفاق اوس نے حافظ
موصوف کو ایک جگہ کسی تقریب سے دیکھا اور وہ صفات اپنے وہم کے موافق اسی بزرگوار مین
فراہم پائین پاؤن پہ گرا اور مدعا بیان کیا اس بزرگوار نے اول تو انکار محض کیا اور یہ کہا
کہ ظالم ایسی حرکات سے توبہ کر اور اس عقیدۂ فاسد کو دل سے نکال کہ یہ امر سواے رب قدیر کے
کسی کی حیز قدرت مین نہین آوسکو اوس منجم کا قول ایسا خیال مین جما ہوا تھا کہ اس کلام
کو عذر لنگ سمجھا اور ہرگز نہ مانا اوس وقت بعض آشناؤن کے اشارے اور اپنی ظرافت طبع کے
اقتضا سے کہا کہ یہ کام دیوالی کی شب کے سوا اور ایام مین ممکن نہین کہ سرانجام ہو وہ شخص
ہر ایک دیوالی کی شب اپنے مدعا کے واسطے حاضر ہوتا اور یہ شیرین سخن اوسکو لطائف الحیل سے
اسطرح ٹال دیتا کہ اوسکا الزام بھی اوسیکے ذمے ہوتا یہ مخمصہ بارہ برس تک یونہین چلا گیا
اور اوسکو وہم تک نگذرا کہ یہ عذر واقعی ہی یا نتیجۂ ظرافت کہتے ہین کہ ایک شخص نے ایک طفل
کو بارہ برس تک شیر سے محروم رکھا اور اوسکے لب کو نالہ سے آشنا اور چشم کو آب گریہ سے
تر ہونے دیا یہ حکایت اس چالاک طبع پہ صادق آتی ہی طرفہ یہ ہی کہ باوجود اس حب
زبانی کے گرد طمع اوسکے دامن حال پہ نہ بیٹھتی تھی حصول ما یحتاج پہ کہ رزاق مطلق کی
رزق رسانی کے وسیلے سے احسن وجہ سے حاصل ہوتا قانع تھا گاہ گاہ فکر شعر کی طرف
بھی ملتفت ہوتا سخن اوسکا کم تو ہی لیکن سنجیدہ ہی ماہ جمادی الاولی بارہ سو سنہ ہجری مین
عالم فانی سے رحلت کی اور سینۂ احباب پہ داغ مفارقت کو یہ کہا دو چار شعر راقم کو
یاد تھے مرقوم ہوے

دکھلاؤن چارہ گر کو جو زخم جگر تو وہ	رو رو کے یون کہے ہی کہ اسکا نہین علاج
زاہد یون دیتا ہون تسکین اس دل غمناک کو	اب کوئی لاتا ہی اوس نا آشنا بیباک کو
آشنا ہوتی ہی اوس لب سے جو دشنام تو ہم	دل مین کہتے ہین کہ دشنام ہمین کیون نہوے

نہ تو آنکھون مین خواب آتی ہی	اور نہ کچھ دل مین تاب آتی ہی

زاہد تخلص خواجہ ولایت حسین سوائے اسکے کہ مقیم آگرہ اور شاعر اعظم تخلص کا شاگرد ہی حال معلوم نہین یہ دو تین شعر اوسکی غزل سے انتخاب ہوے

خدا کے واسطے فرقت زدون کو مت چھیڑو	نہ پوچھو یہ کہ کٹی کس طرح ہماری رات
کسی فریب سے بھی مین نہ جا سکا در تک	غضب کی تھی ترے کوچہ مین ہوشیاری رات
وہ رشک ماہ شب چار دہ جو ہو بر مین	تو کیسی چین سے زاہد کٹے ہماری رات

زر تخلص شیخ بلاقی ابن شیخ سعد اللہ ولد شیخ بلند وطن اصلی ابا و اجداد کا بلدہ لاہور ہے جد بزرگوار اس پسندیدہ اطوار کا انقلاب روزگار و گردش چرخ دوار سے موضع کوہانہ مین وارد ہوا اور اوسی سرزمین مین قیام کیا کبھی پیشہ سپاہگری اور گاہے کار زراعت کو وسیلہ تحصیل معاش ٹھہرایا اس بزرگ نے والد ماجد کی وفات کے بعد پیشہ سادہ کاری شیخ امام بخش سادہ کار دہلوی سے کہ اس فن مین شہرہ آفاق ہی کسب کر کے خاک اکبر آباد کو مسکن مقرر کیا اگرچہ سیم و زر کے صفائح پر سادہ کاری کرتا ہی لیکن صفحہ کاغذ اوسکا نقش و نگار معنی سے رشک ارژنگ و غیرت کارنامہ بہزاد ہی نسبت تلمذ کی مرزا حاتم علی مہر اور مرزا عنایت علی ماہ سے رکھتا ہی یہ دونون بزرگوار باہم اخوت حقیقی رکھتے ہین یہ چند شعر اوسکے دفتر اشعار سے منتخب ہوے

دل مین جگر مین سینے مین یکسان ہی درد گنج	ای چارہ گر بتاؤن کدھر کم کدھر بہت
سیم تن جان لیکے چھوڑینگے	اپنا ای زر ذرا سنبھالو دل
کبک و طوطی مین کچھ کمال نہین	اون مین تیری سی بول چال نہین
مجھ سے کہتے ہو مرے گھر سے نکل باہر ہو	کب مین باہر ہون بھلا آپ کے فرمانے سے
خوف افلاس نہین سیم تنو نکو ای زر	زرق و برق آنکو ہوگی ہی مرے پالنے سے
گانٹھ مین کوڑی نہین الفت پریزادون کے ساتھ	زر تجھے سودا ہی کیا تیرا خیال خام ہی
کونسی صورت ہی ملنے کی بتون سے یہ بتا	وہ تو طالب زر کے ہین اور یہان خدا کا نام ہی

زکی تخلص محمد مہدی علی ساکن مراد آباد مرد شیرین سخن ظریف طبع خوش کلام تیز فکر طرز سخن اوسکا دلپسند مادہ تاریخ بہم پہونچانے مین بے مثل و مانند بیشتر لکھنؤ مین رہا اور ارباب کمال کی ملاقات سے فیض یاب ہوا ایک عرصہ ہوا کہ نواب مصطفے خان بہادر

شیفتہ تخلص کے مکان مین بزم شعر خوانی منعقد ہوتی تھی اوسی اثنا مین یہ سخن سنج بھی حضرت دہلی مین وارد تھا راقم نے ایک روز مشاعرہ مین اوسکی صورت سے آشنائی اور اوسکے سخن سے دلبستگی بہم پہونچائی اب ایک مدت سے اس نگر مین اوسکا قدم رنجہ نہین ہوا یہ اشعار اوسکے نتائج افکار سے مرقوم ہوتے ہین

کھولون ہوا پہ گرہ جو طبع سلیم کا
بس جائے بوئے مشک سے دامن نسیم کا
اک پری پوش پر دل ان روزون جو ہی آیا ہوا
ہر طرف پھرتا ہون دیوانہ سا گھبرایا ہوا
آج تو انداز باتونکا ترا کچھ اور ہے
پا گئے ہم بھی کہ ہے غیرون کا سکھلایا ہوا
بند قبا سے کھل ہے اوسکے بدن مین آج
سوسن کا گل کھلا چمن یاسمن مین آج
چنگاریان سی اوڑتی ہین اپنے سخن مین آج
گویا ستارہ ریز زبان ہے دہن مین آج
جوہر تھے مجھ مین سب ملکوتی خصال کے
انسان بنا کے کیون مری مٹی خراب کی

زیب تخلص مرزا جمال الدین عرف مرزا کلن ابن مرزا بہادر ابن مرزا بختاور بخت ابن مرزا محمد عالیجاہ ابن حضرت عالمگیر ثانی شیخ ابراہیم ذوق سے فن شعر کا استفادہ کیا ہے اوسکے اشعار سے یہ چند شعر منتخب ہوے

لہو مین بھر کے جو دامن کو اپنے یار آیا
یقین ہے آج کسی بے گنہ کو مار آیا
ہمارا جوش جنون وہ ہے جسکے ہاتھون سے
نظر کفن کا بھی ثابت نہ ایک تار آیا
تھے معشوق ہین خود سر کہ کسیکو اے زیب
ہمنے دیکھا نہین انسے کبھی بر سر آتے
زندگی دیکھیے ہو ہاتھ سے دل کے کیونکر
اسکے آتے ہین نظر اور ہی اطوار مجھے
دیدہ و دل نے مرے مجھکو ڈبویا ورنہ
تھا ترے عشق سے کیا یار سروکار مجھے
بعد ایک عمر لگی آنکھ ذرا سونے دے
نکر اے شور قیامت ابھی بیدار مجھے

زیرک تخلص حافظ قلندر بخش ساکن پانی پت تحصیل علم شاہجہان آباد و لکھنؤ مین کی اشعار ریختہ و فارسی دونون اوسکے باغ طبع کے ثمر ہین درس ہا ہین عالم عربی مین عالم تخلص کرتا ہے اوایل مین اشعار اردو مین مبہم تخلص کرتا تھا اور غرور علم و فضل سے دماغ اوسکا آسمان برین سے ورے نہین ٹھہرتا ہے یہ شعر اوسکا بہم پہونچا

زیرک شباب ہی مین ہے کچھ لطف زندگی
یہ عیش پھر کہان جو جوانی گذر گئی

باب السین المہملہ

سالک تخلص سالک مسالک ارشاد و ہدایت مرزا خجستہ بخت مغفور ابن حضرت شاہ عالم بادشاہ انار اللہ برہانہما خاصے قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین سید عماد الدین المعروف بہ میر محمدی قدس سرہ العزیز کی سلک مین منسلک اور باوجود ناز و نعم شاہزادگی کے مجاہدہ اور ریاضات نفس مین منہمک طریقہ سخن گستری مین حضرت احسان غفران مآب سے ارشاد طلب ہوے تھے یہ شعر تیمنًا مرقوم ہوا

مت دیکھ حقارت سے میرے گریہ کو ظالم
یہ اشک مسلسل نہین موتی کی لڑی ہین

سالک تخلص قربان علی مرد اشراف اور نیک نہاد صاحب طبع اور خاندانی بجیا ہی پہلے اپنے نام کی مناسبت سے قربان تخلص اور مومن خان مومن تخلص جوم سے مشورہ سخن کرتا تھا اب مرزا اسد اللہ خان غالب کی شاگردی کی راہ مین سلوک کرتا ہی تخلص سالک مقرر کیا یہ چند شعر اوسکے مرقوم ہوتے ہین

جلوہ سے اوسکے رہا صبح تلک مین بیہوش
اوسنے اس طرح ہوا وصل کہ گویا نہوا

مت پوچھ سبب گریہ کا ای شیخ حرم مین
یہ گھر بھی کبھی غیرت بتخانۂ چین تھا

یون عمر گزاری تری فرقت مین کہ ہردم
جینے کا گمان تھا مجھے مرنے کا یقین تھا

آج اوسکا یہ عالم ہی کہ لب تک نہین آتا
وہ نالہ کہ کل رخنہ گر چرخ برین تھا

قتل قاصد پہ گلا کیا اوس جفا کردار کا
خون ناحق روز ہوتا رہتا ہی وان دو چار کا

کیا کہا ہی مین نے حال دل کہ ہو کر بیدماغ
آپ کہتے ہین غم ایام کا دفتر کھلا

سمجھے کیا ناتوانی مانع پرواز ہی
ورنہ دروازہ قفس کا رہگیا اکثر کھلا

یہی طول شب غم ہی تو سالک
قیامت ہمپہ گذریگی سحر تک

نسبتین اپنی وصل مین ہی ہی
اور کہنا ترا کہ آج نہین

ای نالہ پردہ ہای فلک پھونکدے تمام
کچھ تو ادھر کا راز بھی ہو عیان مجھے

ترک عشق اور مین غلط سالک
کون پکڑے زبان خلقت کی

سپہر تخلص دوست صادق الوداد راسخ الاتحاد سرمایہ سرور دل وجان باعث مسرت قلب وجنان مقبول انام شتاب خان کہ راقم تذکرہ سے رشتہ محبت کو محکم اور قواعد الفت کو مستحکم رکھتا ہی جادۂ اخلاص مین گرم رفتار اور دعوی صداقت

مین راستی گفتار شایستگی ایک خلعت ہے اوسکے قامت احوال پہ راست اور اہلیت ایک نقد ہے اوسکے گنجینہ اوضاع مین ہے کہ ذکاوت رسا استقامت فکر اور سلاست طبع اور دورگردی خیال کے اوصاف کا بیان زبان خامہ پیچ گفتار کی مجال سے باہر ہے اصلاح شعر صابر دل سوختہ محبت سے لیتا ہے اگر تلمذ کی نسبت میرے ساتھ درست نرکھتا تو مین کہتا کہ اوسکا کلام فرط شیرینی صفحہ قرطاس کو کلہ قند اور لب اعتراض کو بند کرتا ہے اور اوسکا سخن کثرت ملاحت سے مذاق جان احباب مین لذت رسان اور زخم دل اعدا پر نمک فشان ہے ابیات عرائس معنی کے لیے شبستان اشعار پردگیان مضامین کے واسطے ایوان یہ چند شعر لکھکر اوسکے محاسن کلام سے آگاہ کرتا ہو

کیا ہوا گر دہن یار نے چھڑکا نہ نمک
بخت کی برگشتگی دیکھو کہ کہتے ہین وہ آج
ای شور حشر جا کہ مجھے آ گئی ہی نیند
مے کے پینے سے خدا کا مین گنہگار رہا
خون ہو ہو کے بہا دل تو بلا سے لیکن
نام کا بھی نہ ذرا پاس کیا ہاے سپہر
ناتوانی مین بڑھا سودا اترے دلگیر کا
دیکھتے تھے جون ہلال عید مشتاقان قتل
ہو ترا بند قبا یا دل ہی غیرونکا کہ یون
اس برے لکھے کی گر ہوتی خبر مجکو تو مین
ہو غریق رحمت حق وہ عجب انسان تھا
حسن کی نیرنگیان دیکھو کہ ہم صحبت سے اوس
ٹھہرتا گر کوئی دم تو مجھے چین آجاتا
اوسکو ظالم جو کہا مین نے تو ہنسکر یہ کہا
تیرہ بختی بھی عجب شی ہی کہ سایہ کی طرح
مین نے مانگا دل تو یون بولا ٹپک کرنا ز سے
کیا تماشا ہے کہ پہونچا تیرے دل تک وہ غبار
آنکھ اوٹھا کر بھی نہ دیکھا اوسنے نرگس کی طرح

دل تنگ ظرف کا شرمندہ احسان نہوا
آتے آتے غیر کی خاطر سے اولٹا پھر گیا
کیون تو نے غل کیا کہ مین بیدار ہو گیا
محتسب تو مرے کیون درپی آزار رہا
سرخ رو تجھسے تو اے دیدۂ خونبار رہا
چرخ میرے ہی سدا درپی آزار رہا
دیکھیے اوٹھتا ہی کیونکر بوجھ اب زنجیر کا
ایک جھلکا سا ہوا تھا کل تری شمشیر کا
کام سے جاتا رہا ناخن مری تدبیر کا
تھام لیتا ہاتھ اپنے کاتب تقدیر کا
میکدہ کی پہلے جو موجد ہوا تعمیر کا
زلف کافر ہو گئی اور رخ مسلمان ہو گیا
ہاے افسوس کہ چارہ مرے دل کا نہوا
تجکو ظالم بھی میسر کوئی مجھسا نہ ہوا
مین کسی روز جدا تجھسے خود آزار نہوا
یہ دل صد چاک تیرا کس کے بالون درکار تھا
تیرے دامن تک پہونچنا جسکو اک دشوار تھا
جبکہ اے بیدید تیری چشم کا بیمار تھا

کیون رنج دیا تو نے عبث آنکھ ملا کر
رکھا یاد تم نے مرے بھولنے کو
ہم بوسہ پہ لیجیے جان و دل کہ اسمین تو
نہ پھیرا لیکے اب تلک کوئی
ہم تمسے بیخبر ہون تو کیا کچھ کرو سپہر
ظالم یہ تیز تیز نگاہین تری مدام
ہوا ہی کسکا کہ ہوگا تمھارا اب وہ سپہر
بے حوصلہ سمجھ کے وہ ہنستا ہی اے سپہر
کھلے نہ ہجر مین لب وصل کی دعا پہ سپہر
دل ہو تو خار گل سے ہو کچھ ربط کی ہوس
کیون انکی بندگی کو دل اب جانتا ہی فرض
اس بندگی پہ اپنی وہ ناآشنا مزاج
کچھ یہ بھی شوخیان ہین کہ رفتار سے تری
ساغر کشی سے ہاتھ اوٹھاؤن مین کسطرح
حیران ہون کہ کیا ہی ترا حال اے سپہر
اپنا جو گذارا ہو تو کس طرح ترے پاس
تکلیف نماز اور ہین زاہد سے عجب ہی
اتنا تو نکر ہمسے تغافل کہین کیا ہم
وس غیرون مین آبیٹھے اگر ہم بھی تو کیا ہی
ہمکو نہ سپہر اتنے کہ خو اوسکی ہی نازک
بیٹھے ریون مین نالہ کرین یا بکا کرین
ہوتا ہی کیون تلاش بتان مین خراب دل
دنیا سے کام رکھین نہ عقبیٰ سے ہم سپہر
سمجھا دنگا ہمارا دامن ترا اوسکی آتش کو
شب مہتاب مین جسن لیے

گھر دل کا ملانا تجھے منظور نہین تھا
عجب لطف کا ہی یہ نسیان تمھارا
فائدہ تمھارا ہی اور ہمرہ زیان اپنا
رفتگان رہ عدم سے جواب
غفلت مین دو گھڑی کی تو کھو بیٹھے جان آپ
کھٹکے ہین دل مین تیر کے پیکان کی طرح
عبث نہ کیجیے آپ اپنی زندگانی تلخ
روتا ہون جسکے سامنے کہکر مین ہاے دل
بتون کو مانگتے ناوان خدا سے کیونکر ہم
اب ناتوانیون کا ہمین تو گلا نہین
یہ بت بھی آدمی ہی تو ہین کچھ خدا نہین
ملتا ہی ہمسے یون کہ ذرا آشنا نہین
ہی کونسی جگہ کہ قیامت بپا نہین
زاہد نہین ہین شیخ نہین پارسا نہین
ہی کونسی بلا کہ تو اوسمین پھنسا نہین
وہ بزم نہین جسمین کہ اغیار نہین ہین
بیٹھے ہوے کچھ ہم بھی تو بیکار نہین ہین
اے نرگس فتان ترے بیمار نہین ہین
ایسے تو کچھ ان لوگون مین ہم خوار نہین ہین
کچھ آپ ابھی ایسے تو سرشار نہین ہین
یہ بھی نہ ہم کرین تو کہو اور کیا کرین
چل اپنے گھر مین بیٹھ کے یاد خدا کرین
کب تک ادھر ادھر کے یہ قصے سنا کرین
جہنم سے نہین کچھ خوف رندان قدح کش کو
اندھیرے مین تو بٹھایا بزم مین خوبان مہوش کو

کرتا ہی ذبح ہمکو تو اپنے ہی ہاتھ سے
لاویگا اک جہان پہ تو آفت ای سپہر
ہم لطف سے تو گذرے پہ تیرا جفا شعار
لینا ہی امتحان تو اب لے کہ پھر کہین
فلک دکھاے تھا ایک شعبدہ ہنا مجکو
تنبون کے ہاتھ سے یہ تنگ ہون کہتا دم مرگ
ملا ہون جب سے کہ تجھ بیوفا سے ای بے مہر
کچھ آج کل مرے دل مین گذرتے ہین اغیار
سپہر گریہ و زاری کا کیا سبب ہی مدام
جبکہ کوچے مین ترے باد صبا جاتی ہی

تیری جفا تہا کہ نکیونکر پسند ہو
کڑہتا ہون تیرے لب سے نہ نالہ بلند ہو
یہ بھی بڑا ستم ہی کہ ہم پہ ستم نہو
تو آئے تیغ کہینچ کے اور مجھ مین دم نہو
پر اب دکھا کے تجھے کیا دکھائیگا مجکو
گلی مین اونکی نہ لیجائے پھر خدا مجکو
برا ہی کہتے ہین سب دوست آشنا مجکو
کھلا نہ آنے کا یان اونکے مدعا مجکو
تو اپنے حال سے آگہ تو کر ذرا مجکو
آکے گلشن مین نیا گل وہ کھلا جاتی ہی

سحاب تخلص کنور گوپال سنگھ خلف الصدق راجہ سالک رام شاگرد غلام مولے عرف مولا بخش قلق تخلص نوجوان سعادتمند اخلاق حمیدہ و اطوار پسندیدہ مین یگانہ ہی باوجود کم مشقی کے لطف زبان اور دلچسپی طرز خداداد ہی یہ دو شعر کہ مذاق طبیعت مین خوشگوار ہین مرقوم ہوے

شمع رو رو کے سر بزم یہ کہتی تھی کہ ہاے
ای دل رفتہ مگر جان پہ کچھ آن بنی

خاک کرتی ہی مری گرمی بازار مجھے
چارہ گر اب نظر آتے ہین عزادار مجھے

سحر تخلص سخن ور شیرین زبان احمد علیخان ابن کرم علی خان نوجوان خوش اسلوب سعادت نشان کتب درسیہ فارسی جناب استادی مولوی امام بخش صہبائی سے پڑھی ہین ہر چند شعر ریختہ مین کسی سے اصلاح نہین ہی بلکہ اظہار سخن کمتر وقوع مین آتا ہی لیکن بزور استعداد اور حسن طبیعت سے کلام بامزہ و لذیذ ہی یہ دو شعر اوسکے طبع زاد ہین

تسخیر نہون کیونکر سحر اپنے یہ آتش رخ
ہوے زخمی مژہ کے اور نگاہ چشم دلبر کے

سیکھا ہی فسون ہمنے اوس نرگس فتان سے
نہین محتاج ہم نوک سنان و آب خنجر کے

سرور تخلص اعظم الدولہ نواب میر محمد خان خلف الرشید نواب ابو القاسم خان امرائے مشہور اور روساے معروف شاہجہان آباد حرسہا اللہ عن الشر و الفساد سے تھا

علوم ضروری سے آگاہ اور فن شعر مین صاحب دستگاہ . تہذیب اخلاق سے بہرہ ور سخن فہم
معنی گستر استعداد علمی کی بہرہ سے شعر کو سنجیدہ . اور سخن کو فہمیدہ کہتا تھا مشق شعر محمد جان بیگ
سامی سے کی تھی اور تحصیل علم علماے نامی و فضلاے گرامی سے . ایک دیوان ریختہ اور ایک
تذکرہ شعراے ریختہ گو کا اوس سے صفحۂ روزگار پر یادگار ہی ایام مشاعرہ مین ہمیشہ
شاہ نصیر مرحوم کے مکان مین وارد اور شعر خوانی مین شعراے خوش سخن کے ساتھ شریک ہوتا تھا
راقم تذکرہ اوسی مشاعرہ مین اوس والا مرتبت کی ملاقات سے بہرہ یاب اور کلام نیاز انجام سے
کامیاب ہوا یہ چند شعر اوسکے نتائج فکر سے مرقوم ہوے

درون سینہ اتنو سانس نشتر سی کھٹکی ہی
بیان کچھ سی سے باہر ہی اپنی خستہ جانی کا

رخصت نہین ہی جنبش لب کی بھی اب مجھے
وہ بھی زمانہ تھا کہ جواب و سوال تھا

مانع امید وصل ہوئی ورنہ ہجر مین
قصہ ہی زندگی کا یہ سب انفصال تھا

وان کشمکش تھی پنجۂ شانے سے زلف کو
یان پیچ و تاب رشک سے جینا محال تھا

یہ ٹھہر چکی تھی کہ کبھی اوس سے نہ ملیے
اس بات پہ لیکن دل بیتاب نہ ٹھہرا

نشتر ہر خار ہی خون کف پا سے رنگین
کون یہ دشت مین ہی آبلہ فرسا پھرتا

صبح ہوتی نظر نہین آتی
شب ہجران ہی روز محشر کا

تشنہ کامی سے تجھے تو یہ کہ ہی
آبدار آہن اوسکے خنجر کا

ہی گلہ یہ مزا اوس شوخ بیوفا کا
بیگانہ سے ہی الفت دشمن ہی آشنا کا

اوس ناتوان کو شاید پہونچاے وان اوڑا کر
رہتا ہون منتظر مین ہر صبحدم صبا کا

ساقی گلفام جام مے نہ دینا بس مجھے
تیری گردش سے نگہ کی کام میرا ہو گیا

قاتل سے کرے دعوے خون روز قیامت
ایسا یہ کہان سرور رسوا ہے ہو کیونکر

دیوانے ہم نہین ہین جو فصل بہار مین
کہنے سے ناصحو نکے گریبان رفو کرین

ہجر مین چشم کو ہم اشک سے دولاب کی طرح
کرتے خالی ہین کبھو اور کبھو بھرتے ہین

پھرتی ہی مضطرب سی باد صبا چمن مین
بلبل بتا مجھے بھی کیا گل کھلا چمن مین

دیر و حرم مین اوسکا نپایا سراغ کچھ
کیجیے تلاش گوشۂ دل مین یہین نہو

رہون دیوانہ ہو کر شہر مین کیا مجکو سودا ہی
کفایت اس گریبان چاک کو داماں صحرا کی

سرور تخلص شہزادہ با تمکین مرزا عزیز الدین اولاد امجاد حضرت شاہ عالم بادشاہ

انا ر اللہ برہانہ اور داماد حضرت ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ وسلطانہ اور تلمیذ شیخ ابراہیم ذوق ہی مروت و اخلاق مین بےمثل اور اہلیت وسعادت مین بے مانند یہ دوچار شعر اوس بلند مرتبت کے نتائج طبع سے ہین

شمع رو تو ہو بے پردہ کہ پروانہ صفت
دیکھ محفل مین ابھی رشک سے جل جاؤنگا

تقدیر سے تو وہ بھی جفا کار ہی نکلا
جس پر کہ بھروسا تھا ہمین مہر و وفا کا

ہوتے ہین آپ چین بجبین بات بات پر
یہ ڈھنگ ہی تو ہو چکی صورت نباہ کی

یہ بھی سرور ترک کیا چاہتے ہین وہ
صحبت جو ہمسے اونسے ہی یہ گاہ گاہ کی

سرور تخلص مرزا افضل علی بیگ برادر حقیقی مرزا نیاز علی بیگ نکہت جوان وجیہ خوش ترکیب تھا مزاج مین ساز و باز اور طبیعت مین سوز و گداز شاہ نصیر مرحوم سے فن سخن مین تلمذ رکھتا تھا یہ شعر اوسکے نتائج طبع سے ہی

آج آتی ہمین ہی بانگ درا
ہمرہون نے کہین مقام کیا

سرور تخلص لچھمی رام پنڈت ساکن بلدہ لکھنو ہمیشہ عہدہ نیابت میر منشی سرکار اودھ سے سرفراز رہا زبان فارسی مین فکر شعر کرتا تھا یہ چند بیتین اوسکے افکار سے مرقوم ہوئین

بشوق جان برلبم و ذوق طپیدن باقی ست
یک نفس فرصت وصد تا لہ کشیدن باقی ست

غنچہ سان بے تو بسے خون جگر خوردم و آہ
چون گل از دست غمت جامہ دریدن باقی ست

شبے کسے ہدرا و طپید و ہیچ نگفت
چہ نالہا کہ ز دل برکشید و ہیچ نگفت

ہلاک شیوۂ آن سرو م کز استغنا
ہزار لیلی بسر راہ دید و ہیچ نگفت

سحر شنید ز بلبل چو وصف روے تو گل
بخون طپید و گریبان درید و ہیچ نگفت

ز درد دل بدرش دوش زار نالیدم
فغان کہ آن بت بدخو شنید و ہیچ نگفت

ز راز دہان تو حرفے بغنچہ باد صبا
ز شرم سر بگریبان کشید و ہیچ نگفت

وفاے سرور شیدا نگر کہ در عشقت
ہزار جور و جفا ہا کشید و ہیچ نگفت

سرور تخلص رجب علی بیگ متوطن شہر لکھنو شاگرد نوازش حسین خان نوازش ایک قصہ رنگین و دلچسپ مسمی بفسانہ عجائب زبان اردو مین جو بالفعل کارپرداز ان مطبع لکھنو کے اہتمام سے رواج تمام رکھتا ہی اس صاحب طبع رسا کے قلم رنگین رقم کا کارنامہ ہی یہ دوچار

شعر اوسکے نتائج فکر سے جو بہم پہونچے مرقوم ہوے

نسیم صبح ہون یا بوے گل یا شمع سوزان ہون	ہمین ہون جس رنگ مین پیارے غرض دم بھر کا مہمان ہون
وہ بھی ہوگا کوئی امید بر آئی جس کی	اپنے مطلب تو نہ اس چرخ کہن سے نکلے
نہ لگا اسکو مری بات کو تو مان سرور	دل کا لگنا نہین اے یار ضرر سے خالی

سعید تخلص محمد سعید الدین خلف رشید مولوی محمد اساس الدین ابن سرگروہ ارباب کمال ظاہری و باطنی حافظ ابو المؤید خان مرحوم اسکنہ اللہ فی الجنان المخلد ہر چند وطن قدیم سرزمین بدایون ہی لیکن عرصہ دراز سے شاہجہان آباد فیض بنیاد مین قیام کی صورت جلوہ گر ہی گویا اب یہی گلزمین وطن ہوگئی ہی اسلیے خاندان عالی سے ہی اہالی شہر کی نظر مین عزت و آبرو کے ساتھ زیست کرتا ہی سنہ اوسکی عمر کے سکندر کے برابر کہ قول مشہور کے موافق اٹھائیس ہین اور کمالات وہبی و کسبی عمر خضر سے زیادہ فن سخن مین نواب زین العابدین خان مرحوم عارف تخلص سے استفادہ کیا ہی یہ چند شعر اوسکے طبع زاد لکھے جاتے ہین

اندام صاف یار مین موے کمر نہین	اس آئینہ مین بال کا ہرگز اثر نہین
ہی برق کا خواص شب وصل یار مین	یعنی ادہر سے لحظہ مین آئی ادہر نہین
ان روزون بیخودی مری کم ہی ذرا مدد	اے ساکنان کنج خرابات چاہیے
گو لامکان تلک تو رسائی ہی آہ کی	پر کیا ہی گر بتون ہی کے دل مین نہ راہ کی

سعید تخلص میر سعادت علی ساکن بلوچپورہ کہ ایک محلہ ہی محلات اکبرآباد سے اول مدرسہ مین عہدہ مدرسی رکھتا تھا اب مولوی سید محمد امیر علیشاہ جاگیردار رئیس اکبرآباد کی سرکار مین تحصیل دیہات و سرانجام امور ضروری رئیس موصوف پر مامور ہی اور عہدۂ قضا بھی اوسکی ذات سے متعلق ہی یہ دو چار شعر اوسکے نتائج الطبع سے ہین

آنسو ٹپک کیے تا رہی سے شب اوس مہرو بن	ٹوٹا اشکو نکا نہ فرقت کی شب تار مین تار
یار بن آنکھون مین اپنی خار ہی گل باغ مین	ہی نمک پاش جراحت شور بلبل باغ مین
اوسکے کوچے مین رقیب روسیہ کا ہی گذر	زاغ اب رہنے لگے ہین جاے بلبل باغ مین
کوچ کی ہین فکر مین آرام کی نوبت کہان	ہر گھڑی بانگ جرس ہر دم صدا کے کوس کی

سکندر تخلص سکندر خان ساکن شاہجہان پور طالب علمی کی تقریب سے چند سال شاہجہان آباد مین قیام کیا اب چند مدت سے لکھنؤ مین تحصیل علوم مین ساعی ہی جب یہان تھا

گاہ گاہ شعر ریختہ بھی کہتا اور مومن خان سے اصلاح لیتا تھا ایک روز اس شعر مین اوستاد سے مباحثہ کیا

دم لینے مین ہی مجکو تو آئینہ کا لحاظ ۔ اور یار یہ سمجھتے ہین مجھ مین ہی دم نہین

مومن خان اس شعر کو بے معنی بتاتے تھے اور وہ معنی شعری کو کرسی لفظ پہ سمجھا تا تھا جب اونکی طرف سے اس شعر مین مبالغہ حد سے گذر گیا اوسنے ترک مشورہ کیا بعد اوسکے اپنے کلام مین آپ حک و اصلاح کر لیتا تھا یہ تین شعر اوسکے نتایج افکار سے ہین

ہوش کھوتے ترے نظارہ نے ایسے کہ سحر ۔ آئینہ اپنی بھی حیرانی پہ حیران نہوا
کسکا نام اوسکے لبون پہ تھا کہ اس نفرت سے ۔ حرف ناصح سے دماغ اپنا پریشان نہوا
ہر دہ کیا قتل سکندر کہ خجل ہوا اس سے ۔ جبکہ خون ریزی اعدا سے پشیمان نہوا

سلطان

سلطان تخلص نونہال گلشن عمر و شگوفہ باغ زندگانی لخت دل و پارہ جگر سلطان شاہ طال عمرہ خلف مرزا جمیعت شاہ بہادر ماہر تخلص باوجود اسکے کہ ہنوز چہار عمر مین تازہ خرام اور گلشن ایام مین نونہال ہی لیاقت نشست و برخاست اور شایستگی کردار و گفتار اور تیزی فہم اور جودت طبع استعداد ذاتی و ملکہ خداداد پدر والا ہر اول پدر مشفق کو سرگرم سخن سنجی و معنی گستری دیکھکر حفظ اشعار و ضبط ابیات کی طرف التفات ہوئی اور ادب آموزی شوق سے کئی ہزار شعر گنجینہ حافظہ مین فراہم آتے من بعد تیز ہمائے ذہن رسا اور تائید سخن آفرین نے قافلہ کلام کو جادہ موزونی پر پہونچا دیا یہ وقت اقتضا کرتا ہی کہ اگر مساعدت لطف الٰہی شامل اور اسباب کسب کمال آمادہ رہین تو اوسکا کمال خلوت استعداد سے جلوہ گاہ ظہور مین نقاب کشا اور منصہ وقوع مین چہرہ نما ہو جاوے یہ تین چار شعر اوسکے نتایج طبع سے درج تذکرہ ہوتے ہین

اے فلک طفلی مین کیا سمجھون مین رسم عاشقی ۔ مجکو اس سن مین یہ دنیا عشق کیا درکار تھا
بن جلائے دل و جگر جل جائے ۔ کیا بری آگ ہی محبت کی
آتے آتے وہ پھر گئے گھر کو ۔ یہ بھی خوبی ہی اپنی قسمت کی
عہد طفولیت بھی نہین سلطنت سے کم ۔ سلطان شاہ کیون نکہے اک جہان مجھے

سلیم

سلیم تخلص نخر دودہ گورگانی گوہر افسر سلطانی مرزا سلیم بہادر مرحوم خلف اکبر شاہ بادشاہ ثانی انار اللہ برہانہ کہ فرزندان بادشاہ مغفور مین بعینی اتیاز سے سرفراز اور کثرت اعتبار سے

ممتاز تھا جیسے وہ بادشاہ کیوان جاہ حسن صورت وسیرت مین سلاطین سلسلہ تیموریہ سے گوے سبقت لیگیا تھا یہ اشرف اخلاف ان دونون صفت مین شاہزادگان والاشان سے امتیاز رکھتا تھا اس مقام مین بلندی شان اور رفعت مکان اور شوکت شاہی اور حشمت والا بارگاہی اور دبدبہ اقبال اور طنطنہ جاہ وجلال کے اوصاف مین زبان قلم کو گویا کرنا ایک امر زائد ہی کہ صدا اس کوس کی فلک اور صیت اس جلال کی ملک تلک بلند ہی قدرے سلطنت معنوی کا حال لکھا جاتا ہی کہ جناب مغفرت مآب میر محمدی مرحوم سے کہ اس روزگار مین اس صفاے باطن کے ساتھ درویش خدا آگاہ رباط عالم مین کم مشاہدہ ہوا ہی شرف بیعت حاصل کرکے مجاہدات اور ریاضات کے ذریعہ سے مدارج کمال کی ارتقا اور مسند سعادت اخروی کے تمکن سے مشرف ہوا جو کہ اس مخدوم حور وغلمان کے بغیر قصور فردوس بے آرائش تھے بادشاہ غفران پناہ کے عہد حیات مین دنیاے دون سے دل اوٹھا کر روضۂ رضوان کی گلگشت اور باغ جنان کی تفرج کے واسطے راہی ہوا یہ دو شعر کہ خلاصۂ مطالب متصوفہ پر اشتمال رکھتے ہین اوس مرجع مآرب ملائک اور زبدۂ متکلین فیہا علی الارایک کے افکار گوہر نثار سے ہین

جھگڑے سے جب دوئی کے فراغت ہوئی ہمین
کثرت مین سیر عالم وحدت ہوئی ہمین
ہر کوئی اپنا خانۂ دل بھی عجب مکان
جس مین نصیب یار سے صحبت ہوئی ہمین

سلیمان

سلیمان تخلص مرزا سلیمان شکوہ خلف رشید حضرت شاہ عالم بادشاہ اونکے محامد ذات وحمائد صفات اندازۂ تقریر سے زائد اور حوصلۂ قیاس سے خارج ہین یہان خاموشی عین مدح اور اعتراف عجز وقصور کمال ستایش ہی مدت تک لکھنو اور بیشتر مستقر الخلافت اکبرآباد آگرہ مین تشریف فرما رہے ایک دفعہ راقم کی یاد مین حضرت شاہجہان آباد مین رونق افروز ہوے تھے پھر سرزمین اکبرآباد مین تشریف لیجا کر قیام کیا اور بعد مدت کے اوسی گلشن فیض سے گلزار جنان کی طرف کوچ فرمایا شعرا کو اونکی قدردانی سے ہمیان حرص پر زر تھی اور دامان امل پر از گوہر جو کہ فکر شعر خاندان تیموریہ کا ذاتی ہی شعر گوئی کی طرف بیشتر متوجہ تھے یہ چند شعر اونکے افکار گوہر نثار سے زیب صفحۂ تذکرہ ہوتے ہین

لبون پہ نالہ جو آکر نہ ہٹ گیا ہوتا
تو آسمان وزمین سب اولٹ گیا ہوتا
بشارت دے ترے دیوانے کا اس تو قبر سے اوٹھا
کہ شور نالہ ہر اک خانۂ زنجیر سے اوٹھا

رہ گئے ہوش و حواس و خرد و طاقت سب
ترے بیمار کی سنتے ہین وہ حالت ہر اب
یہ کسیکے دست حنا بستہ یاد آئے بخیر رات
شب فراق مین مین کیا کہون سلیمان آہ
کشتنے کو ترے در سے افسوس نہ گئے کل
کچھ تو اثر کیا ہے دل کی تڑپ نے شمشیر نے
کبک رفتار اپنی بھول گئی
اب خدا اچھا نہین نہ دکھا دے
شب دل سے مرے آہ کا شعلہ جو اوٹھا گرم
گالی نہ دیا کرو سبکو
یہ طفل اشک آنکھون سے نکلکر

یون ترے کوچے سے مین بے سر و سامان نکلا
جو گیا اوسکی خبر کو سو وہ گریان نکلا
کہتا ہے صبح مرے دل کو اک فشار رہا
کہ کس طرح سے دل اپنا ہے بے قرار رہا
اور تو نہ اک قدم بھی ای یار گھر سے نکلا
پڑھتا ہے جو وہ سلیمان اشعار کہہ سے نکلا
دیکھ اوسکے خرام کا عالم
شب ہجران کی شام کا عالم
منقل کی طرح تا سحر سینہ رہا گرم
بس بس اپنی زبان سنبھالو
مری چھاتی سے پیرون لگ رہے ہین

سوز تخلص ہے سلالۂ خاندان شرافت زبدۂ دودمان نجابت سبکروح گران حلم قلیل السن کثیر العلم شیرین مقال لیبار ئماں صاحب طبع سلیم مولوی عبد الکریم خلف رشید اوستادی مولائی مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے کا ہے چند سنین عمر کے اعتبار سے کہین لسپر حضرت اوستاد ہے لیکن کثرت علم اور افزونی دانش کی جہت سے گویا اکبر اولاد ہے سال عمر اس نونہال چمنستان کمال کے ہنوز اونیس بیس سے متجاوز نہین ہوے لیکن کشور فضل و کمال کی منازل ہزار سے زیادہ طے کی ہین یہ شعر جس نے اپنی شان مین کہا ہے غالبًا اسی فخر خاندان کی زبان سے لیگیا ہے

مراست از مذہب فضل ہفت حصل و ہنوز
میان نوزدہ و لبست میکنم تکرار

واہب بے صنعت نے اپنے فضل و احسان کا دروازہ بیدریغ کھولا اور اس زبدۂ اہل رشد کے دست سعی کو فراخی مژدہ دیا اس سن و سال مین اپنے پدر بزرگوار کی خدمت مین زانوے ادب تہ کر کے سب کتب درسی فارسی کی تحصیل سے خواہ نظم خواہ نثر فراغت کلی حاصل کی اور اس فن مین شب و روز افادۂ طلباے مدرسہ کمال مین مصروف ہے گویا تخفیف تصدیع جناب ممدوح مدِ نظر ہے اور علوم عربیہ مین سے صرف اور نحو اور معانی و بیان و بدیع کو نہایت تحقیق اور تدقیق کے ساتھ پڑھ کر تحصیل منطق اور تکمیل فن طبابت مین مشغول ہے کتب درسیہ

طبع سے کچھ قلیل مقدمات باقی رہے ہیں اللہ تعالےٰ مدت عمر میں افزائش کرے اور ترقی کمالات کی
ایسی توفیق دے کہ ہر فن میں یکفنی ہو جاوے جو ناظم دیوان کائنات نے سرو کے مانند جامہ
موزونی اوسکے قامت استعداد پر قطع کیا ہے اس سن میں پایہ شاعری کا مسلم ہو گیا اور نقد
سخن محک تحسین اہل انصاف پر پہونچ گیا بسیار گوئی اور خوش گوئی ایک نعمت ہے کہ موائد
انعام منعام حقیقی سے جسکے نصیب میں ہو اوسیکو ملی ہو بشرت سخن اس مرتبہ کہ مشاعرہ
کے روز معہود تک اوسکے گنجینۂ فکر سے اکثر اہل مذاق کو کہ ہنوز استعداد شعر گوئی نے اونکو
مرد میدان مشاعرہ نہیں کیا صدہا شعر عطا ہو جاتے ہیں ہر چند وہ اشعار اوسکی متاع سخن کی
زکوۃ ہیں لیکن خود اسطرح نصاب کمال کو پہونچے ہوے ہوتے ہیں کہ اگر اون سے مستحقین کو
زکوۃ لیجا دیں تو عجب نہیں اور خوبی کا یہ حال کہ اگرچہ وہ اوسکے باغ طبیعت کا فضلہ ہیں
لیکن اوروں کے نخل استعداد کے ثمرۃ الفواد سے بہتر پاکی زبان اور شستگی عبارت
اور روح افزائی معنی اور دلاویزی مضمون اور تازگی طرز اور متانت تراکیب کس کس
چیز کی تعریف کیجاوے کہ کثرت خوبیون کی بند زبان تقریر ہے اور مانع جرأت تحریر علم عروض
و قافیہ کی مہارت کا تو کیا کہنا ہے کہ یہ اپنی ہی دکان کی متاع اور اپنے ہی خزینہ کا نقد ہے
طرفہ یہ ہے کہ ان کمالات پر مزاج میں خلق اور طبیعت میں انکسار ایسا ہے کہ ردلیب گویا کتاب
اخلاق المحسنین کی دو سطر اور سخن نفحات الانس کا ایک باب ہے گل کی طرح خندہ پیشانی
لیکن ریش غنچہ سے بیزار سوسن کے مانند دہ زبان مگر زباں دہ گوئی سے ننگ و عار اگر صفائی
الفاظ کو بیان کیجیے موج نفس صبح کے روبرو ہمسری کا دم بھرے اور اگر رنگینی معنی کا ذکر
ہو تو ہوا سے کلام شفق کے ساتھ برابری کرے مبالغہ شاعرانہ اور اغراق ملشیانہ سے قطع نظر
توصیف اس نونہال جوانی کی فی الواقع حیز تقریر سے خارج ہے ہر چند اصناف سخن پر قدرت
اور انواع کلام میں مہارت حاصل ہے لیکن تخمیس غزل خصوصاً قطعہ لاسیما اوس قطعہ کے
کہ ابیات کثیرہ پر مشتمل ہو جیسے اس سرگروہ سخن سنجان روزگار سے صورت پذیر ہوتی ہے کہ
مشتاقان کامل استعداد اوس میں عاجز ہیں اب چند روز سے یوہیں دیکھا جاتا ہے کہ کمیت توجہ کی
عنان مخمس کرنے کی طرف بہت منعطف ہے اہل انصاف اس سخن سنجی کی داد دیتے ہیں اور اوس
طلاطم کو سخنوری کا معجزہ قرار دیکر بجان و دل مانتے ہیں یہ سب کمالات ایک طرف تاریخ گوئی
ایک نعمت عظمی ہے کہ منعم بے منت اور فیاض بے ضنت عم [illegible] ارادہ و جبلت نعماء وہ نے

خوان الوان کرم سے اوسکو عطا کی ماہران فن خوب جانتے ہین کہ التزام کسی چیز کا لطف
سخن کو حد کمال تک پہونچنے نہین دیتا بلکہ بسا اوقات ان قیود کی شامت سے شاہد کلام
زیور معنی سے معرا ہوجاتا ہی اور تاریخ گوئی مین عدد خاص کی قید سے تو دائرہ سخن سنجی کا ایسا
تنگ ہوتا ہی کہ قدرت انشا کو نیم کام اوٹھانا دشوار ہی اس شہسوار کمال کی مطلق عنانی
عرصہ تنگ تاریخ مین تماشائیان انصاف دوست پہ واضح اور لائح ہی اس التزام پر فصاحت
الفاظ اور جدت معنی اور تازگی تشبیہ اور نزاکت مضامین یہ پایہ رکھتی ہی کہ اگر سامع کو تنبیہ
نکرین تو ایائی سیاق اور روانی طرز اور بے تکلفی تراکیب سے قید تاریخ کی طرف وہم کو گذر نہو
شیخ ابراہیم ذوق کی تاریخ وفات کا قطعہ کہ اوسکے ترجمہ مین مسطور ہی دیدہ وران منصف کو
قطع نظر اس سے کہ مذاق سخن فہمی کو لذت بخش ہوا اسقدر بر سر انصاف لایا ہوگا کہ دعویداران ہمہ
اس نظم بے عدیل کے سامنے بجز اسکے کہ فرق لاف کو فرو اور زبان گزاف کو بند کرین کیا چارہ ہی
ہان اگر مدعی ہرزہ سرا اعتساف و کجی سے تیری طبیعت نا رہست دامن انصاف ہاتھ سے
چھوڑ کر بیہودہ میدان یاوہ درائی مین خواہ مخواہ سرگرم جولان ہی بسم اللہ ایک گوئے اور ایک
میدان محاسن ذاتی اور صفاتی جدا ادنیٰ ہی اور محبت صمیمی اور الفت دلی جو مجکو اوس
مجمع مفاخر کے ساتھ ہی علحدہ متقاضی ہی کہ قلم کو تحریر سے اور زبان کو تقریر سے باز رکھون
اور جہان تک حد بشری ہو اظہار محامد مین کوتاہی نکرون اور مین خود بھی اپنے شوق سے سخن
سرائی مین سرگرم ہوتا ہون لیکن ان باتون کی حلاوت لب کو بند کیے دیتی ہی ناچار چند شعر
اونکے کلام گوہر نثار سے انتخاب کر کے نظر ارباب ذوق سے گذرانتا ہون اور عجیب یہ ہی
کہ ہنگام انتخاب ہر شعر کا یہ ہی تقاضا ہی کہ اگر مجکو نہ لکھا کیا لکھا

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم	کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

لیکن اطناب سخن کے خوف اور اختصار کلام کی رغبت کو ایک حیلہ معقول سمجھکر گزیدہ
پائی کو بدرقہ بنالیا اور چلتے چلتے جس پہ قلم کا ہاتھ پڑ گیا غنیمت سمجھا اور اوسیکو درج
قرطاس مین درج کیا

ہوتے ہی ہوگا اثر اس نالہ شبگیر کا	راہ پر آنا کوئی آسان ہی چرخ پیر کا
جان کو راہ فنا مین ہوگیا چلنا محال	بسکہ ہر ہر گام ہی کشتہ تری شمشیر کا
میرے دل مین حسرتین ہین کاروان در کاروان	گم نہو جاوے کہین پیکان تمھارے تیر کا

نہ وہ تم ہو نہ وہ ہم ہین نہ وہ باتین پہلی
ابھی دل مین ابھی آنکھون مین ابھی دامن پر
دل جو ہین کعبے سے اوچٹا تو لگایا نہ گیا
اب کوئی سوز سے بجھنے کی لگا و صورت
انقلاب دہر کو کتنا کوئی روئے کہ یان
آہ مین ہر چند اثر ہوتا تو ہے دشوار لیک
سوز کو ہوگا نہ ہی پہ بزم مین رہنے تو دے
وائے قسمت کہ خزان مین رہے گلزار کے پاس
پاس آنے مین نہ کشتون کے لگے دیر کہین
ناتوانی سے جہان بیٹھ گئے بیٹھ گئے
ناتوان کو ہین پہ بیتابی دل یہ ہے تو بس
اللہ اللہ تری صیاد تغافل کیشی
ہائے رے جذبہ صیاد کہ بھاگے بھی جو صید
سوز خستہ ہی نہو جلد خبر لے ظالم
ای سوز ابتدا ہی مین بگڑا ہوا ہے حال
لگ چلنے کو کسیکے دامن سے تو بلا ہین
بد عہدیون کی تیری کیا کیجئے شکایت
جتنا جتنا روکا انکو اتنے ہی اتنے بھرے ہو
یہ تو یقین تم ہم مین ہی ہو پر یہ نہین کھلتا کس جگہ ہو
یون ہی آئی عمر اور یون ہی گئی
سوز تھا آخر کو پھر ناکردہ کار
کثرت حجاب کی نہین مانع ہے ورنہ یان
ناحق بتون کے سجدے مین اوقات کی تلف
بوسے پہ اوس دہن کے کہ جسکا نہین سراغ
ارمان ہے کونسا کہ سویدائے دل نہو

تفرقہ تھا جو مقدر مین نظر آہی گیا
اشک مین بھی تری شوخی کا اثر آہی گیا
کر کے بتخانہ کا ناچار سفر آہی گیا
خیر تقصیر ہوئی اب تو ادھر آہی گیا
کیا سے کیا کچھ ہو گیا اور کیا سے کیا ہوجائیگا
ایسی مایوسی مین کچھ تو آسرا ہوجائیگا
رفتہ رفتہ یہ بھی ظالم آشنا ہوجائیگا
اور بہار آئی تو صیاد جفاکار کے پاس
لے گیا موت نے گھر ہی ترے دیوار کے پاس
کچھ نہین یہ ہے کہ بیٹھین مری دیوار کے پاس
ایک دن آہی رہینگے تری دیوار کے پاس
کہ جو بھولے سے بھی آوے نہ گرفتار کے پاس
پھر پھرا آن رہے ہمراہی غمخوار کے پاس
اک جوان سا ہے تڑپتا تری دیوار کے پاس
آگے کو رنگ دیکھیے کیا کیا دکھائے دل
کو دیکھنے کو ظاہر مشت غبار ہین ہم
جب آپ ہی جہان مین ناپائدار ہین ہم
طفل تو ہین یہ اشک ابھی پر کتنی شرارت رکھتے ہین
دل مین تمنا سینہ مین ارمان جانین حسرت رکھتے ہین
ہم خدا جانے رہے کس دھیان مین
ظلم سے گھبرا گیا اک آن مین
وہ کونسی جگہ ہے کہ تو جلوہ گر نہین
پھر ہین انجین کچھ بھی تو ہوتا اثر نہین
ہے تری زبان بہت بیداد گر نہین
امید کونسی ہے جو داغ جگر نہین

ایک مژگان کے تصور سے ترے ای کافر
خار سے خار تھے سینے مین کہ کھٹکے لاکھون

سیکڑوں دل ہین تری اس سادہ مزاجی پہ نثار
اور قربان ہین ظالم تری ہٹکے لاکھون

مجکو ہر کھٹکے پہ گذرا ترے آنیکا خیال
اور شب وعدہ مین ہوتے رہے کھٹکے لاکھون

جان سینے مین نظر آنکھون مین دم ہونٹوں پہ
اک نہ آنے سے ترے کام ہین اٹکے لاکھون

الفت مین تری ہاے مین اس طرح سے اوجڑ ہون
اور خانہ اغیار رہو آباد غضب ہی

ہمنے نہ کبھی چین سے کی سیر گلستان
جب فصل بہار آئی تو صیاد غضب ہی

سن سنکے دماغ اپنا تو ہوتا ہی پریشان
ای سوز تری زاری و فریاد غضب ہی

چرخ کو آبادی دام و قفس منظور ہی
ایک اوجڑا تھا کہ بنا آشیانہ اور رہی

کھچ گیا شاید تغافل کچھ ترا مانی سے جو
کھچتے کھچتے یہ تری تصویر آدھی رہگئی

رحم بھی آیا تو کب آیا تجھے قاتل کہ یان
حلق مین کٹ کر رگ نخچیر آدھی رہگئی

اوسکے حلقون مین ہی ضعف یاسے سرمہ کا اثر
جو صداے نالہ زنجیر آدھی رہگئی

ہمنے کچھ ہمت تو کی تھی پہ کرین کیا لب تلک
آتے آتے آہ کی تاثیر آدھی رہگئی

آج یان رسوا ہوا کل وان خرابی مین پڑا
یوہین گھٹ گھٹ کر مری توقیر آدھی رہگئی

اللہ اللہ شوخیان تیری گہ تیرے ناز کی
لوح دل پہ جب ہی تصویر آدھی رہگئی

اوسنے چشم قہر سے بھی ہمکو رکھا بے نصیب
ہم تو سمجھے جرم کی تعذیر آدھی رہگئی

سوز اوسکو دیکھکر حیرت زدہ سا رہگیا
کہتے کہتے زیر لب تقریر آدھی رہگئی

تو بھی دے جا ہے جس انداز سے آزار مجھے
مین بھی دیکھون کہ ترے ساتھ ہی کیا پیار مجھے

جی نے چاہا تو گیا بیٹھ کسی کوچے مین
اور نہ چاہا تو ہی پھرنے سے سروکار مجھے

اوسکو ہی شوق ستم مجکو ستم کی خواہش
ہین ستمگار کو درکار ستمگار مجھے

اور وہ کو نسا عقدہ ہی کہ آسان ہو گا
ایک ملنا تھا تمھارا سو ہی دشوار مجھے

سوز ہی کچھ تو تمنا کہ پڑے پھرتے ہو
کیون یہ کہتے ہو نہین اوس سے سروکار مجھے

ہین تو چمن کے اندر پہ جور باغبان سے
آوارہ پھر رہے ہین گم کردہ آشیان سے

حیرت نے ہمکو غنچہ تصویر کا بنایا
اس پر بھی ڈر رہے ہین بیدادی خزان سے

صیاد پھینک دیوے یا برق پھونکدیوے
اب ہاتھ اوٹھا لیا ہی ہمنے بھی آشیان سے

ق

دیکھا عجب تماشا طرفہ کیا لطف رہ
گذرا جو صبحگاہان مین صحن گلستان سے

ہر جا پہ لڑ رہی جا فی ہے کیا ماجرا کہون
کہتا نہیں ہون دل کو کہ کیونکر برا کہون
جب یہ ہون اسکے ڈھنگ تو کیونکر بھلا کہون
تھا نہ خراب دل تو ہے لیکن بہت ہوا

جیسی بلا سے جان ہے یہ آنکھ گھر گئی

اول تو دیکھنا ہی نہ تھا گہ ادب سے مین
بالفرض اب جو آگئے کچھ سبب سے مین
اپنی نظر کو روکے ہی رہتا تھا سب سے مین
نظارہ بار بزم بتان کا ہون سبب سے مین

تو ہی نظر پڑا مری جیدھر نظر گئی

منظور گر تلافی مافات ہو تو جیب
اور گر بھرے ہین دل مین ترے وہی اگلے بیر
کچھ درد انہار دلین ہمی پھیلا کے خوب
مت پوچھ یہ کہ رات کٹی کیونکہ تجھ بغیر

اس گفتگو سے فائدہ پیارے گذر گئی

جون سوز اوسکو کچھ نہ دیا روزگار نے
جب دے دیا جواب شکیب و قرار نے
اور کچھ دیا تو رنج دیا بد شعار نے
سودا فغان کو خط یہ لکھا اوسکے یار نے

جسوقت اوسکے حال کی اوسکو خبر گئی

اور یہ سنا کہ صبر نہیں ہے اوسے ذرا
ناچار اوس نے اوسکی تسلی کو یہ لکھا
سمجھا وہ یہ کہ راز نہو جاوے برملا
سن اے فغان جہان مین عاشق جو ہو گیا

معشوق سے اسی روش اوسکی گذر گئی

عاشق ستم اوٹھاتے ہی آتے ہین بیشتر
تو اپنے آپ سوچ کے انصاف دل مین کر
معشوق ظلم کرتے ہی آتے ہین سربسر
شیرین نے جور کب نہ کیا کوہکن کے سر

مجنون پہ کیا جفا ہے کہ لیلی نہ کر گئی

نالون کا قمریون کے رہا غل چمن کے بیچ
اور آگے کیجیے جو تامل چمن کے بیچ
کھاتے دل و جگر یہ نہ کیا گل چمن کے بیچ
گل ہی پڑی سسکتی تھی بلبل چمن کے بیچ

ذرہ نہ اوسکے حال پہ گل کی نظر گئی

دل عاشقون کے شب کو یہا تنگ لگے کہ صبح
ظاہر نہ تھی کہ شام ہے آنکھون تلے کہ صبح
آنکھون سے کوئی نالے سے نالے چلے کہ صبح
پروانے رات شمع سے اتنے جلے کہ صبح

خاکستر انکی لیکے صبا دوش پر گئی

انکے ستم اوٹھانے کو ہین جانتے سبھی
انکی ستمگری سے بھی واقف ہے ہر کوئی

آتی قدیم سے بھی یہی رسم ہے چلی
کچھ تازہ مین کیا ہے کہ بدنامی کو مری
آوازہ آہ ونالہ تری گھر گھر گئی

سوزش سے تیرے نام کو باقی نہین رہی
پھرتی ہے تیری آہ سے بجلی ڈری ڈری
شور و فغان سے چرخ بھی بھولا ستمگری
حرمت رکھی نہ [illegible] کی فریاد نے تری
رونے سے تیرے آبروے ابر تر گئی

تونے بہاکے دل کا لہو چشم تر کی سرخ
[illegible] پہ تیرے بوندین ہین خون جگر کی سرخ
پاے فگار سے یہ زمین سر بسر کی سرخ
لو سے تیرے سرکے ہے دیوار گھر کی سرخ
آنکھون سے موج خون تری بیرون در گئی

عاشق ہے لائے جسکا جگر تاب درد ہجر
رکھتے ہمیشہ [illegible] تاب درد ہجر
جان کو گنوا اسے لاے مگر تاب درد ہجر
دل کو ترے نہین ہے اگر تاب درد ہجر
تو کار عشق سے تو مری جان کر گئی

اور ایسا ایسا اور لکھا نکلے جس سے بیر
جس مین کہ شر ہی شر ہو نہو کچھ بھی بوے خیر
جیسے کلام غیر سے کرتا ہے کوئی غیر
القصہ خط کو پڑھکے یہ اوسنے لکھا کہ خیر
تیرے ہی دل کی مہر سجانون کدھر گئی

کیا جانیے کہ تیرے ہی خاطر کو کیا ہوا
دل مین نہ تیرے رحم نہ کچھ عادت وفا
شیرین نے کوہکن پہ ستم گر کیا کیا
شیرین کی ایک [illegible] رنہ یار [illegible]
لیلی جدھر تھا اودھی مجنون ادھر گئی

آخر پھری ہے اوسکی تجسس مین جابجا
چھپا ہے جیسے معنی الفاظ در رفتہ کا
معنی کسطرح جان کے اک حرف مدعا
یان تک تو کم [illegible] لیلی سے مجنون [illegible]
اس اتحاد سے اونکین باہم بسر گئی

وان رنگ اوڑ گیا رخ گلگون سے وقت فصد
طاقت یہان گئی دل محزون کی وقت فصد
رنگین وہان تو ہاتھ ہوا خون سے وقت فصد
جاری ہوا ہے خون رگ مجنون سے وقت فصد
لیلی کی پوست مال اگر نیشتر گئی

تیرے ہی عہد مین ہے کہ عاشق تو ہو ہلاک
معشوق اوسکے سوگ مین ہووے نہ دردناک
مرجاؤن جب بھی تجکو تو ہووے نہ رنج خاک
ظالم کر و رگل کا گریبان ہوا ہے چاک

ایک عندلیب گر اجل اپنی سے مرگئی

عاشق کو اپنے آپ جلاتی ہے گو کہ شمع
پر اپنے سوز دل سے ہے آگاہ جو کہ شمع
روشن ہے اوسپہ ظلم یہ کرتی ہے جو کہ شمع
پروانہ کو نسا نہ جلا شام کو کہ شمع
روتی ہوئی نہ بزم سے وقت سحر گئی

اب کب تلک یہ رووُن ترے آگے ماجرا
کب تک کہا کرون کہ یہ اچھا ہے یہ بڑا
بیٹھا ہوا کا دم کو دون طول تا کجا
یہ گفتگو تو قطع نظر اس سے نبکو کیا
مجھسے جفاے ہجر کی طاقت اگر گئی

مین نے ہی خون دل سے یہ ہے چشم تر کی سرخ
مین نے ہی اپنے پا سے زمین سر بسر کی سرخ
دامن پہ میرے بوندین ہین خون جگر کی سرخ
میرے لہو سے ہے مری دیوار گھر کی سرخ
میرے ہی موج خون کی بیرون در گئی

رو یا تھا مین ہی مین نے ہی پھر پاک کر لیا
دامن بھرا تو میرا بھرا اس سے تجکو کیا
تونے تو ہاتھ آنکھ پہ میری نہین رکھا
شکوہ تو کیون کرے ہے مرے اشک سرخ کا
تیری کب آستین مرے لہو سے بھر گئی

سوزان

سوزان تخلص شاہزادہ والاتبار مرزا امام بخش المعروف بمولوی کلو درویش مزاج اور میان رحیم بخش قدس سرہ کے خلفا مین شمار کیے جاتے تھے جناب غفران مآب حافظ عبد الرحمن خان احسان سے تلمذ رکھتے تھے یہ چند شعر اوس معرفت کوش کے تحریر ہوے

کہے کوئی خاک اوس سے راز نہفتہ
پھر دام سے زلفون کے تا حشر نہ چھوٹیگا
مین خون دل پیون اور ہنگام بادہ نوشی
جیسے تو چاہتا ہے اوسکو یہ رکھتی ہین نظرون مین
نہین سامنے اوسکے یارا کسیکا
اے دل تو کہین اوسکے پھندے مین نہ آجانا
بوسہ یہ جام لیوے اوسکے لب و دہان کا
دلا قائل ہون مین آنکھون کی اور تیری قاتل تیغ کا

سوزش

سوزش تخلص زبدۂ جہان حافظ عبد الرحمن شاہجہان آباد مین نقد کمال کی تحصیل کے واسطے وارد اور علوم عربیہ مین کما ینبغی مستعد مقدمات علمی حاضر اور قوت مطالعہ معین یقین ہے کہ مدت قلیل مین تحصیل کمال سے فراغ بہم پہونچ جاوے ہر چند لباس طالب علمی جامۂ جہالت ہوتا ہے لیکن اس صاحب اخلاق نیک نہاد مین انکسار اور تواضع کا ذخیرہ نہایت

فراہم ہی کہ درویشان خاکی نہاد اگر اسکے دریوزۂ فیض کے واسطے کاسۂ گدائی ہاتھ مین
لین تو کیا عجب ہی یہ نعماے غیر مترقبہ خوان سالار حکمت بالغہ کے قبضہ مین ہین جسکو چاہتے ہین
دیتے ہین **مصرع** این دولت سرمد ہمہ کس را ندہند ؛ ہر چند مقدمات علمی کا توغل توجہ
شعر سے مانع ہی لیکن موزونی ذاتی کی اقتضا سے اس شغل دلپذیر سے گزیر نہوا اور اس
سلسلہ مین ابراہیم ذوق کو شیخ وقت پا کر پیر طریقت قرار دیا اور بہت فیض اوٹھایا اکثر
مشاعرہ مین تشریف لاکر حاضرین بزم کو کبھی اپنے کلام سے شاد کیا اور کبھی اونکے سخن کی داد
دی یہ اشعار اوسکے نتایج افکار سے ہین ؎

اسقدر ضعف ہی بیٹھوں ہون تو اوٹھنا ہی محال	ناتوانی سے اوٹھا بھی تو گرا جاتا ہون
واعظا آکے بزم رندان مین	کر نہ روز حساب کی باتین
ہوا منظور میرا رشک جو اوس شوخ پر فن کو	تصور مین بھی ساتھ اپنے لیے آیا وہ دشمن کو
کوئی بجھتی ہی دل مین عشق کی آتش بس مر دن	نہین پانے کے تم ٹھنڈا کبھی سوزش کے مدفن کو

بند مخمس

یہ کیا ہی غم کہ ترے عشق نے مجھے مارا	دل و جگر کو کیا پارہ پارہ ہی سارا
مری تو خواہش دل ہی یہی کہ یکبارا	جگر نہیں تو صد پارہ باد و ہر پارا

ہزار ذرہ و ہر ذرہ در ہواے تو باد

سہراب تخلص مرزا سہراب بیگ متوطن شاہجہان آباد مرد معمر صاحب اخلاق حمیدہ و
اوصاف پسندیدہ علم رمل مین دستگاہ تمام اور استخراج احکام مین قدرت مالا کلام
خط نسخ سے یاقوت کی آبرو کو خاک پہ گرا دیا ہی اور جو کہ گوہر رقم اوسکے خطاب مستطاب کا
جزو ہی اس نسبت سے گوہر کا وقار بڑھا دیا ہی فن سخن کی مشق شاہ نصیر مرحوم سے کی ہی
اس فن مین فکر رسا اور تلاش بلند رکھتا ہی یہ چند شعر اوسکے مرقوم ہوتے ہین

اشعار فارسی

الم سلسلۂ زلف یار در بند ست	چہ گویم آہ کہ این قصہ چند در چند ست
دارم بیاد زلف او ہر لحظہ سوداے دگر	من خود بجاے دیگر و دل ہست در جاے دگر

اشعار ریختہ

صبح دم دیکھ کے نقشہ تری پیشانی کا	آئینہ فرد دنیا دفتر حیرانی کا

نذر نگاہ کیجاتی ہی

اکرام بیاسود بیاسے خسرو یہ چند شعر اوس سخن سنج معنی یاب کے افکار سے ہین

سبب کیا پوچھتے ہو مجھسے میرے زار رونے کا ۔ کسیکو کچھ مرض ہی مجکو ہی آزار رونے کا

نہ غازہ نہ گلگونہ نہ ہی رنگ حنا تو ۔ امر خون شدہ دل تو تو کسی کام نہ آیا

روکش اندوہ ہجران شب دل بیتاب تھا ۔ تاب کا پانی جگر طاقت کا زہرا آب تھا

دیکھ مداوا کا مرض سے بیشتر پیدا ہوا ۔ مجکو صندل گھستے گھستے درد سر پیدا ہوا

ہین اور ترک عشق یہ امکان ہی نہین ۔ ناصح کی پند سننے کو یان کان ہی نہین

مو کمر کو ترے سب ہیچمدان کہتے ہین ۔ تو بھی کہہ منھ سے کہ کیا اوسکو میان کہتے ہین

جب نہ تب شکل بتان اسمین نظر آتی ہی ۔ دل کو اللہ کا کس رو سے مکان کہتے ہین

یارو مرے بالین سے نہ اٹھو نہ جدا ہو ۔ حالت مری اچھی نہین کیا جانئے کیا ہو

سید تخلص میر علی نقی لہین برادر میر ابو القاسم محب برادر زادہ میر نظام الدین ممنون جوان متین و خوش اخلاق ہی علم ضروری سے آگاہ اور ریختہ گوئی مین صاحب دستگاہ یہ چند شعر اوسکے درج تذکرہ ہوے

قربان سادگی کے لگا کہنے غیر سے ۔ کیا جانئے آج کیا کہا کہ سید خفا گیا

کس سے پوشیدہ ہو حال زار سید ہمنشین ۔ اور کچھ باتین کرو جانے دو ان اوکا ذکر

کھلے بال شاید کوئی خوبرو ہی ۔ صبا کی لپٹ مین جو عنبر کی بو ہی

نہ چاہون بھلا کیونکہ ایسے کو سید ۔ ہر اک بات مین جسکی شوخی کی بو ہی

عجب انداز سے کچھ اندنون میلے کچیلے ہو ۔ غضب دلکش ادا ہی دشمنون کی سوگواری کی

سید تخلص زبدۂ سادات کرام عمدۂ نجباے عظام میر سید علی ولد سید محمد علی کہ یہ خلف عالی وقار رکھتے نواب افتخار الدولہ مکرم الملک سید فیض الدین علیخان عرف میر جھبو ولد نواب جعفر خان کے کہ سادات صحیح النسب شیعی مذہب اور اولاد امجاد حضرت موسی کاظم علیہ التحیۃ والثنا سے تھے نواب جعفر خان مغفور کے جد امجد خاک ایران دیار سے وارد گلزمین شاہجہان آباد اور مورد عنایات سلطانی ہو کر عہدۂ وزارت سے ممتاز اور میر جھبو مبرور عہدۂ قلعہ داری سے سرفراز ہوے میر سید علی موصوف حقوق سابقہ کی

وساطت اور سوابق خدمت کے ذریعہ سے ہنوز عطیات خسروانی کے ساتھ اختصاص رکھکر عزت و آبرو سے بسر کرتے ہین باوصفیکہ عین ایام شباب اور گلشن عمر تازہ و شاداب ہی خلق و مروت اور تواضع اور اہلیت ایسی ہی کہ گویا یہ جامہ انھین کے قامت استعداد پر قطع کیا ہی ہرچند طبیعت موزون اور توجہ سراپاے اشعار کی تقطیع کی طرف مصروف ہی لیکن ائمۂ کرام کے اعتقاد کی عنان کشتی سے دل صفا منزل قالبتہ مرثیہ و سلام سے مشغوف ہی ہر ماہ معاملہ کی تقریب سے اونکے دولتخانہ مین مومنین پاک اعتقاد اور محبین صافی نہاد سے مجلس منعقد ہوکر مستمعان فہیم کی طبیعت لطف کلام سے شگفتگی بہار کا ذخیرہ فراہم کرتی ہی جو کہ سخن کی یہ صنف بھی اقسام شعر سے ہی ایک دو بیت صفحۂ بیان پر مرقوم کرکے اوراق کتاب کو رنگینی الفاظ سے روضۂ ارم اور سوز معنی سے بزم ماتم کرتا ہی

حُر یہ کہتا تھا شہ کے قدمون پہ | سر فدا اس غلام کا ہوگا
تشنگی شہ کی آئیگی جب یاد | دیدہ پُر آب جام کا ہوگا

باب الشین المعجمۃ

ترجمہ شاد

شاد تخلص میر یار خان ساکن قصبہ میرٹھ پلٹن انگریزی مین علاقہ منشی گری پر مامور اور مرد خوش خلق پسندیدہ اطوار ذہین تیز طبع ہی مشق شعر ہنوز بے اصلاح ہی اگر ارشاد اوستاد دلیل ہو تو راہ پرپیچ سخن اوس تیز قدم پر آسان ہو جاوے حسب اتفاق ایک دفعہ وارد شاہجہان آباد ہوا تھا اور اوستادی مولوی امام بخش صہبائی کی خدمت مین راقم سے ملاقات ہو گئی اور چند شعر بھی ذخیرہ گوش ہوے یہ شعر یاد رہگیا تھا کہ ان اوراق مین مرقوم ہوا

زلف صنم ہی مشکبو سارے جہان مین قاصدا | آ ہوے چین جہان ملے جانیو بار کی گلی

ترجمہ شاد

شاد تخلص شیو پرشاد شاگرد سید علی میر نسب حسین تسکین غفر اللہ کہ مرد فہیم اور صاحب ذہن سلیم ہی تراکیب سخن دلچسپ اور برجستگی معانی تا سخن بدل زن یہ شعر اوسکا یاد تھا

جا کے قاصد بھی وہان غیرون مین شامل ہوگیا | اور الٹا کا تبا نکل آیا مری تقدیر کا

ترجمہ شاعر

شاعر تخلص شیخ خدا بخش متوطن سہارنپور شرافت ذات و حسن صفات مین

بعد یل بحر چند شعر اوسکے افکار سے مرقوم ہوے

رو گیا عیسی بھی اپنا زخم خندان دیکھکر
ہنس پڑا شور جراحت کو نمکدان دیکھکر

۔۔ نہ دیکھین نہ ابروے جانان دیکھکر
سنبل تر کو نہ چھوڑین زلف پیچان دیکھکر

ان کے لعل لب سے ۔۔ دیجیے ۔۔
۔۔ دل ہے دل مین اپنے لعل و مرجان دیکھکر

بیخود ہو گئے وان ۔۔ اپنا ۔۔
۔۔ مین اوس صف شکن کے تیغ عریان دیکھکر

۔۔ رنگ دیکھو اوس سرو قامت کا گلستان مین
۔۔ غنچون نے منہ اپنا گریبان مین

۔۔ کیا انصاف ہے ۔۔ تلا
زلیخا خوش ۔۔ ہو عشرت گہ مین اور یوسف ہو زندان

کیا غمزہ نے آخر کار اپنا ایک ۔۔ مین
۔۔ ابدا ۔۔ میان اوس تیغ بران مین

اوٹھایا لطف دنیا مین سبھون نے شوق سے بازار
۔۔ شاعر ۔۔ لیکن حسرت و افسوس و حرمان مین

شاکی تخلص مرزا بختاور شاہ بہادر خلف ۔۔ حضرت ظل الہی محمد سراج الدین بہادر شاہ خلد اللہ ملکہ عمر ۔۔ سولہ برس کی اور خلق خوش اور اطوار گزیدہ اور تلمذ حافظ قطب الدین مشیر سے ہے یہ دو شعر اوسکے نتائج طبع سے مسموع ہوے

لاتے ہی آہ جگر تو اوسے ۔۔ نالہ دل ۔۔
کون دونون مین کرے جلد اثر دیکھین تو

ایک ۔۔ زخم ایک ۔۔ ہے داغ
دل تو وہ کچھ ہے اور جگر یہ کچھ

شاد تخلص درویش خدا آگاہ ذاکر لا الہ الا اللہ درویش محمد شاہ ایام جوانی مین شوق سخن کمال کو پہونچی تھی اب کہ عمر شریف قریب ستر برس کے پہونچی اگرچہ کثرت عبادت سے اور طرف کمتر متوجہ ہوتے ہین لیکن موزونی ذاتی گاہ گاہ گلگشت سرزمین سخن کی طرف کھینچ لیجاتی ہے یہ دو شعر جو انہون نے زبان گوہر بیان سے سنے گئے مرقوم ہوے

کیا سحر و سا خوبرویان سمن اندام کا
ان پہ مرنا نام سے کھونا ہے ننگ و نام کا

روز ہی اغیار ہی ہو ویگا مینجانہ تمام
اور بھی ہے مستحق کوئی سبو و جام کا

شاہی تخلص مرزا نور الدین نبیرہ مرزا سلیمان شکوہ ابن شاہ عالم بادشاہ ایک عرصہ دراز سے شہر لکھنؤ مین ساکن اور اوسی خطہ لطافت بنیاد مین مشاہیر شعرا سے مستفید ہو عرصہ دو سال کا ہوا کہ کسی تقریب سے حضرت شاہجہان آباد مین پہونچکر چرب زبانی کے وسیلہ سے مزاج سلطانی مین دخل پایا اور سخنان بے فروغ کو آب و نان کی تحصیل کا ذریعہ ٹھہرایا اوسی ایام مین

دربار عام مین گیتی خداوند کے ارشاد سے محفل انشا و اشعار آراستہ ہوتی تھی اور اقسام جشن حاضران بزم سے ہوتا تھا اوس محفل مین وسکے کلام کو بکرر سنا اور اوسکے ثبات و بدیہ پر تحسین مطلع ہوا یہ شعر اوسکا یادگار لکھا گیا

مژدہ بادای مے پرستو میکدہ کا در کھلا ۔ خم سے شیشہ کھلا شیشہ سے ساغر کھلا

شائق تخلص شیخ عبد اللہ ساکن سہارنپور اوسکے اشعار مین کوئی شعر دلچسپ بہم نہ پایا ناچار یہ شعر کہ گویا اون اشعار کا فذلک دفتر تھا لکھا گیا

لگا لے اوس سے پروانہ تو پروا نہین اوسکو ۔ جلادے یکی محبت جو کہ ہر شمع شبستان مین

شتاب تخلص مرزا غلام عباس پسر مرزا آغا جان مضطر مرحوم اولاد امجاد حضرت شاہ عالم بادشاہ سے ہے نوجوان خوش وجاہت اور شعرگوئی کی طرف چند روز سے ملتفت اور مرزا رحیم الدین حیا سے مستفید یہ شعر اوسکا سنا گیا

دست بردار ہو سے تم کیسے لکھوں کاغذ ۔ آرزو کسکی کرون اور کسے بھیجون کاغذ

شجاع تخلص مرزا کریم الشجاع خلف مرزا دارا بخت بہادر مرحوم ولی عہد سابق ابن حضرت ظل سبحانی دام ملکہ شاگرد حافظ قطب الدین مشیر یہ شعر اوسکا طبع زاد ہے

کیسے شجاع مضطر نالے بھرے ہے آ کر ۔ کوچے مین اوسکے گھر گھر مذکور ہے تو یہ ہے

شرر تخلص میر حافظ نام نواسہ صوفی خدا آگاہ حافظ اشرف حافظ تخلص مرحوم دوامر اس مرحوم خدا جوے کے خاندان مین جاری و ساری ہین حفظ قرآن اور خاکساری سو یہ دونون اس نیاک نہاد مین جمع ہین اہل دل خم تواضع کی بدولت مثل ابرو اسکو قبلۂ دعا ٹھہراتے ہین اور نیکوان عالم افتادگی کی برکت سے کاکل کی طرح اوسکو سر پہ بٹھاتے ہین چونکہ شعرگوئی اسکے خاندان مین ارثی ہے قافیہ پیمائی اور موزونی سخن کی طرف متوجہ ہے اور اصلاح کے واسطے حضرت اپنے بزرگان سلف کی روح کو مددگار اور اپنی طبیعت کو اوستاد وافی ہدایت تصور کرتا ہے یہ چند شعر اوسکی نتائج طبع بلند

نہ تاب جان مین رہی ہے کہ آفتین سہوین ۔ نہ حال دل مین رہا ہے ستم اوٹھانے کا

شرر کا پردہ ہی پوشیدہ ہونا خوب ہوا ۔ خدا ہی جانے وہ رسوا کہان کہان ہوتا

یہ بجز ہی ہے شرر کو کہ جانتا ہی نہین ۔ زمین ہوتی ہے کیسی اور آسمان کیسا

تم جانتے تو تھے کہ مروت نہین ذرا ۔ مرنا تھین تو ان پہ شرر کیا ضرور تھا

یہان تک داغ کھاتے ہین نے دل پر
کہ سینہ بنگیا رشک گلستان

اللہ اللہ ترے ابرو کا اشارہ قاتل
سر عشاق گرے بزم مین [illegible]

آج وہ جوش جنون ہی کہ نکل کر گھر سے
منھ اوٹھاتے ہوے صحرا کو [illegible]

اللہ اللہ ہی سجدے کی تمنا مجھکو
اوسکے ہر نقش کف پا پہ جھکا [illegible]

[illegible] تقدیر مین ہوئی تھی اسیری ورنہ
ساتھ لیکر تجھے ہم اے دل مضطر [illegible]

شمر تخلص نسارام قوم کایتھ جوان متین صاحب خلق پسندیدہ و اطوار [illegible] ذہن معدن علم طبع کان حلم علم فارسی و عربی جناب مستطاب مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے سے تحصیل اور فن شعر بھی اونھین کی خدمت سراسر افادت سے کسب کیا ہی یہ چند شعر فارسی اوسکے مرقوم ہوے

شانہ گردانی کند گر از کمند زلف او
الفت زنجیر دارد شوق بے پرواے ما

نازش خونبہاے او مشق رمیدن کردہ ایم
سرمۂ چشم غزالان گشتہ خاک پاے ما

صبحتے داریم باداغ دل از جوش جنون
گل ہم آغوشی کند با بلبل شیداے ما

تا کہ سوز عشق را در سینہ پنہان داشتیم
بخیہ اڈ کار افگند این آہ شیون زاے ما

چرخ سرگشتہ غبارے کہ ز دامان برخاست
مہر رخشندہ شرارے کہ ز افغان برخاست

گو جنون ہمرہ ما باش کہ در جادۂ عشق
نوک ہر سبزہ بصد خار مغیلان برخاست

زلف پیچان و عذار تو بگلزار چو دید
سنبل آشفتہ و گل چاک گریبان برخاست

شمر تخلص مرزا غیاث الدین خلف مرزا قمر الدین شید التخلص نبیرۂ شاہ عالم بادشاہ نور اللہ مرقدہٗ نوجوان خوش طبع ظریف مزاج جامۂ اہلیت اس صاحب مروت کی قامت پر قطع ہوا ہی گاہ گاہ فکر شعر کرتا ہی اور استفادہ سخن شیخ ابراہیم ذوق مغفور سے کیا ہی یہ چند شعر اوسکے طبعزاد لکھے جاتے ہین

تجھے دکھا دون تماشا مین بے وفائی کا
یہ کیا کرون کہ مجھے منھ ہی آشنائی کا

نگاہ ناز ستمگر ہی تیر سے سیدھی
ولیک شیوہ ہی کافرمین کج ادائی کا

شمر خدا سے تو در کل تھے سجدۂ بت مین
اور آج تم کو یہ دعوے ہی پارسائی کا

لاکھ پردہ مین وہ پوشیدہ رہا پر ہمنے
دیکھا جب دل کی نگاہون سے نظر آئی ہی

روز کے ظلم و ستم اوٹھ نہ سکے اے ظالم
تنگ آخر ترے ہاتھون سے ہی آئی ہی

چشم دریاے خون ہی یہ طوفان	کیا بلا ہی یہ ماجرا نہ کھلا
گھر کے گھر بند رہ گئے ظالم	کس پہ دست جفا ترا نہ کھلا
دل مین تجھے رکھیے کہ آنکھین تجھے دیکھین	تو ایک ہی اور شوق ہی کیا کیا نہین ہمکو
ہر جفا کو ترے وفا کہیے	یہ نہ کہیے تو اور کیا کہیے
اور سے کہیے یا نہ کہیے پہ	ای شرر ہم سے مدعا کہیے
دلا کچھ بھی ہی ناز و غمزہ کی حد	تجھے کیا بت ملا دینگے خدا سے
شرر رہین جبہ سا بت خانہ مین آج	نظر آتے تھے کل تو با خدا سے
ہم کرین اب وفا کسی سے کیا	ہم سے بھی کی وفا کسی نے ہی

شرر — شرر تخلص مرزا جعفر کہین برادر مرزا محمد عشق تخلص باشندہ شاہجہان آباد
مدت ہوئی کہ حیدر آباد مین جا کر عالم باقی کا سفر کیا یہ شعر اوسکا سنا گیا

ای عشق جگر سوز شرر کی تجھے سوگند	اک شعلۂ جان سوز کہ مشتاق فنا ہون

شرم — شرم تخلص تہور بیگ نام ہ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا کبھی اصلاح
شعر کی حافظ اشرف اور کبھی شاہ نصیر سے لیتا تھا کسی نے اوس سے خوش طبعی سے کہا کہ
آپ شرم ہین اور آپ کا دولت خانہ شرمگاہ نہایت غضب سے تلوار کھینچی بارے لوگون کے
متوسط ہو کر راہ صلح کو وا کیا یہ شعر اوسکا مشہور ہی

تری محفل مین جانے کی مجھے فرصت اگر ہوتی	برنگ شمع قوت پانون کی بھی قم بسر ہوتی

شہیر — شہیر منشی کریم الدین مرد پنجاہ سالہ اور سوداگران پنجابی کٹرہ سے ہی اور یہ ایک
محلہ ہی محلات شاہجہان آباد لطافت بنیاد سے کہ مسکن بل مسقط الراس مشاہیر تجار دولتمند
کا ہی یہ شعر اوسکی نتائج افکار سے یادداشت لکھا گیا

ہمکو خالق نے کیا بے سر و سامان پیدا	نہ تو دامن ہی میسر نہ گریبان پیدا

شیدا — شیدا تخلص مرزا روشن الدولہ ابن مرزا آغا جان مضطر مرحوم ابن مرزا سلیمان شکوہ
نواسہ عرش آرام گاہ محمد اکبر شاہ بادشاہ انار اللہ برہانہ حلیم مزاج متواضع نیک
اخلاق پاک طینت نجیب الطرفین بسبب طلاقت لسان اور فصاحت بیان کے داستان
طرازی اور افسانہ گوئی کو سر حد کمال تک پہونچا دیا اور سلیقہ شعاری کے بدولت اس
حرف پا در ہوا کو بے اسپ ایک فن بنا دیا فن شعر مین نسبت تلمذ کی مرزا رحیم الدین حیا کے ساتھ

رکھتا ہی یہ اشعار اوسکی نتایج فکر سے صحیفۂ کاغذ پر ثبت ہوے

کام آوے کچھ بھی نہین ہی حشر مین اپنا مگر	آن نکلینگے تری خاطر اگر آنا ہوا
جنون پہ دست درازی کی ہی عبث تہمت	کہ اپنے ہاتھ گریبان ہی تار تار ہوا
ناتوانی کا برا ہو کہ اوٹھا نے نہ دیا	ایسا کیا بوجھ بہت طوق گلوگیر مین تھا
الٰہی کسکی مژگان کا تصور ہی ششدر کو	کہ جون نشتر کھٹکتا ہی نفس ہر دم رگ جان مین
ستم کا یہ مزہ ہی دل کو الفت مین کہ ای ظالم	لیے پھرتے ہین ہم سر پہ سدا گردون اسے دشمن

ششدر تخلص مرزا حاجی قادر بخش خلف مرزا بلند بخت ابن حضرت عرش آرامگاہ معین الدین اکبر شاہ بادشاہ مرحوم مرد صاف باطن خدا آگاہ ہی اور درویش حقیقت پناہ جناب شاہ سے فیض باطن اور فن سخن کو کسب کیا ہی یہ دو شعر اوس اقدس سرشت سے مسموع ہوے

پھر فصل بہار آئی شاید کہ گلستان مین	آیا وجود ون سے زندان قفس کے چین
دیکھکر اوس غزال رعنا کو	مجکو وحشت ہوئی زمانے سے

شفقت تخلص زبدۂ خاندان نجابت اسوۂ دودمان شرافت موسس اساس نیک نہادی بانی بناے والانژادی مظہر سعادت نشا ہیتن میر محمد حسین سلمہ عن فتن کلما وقتی کہ سالہاے دراز سے کسب کمالات کے شوق مین قدم بہار توام سے گل زمین شاہجہان آباد کو رشک ارم کیا ہی روز و شب علوم درسی کی تحصیل مین ساعی ہوکر تکمیل مراتب وفا قبل او تتمیم مکارم اخلاق سے تہذیب نفس کا ساز و سامان مہیا اور برگزیدگی اطوار اور پسندیدگی کردار کے اسباب مستوفی رکھتا ہی زبان فارسی کی شستگی سے گلشن ایران کے بلبلان کے ساتھ ہم نوا اور روزمرہ اردو کی صفائی سے شکرستان ہند کی طوطیون کے ساتھ زمزمہ پیرا سلک نظم کو عقد ثریا سے ہمسری اور سواد نثر کو آب و تاب نثرہ سے برتری بلندی مدارج کمال کو اوج عرش سے ہمدوش کیا اور کیفیت سخن کو بادۂ طہور کا سرجوش بسانی طبع سے تلاش معنی بلند مین آمادہ اور حضرت استادی و استاد الانامی زبدۂ کملاے نامی مشہور فی الاطراف مستغن عن الاوصاف علم افراز عرصہ یلباے مولانا و مخدومنا مولوی امام بخش صہبائی کی جناب سامی و خدمت گرامی مین سرگرم استفادہ ہی اگر خوبان دلربا کے ذہن کا وصف لکھے صفحۂ اوراق پر بال عنقا سے مسطر کرے اور اگر شاہدان رعنا کی رفتار کا حال تحریر کرے

حرکت قلم کو فتنۂ محشر سے ہمسر کرے بہاریہ مین نقاط حروف خوردۂ گل اور نوک خامۂ منقار بلبل اور رزمیہ مین زبان قلم و دم شمشیر اور صریر کلک نعرۂ شیر قصہ اختصار کی ورازدستی وصف طرازی شوق کی عنان گیر ہو کر شفا شغی ہر کہ اب نقد ادائے گو ایجاز کلام کے معاملہ مین خرچ کرے اور چند شعر اوس عندلیب گفتار کے اوراق تذکرہ مین درج کرے

نہین ہر تو تو ہی محفل مین ایک حشر بپا
کیا بہار نے تیرے چمن مین کار خزان
چل اب کہ آئیگی کس کام پھر مسیحائی
کرون جو یاد مین اوس چشم سرمہ سا کی فغان
اگر ملے تو مین جان تک بھی دیکے لبون صبر
تغافل ای بت نا آشنا کہان تک اب
وہ چشم مست ہین ساقی کہ جنکی گردن پہ
شوخی سے جسکو ایک جگہ پہ نہو قرار
جاتی ہر اپنی جان سحر کی امید مین
صحرا کو چل کہین دل وحشی کہ اکی ہسال
پانی ہو آب خضر جو آجائے نام لب
کاش اوسکے ایک بوسہ لب سے ہون کامیاب
کیا کیا حسرتین ہوئین خون دل مین پر کبھی
اوس فتنہ گر کے قامت رعنا کی یاد مین
وہ دن گئے کہ خواہان تھے وصل کے اور اتجو
بو الہوس چشم حقیقت مین تری نور نہین
یطرح آج جان کو کچھ اضطراب ہر
مشکل نگاہ گرم روان رہ فنا
چون شمع یان لٹیگا سر ایک ایک بات پر
تیرے بیمار کی کہتے ہین حالت آج ابتر ہر
مرنے کے بعد بھی اثر انتظار سے

فغان صور ہر گویا کہ نالہ بلبل کا
کہ دیکھتے ہی اوڑا رخ سے رنگ ہر گل کا
لبون پہ دم ہر ترے کشتۂ تغافل کا
چمن مین بند ہو دم نغمہ ہائے بلبل کا
کہ دردو رنج مین سامان ہو کچھ توکل کا
شہید ہی وہ ہین نہ یہ وقت ہر تامل کا
بغیر جرم ہی خون لاکھو شیشۂ مل کا
نقشہ کھینچے کوئی تو کیا اوس نگار کا
آفت ہر کوئی طول شب انتظار کا
آتا ہر کیا ہی دھوم سے موسم بہار کا
شرمندہ ہو مسیح سنے گر کلام لب
قند و نبات دونون ہین جسکے غلام لب
نکلا نہ اپنا اوس لب شیرین سے کام لب
شور و فغان سے حشر بپا ہو تو کیا عجب
اک لطف کی نگہ کے امیدوار ہین ہم
ورنہ ہر سنگ یہان جز حجر طور نہین
سینے مین دیکھنا کہ کہین دل تپان نہو
چلتے ہین اس طرح کہ قدم کا نشان نہین
شفقت عبث تو بزم مین آتش زبان نہو
لبون پر جان ہر اب کوئی دم کا اور مہمان ہر
نرگس کے دستے اوگتے ہین اپنے مزار سے

پہنچتا ہے جب تو میری ہی جانب ہی التفات — کیا دشمنی صبا کو ہے میرے غبار سے
کس کس سے مین بچاؤن دل ناتوان کو آہ — اوس فتنہ گر سے یا فلک بد شعار سے
داغ فراق جاتے ہین سینے مین ہم لیے — اب کام کیا رہا ہمین شمع مزار سے
برنگ خاک ہین ظاہر مین گریہ او فتادہ — پہ یہ دماغ ہے گویا کہ عرش پہ سر ہے

شگفتہ

شگفتہ تخلص میر بشارت علی ساکن قدیم شاہجہان آباد اور گردش تقدیر اور انقلاب روزگار سے تلاش معاش مین ہمپاے گرد باد ہے بالفعل خاک حیدر آباد مین مقیم اور وجہ معاش سے فارغ دل ہے یہ ایات شعرا وسی کے کتب خانے کی ایک کتاب کے حاشیہ پہ نظر مین آگیا تھا سو درج کیا

دل مین ابتا ہے حسینان پری رو کا خیال — بند کی ہمنے ہے افسون سے پری شیشے مین

شفق

شفق تخلص اختر برج ہیشانی گوہر درج بیہمالی فرمان رواے کشور اقبال حاکم محاکم جاہ و جلال سر لوحہ نسخہ کامگاری بیت القصیدہ نظم بختیاری انوار الدولہ سعید الملک نواب سعد الدین خان بہادر صولت جنگ خلف نواب احمد بخش خان بہادر بیتاب تخلص ابن نواب ناصر الدولہ بہادر ناصر تخلص ولد وزیر الممالک نواب عماد الملک غازی الدین خان بہادر نظام تخلص بناے دولت و اقبال کو اونکے بخت کامگار کی معماری سے بلندی اور مراتب جاہ و جلال کو اونکے طالع ہمایون کی سعادت سے ارجمندی فن سخن مین سیادت مآب نجابت انتساب کلیم کلام مسیح پیام شاعر فصیح زبان ناظم بلیغ بیان سید امجد علی تعلق سے استفادہ کیا ہے خاک لطافت بنیاد کا پہی کو انکے قدم بہار توام سے گلستان ارم پر ناز ہے اور روس خطۂ مینو نظیر کی نسیم انکے ہواے انفاس کی بدولت باد مسیحا سے ممتاز ہے شعر اونکا شعری سے ہم پہلو اور نظم اونکا ثریا سے دو بدو بام عرش تلاش فکر کا رہگذر اور صحراے قدس جولان خیال سے پر سپر رنگینی معنی سے قلم شاخ گل اور کیفیت مضامین سے سواد سطور موج مل چند شعر اونکے کلام بلاغت نظام سے انتخاب ہوکر نذر تماشائیان کمال ہوتے ہین

پرکالہ ایک میرے دل پاک باز کا — سرمایہ دکان ہے ہر آئینہ ساز کا
شب جو ملی گرم فغان یاد وحشت پر فن مین تھا — نالہ ناقوس کا عالم مرے شیون مین تھا
ٹھوکرین کھاتا ہے میرا کاسہ سر خاک نشین — بعد سر کٹنے کے بھی اک درد سر پیدا ہوا
بعد مردن بھی نہ دیکھا اوج میری خاک نے — ربط ہوتے ہی ہوا سے ابر تر پیدا ہوا

اٹھین اسیہ وفا خاک اہل محفل سے
... دل کی تمنا شوق شہادت نکلی

... آتشین ہوا ہے اپنا آب مین
شعلہ جوالہ کا عالم ہے ہر گرداب مین

... زندگی مین کہا کے آفت مین پھنسا
مجکو آنا تھا سمجھ کر عالم اسباب مین

بگولے لیتے ہین تعلیم مجسے ہرزہ گردی کی
کہ آندھی ہون مین صحراے جنون کی خاک اوڑاتا ہون

... خنجر کی روانی مجکو
کہ دیا نزع مین کس لطف سے پانی مجکو

ہم سبک روح چلے جانب گلزار عدم
سیر ہستی کی مبارک ہو گرانجانون کو

آ نہ ... رہی ساقی ایام سے
جب مرا پیمانہ پر ہو منھ لگا ہو جام سے

اک دل تھا سو وہ پیچھے آ گئے کہانسے اور
پہلو مرا دکان نہین آئینہ ساز کی

چھوڑنا ... اوس پری کی
آنکھین اوستاد ساحری کی

صراحی مے کی جو رہ گئی اپنا ہنسا
سخت جانی سے مرے خنجر قاتل ٹوٹا

شفق

شفق تخلص دولت رام گلفروش فرش دکان اوسکی بہار اخلاق کی گل افشانی سے رشک چمن اور بزم احباب اوسکی رنگینی صحبت سے غیرت گلشن گاہ گاہ شعر کی فکر کرتا ہے یہ شعر اوسکا سنا گیا

پس از مردن بھی گردش ہے نصیبے مقدر مین
بگولے کی طرح رہتی ہے میری خاک چکر مین

شفیق

شفیق تخلص تلسی رام شاگرد منشی کیول رام ہشیار تخلص یہ اشعار اوسکے مرقوم ہوے

ترے رخسار مین جو ہے طراوت
کہان گل گلزار مین اتنی کہا ... ن ہے

کہان کیونکر قمر عارض کو تیرے
تفاوت از زمین تا آسمان ہے

مرے سینہ کی سوزش کا بیان کیا
فلک آہون کا میری اک دھوان ہے

شکیبا

شکیبا تخلص شیخ غلام حسین نام شاگرد میر تقی میر خوش فکر و شیرین سخن اور پایہ تخت حضرت اکبر بادشاہ خلف شاہ عالم بادشاہ انار اللہ برہانہما کے شعرا مین تھا سو ان اشعار اور کچھ اوسکے کلام سے گوش آشنا نہوا

نہیں بھول اوسنے گر چھوڑا شکیبا غم نہین
پھر یہ غم ہے اعتبار دست قاتل اوٹھ گیا

ہمین قتل تمنے کیا کیا نہین کہتے ہم کہ برا کیا
یہ بھلا کیا یہ کہو گے کیا جو کوئی کہے کہ یہ کیا کیا

چنگا ہون مین طبیب یہ امکان ہی نہین
تو نبض دیکھتا ہے یہان جان ہی نہین

تو وہ جب سے کشتہ ستم ہو رہے ہین — مخالف سب ہمارے ہو رہے ہین
تری چین جبین ... موج طوفان — ابھی سے ہم کنارے ہو رہے ہین
نہ پوچھو ماجرا ہجران کی شب کا سخت تنہا — ستارہ بان گنتی ہر ستارہ ...

شوق تخلص ثابت اللہ نام متوطن فریدآباد و نجابت نسب اور شرافت حسب کے ساتھ نسبت سے انتشار اور سعادت و اہلیت کو اوسکی اوضاع پسندیدہ سے ... اوسکے ہمیشہ مساعدت روزگار سے اوقات عمر کو فراغ بالی سے گذرانتے تھے فارسی ریختہ مین مولوی امام بخش صہبائی سے استفادہ کیا بالفعل روزگار کی تقریب سے ملک پنجاب مین خوشحالی کے ساتھ بسر کرتا ہی سخن اوسکا جلوہ ... سے آفتاب اور تازگی ترکیب سے نقش شاداب پر ناز کرتا ہی
یہ چند شعر اوسکے نتائج طبع سے لکھے جاتے ہین

تہی کر دوست مفر مانے بعد ازین تا صبح — تمام شب ... بہیچ آشنا مرا
من و طپیدن دل از غمت بکنج قفس — اسیر دام تو ام با چمن چہ کار مرا
ز ضبط نالہ بیارم بلب و لے ترسم — کز اہل درد بیارند در شمار مرا
از تماشاے چمن طرف نہ بندم کہ مرا — سینہ از چاک بود رشک گلستان چہ
دوش دیدم خالی از مینا و ساغر میکدہ — شد کجا ساقی ہجوم میگساران را چہ شد
غم تو روز و شب ای دوست ہمنشین دارم — نہ درد چشم تر و خاطر حزین دارم
چہ نقش خدمت مسجد نشیندم بہ دل — کہ گرد سجدۂ اصنام بر جبین دارم
نی نالم نہ در بیکسی کز شعلۂ آہم — گیاہی کز مزارم رست شد شمع مزار من
ہر و دامن کشان از تربتم ای آفت جانہا — کہ شور صد قیامت خیزد از مشت غبار من
شبی بیخواہم ای شوق ار کند بختم مددگاری — کہ تنہا من بخلوت باشم و باشد نگار من

ریختہ

شوق کا ملکے بیٹھنا سب مین — روتے ہین یاد کر کے سب احباب
نہ پوچھتا ہی کوئی جب تو اپنے حال کو دیکھ — مین آپ ہی کہتا ہون ہر ہر یہ کیا ہوا مجکو
کرون مین شکوۂ اغیار کس طرح جب شوق — ملا ہو یار ہی قسمت سے بیوفا مجکو
وہ چشم جو کہ رہی تھی مدام محو جمال — ہی ربط اب اوسے دامان آستین کے ساتھ
وہ دن گئے کہ جو تھی تاب ضبط اور اب تو — تپش ہی برق کی ہمراہ آستین کے ساتھ

شاعری کچھ نہیں شعار اپنا — آہ یا دل کا ماجرا ہم ہے
ایک عالم کو ہی آرام کی خواہش پر دل — نہیں معلوم غم و درد کا خواہان کیون ہی
نظر قہر سے بھی دیکھیے گر میری طرف — آپ کا عین کرم عین عنایت ہوتی

شوق

شوق تخلص حافظ غلام رسول شاگرد شاہ نصیر مرحوم عہد طفولیت سے اب تک باوجودیکہ سنین عمر ستر کے قریب پہونچے مشق سخن مین مصروف ہی مشکل زمینون مین ہمیشہ گامزن اور قوافی تنگ مین اکثر گرم سخن ہی جو کہ اشعار عاشقانہ و دلچسپ یا تشبیہ و تمثیل ایسی کہ مذاق شاعری مین گوارا ہوا وسکے نتائج طبع سے کم کیا بلکہ مسموع نہین ہوے ناچار یہ ایک شعر کہ بہ نسبت اور اشعار کے فی الجملہ صفا سے خالی تھا مرقوم ہوا

رنگ گئے پاؤن مین چبھتے ہین نزاکت کے سبب — فرش مخمل پہ وہ گلرو جو قدم رکھتا ہی

شوکت

شوکت تخلص ہی زبدۂ جوانان موزون طبع میر حسین علی نام کا سعادت اور اہلیت مین یگانہ تہذیب اخلاق مین مشہور زمانہ ابروے خوبان نے وضع تسلیم اوس سے دام لی نرگس محبوبان نے طرز حیا اوس سے یاد کی علوم رسمی سے بقدر ضرورت آگاہ اور فن سخن مین صاحب دستگاہ الفاظ کی طرح اہل معنی سے آشنا اور معنی کے مانند نااہل سے بیگانہ مثل زبان سخنوری مین یکتا اور مانند نگاہ دیدہ دری مین یگانہ کمال متانت سے خوبرویون کی شوخی ناز نامطبوع اور نہایت تمکین سے غمزہ کی بیباکی مین حسینون سے عذر دلربائی نامسموع مدت تک حاکم انصاف کیش دادور عدل اندیش نصفت آئین مفتی محمد صدر الدین خان سلمہ الرحمن کے محکمہ عدالت مین عہدۂ نظارت پر مامور رہا اور شیوہ کارگزاری اور آئین ہوشیاری مین مشہور اب انقلاب ادوار اور گردش فلک دوار سے خانہ نشین اور کنج عزلت مین گوشہ گزین ہی [illegible] وصف نیز عنانی کے علم طبعی کے تقاضے سے آہستہ خرام اور مشغلۂ سخن مین پاس انفاس کے لحاظ سے احتیاط تمام بعد فراغ امور ضروری کے خواہ احباب کا تقاضا باعث ہو خواہ موزونی طبیعت کا اقتضا گاہ گاہ گلگون طبیعت کی عنان گلشن معنی کی طرف منعطف ہوتی ہی اور شبدیز قلم کی زمام عرصۂ سخنوری کی جانب منصرف حق یہ ہی کہ باوجود کم مشقی کے خوبی تراکیب اور رشاقت اسلوب اون اشعار کی دل پر ناخن زن ہی یہ چند شعر بطریق یادگار مرقوم ہوتے ہین

آفت جان ہی عشق اک بت ترسائی کا — جابجا شور نہ کیون ہو مری رسوائی کا
داد لین کس سے ترے حسن کی ای غیرت ماہ — عذر رہ ہر دیدہ یعقوب کو بینائی کا
زاہد خود کام کرتا ہی ستائش حور کی — تو بھی تو رخ سے نقاب اپنی پری پیکر اوٹھا
دور چشم یار مین سب ہو گئے باہم رقیب — ایک اوسنے یہ فریب نرگس مستانہ تھا
تجکو آغوش عدو سے کھینچ لایا ہے طرح — دیدہ دل کام مین اپنے عجب مردانہ تھا
پوچھتے ہو کیا اثر میری شب دیجور کا — کرمک شب تاب کا عالم ہی مہ کے نور کا
ہی تصور دل مین میرے اوس بت مغرور کا — جسکا تلوا دیکھکر پھر منہ نہ دیکھین حور کا
بادہ خوارون کو نکیونکر ہو قوی حق سے امید — ابر رحمت ہی مری خوشۂ انگور کا
حرم سے مستی کے کعبہ مین نہین رہ تو نہو — میکدہ کا تو خدا کے فضل سے ہی در کھلا
ہر رکھائی سے تری عالم تھا آنکھون مین سیاہ — چھوٹنا زلفون کا رخ پر اک بہانا ہو گیا
وعدہ امروز کو فردا پہ پھینکا ہم نفس — یار کا آنا قیامت کا کچھ آنا ہو گیا
بھول کر رکھا تھا اوس بت نے کبھو در پر قدم — اک جہان کا سجدہ گہ وہ آستانا ہو گیا
اوس سنگدل کے دل مین تو تاثیر کچھ نکی — کیا فائدہ فلک سے جو نالہ گذر گیا
جی لگ گیا قفس ہی مین اپنو نہین ہی دھیان تو — موسم بہار کا کدھر آیا کدھر گیا
ساقی ترے طفیل سے ہمکو مہ صیام — معلوم ہی نہین کدھر آیا کدھر گیا
شوکت نے جان دی ترے در پر ہزار شکر — وہ مرتے مرتے آہ بڑا کام کر گیا
اس مین مرقوم جو وصف رخ دلدار ہین سب — صفحے دیوان کے مرے تختۂ گلزار ہین سب
تھک نزاکت سے بجاے انکھین بازوے دوست — کچھ مدد تو بھی تو کر ای خنجر ابروے دوست
اب نہین رخصت کہ پھوڑین سر بھی اوس دیوار سے — ایک دن وہ تھا کہ سر اپنا تھا اور زانوے دوست
ہین اگر طالع رسا سر کے تو ای جوش جنون — اوسکے دروازے کا آجاتا ہی پتھر ہاتھ مین
جبکہ ابرو کا اشارا ہی کرے عالم کو قتل — اوس ستمگر کی بلا لیتی ہی خنجر ہاتھ مین
تھی عار جنکے نام سے کی اونکی التجا — لگ جاے آگ اس دل خانہ خراب کو
قبر شہید ناز مین رحمت سے بھیجنا — حورون کو ای کریم سوال و جواب کو
شکر مین کرنے لگا تھا پہ جفاے یار سے — لب تک آتے آتے وہ سب حرف افغان ہو گئے
سنگ اطفال حسین کو میرے سر سے عار ہی — کوہ مین جا کر اب اسکو نذر خارا بھیجیے

وصل کا وعدہ نہین تو قتل کا وعدہ سہی
دل کے بہلانے کو میرے کوئی صورت چاہیے

پردے پردے مین چلا جاتا تھا کام اپنا یہین
ہو گئے ناکام ہمدم جب سے رسوا ہو گئے

بزم مین اغیار پر کھلنے نپائی بات کچھ
نظرون نظرون مین اشارے اونسے کیا کیا ہو گئے

فکر مضمون دہان تنگ مین کر کے ترے
ایسے ہم کھوئے گئے گویا کہ عنقا ہو گئے

آنکھ الفت کی بھی چھپتی ہی چھپائے سے کوئی
راز اپنا کس طرح سے اونسے پنہان کیجیے

شہرت

شہرت تخلص مرزا حاجی خلف الرشید مرزا قیام الدین ابن حضرت فردوس منزل انار اللہ برہانہ خوش گو خوش خو اوایل حال مین حافظ عبد الرحمن خان احسان علیہ الرحمۃ والغفران اور پھر فخر الشعرا میر نظام الدین ممنون اور بعد اسکے افضل علماے انام مرجع کملاے عظام مفتی محمد صدر الدین خان بہادر صدر الصدور دار الخلافہ شاہجہان آباد سے استفادہ کیا اب اپنی زور استعداد سے بناے کلام کو بلند اور پاے سخن کو ارجمند کرتا ہی یہ چند شعر اوسکے افکار سے درج تذکرہ ہوتے ہین ؎

ہم بڑی چیز سمجھتے تھے پہنچا نہین
نکلا اک جام کی قیمت بھی نہ ایمان اپنا

غبار اوٹھا نہ ترے دل سے ورنہ ای ظالم
ہماری جان کو اک وہ بھی آسمان ہوتا

رکھا کچھ اپنے ہی دل نے نہ اعتبار اپنا
وگرنہ یہ بھی دو عالم کا رازدان ہوتا

ہے مستی مین بھی ہشیار ری کہ اب اوسکا نقاب
رخ سے سرکا ہی تو ہی اک یوہین سا سرکا ہوا

اہل عالم کی نظر مین شان ظالم ہی بلند
ہی فلک انسبکی نظرون مین بڑا ٹھہرا ہوا

پھوٹ کر رونے سے اپنے زخم دل خندان ہوے
ہم اگر روے تو اس رونے پہ بھی ہنسنا ہوا

تیر سے نالے وہ اب ہوتے نہین سینے کے پار
ہی کہین یا مر گیا ناکام شہرت کیا ہوا

خدا خراب نکرتا جو تجکو ای شہرت
تو کیون تو شیفتہ شیوہ بتان ہوتا

کچھ نشان مجھ بے نشان کا بعد مردن بنگیا
حسرتین مجمع ہو کے اک جا صحن مدفن بنگیا

دل ہی کی صورت گرہ ہو ہو کے ارمان ہو گیا
دل گیا اور اوسکی جا اک اور دل وہان ہو گیا

ایکدن دو دن کہانتک تو ہی کچھ انصاف کر
یہ تو جلنا روز کا ای سوز ہجران ہو گیا

ہی ترقی جوہر قابل ہی کے شایان کہ مین
خاک سے پتلا بنا پتلے سے انسان ہو گیا

کفر و دین مین تھا نکچھ عقدہ بجز بند نقاب
اوسکے کھلتے ہی یہ کار مشکل آسان ہو گیا

پہلے دعواے خدائی اوس بت کافر کو تھا
کچھ درستی پر جو آج آیا تو انسان ہو گیا

ملکے جی بھر کے وہ دیدار سے سیر نہوا
حشر کا دن شب غم کے بھی برابر نہوا

مہلت بقدر گردش ساغر تو دے فلک
ساقی کو دھب پہ لائے ہین سو التجا سے ہم

تھوڑی امید وصل پہ رسوائیان ہوئین
جان دینی اب قبول پہ کرنی دعا نہین

یون بیٹھے ہو کہ جیسے کسیکو کسی سے کچھ
مطلب نہین مراد نہین مدعا نہین

ملجایئے کہ پردہ ہی رہوے تو خوب ہی
اب تک بھی اپنا راز کسی پہ کھلا نہین

ہی زمزمہ پہ زمزمہ تازہ غون پیکان
گلشن مین اور قفس مین تفاوت رہا نہین

کھینچے ہین مستیان مری ابجز فلک سے دور
یہان تک کہ کوئی اپنے سوا سوجھتا نہین

یہ تو خبر نہین ہی کہ کیا حال ہی پہ آج
شہرت کا بار بار ہی آتا جگر پہ ہاتھ

لبون پہ آنے نہ پایا تھا اپنے حرف امید
کہ اتنی دیر مین وہ ہو گئے خفا ہمسے

چھوٹا زلف سے دل اور نہ دل زلفین تمہاری سے
یہ وہ جنجال تھا جس سے نہ تم نکلے نہ ہم نکلے

صبا مین بو یہ تھی کسکی کہ سوے مصر حسرت سے
روانہ قافلے کے قافلے ہین شہر کنعان سے

شہرہ تخلص مرزا نصیر الدین حیدر فرزند بلند اقبال مرزا آغا جان مضطر نواسہ حضرت عرش آرامگاہ محمد اکبر بادشاہ انار اللہ برہانہ فیض جناب جنت مآب حضرت احسان علیہ الرحمۃ والغفران سے سخن کو محاسن اسلوب کے حلیہ سے آراستہ کیا ہی یہ تین چار شعر اوس بلند مرتبت کے مرقوم ہوتے ہین

یہ قصہ درد و فرقت کا بہت ہی لکھ نہین سکتا
اگر تو آپ آجاتا مفصل ہی بیان ہوتا

غرق کر دیگا ابھی سارے جہان کو تیرا
ایک بھی رشک اگر دیدۂ گریان نکلا

نہ ایک وعدہ پہ وہ یار بیوفا ٹھہرا
سحر تو ہو چکی اب وقت شام کا ٹھہرا

دیکھا جو خط مشکین اوس ماہ سمن بر کا
شرمندہ ہوا اشکوہ نالہ مہ انور کا

کچھ آہ کا بھی ہوتے مطلق نہ اثر دیکھا
اوس بت کا مرے یارو دل ہی کہ کوئی پتھر کا

شہید تخلص مولوی فخر الدین حسین خان مرحوم وطن اصلی اوس نیک نہاد کا شاہجہان پور ہی لیکن خاک پاک حضرت شاہجہان آباد اسقدر اوسکی سکونت سے مشرف ہوئی تھی کہ گویا یہی دیار آبا و وطن اصلی ہی صاحب اخلاق حمیدہ و اطوار پسندیدہ تھا قامت استعداد حلیہ علم سے آراستہ لوح طبیعت نقوش حلم سے پیراستہ علم فارسی مین یگانہ اور فن انشا مین یکتاے زمانہ نثر فارسی بیشتر مرزا طاہر وحید کے طرز پر جلوہ گر ہی اوستادی مرشدزادہ آفاق مرزا شاہرخ مرحوم کے وسیلے سے چندے سررشتہ دار الانشاے سرکار شاہی

شہرہ

شہید

اوسکے قبضۂ اختیار مین رہا ہمیشہ دربار رس اور علو مرتبت اور بلندی مدارج سے مرتاض لیکن صبح نفس تھا بجوم خدمات مفوضہ سے کم اتفاق ہوتا تھا کہ امور ضروری کا انتظام اور مہام ناگزیر کا انتساق صورت پذیر ہو سکے ناگاہ بندہ کو توفیق عنان گیر ہوا اور شوق طواف بیت الحرام اور زیارت مرقد نورانی مقبول انام علیہ الصلوۃ والسلام نے بے اختیار دامن کھینچا فی الحقیقت اگر خلوص اخلاص رہبر نہوتا اتنی سبک جولانی اس راہ دور دراز میں باوجود اون عوائق وموانع کے ممکن نہ تھی اوس خاک راہ کی بدولت برکت والا رتبے اوس کے گرد دامن کا حکم پیدا کیا اور اوس دشت وصحرا کے خار کے طفیل ہر گلزمین نے اوسکے نقش قدم سے گلشن کا مرتبہ بہم پہونچایا پانچ چھ مہینے ہوے کہ دنیاے دون کو مضمون مبتذل جانکر مثل معنی بلند ابیات فردوس مین مکن اختیار کیا یہ چند شعر اوسکے افکار گوہر نثار سے بطریق یادگار درج تذکرہ ہوتے ہین

سینہ ہے آئینہ میرا اوس مین ہے تیرا خیال
دل نے تیری شکل کا اک دوسرا پیدا کیا

وہ طپش ہے میرے نامہ مین کہ بس تڑپا کیا
جب تلک بال کبوتر سے نہ اوسکو وا کیا

نہ بس روشن فتیلہ ہے مرے ہر داغ سوزان کا
رہا کنج لحد مین بھی مرے عالم چراغان کا

شب تاریک سے اپنی فروغ صبح پیدا ہے
تصور مجکو رہتا ہے جو اوسکے روے رخشان کا

نہ چھوٹیگا کبھی وحشت نے ایسا اوسکو الجھایا
یہ جسم زار اپنا خار ہے صحرا کے دامان کا

ہوا سینہ مین آتش زن تصور کسکے عارض کا
کہ بجھایا داغ دل کا رشک ہے خورشید تابان کا

روان جو ناقہ لیلے ہوا تیری طرف مجنون
مگر نالون پہ تیرے تھا گمان صوت حدی خوان کا

روے تابان کو مین تیرے مہ روشن سمجھا
خط رخسار کو اک ماہ کا خرمن سمجھا

مرغ دل چہرہ گلفام کو گلشن سمجھا
حلقۂ کاکل پیچان کو نشیمن سمجھا

آستین سے جو ذرا پرتو ساعد دیکھا
شمع کافور کو فانوس مین روشن سمجھا

دست ہر خار بیابان سے یہ چھوٹے کیونکر
مرے دامن کو وہ اک دشت کا دامن سمجھا

تھا خیال رخ جانان پس مردن جو مجھے
شمع اپنی لحد تیرہ مین روشن سمجھا

رخ دلدار ہے بوسے کے تصور سے کبود
مین سمن زار مین پھولا گل سوسن سمجھا

شہیدی

شہیدی تخلص ہے سخنور شیرین زبان شاعر رنگین بیان کرامت علی نام ساکن لکھنو کا اشعار مین شستگی زبان اور پاکی الفاظ کا لحاظ زیادہ رکھتا تھا بعضے اشعار بلندی معنی سے

فرق اعتبار چرخ برین تک لیگئے علم عروض سے بہ نسبت امثال کے واقفیت زیادہ رکھتا تھا مدت تک پنجاب اور گجرات مین رہا اور آزادگی ووارستگی ووسیع المشربی کے ساتھ بسر کی آخر الامر توفیق رہنمون اور جذبہ آلہی دامن گیر ہوا مکہ معظمہ کو جاکر حج بیت اللہ کو ادا کیا اور پھر روضہ منورہ جناب خیر البشر کی زیارت کے واسطے سرزمین مدینہ کی طرف روانہ ہوا اتفاقاً اثناے راہ مین تپ محرقہ عارض ہوئی اور شدت عوارض سے گمان مرگ غالب تھا تقاضاے اخلاص سے مجیب الدعوات سے چاہا کہ زیارت روضۂ اطہر سے پہلے جان ناتوان تن سے مفارقت نکرے سنا گیا کہ غلبۂ حرارت سے کچھ ہوش نہ تھا لیکن ہر دم چونک پڑتا اور ہمراہیون سے روضۂ مبارک کے مدنظر ہونے کا سوال کرتا گویا الہام غیب سے آگاہی رکھتا تھا ناگاہ رفیق راہ نے گنبد مقدس کا پیش نگاہ ہونا بیان کیا اس مخلص بے ریا نے کمال شوق سے آنکھ اوٹھا کر دیکھا اور جان سوختۂ عشق کو اوس خاک پاک کی محبت مین نثار کیا

قسمت نگر کہ کشتۂ شمشیر عشق یافت	شعر	مرگی کہ زندگان بدعا آرزو کنند

ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیئاتنا وتوفنا مع الابرار دیوان پاک بنیان اس شہید خنجر محبت کا اکثر احباب کے پیش نظر ہے یہ اشعار منتخب کر کے لکھے گئے

ہزار مرتبہ دیکھا ستم جدائی کا — ہنوز حوصلہ باقی ہے آشنائی کا
قضاے باغ سے ہے گوشۂ قفس خوشتر — گر اپنے دل مین ہو دغدغہ رہائی کا
کسی غریب کی جان مفت جائیگی اک روز — طریق خوب نہین عاشق آزمائی کا
بیچ مین اور تو پردہ نہ تھا شب وصل — گریۂ شادی اگر آکے نہ حائل ہوتا
سخت معیوب ہے معشوق سے زر کی خواہش — حق سے تو دولت دنیا کا ہے سائل ہوتا
جام ہین اوسکے تو الطاف شہیدی سب پر — تجھسے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا
اندوہ دنیا مین کٹی کس خوشی سے عمر — گر مجکو غم نہ طرب گاہ گاہ کا
عبث رنج دیتا ہے تو مجھکو ناصح — نہ ہوگا یہ سودا ہے جب سر نہ ہوگا
مین تو سمجھاؤن ہزار اوسکو شہیدی لیکن — میرے سمجھانے سے کب یہ دل شیدا سمجھا
صلح مین عربدہ جو [illegible] بیتاب رہا — شب عشرت مری آغوش مین وہ تنگ رہا
جب گیا غیر تری بزم سے دل شاد گیا — جب مین آیا ترے کوچے سے دلگیر آیا

جلد انصاف چکا خلق کا اے داور حشر | پھر قیامت ہے جو وہ شوخ ستمگر آیا
نام میت کا سُنے سے جسے غش آتا ہو | وہ جنازے پہ شہیدی کے مقرر آیا
دل مین کچھ سوچ کے شرمندہ سا رہجاتا ہے | گھر مین سُن سُن کے وہ چرچا مری سودا کا
کسکے دل محزون کو ستایا تھا کہ اُک عمر | خجلت سے نہ سر زلف چلیپا نے اوٹھایا
اغیار کا مُنھ تھا مجھے محفل سے اوٹھاتے | سچ یون ہے تری رنجش بیجا نے اوٹھایا
ہیچاک ہے سینہ صبح کے مانند ترے عاشق کو | چاک کرنے کے لئے روز گریبان نیا
قدر سب چاہنے والون کی ترے دیکھ چکے | خوار رہتا ہے پر آتا تو پشیمان نیا
پہرے دم تک اوس گلی مین حشر کا ہنگامہ تھا | اپنا لاشہ اوٹھتے ہی سب شور و شر جاتا رہا
شہیدی حشر کے دن بھی ہمارا ہو چکا اوٹھنا | یہی عالم رہا بعد از فنا گر ناتوانی کا
مین معتقد ہون عشق خوش عندلیب کا | کہتے ہین گل عرق ہے خدا کے حبیب کا
کانون ہی سے سنتے تھے کہ جادو بھی ہے کچھ شے | آنکھون سے تری نرگس فتان نے دکھایا
وعدہ شام پہ کی ہمنے عبث جاگ کے صبح | وہ اوسی وقت نہ آتے اگر آنا ہوتا

شہیدا

شہیدا تخلص مرزا قمر الدین مرحوم معروف بمرزا اکلو ابن مرزا قیام الدین مغفور ابن شاہ عالم بادشاہ انار اللہ برہانہ حضرت ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ خلد اللہ ملکہ کی دامادی کے شرف سے سرافراز اور اقران و امثال مین ممتاز تھے مشورہ سخن شیخ ابراہیم ذوق سے تھا یہ چند شعر اونکے کلام سے منتخب ہوے

عدم سے آئی نہ یاران رفتگان کی خبر | خبر نہین وہ کہان جاکے قافلہ ٹھہرا
کہتے نہ تھے ہم اے دل مت نام لے وفا کا | تونے وفا کا ثمرہ خانہ خراب دیکھا
مارا گیا مقرر شیدا کہ اوس گلی مین | لاشہ پڑا ہوا ہے آج ایک نوجوان کا
عرق دیکھتے ہی رخ نازنین پہ | پڑی اوس بلبل گل یاسمین پہ
ہم اس چمن مین غنچۂ تصویر ہین صبا | کب ہے بہار رہین ہوس وا شدن ہمین
ایک مدت سے ہے تہی پہلو | نہین معلوم کیا ہوا دل کو
غیرون سے اونکو اتنی بھی فرصت نہین کہ ہم | کرلین اب اونسے بیٹھ کے اک جا کلام دو
ہم نہ کہتے تھے کہ شیدا اوس پریوش سے نہ مل | اک نگہ مین کردیا دیکھا نہ دیوانہ تجھے
درد و غم رنج و الم یاس و تعب داغ فراق | خانہ دل مین مرے کتنے ہین مہمان ہجر کے

اسطرح سے جو مضطرب دل ہی
دل ہی یارب کہ مرغ بسمل ہی

کسکی شامت ہی کہ زلف پرشکن سے لگ چلے
جان پر کھیلے تو مار راہزن سے لگ چلے

عشق مین شیدا یہ لاغر ہون کہ وہ بین گر برق
گر صبا بھی میرے جسم ناتوان سے لگ چلے

شیدا

شیدا تخلص اسلام بیگ نواسہ جالینوس زمان بقراط دوران حکیم نصراللہ خان صاحب نوجوان خوش صورت نیک سیرت پسندیدہ اخلاق تیز طبع ہی جو کہ فن طبابت خاندانی ہی اوسکی تحصیل مین اوقات شبا روزی صرف ہوتی ہی لیکن بسبب موزونی ذاتی کے گاہ گاہ فکر شعر بھی جادہ گریبان مین عنان کش ہوتا ہی یہ اشعار اوسکے نتائج طبع سے ہین

تھا نام کو تو قطرہ پہ طوفان ہوگیا
دیکھو تو جوش گریۂ بے اختیار کا

اللہ ری دشمنی کہ مرے بعد مرگ وہ
ضد سے نشان مٹاتے ہین لوح مزار کا

خالی نہ دل تصور جانان سے چاہیے
آئینہ کیا وہ جسمین نہ جلوہ ہو یار کا

میری امید وحسرت وارمان کی طرح
پایان نہین ترے ستم بے شمار کا

دوست کیا دشمن جانی بھی ستمگر نہوا
ہمکو تقدیر سے مرنا بھی میسر نہوا

سر بہت فتنۂ محشر نے فلک پر کھینچا
پہ ترے قامت دلکش کے برابر نہوا

جوش وحشت کے ولولے نہ گئے
ہین گریبان صد ا سیا ہی کیا

ہم ہی پر زور ہی ترا ناصح
اوسکی باتین تو تو سنا ہی کیا

لاکھہ نا آشنا تھا وہ شیدا
ہمنے اوس ہٹ کو آشنا ہی کیا

ہی آج کی شب کچھہ قلق ایسا کہ نہین چین
گر حال یہی ہی تو مین جانبر نہین ہوتا

بلائین لکھین تھین اپنی ازل سے قسمت مین
کچھہ اور ہوتی بلا گر نہ آسمان ہوتا

شاید کسو پہ تو بھی مرنے لگا ہی شیدا
درد والم عیان ہی جو تیری گفتگو سے

موج صبا نے اوسکو بھی برباد کر دیا
کچھہ خاک رہگئی تھی جو اس خاکسار کی

ہی تیرے دام یہ عالم کہ اسیران قفس
آپ کو سمجھے ہین آزاد گرفتار سمجھے

پھر ابکی دھوم دھام ہی ابر بہار کی
رہ جائے آبرو مژۂ اشکبار کی

شیدا

شیدا تخلص آبرو یگانہ عالم اہلیت میر جھجو جان مرحوم کا شوخی جوانی و متانت پیری اوسکی ذات مین فراہم تھی اور ادب کا اور ظرافت ندما اوسکی طبیعت

باہم تبسم دفتر اخلاق کا ایک باب سخن رموز وفاق کی کتاب مومن خان مرحوم سے تلمذ اور محمد مصطفےٰ خان بہادر شیفتہ تخلص سے محبت جانی رکھتا تھا کئی مہینے ہوے کہ عین ایام شباب دوستداران یکدل کے سینے و دل پہ داغ مفارقت رکھکر عالم فانی سے رحلت کی
یہ چند شعر اوسکے نتائج طبع سے بطریق یادگار مرقوم ہوے

مگر عدو سے ہی وعدہ کہ خود بخود شیدا — کچھ اضطراب مین ہین دل کے اضطراب سے ہم
وہ نہین دل جو کسی کے لئے بیتاب نہین — وہ نہین چشم جو آلودہ خون ناب نہین
ترے رخسار کو کس چیز سے دیجے تشبیہ — گل مین یہ آب نہین شمع مین یہ تاب نہین
جان گو جائے پہ کب دل سے تپش جاتی ہی — کشتہ ناز ترا کشتہ سیماب نہین
سیر عالم نظر آتی ہی ہمین مستی مین — جام جمشید سے کم جام مے ناب نہین
ناشکر ہم نہین ہین ادھر کو نگاہ ہم — پر وہ نگاہ جس سے عنایت عیان نہین
کیا جانے خندہ زن ہین وہ کس خستہ حال پہ — بجلی چمک رہی ہی پیہم نقاب مین
دریا بہین کہین کہین مژگان بھی تر نہو — مر جائے کوئی اور کسیکو خبر نہو
حد سے فزون ہجوم ہوا ہر سیاہ کا — دل تفتگان شوق کا دود جگر نہو
کہتے ہین اوسکے کوچے مین مارا گیا کوئی — مجھکو یہ خوف ہی کہ مرا نامہ بر نہو
وہ دشمنی مین پورے ہون یہ بات بھی نہین — کہتے ہین زہر دیجے الٰہی اثر نہو
معلوم ہو کس طرح تری بات کا سر پاؤن — کب کام پڑا تمکو کسی بے سروپا سے
یہ امتحان ہی کیسا کہ تم ستاتے ہو — جو ایک بار عدو کو تو لاکھ بار مجھے
کہین وہی نہو شیدا کہ اوسکے کوچہ مین — نظر پڑا تھا کل اک مضطرب غبار مجھے

شیدا رامی

شیدائی تخلص حال و حسن تخلص سابق مولوی ابو الحسن متوطن فرید آباد اوس نیک نہاد کے اطوار پسندیدہ کے اوصاف حد بیان اور اندازہ تبیان سے خارج ہین حلم اور خلق اس مرتبہ مین کہ باوجود سن شباب کے جنونا ری کو خاک تواضع مین دا رکھا ہی ایام خوردسالی مین وطن مالوف سے حضرت شاہجہان آباد مین وارد ہو کر علم فارسی اور عروض و قافیہ کو مولانا مخدومنا مولوی امام بخش صہبائی کی خدمت مین بالاستقلال حاصل کیا اور چند مدت مدرسہ شاہجہان آباد مین وظیفہ پایا ان سرکار انگریزی کی سلک مین منسلک [illegible] مین رشک مثال واقران ہوا مین وادر مدرسہ نے علوم

گر ز تاب عکس رویت آب دریا آتش است / از تف داغ دل من خاک صحرا آتش است

عکس روی دوست افتادست درنگش میزند / چه غلط بشنید یاران اینکه صهبا آتش است

فیض جنت اهل عشرت را چو دوزخ میگزد / نوبهاران چمن را با دم ما آتش است

اعتقادی فهمیده ام از بحث کفر و دین حسن / روی خوبان جنت است و خوی آنها آتش است

دیگرم با چشمهٔ زمزم چه کار / منکه از سر چشمهٔ چشمم وضوست

یک نگه کردی و کردی بسملم / بار دیگر یک نگاهم آرزوست

نی غمم راحت مرا نی بیم رنج / هرچه بر من میرسد شادم کزوست

گم کردگان راه بمنزل رسیده اند / شور درست باطل و بانگ جرس عبث

گر هندوست خال تو هر راست خوف دزد / در شب رواست زلف تو پاس عسس عبث

رفتم بزیر خاک و زدم در کفن صبوح / زاهد که خوش شدست بصبح وطن صبوح

عمری تلف بکعبه نمودیم بعد ازین / ماییم و بر کف تنک برهمن صبوح

یارب آنانکه ندارند بعشقت معذور / رگ جان شان بزند نشتر مژگانی چند

نیم بازست هم نرگس خمارکم که شدم / کشتهٔ نرگس و ز دیده نگاهانی چند

قدر سرمستی لعل تو حسن دیده اند / جرعهٔ چند بکار هم کن و احسانی چند

یاد آن زمان کاندر غمت سر داشت سودای دگر / واین دیدهٔ خونبار من از اشک دریای دگر

رفتم بطوف کعبه وافتادم اندر میکده / شوق تو از جائی مرا آورد در جای دگر

سوز تا گل کرد و آخر در سراپایم گرفت / من که در طفلی بدل از عشق اخگر داشتم

صحبت یاران رنگین طبع ما را زنده کرد / ورنه شیدائی دل پژمرده در بر داشتم

شیدا رقم

شیدائی تخلص مرزا رمضان بیگ ساکن شاہجہان آباد قوم مغل خاندان دالا اور دودمان معلے سے ہین طبیعت مین باوجود تاہل اور تعلق کے کمال آزادی و وارستگی متمکن ہے اور اس آزادی پر خوش خلقی کی نہایت نہین کتب درسیہ فارسی اوستادی مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے سے کمال تحقیق و تدقیق کے ساتھ پڑھین ہین گاہ گاہ اشعار فارسی اوس صاحب طبع کے زبان خامہ سے آشنا ہوتے ہین یہ دو شعر اوسکے نتائج فکر سے مرقوم ہوے

باخضر احتیاج نه افتد براه ما / جز عشق نیست پیر طریقت نهاد ما

هر دو جهان کہ تاج سر حرص عالمیست		کمتر بود ز خاک بہ پیش نگاہ ما

شیفتہ تخلص نواب معلی القاب موسس اساس قبول و اقبال بانی بنای فضل و افضال مسند نشین قصر دولت و جاہ اقبال پناہ جلالت دستگاہ زبدہ نام آوران جہان نواب محمد مصطفے خان سلمہ الرحمن قصر دولت و اعتبار کا پایہ آسمان افتخار سے بلند ہی اور فرق تسلیم زمین خاکساری پر نگون ایوان جاہ و جلال کا بام سپہر برین سے ٹکر کھاتا ہی اور سر نیاز آستانہ فقر سے مقرون اوسکے طرز و انداز کے فرہنگ مین لفظ ناز سے معنی نیاز مفہوم اور اوسکی اوضاع و اطوار کی راہ مین شوخی رفتار سے نقش قدم کا عجز معلوم آفتاب اگر عجز ذرہ ظاہر کرے یا آسمان اپنی زمین بے نیازی و استغنا اوج گیر ہی نہ ہمت تنزل گزین

کسانیکہ راہ خدا داشتند	بیت	چنین خرقہ زیر قبا داشتند

خامہ ثنا طراز نے جب یہ دو چار کلمہ بے اغراق منشیانہ اور بے مبالغہ شاعرانہ اس جامع ضدین دین و دنیا کے حق مین زبان سے آشنا کئے عندلیب گلشن شیراز نے اپنے ممدوح کی ثنا سے اندک نجل ہوکر دل مین انصاف کیا اور بے اختیار طرز کلام کو تغیر دیکر کہا

بدر و پیشی ثنای مصطفے خان میکنی آری		خوش آمد گو نہ تا رو ے حشمت در میان بینی

لیکن تقاضاے انصاف دامن گیر ہی اور اگر نظر غور سے دیکھا جاے تو سیاق اس تقاضا کا بھی دل پذیر ہی کہ امر واقعی کے بیان مین کیا نقصان اور حرف راست کے اظہار مین کیا زیان تو نہین دیکھتا کہ علو شان اوج سپہر سے بالاتر ہی اور سمو مکان اوسکے کنگرہ عرش سے والاتر آفتاب اوسکے شبستان دولت مین شمسہ ایوان اور آسمان اوسکے قصر جاہ مین خاک آستان اوسکی صید گاہ مہابت مین شیر نقش قدم سے پا بزنجیر اور اوسکے دریاے ہیبت مین نہنگ فام امواج مین اسیر تیر آرش اوسکی کمان کا خانہ زاد قدیم اور گرز فریدون اوسکی تیغ رستمی سے دو نیم فرق جاہ کی بلندی اوسکے ایوان رفیع کی آستان تک پہونچتی اگر مانند گرد اوسکی نعلین کی ملازمت بہم پہونچاتی اور پایہ حشمت کی رفعت اوسکے قصر بلند کے کنگرہ سے ٹکر کھاتی اگر گل و خشت کے حیلہ سے اوسکے معمار کے ہاتھ مین آجاتی لیکن بے پایانی اوصاف سے خائف ہون اور افزونی ستائش سے

دانم که هر شیوه دلم میرود از دست
تا هست به سوی غیر نظر کردمی و هر گه
به طرهٔ پر شکن چه نازمی
چشم بدور از جمالش
بیاشقی ذان که بیاموخت راه و رسم وفا
تو به بدگمانی و در پهلوی تو خوش چشمکی
افگنده ست سپهرم به بند صیادی
فزون ز زلف کشنده خط سبز او دل ما
چنین نهم گشت که هر لحظه پیچان میکشدم
صد پرده بر روی و دست بستند
خوش آن دم کز تو هم شکوهٔ تلخی زیر لب گویان
شیوهٔ نازنوا اینها نمیباید اشست روا
اینها که میکنی تو بمن من کنم با او
با سادگان خویش وفا کی توان نمود
او خموش از سر کبر است و دل من خورسند
پهلوی غیر به بزمش نکنم جای که نیست
جای رحم است بران بسمل مسکین که هنوز
خدایا حشر برپا کن بهنگامی که عاشق را
شکایتم بس که عاشق کار آزموده ام
چندین میاز ما که ترسم در اضطراب
بیا و طاعت مقبول را بغما بر
برای شاهد و می بارهٔ بمن می بخش
نگه از ناله بلبل برخ گل کردم
گهی در صحن مسجد گاه در میخانه تا افتم
جواب طعنهٔ حرمان و طرز ناکامی

دیگر نشناسم که چه لطف و چه عتاب است
دانست که میسوزم ازین بیشترم سوخت
آخر ز دلم شکسته تر نیست
می بینم و طاقت نظر نیست
به دلبران نه برای شکست پیمان گفت
نگه بروی تو زین رو مشکل افتاد است
که گاه دامن گستر دو در کمین ننشست
بدیده هیش خلد سبزه که نوخیز است
آنکه در دست نه تیری نه کمانی دارد
زان حجله یکی جمال باشد
تو برخیزی ز ناز و حسرتی در دامن آویزد
لاجرم از ستم دهر امانم دادند
گردانی که با تو مرا آشنا که کرد
دل برامید وعدهٔ فردا نهاده اند
که سخنهای مرا فکر جوابی دارد
چشم آنم که نگاه غلط انداز کند
نیم جانی به تنش باشد و قاتل برود
به دل حسرت نگر دن دشنه بر لب آفرین باشد
دانم که با رقیب بخلوت چه ها رود
تا گه شکایتی ز تو ام بر زبان رسد
خلل بکار دعاهای مستجاب انداز
ندیم از تو دگر حاصل ربیع و خریف
روی گل دیدم و صد خنده به بلبل کردم
سر شوریده دارم هر جای زیبا افتم
همین بس است که معشوقهٔ نازنین دارم

کیا کو دیکھے نہ جو اسکا فات مدت سے ہو — وہان صبح اک دم ہو اوا کی تمام شب
کیا ہو سکے کسی سے علاج اپنا شیفتہ — اوس گل پہ غش ہاین جس مین محبت کی بو نہیں
دشمن ہمین کیا ہو اشکون سے شیفتہ — اوسکی گلی مین آج نشان قدم نہین

شیون تخلص حافظ سید اکبر علی ہمشیرہ زادہ مفتی محمد اکرام الدین مغفور غفر اللہ لہما کہ اوائل مین حافظ تخلص کرتا تھا تمام متداولہ مین تدقیق و تحقیق کا رتبہ بلند اور سخن سنجی اور شعر گوئی کے طرز دلپسند تہذیب اخلاق مین یکتا ے روزگار حلم و بردباری مین شہرہ شہر و دیار کتاب موجز کو کہ علم طب مین مصنفات قرشی علیہ الرحمۃ سے ہے زبان فارسی مین طرز دلپسند کے ساتھ ترجمہ کیا ہے سنہ بارہ سو اٹھ ہجری مین سفر آخرت اختیار کیا یہ چند شعر اوسکے نتائج افکار گوہر نثار سے ہین

گشتہ تیغ نگاہ تو بجز من مے غلطید — جان ہمی داد و دگر زخم تمنا مے کرد
دین و ایمان ہمہ در باخت بیک غمزہ او — شیون از عجز دعوے تقوے میکرد
کلک نقاش نتاشد ز مشکین بدل گذاشت — آنرا بسے جہ بیان انتخاب کرد
نامہ و قاصد بدوست چون نتوان رسید — رنگ شکستہ را بال پریدن دہیم
نقش شدہ کسے کہ گرفتش بہ نہ گی — باید بحال زار رقیبان گریستن
آبلے بروے کار نہاد ورد گریہ ات — ای دیدہ دشت را بدہ تا گریستن

باب الصاد المہملہ

صابر تخلص ہیچمدان ناشناس مکتب دانش ناشناسائے کشور بینش راقم اوراق پریشان قادر بخش ہیچ نفہم ہیچمدان کا کہ مثل دہان خوبان ہیچ اور مانند زلف محبوبان دل شکستہ ہی برنگ نقش قدم نارسا اور بسان موج آسیا وارستہ ہی گو کہ بستر خواب پر پانون پھیلانے کمال لاغری سے کام دیدہ مور کا طول اوس سے دو چند نظر آتا اور اگر راہ آگہی مین قدم اوٹھاوے نہایت ناتوانی سے تو ہم حیرت کی کیا [illegible] اوسکی رسائی کو نقش قدم کے ساتھ دعوے ہمسری اور اوسکی سعی کو سعی سر ہستہ قافلہ برابری ضعف کی اعانت سے رنگ پریدہ کو اوسکے حق مین حکم فلاخن اور جوش وحشت فراخی صحرا اوسکے قدم کے سامنے تنگی دامن آہ اگر اوسکے لب پابند شوق کرنا سکا کیو

اثبات ہوتا اور اشک اگر اسکی آنکھ سے نگرتے ابر ہر پارہ کو ہر سے ک [illegible] شفق
ایک قطرہ ہی اسکے خون جگر کا سحاب ایک ٹکڑا ہی اسکے دامن ترکا گریہ اوسکی آنکھ کی بدولت
باآبرو نالہ اوسکے لب کے طفیل آسمان سے دو بدو اگر اسکی خاک اکسیر [illegible] صبا [illegible]
اسقدر جستجو کیون ہی اور اگر اسکے اوسکے دامن کھینچے نہین [illegible] قریب [illegible] اسکے [illegible]
چین بابرو کیون ہی فغان جب [illegible] نالہ [illegible] ہوت
گذرا برق بلا ہو گیا اگر یہ عاشق مزاج نہوتا عشق وہوس مین کیا تمیز ہوتی اور اگر یہ دن
دل سے گل فشان نہوتا خاک چمن کیونکر گلخیز ہوتی اس ضعف مین گریبان تک ہاتھ لیجانا اسکی
ہمت ہی اور اس ناتوانی پر اپنے غبار کو ہوا کے ساتھ دست وگریبان رکھنا اسکی جرأت ہی
معشوق کو صفائی چہرہ کی تعلیم یا آئینہ کا ایجاد ہی یا اس صاف دل کا دلربا کو بار بار کی
شوخی کا سکھانا کچھ نازیبا کا شعبدہ ہی کچھ اسکی بیانزباشی متصل کا داغ جگر رشک لالہ حلقہ
آہ ہمدوش نالہ چاک گریبان اس تطاول پر دست جنون کا شکر گذار زخم جگر اسقدر خراش
ناخن الم کا سپاس وار سوسن کے مانند باوجود دہ زبانی کے خاموش اور گل کی طرح باد صفت
خوش نفسی کے ہمہ تن گوش سرو کے مانند موزون طبع لیکن نالہ و فغان سے سرو صنوبر کی
طرح سراپا دل مگر سر سے پاؤن تک زخمون سے چور بلبل خوش الحان ہی گلرخسارون کی
یاد مین نغمہ پیرا قمری سجع خوان ہی سرو قامتون کی جستجو مین کو کو سرانہ دل سوائے نالۂ عشق کے
کسی بات سے مالوف اور نہ طبیعت بجز حرف محبت کسی سخن سے مشغوف مانند سایہ وضع خاکساری
ایک جامہ ہی اوسکے تن پر راست اور شکل محراب انداز تسلیم ایک شیوہ ہی اوسکی سرشت مین
بے کم و کاست نارسائی سے اپنے آپ کو نہین پہونچتا اور کمال رفعت کے تصور مین پستی
اعتبار کا حرف نامسموع اور خود نشناسی سے اپنی حقیقت کو نہین پہچانتا اور آپ کو دور سمجھکر
کور فہمی کا طعنہ نامطبوع پستی کو اوسکے علو شان کے مقابل اپنی بلندی پر افتخار اور حضیض کو
اوسکے اوج کے سامنے اپنی رفعت کا پندار افسوس مین کہان اور کہان یہ سخن طرازی کجا
راقم اور کجا یہ افسانہ پردازی ہنگامہ عجیب بپا ہی اور ماجرائے غریب چہرہ کشا ہی کمال کی
پندار اور نسب کے کبر اور حسب کے نخوت سے قطع نظر کشمکش حجاب اور تقاضائے شیخ و شاب
ہر دم دامنگیر ہی کہ اقتضائے اہلیت اور داعیہ انسانیت سے عجز و قصور پر اعتراف کرنا اور گو کہ
طبیعت [illegible] استعداد منشاء علوم اور مبداء فہوم ہو اپنے آپ کو جہل و بیدانشی سے منصف جاننا انجا

ہمیں اور ان کی بے بہا راستی ... واجب تو ہے لیکن نہ اسقدر کہ مرتبۂ واقعی اور رتبۂ نفس الامری پر نگاہ
نکرین اور اپنے ... بھی اور ... ذاتی سے ... دانستہ ایک گوہر بے بہا کو خاک مذلت
پر گرا دین لاف ... گزاف فضول کو پایہ ... اور ناحق ... روا ایسی لیاقت سے
بالاتر ... کو ... اور ... مراتب کا استحقاق ہے
... ایک سخت ہاتھ سے دید ین
... کی ... اور تیرے خامہ چابک رقم
کی رطب اللسانی کی محتاج نہین ہے تو وہ آفتاب ہے کہ عالم اوسکے فروغ سے کامیاب ہے اور یہ
تہذیب اخلاق اور حلم و تواضع کا حال تو ظاہر ہے کہ اپنی زبان سے کسقدر فقرے مضمون فروتنی
اور بیان عجز دانکسار مین مسلسل تقریر کیے کہ پاس ... انشا فی نے ہم دل سوزان صدق گفتگو
انکی تقریر پر معتقد اور اسقدر سرزنش پر سرگرم کیا اپنی نظم ثریا پایہ کے مرتبے کو دیکھ اور
اپنی نثرہ نثار کی رفعت پر نگاہ کر ... معانی کو خیال کر ... عبارت کو ملاحظہ فرما نظر غور
اور نگاہ تامل کی وہ باریک بینی کدھر گئی اور طبیعت ... و فکر رسا کی ... لا کی کہان ہے اپنے سخن
والا رتبہ اور کلام عالی درجات کے صفات ظاہرہ اور ... باہرہ سے ... چشم پوشی
کرنی تیرے مرتبہ مین تو البتہ نقصان نہین پیدا کرتی اور یہ بھی مانا کہ تو اس ... پہ راضی اور
اس گمنامی سے خوش دل ہے خود سخن کی ... اوسکا کیا علاج اور کلام معجز نظام کے
شکوہ کا کیا چارہ تیرے دیوان مین بناے سخن کی متانت ایسی ہے کہ نقش مسطر اوسکے اثر سے گویا پتھر کی
لکیر ہے اور طراوت الفاظ اس طرح کی کہ ہر سطر اسکی تاثیر سے بعینہ موج آب کی تحریر ہے نظم کا
مرتبہ ایسا بلند کہ نظر جبتک دوش ... ممکن نہو اوسکے اوسکے پایہ پہ پہونچ نسکے اور نثر کی
دستگاہ ایسی وسیع کہ نگاہ مطالعہ جب تک وحشت عاشق سے تیزی رفتار ...
ابدتک اس میدان سے قدم باہر نہ رکھ سکے لفظ اور دائرہ سخن کا فروغ ...
ماہ اور ہالہ اور طراوت لفظ سے قطرۂ شبنم اور برگ لالہ صفا سے عبارت خط ... اس طرح
جھلکتی ہے جیسے پردۂ شب سے سفیدۂ صبح کا ظہور روشنی معنی ... حروف سے ایسی جلوہ گر ہے
جیسے افق سے آفتاب کا نور معانی سوزناک اگر الفاظ مسطر امین نہ ادا ہوتی کاغذ جل چکا ہوتا
مضامین جنون انگیز اگر عبارت متین مین نہ بندھی ہوتے ورق کاغذ باد کے مانند ہوائی ہو گیا
ہوتا ابیات غزل وصف خط و خال سے حجلۂ عروس رفتار قلم خوبی تحریر سے جلوہ لباس

رباعی عارفانہ مین الفاظ عبارت جلوہ اسرار سے سپاہ ارباب کشف وشہود و اشعار عاشقانہ
مین دوائر حروف ملاحت سخن سے جراحت نمک سود سطر افزودنی سے سر و صفحہ رنگینی نقوش سے
پامال تدر و غفلت کے فریب مین آکر اپنے رتبہ بلند سے اغماض نکرو اور کسر نفس سمجھکر فروتنی
کو کام نفرما اپنے حق مین وصف مبالغہ آمیز تشبیہ بعید بیان واقعی یہ وہ سخن ہی کہ اوسکے اوصاف
واقعی اگر الہام کی شان مین مذکور ہون ارباب تحقیق اوسکو مبالغہ تصور کرین اور اگر
اسکا نفس الامر ہی کے حق مین بیان ہو اصحاب فہم اوسکو غلو و اغراق متصور کرین یہ تائین
اہل دواد کی دلسوزی اور کمال اتحاد سے باعث سامعہ افروزی ہین اور بشریت کا تقاضا
اور ہوس کا اقتضا چشمک زن ہی کہ اہل روزگار کا کردار اور اخوان زمانہ کا طمطراق یون
زبان پہ ہو اگرچہ خلاف واقع ہی بسر بسر ہو اور آپ کنج خمول مین بسر کیجیے اور اپنے
استحقاق سے کسیقدر شناس کو خبر نہ کیجیے یہ کس ہوشیاری کا ثمرہ اور کس عقل کا نتیجہ ہی
اور غیرت ہمسری اور پاس ناموس کی یہ تحریک ہی کہ بلند پایگان عظام کی صف مین بیٹھنا
اور مربع نشینی کی ہوس مین انکے ساتھ ایک مسند پر متمکن ہونا اور زرین لباسان مرصع پوش کے
حلقہ مین ہمچشمی کے ارادہ سے قدم رکھنا اور پھر اپنی وضع کو تغیر نہ دینا اور لباس سادہ و
کسوت بے تکلف کو ارباب زرق و برق کے سامنے موجب خجالت نہ سمجھنا اثر غفلت کا ہی
نہ ثمرہ آگاہی کا یہ اوامر احباب کا مجبور اور یہ مغلوب طبیعت مشہور گلیم اطاعت سے پانون
دراز نہین کرسکتا اور جادۂ انحراف مین قدم نہین دھر سکتا ہی اور اہل انصاف کے گوش
گذار کرتا ہی کہ ہرچند آبائے عظام اور اجداد کرام کی بدولت نسبت شاہزادگی سے مشرف
اور بہرہ بلند نامی سے کامیاب ہی لیکن دولت کمال کے طفیل اور افاضل روزگار کی
تربیت کے اثر سے اوس نسبت کا نیازمند اور اوس وساطت کا محتاج نہین ہی ؎

المنة للہ کہ نیازم بہ نسب نیست		اینک بشہادت طلبم لوح و قلم را

جوش و خروش ہوس اور غلبۂ دنائت طبیعت خواہی نخواہی مجکو ورطۂ ہلاک کی طرف
کھینچکر لیچلا تھا کہ قاعد توفیق نے رہبری اور خضر سعادت نے رہنمائی کی کہ ای مست
شراب غفلت زبان اس زیادہ گوئی سے بند کر اور شیوۂ خاموشی کو پسند کر اور مثل
یاران شیرین سخن کے اپنے جواہر آبدار کو بھی طبق اوراق پر جلوہ دے کہ بوے مشک
اور راز عشق کو خود چھپنے کی صلاحیت نہین اگر اس برق مین کچھ تابش اور اس جلوہ مین

کچھ شوخی ہی نگاہ تماشا خود خبردار اور طبیعت ارباب شوق خود بیقرار ہوجا دیگی شمشیر حیا تحریر اور طبیعت شرم طبیعت نے اس شاہد زکوہ مناسب مزاج کے اور اس نصیحت کو موافق ارادہ کسے پاکر چند شعر فارسی اور ریختہ ثبت اوراق کیئے

اشعار فارسی

رشک خورشید یہمان من ست ۔۔۔ آسمان رتبہ آستان من ست
جگر ہم خون شدہ ست در عشقش ۔۔۔ زان سبب خون چکان بیان من ست
دوش از شور فغانم ہمہ بیدار شدند ۔۔۔ بخت خوابیدۂ من بود کہ بیدار نبود
در چمن ہر گہ کہ ذکر آن رخ گلگون کنم ۔۔۔ چشم بلبل را ز رشک لالہ گون پرخون کنم
صبح امید ما نہ دمیدہ ست اگر دمید ۔۔۔ این طبع راز دود جگر شام کردہ ایم
لرزد فلک ز شرم جفا ہای خویشتن ۔۔۔ اکنون کہ نیم نالہ سرانجام کردہ ایم
منعم از الفت ترسا بچہ نتوان کردن ۔۔۔ وہ چہ دشوار بود کبر مسلمان کردن
کار عالم ہمہ از دولت ہست دہد جمعیت ۔۔۔ جان و دل راگر و زلف پریشان کردن
وہ چہ زیباست برے تو ز خود رفتن و باز ۔۔۔ حرف صد شکوہ زدن دست بدامان کردن
با من فریب ای بت نوشا دمے کنی ۔۔۔ ہردم بوعدہ دگرم شاد مے کنی
خواہد غبار من کہ بیفتد بدامنت ۔۔۔ کردم سرت بگو تو چہ ارشاد مے کنی
دانستہ ام کہ در نظر تست مرگ من ۔۔۔ با من کہ شرح قصہ فرہاد مے کنی
رنجد ز نالہ تو دل نازک حبیب ۔۔۔ صابر خموش باش چہ فریاد مے کنی

اشعار ریختہ

عصیان کی دولت اب تم تجلت سے بعد مرگ ۔۔۔ اوٹھا مرے غبار کا دشوار ہوگیا
محفل میں ہیں تو اوس لب میگون کے سامنے ۔۔۔ نام شراب لیکے گنہگار ہوگیا
مطلع نظارہ برق حسن کا دشوار ہوگیا ۔۔۔ جلوہ حجاب دیدۂ بیدار ہوگیا
حائل ہوئی نقاب تو ٹھہری نگاہ شوق ۔۔۔ پردہ ہی جلوہ گاہ رخ یار ہوگیا
معلوم یہ ہوا کہ ہے پرسش گناہ کی ۔۔۔ عاصی گنہ نکردہ گنہگار ہوگیا
اوسکی گلی میں آنکے کیا کیا اوٹھائے رنج ۔۔۔ خاک شفا ملی تو میں بیمار ہوگیا
پیری میں ہمکو قطع تعلق ہوا نصیب ۔۔۔ قامت خمیدہ ہوتے ہی تلوار ہوگیا

ہی فغان کو کیا زبان درکار وقت پیچ و تاب
اوسکی انکھین خوبی جوہر پہ رہتی ہین مدام
عمر بھر چھوٹے نہ ہرگز کشمکش کے دام سے
ظالمون کے واسطے کج طبیعتی ہی حسن ہی
رسائی غیر کی مشہور تجہ تلک ہی ونے
ہماری خاک مین اتنی کہان رسائی ہی
مین اوسکی آنکھ مین کیا پاؤنگا جگہ صاحب
چھپنے سے بڑھا شوق وگرنہ کبھی ناز
کہتے ہین کہ ہی وا ہمہ خلاق یہ سچ ہی
خفت سے مرا پلہ یہ اونچا تھا کہ مجھسے
وہی بت قاتل ہی جسکو عمر بھر پوجا کیے
ہوتا ہی فیض اہل توکل کو غیب سے
اہل صفا کے ربط سے بڑھتی نہین ہی شان
رخ کی اس گرمی پہ مژگان کی کجی بیہودہ ہی
نیرنگیون سے اپنی ہین رنگ کی نمود مین
گر کچھ وہ منھ لگاتا تو دیکھتے تماشا
وحشت کے کام سارے اس ضعف نے چھڑائے
اک برق سی چمکتی ہی رہ رہ کے سامنے
کیونکر بچون مین دست اجل سے جو ضعف سے
ای موت ابھی نہ آ کہ ہوس وہ نکال لے
پہلے تو اوسکو اتنی جفاؤن کا تھا نہ شوق
تھمتی نہین ہی خون کی دھار اس سے ایکدم
اس سن مین جاتے دیتے ہین انسان کو آنکھ تیز
اوسکو کہان چھپاؤن کہ رخ کے فروغ سے
مرتا ہون قبر مین بھی اسی خوف سے کہ ہائے

بے زبان نکلے ہی منھ سے نالہ ہر نخچیر کا
ہی چراگاہ غزالان سبزہ اوس شمشیر کا
ہم جسے سمجھے تھے ہستی دام تھا تزویر کا
معنوی ترکیب مین داخل ہی خم شمشیر کا
ہمارے دل مین ترے جب نہ تب غبار آیا
نہ جانین دل مین ترے کس طرح غبار آیا
مری نظر مین مرا جب نہ جسم زار آیا
ملنے کا ترے پہلے تو کچھ دھیان نہین تھا
جس جا پہ گیا وہم ہمارا تو وہین تھا
نیچا کبھی نہ سنگ سر عرش برین تھا
گر رہی کیا منھ لیکے جاؤن داور محشر کے پاس
آیا سا قطرہ بحر سے نہین لیتی کبھو صدف
باقی نہین گہر سے کبھی آبرو صدف
آگ سے بھی تو نکلتے نہین اس تیر کے بل
باغ جہان مین گویا فصل بہار ہین ہم
اس قہر پہ تو جاتے وان بار بار ہین ہم
بیٹھے ہین یون کہ گویا ناکردہ کار ہین ہم
وہ برق وش فریب کہین میہمان نہو
پوشیدہ یون نظر سے تن ناتوان نہو
قاتل کی آرزوے ستم رائگان نہو
تاب و توان کا اپنی ہی یہ امتحان نہو
خنجر ترا مری مژہ خون چکان نہو
جون طفل اشک چاہیے ہرگز جوان نہو
آوے خیال مین بھی تو ہرگز عیان نہو
پوشیدہ نہ یہ خاک کہین آسمان نہو

ایسا گداز غم نے گھلایا کہ مثل شمع
ہون ہاتھ سے جہان کے سخن مین پناہ کیا
آنکھون پہ میرے چلکے وہ اغیار سے چھپے
خوش طالعون کو قید تعلق نہین پسند
دیکھو تو ضد کہ مرتے ہی کرتے ہین مجکو دفن
صابر گیا تھا کعبہ پر اب تک نہین پھرا
اول مرے ہی بخت کو جا کر کیا سیاہ
مجکو لبان نقش قدم چھوڑ کر چلے
مجکو جگہ کہان ہو کہ آتا نہین نظر
مجھسے ہی چاہتا ہی وہ ہر ہر ستم کی داد
جاؤن کدھر مین بچکے کہ رکھتا ہی پائمال
ظالم جفاکشی کی ہوس تو نکال لون
کھنتا ہون اضطراب مین ایک اک سے حال دل
اتنا یہ بار غم ہو نکرتا گران مجھے
رسوائیون کے شوق نے ہرگز نہ مثل بو
نقش قدم ملک نہین رکھتی رہ عدم
اس چرخ بیدماغ نے سوسن کی طرح سے
اس اضطراب دل سے مین اوٹھتا ہون چونک چو
اتنا تو ناتوان ہون مین ای بدگمان کہ شوق
مرگ شب وصال کی خوبی ہی ورنہ یار
چھپتا پھرون ہون خلق کی نظرون سے پر فلک
پیری مین جانتا ہی محمد ہر جوان مجھے
جھجکے نہ پا تک آتے سراپا مین کیون سخن
خواب عدم سے چین ملا مجکو بعد عمر
کیا ہم کلام ہون کہ خدا نے بنا دیا

گر تن مین ڈھونڈھیے تو کہین استخوان نہو
او سجا زمین تو ہو گی اگر آسمان نہو
پا نور ین سراغ کیا جو قدم کا نشان نہو
ورنہ ہما اور او سکے لیے آشیان نہو
ایک شب بھی مر دہ مرا میہمان نہو
رستے مین آ گیا کہین پیر مغان نہو
دود فغان چڑھا جو مرا آسمان پہ کچھ
صابر نہ اعتماد رہا مہربان پہ کچھ
دل مین ترے تو غیر سے خالی مکان مجھے
سمجھا ہی اپنے ظلم کا اک قدردان مجھے
ظالم اودھر تو اور اودھر آسمان مجھے
تجھسا ستم شعار ملیگا کہان مجھے
رسوا کریگی خلق مین میری زبان مجھے
ساتھ اپنے چرخ تک لیے جاتا فغان مجھے
غنچہ مین بھی دیا کبھی رہنے نہان مجھے
ملتا وگرنہ قافلۂ رفتگان مجھے
رکھا خموش دہن بھی اگر دس زبان مجھے
حاصل ہوئی نہ مر کے بھی خواب گران مجھے
ساتھ اپنے کھینچ کھینچ کے لایا یہان مجھے
رکھتا نہ گھر مین تا بسحر میہمان مجھے
کرتا ہی بوئے گل کی طرح سے عیان مجھے
قد نے خمیدہ ہو کے بنایا کمان مجھے
دکھلائی دے نہ بیچ مین جب وہ میان مجھے
بیدار کر نہ دے کہین یہ نوحہ خوان مجھے
ای یار بے دہان تجھے اور بے زبان مجھے

ہون مین بھی اپنے شیشۂ دل کی صفا سے تنگ
مشکل ہوا ہی راز کا رکھنا نہان مجھے

چھوڑا نہ تیرے تیر نے یان مرغ نام کو
بیجان دکھائی دیوے ہی زاغ کمان مجھے

مین بھی ہون اوسکی راہ مین گویا کہ نقش پا
پایا وہین ہی چھوڑ گئے تھے جہان مجھے

دل مین بھی دی جگہ تو کدورت کے ساتھ دی
رکھتے ہین خاک مین ہی ملاے بتان مجھے

ناخن غم نے کیا مثل نگین مجھکو کہ ہی
سینہ کاوی سے مری نام تمھارا باقی

چلتے چلتے ہی کٹی عمر ہمین مثل نفس
اور رہا منزل مقصود کا رستا باقی

ہی ہجوم نگہ شوق ترے رخ پہ نقاب
بے حجابی مین بھی اب تک ہی وہ پردا باقی

تیغ کھینچے ہوئے ابرو ہی وہ ہے سر پہ ولے
ہی فقط چشم سخن گو کا اشارا باقی

لاغری نے یہ کیا گم کہ جہان مین اپنا
نام ہی نام رہا صورت عنقا باقی

ہون وہ بیکس کہ ہوا میرے ہی انگور مین صرف
تھا جو منصور کے خون کا کوئی قطرہ باقی

ق

جانے مین لطف شب وصل تو تھا ہی کہ مجھے
یہ گمان تھا کہ رہے کچھ نہ تمنا باقی

پہ کہون کیا دم رخصت جو مزا تھا کہ مرے
دل مین ارمان ہی اوس لطف ادا کا باقی

رات بھر جاگنے سے نیند کا آنکھون مین خمار
اور کچھ کچھ اثر نشۂ صہبا باقی

بھینی بھینی سی وہ رنگت وہ پریشان ترکیب
لب پہ بدرنگ سا کچھ پان کا لاکھا باقی

آنکھ کے ڈورون مین کم کم سی وہ سرخی کی نمود
تھوڑا تھوڑا سا اک انداز سے سرما باقی

ایک اک گام پہ بل موے کمر مین سو سو
کاٹنا شاق نزاکت سے وہ رستا باقی

اب نہ وہ شب کا مزا اور نہ وہ صبح کا لطف
رہگیا اک کف افسوس کا ملنا باقی

کچھ نپوچھو فرط حرمان کو کہ میرے حال سے
درد ہی سو داغ ہی حسرت ہی سو مایوس ہی

حال میرا تجھسے کہدیتا ہی اے عالم فریب
جو مرا ہمراز ہی گویا ترا جاسوس ہی

ہون وہ لاغر کہ اوڑاتی ہی صبا کوسون تک
بوے گل جان کے ہر جانب گلزار مجھے

دیر مین آ کے ہوے اور ہی جلوہ سے دوچار
مل گئی رہ جو ضلالت سے پڑا کار مجھے

مجکو سامان کے نہ ملنے سے ہوئی افزائش
کیا بنایا تھا تمناے خریدار مجھے

صاحب تخلص شیر زمان خان نبیرۂ یکتاے روزگار وحید شہر و دیار حافظ عبد الرحمن خان احسان تخلص غفر اللہ لہ جناب مرحوم کی اوقات حیات مین اصلاح شعر اوسی جناب تقدس مآب سے لیتا رہا جب اوس نفس مقدس نے سفر ملک آخرت اختیار اوس

مستفیدان اعتقاد منش کو اپنی مفارقت ناگزیر سے اندوہ الم سے ہمکنار کیا شیخ ابراہیم ذوق مرحوم سے استفادہ سخن کیا مرد خوش منش اخلاق و نیک نہاد ہی ۔ دو تین شعر اوسکے نتائج افکار سے ہین

شرمندہ ہی ناکامی فرہاد سے اتنا	ہرگز کبھی تیشہ کا سر اوپر نہین ہوتا
کس کس کو مین بتاؤن کہ بار غم فراق	دل پر نہین جگر پہ نہین جان پر نہین
ذرا انکھون مین رکھنا اسکو صاحب	کہین یہ طفل اشک ابتر نہووے

صادق — صادق تخلص محمد عزیز الدین ولد مولوی اساس الدین نبیرہ زبدۂ کملاے دہر حافظ ابوالموید خان مرحوم تغمد اللہ بغفرانہ برادر حقیقی محمد سعید الدین سعید تخلص ہر چند وطن اصلی اوسکا بدایون ہے لیکن عرصہ دراز ہوا کہ انقلاب روزگار نے زمین فیض آگین شاہجہان آباد حرسہا اللہ عن الشر والفساد پر برات روزی مقرر کرکے اس گلزمین کو وطن بنادیا سنین عمر اوس گزیدۂ اطوار تیس اور اوصاف حمیدہ ہزار در ہزار ہین سابق مناسبت نام سے عزیز تخلص تھا اسیواسطے بعض غزل کا مقطع اس تخلص کے زیور سے بھی مقطع ہی استفادہ اس فن کا مرزا اسد اللہ خان غالب سے کیا ہی یہ چند شعر اوسکے نتائج افکار سے ہین۔

اس تنگناے دہر مین ہم جسکو اے عزیز	دلدار سمجھے تھے وہ دل آزار ہو گیا
رہی تا بعد مردن بھی علامت جذب کی باقی	بنا ناسنگ مقناطیس سے صادق کے مدفن کو
ہم دم ذبح تجھے بھر کے نظر دیکھ تو لین	کاش کے تیز ترا خنجر خونخوار نہو
لیگئی دل اک نگہ مین اوسکی چشم نیمخواب	مست ہم سمجھے تھے اوسکو پر بہت ہشیار ہے
ایک نگاہ ناز سے ہی کام یان اپنا تمام	قتل کرنے کو مرے کیا تیر و پیکان چاہیے

صادق — صادق تخلص تہور بیگ وطن آبا و اجداد اس نیک نہاد کا شمس آباد ہی کہ ایک معمورہ ہی قریب فرخ آباد کے مسکن و موطن افاغنہ اور مولد اوسکا شاہجہان آباد سنا گیا کہ زمرۂ سواران بادشاہی مین منسلک ہی شعر ریختہ کہتا ہی یہ ایک شعر اوسکی غزل سے منتخب ہوا

آوارگان عشق کو مانند گرد باد	اک جا قرار ہو تو کوئی جستجو کرے

صادق — صادق تخلص شیخ محمد صادق قریشی سنین عمر چالیس سے متجاوز اور میر نظام الدین ممنون سے فن سخن مین تلمذ چھ سات مہینے کے عرصہ سے مفقود الخبر ہی یہ دو شعر اوسکے یاد تھے۔

یوسف کو خاک کیجیے ملجا نہ نیا نہ کا	اوسمین نہ یہ جفا نہ یہ اندازہ ناز کا
ڈھنگ ہی کا طور نہ کچھ صلح کے ہی ڈھنگ	سامان نہ سوز کا ہمین حاصل نہ ساز کا

صالح

صالح تخلص مرزا مصلح الدین فرزند ارجمند مرزا احسین بخش حضرت ظل سبحانی کا نواسہ اور مرزا فتح الملک بہادر ولی عہد خلیفہ دوران کا ہمشیرہ زادہ ہے کتب فارسی کی سواد روشن اور خاطر کو شگفتگی سے رشک گلشن رکھتا ہے ریختہ گوئی مین مرزا پیارے رفعت تخلص سے تلمذ ہے یہ چند شعر اوس نغز فکر کے تحریر ہوتے ہین

نکلتی جان تو کیونکر نکلتی	کہ دم تو یار ہین اٹکا ہوا تھا
وہ لوگ کون تھے کہ جو برسون ستم سہے	اپنا تو دو ہی دن مین عجب حال ہوگیا
ہم خاک ہوے تو بھی رکھی چھیڑ صبا نے	نکلی نہ کسی طرح سے آرام کی صورت
دل اوس سے پھیر تو لیتا مین ناصح مشفق	پہ کیا کرون کہ نہین ہے اپنے بس کی بات
ناحق یوہین ہے آپ نے مجھسے جو کچھ کہا	لیکن زبان خلق کی تدبیر کیا کرون
ہمکو تو دل لگی ہین اوٹھین ہین جلاوین	سو دل خدا جو دیوے تو سو جا لگائیے
زندگی کی نہین صورت نظر آتی ابکی	درد دل ہین یہ اوٹھا ہے کہ خدا خیر کرے

صبر

صبر تخلص ابودھیا پرشاد قوم کایتھ ساکن شاہجہان آباد جوان خوش مزاج حلیم طبع نیک نہاد اوائل مین منشی بسنت سنگھ نشاط اور بعد اوسکے شاہ نصیر مرحوم سے اصلاح لیتا تھا پھر ایک مدت کے بعد مومن خان مرحوم سے اعتقاد بہم پہونچا کر غزل اونکی نظر سے گذراننے لگا یہ چند شعر اوسکے انتخاب ہوے

نہین گمان کہ وہ آتے ہمارے قابو مین	اوٹھین یقین کہ مرے ہاتھ اک شکار آیا
خزان کے روز تو رو رو کے باغ مین کاٹے	پھنسے قفس مین جواب موسم بہار آیا
دل اٹکانے کو بتاتا ہے تو مشکل ناصح	ترے نزدیک چھڑانا مگر آسان ہوگا
کس بھروسے پہ کرین ترک صنم واعظ بتا	نام ہی سنتے ہین ہم دیکھا ہی کس نے حور کا
زیست کم حسرت بہت کس کس کا شکوہ کیجیے	طالع خوابیدہ کا یا دیدۂ بیدار کا
صبر کب دیتے تھے ہم اوس کاکل پیچان کو دل	آپ سے مانگا تو پھر موقع نہ تھا انکار کا
زاہد تجھے خبر ہی نہین یہ بتان دہر	ملتے ہین اوس سے جس پہ خدا کا کرم ہوا
سیر دیکھی نہ تڑپنے کی مرے	مرگ آسان نے پشیمان کیا

خط لیتو چلا ہی تو نگہ دے اوسے جبدم	رکھ لیجو مرے نام پہ ای نامہ بر انگشت
لیگیا خط کی جگہ رکھ کی چٹکی قاصد	مشتعل تھا جو مرے گرم سخن کا کاغذ
مانگا جو جواب اوس سے تو خط کے مرے پرزے	قاصد کو دیے ناز سے دو چار اوٹھاکر
کوئی وحشی نہ بھٹکتا تھا یہان قیس کے بعد	ہمنے آباد کیا پھر سے یہ ہامون آکر
گم ہوے ایسے کہ اک حرف نہ آیا لب پہ	رہگیا دل مین دہن کا نرے مضمون آکر
دو جہان ہوتے ہین ایک ایک قدم پہ پامال	کوئی آفت ہی ہمارے ستم ایجاد کی چال
بدنامیان ہین باعث نام آوری یہان	ہم جانتے تھے عشق مین کچھ عز و شان نہین

صبور

صبور تخلص شیخ معین الدین ابن شیخ محب اللہ وطن اصلی اسکا ایک موضع ہی مواضع نوالح نارنول سے لیکن اب چند مدت سے قبائل و عشایر کے ساتھ مقیم شاہجہان آباد ہی گاہ گاہ فرنگیان پلٹن کی تعلیم کی تقریب سے اطراف ہندوستان کا سفر اختیار کرکے وجہ معاش کی تحصیل مین سرگرم رہتا ہی مرد سنجیدہ اور موزون طبع ہی یہ شعر اوسکا اوسی کی زبان سے سنا گیا

در پیچ و خم کوچہ گیسوے تو بردل	از کشمکش شانہ چگویم کہ چہا رفت

صدر

صدر تخلص محمد صدر الدین علوی نسب سولہ سترہ برس کے سن مین وارد دلی ہوکر چندے تحصیل ہنر مین ساعی ہوا اب ہم صحبتان لاابالی کی ہمنشینی سے شوق شناوری اور ہوس شکار اوسکے مزاج پر غالب ہی گاہ گاہ شعر بھی موزون کرتا ہی یہ شعر اوسکا سنا گیا

کرتا نہین ہی تو جو ادھر منھ تو زلف نے	کیا جانیے کہ کان مین کیا کہدیا ترے

صدق

صدق تخلص شیخ محمد اشارت علی خلف شیخ نوازش علی نبیرۂ نواب ابو محمد خان کمبوہ ساکن قدیم میرٹھ مرد نیک نہاد خوش اخلاق اور شیوہ مہر و وفا مین شہرۂ آفاق ہی فن شاعری سے مناسبت طبیعی اور تاریخ گوئی مین مہارت تام ہی یہ چند شعر اوسکے انتخاب ہوکر مرقوم ہوے

ای صدق ضعف سے مری آواز بند ہی	اوس بدگمان کو وہم کہ مغرور ہوگیا
فکر مضمون سے چھٹا صدق تو ہی فکر معاش	سر پہ رہتا ہی ہمیشہ مرے بار ایک نہ ایک
فروغ اپنی جسے منظور ہو آفت مین رہتا ہی	کہ اک آتش لگی رہتی ہی دایم شمع کے سر مین

یہانتک شمع رویون کو مری قربت سے نفرت ہی
کہ گل ہووے چراغ و شمع گر آوے مرے گھر مین
اگر اسباب عشرت بھی میسر ہو تو جلتا ہون
کہ مرا آگ ہو جاتی ہی آگر میرے ساغر مین
مین کہان وہ کہان کہان جلسے
چشم بد لگ گئی مقدر کو

صغیر تخلص زبدۂ جوانان متین میان نجم الدین خلف ہر گروہ شعراے نامور شاہ نصیر علیہ الرحمۃ تری جیا گوہر شاداب کی موج سے برتر اور گرانی حلم گوہر نایاب کی قیمت سے ہمسر اخلاق حمیدہ کو اوسکے ضمیر صافی سے ارتباط اور اوضاع پسندیدہ کو اوسکی طبع کریم سے اختلاط کلام کی شیرینی سے اعتراض کا لب بند اور مضامین کی غرابت سے ہر بیت دل پسند خلق و مروت مین یگانہ اور لطف و کرم مین یکتاے زمانہ سلامت روی کے اقتضا سے گوشہ گزینی مین مجبور اور صفائی وقت کی طلب مین صحبت اہل روزگار سے نفور بالفعل وہ متین شعر کے سوا کچھ اوسکی نتائج افکار سے دستیاب نہوا

گریہ ای پردہ نشین چھپکے کیا کرتے ہین
غم دوری مین بھی ہم پاس وفا کرتے ہین
آہ صحبت ہوئی کیا شبنم و گل کی باہم
جتنا روتا ہون وہ اوتنا ہی ہنسا کرتے ہین
صغیر دیکھ تو دریا پہ بھی نصیب ہی شرط
پیاس سے لب ساحل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین

صفا تخلص مرزا سعید الدین عرف مرزا ننھے کہین برادر مرزا رحیم الدین حیا صاحب ذہن سلیم اور طبع حلیم دقائق سخن کو اپنے برادر بزرگ سے کسب کیا کرتے ہین ابتدا مین روا تخلص تھا اب صاف طینتی سے صفا مقرر کیا جیسا باعتبار سن کے جوان ہی باعتبار شوخی طبع اور برجستگی مضامین کے بھی جوان ہی فکر کی رسائی اور طرز سخن کی دل کشائی احاطہ بیان مین نہین آسکتی یہ چند شعر اوس نیکو نہاد کے مرقوم ہوے

پوچھتے ہین کہ کہان رہتے ہو اور جانتے ہین
کہ بجز دشت ٹھکانا نہین دیوانون کا
روز کے ظلم و ستم انصاف کر
چرخ اتنا دم کہان انسان مین
گھر مین بیٹھے ہین اور اتنا نہین کہتے منھ سے
کون ٹکراے ہی دیوار سے سر دیکھو تو
کیے پھرتی ہی در بدر مجکو
یا نہ اوس کا کل پریشان کی
ای **صفا** اوسکو تو غنیمت جان
جو گھڑی کٹ گئی مصیبت کی
مانا کہ وہ بیرنج ہی اور راحت جان ہی
کچھ ہو یہ صفا جی کا لگانا ہی زیان ہی

صفا تخلص پیرن شاہ ولد زبدۂ مشائخ خدا آگاہ رتن شاہ مرحوم حلم و حیا سے آراستہ

اور خلق و مروت سے بہرہ ور استاد فن سخن شاہ نصیر اور شیخ ابراہیم ذوق کے شاگردان با استعداد اور راقم کے دوستان صادق الوداد سے ہیں چنانچہ یہ شعر اوس کے پڑھے ہوئے مرقوم ہوئے

روتے ہیں کلبۂ احزان میں جو تنہا ہو کر — بہ گیا چشم سے دل خون کا دریا ہو کر
ہمکو یہ شور ہے کہ پھر یہ دوان کہنا ہیں پاؤ — دھنک غیر کے آج کچھ اسی دیدۂ تر اور ہیں
میں نے بوسہ طلب کیا تو کہا — یہ خرابی ہے منھ لگانے میں
چپ رہے ہیں نہ دلے سینے ہم اتنا ناصح — اسوقت خدا جانے مرا دھیان کہاں ہے
جی میں ہے سو رہیں کچھ کھا کے کسی روز صفا — تنگ ہم آ گئے ہیں ہر روز کے غم کھانے سے

صفدر

صفدر تخلص صفدر بیگ ولد بہادر بیگ ساکن قدیم کرنال کتخدائی کی تقریب سے چند سال ہوئے کہ خاک پاک شاہجہان آباد میں مقیم اور مشق سخن میں گرم ہے باوصف نومشقی کے استعداد کا رنگ اوسکے کلام سے جھلکتا ہے یہ شعر اوسکی زبان سے مسموع ہوئے

میں اگر دل کھول کر روتا تو کیا ہوتا کہو — ایک آنسو آنکھ سے ٹپکا تو اک دریا ہوا
کیوں لگی ہے دیر یا رب اب تلک آیا نہیں — حال قاصد کا مرے کیا جانیے وان کیا ہوا
پلاتے ہی عدو کو نہ مجھکو رشک آتا — جگر نہ سینے میں جلتا نہ دل تپاں ہوتا
یہ دل کی آگ دکھائیگی رنگ کیا صفدر — کہ میرے سینے کے باہر نہیں دھواں ہوتا
بوسہ مانگا تو وہ کہنے لگے صفدر افسوس — اب تلک تم مری عادت سے خبردار نہیں
پیتے کسیکو دیکھیں ہیں جب ہم شراب کو — پیری میں یاد کرتے ہیں عہد شباب کو
آرام تھا گلی میں تری نقش پا کی طرح — ظالم اوٹھا کے کیوں مری مٹی خراب کی
اس طرح سمجھا مجھے ناصح کہ دل سمجھے مرا — پند کرنا اور ہے اور سر پھرانا اور ہے
دل نہ لیجو تو سہی تم یہ یاد — عمر بھر کی مری کمائی ہے

صفدری

صفدری تخلص میر صادق علی ہیں برادر حقیقی میر نظام الدین ممنون جوان وجیہہ خوش رو خلیق بردبار تیز طبع خوش فکر ایسا جوان یوسف طلعت اگر آسمان سو گردش کرے عرصہ وجود پر خرامان نہیں کر سکتا افسوس کہ اس تنگ چشم کم حوصلہ نے نچاہا کہ یک چند دیدۂ روزگار اوسکے جلوۂ رخسار سے نور یاب رہے بہت جلد اوسکے مرقع جمال کو درہم

اور اوس عالم تصویر کو صفحۂ ہستی سے محو کر دیا اسکا قصہ عالم مین مشہور ہی مختصراً یہ ہی کہ اوسکے گھر کے قریب ایک نشست گاہ تھی احباب ایک وقت معین پر وہان فراہم ہوکر سخنان دلپذیر سے باہم ضیافت طبع کرتے تھے ایک روز سر شام ایک جوان جہالت سرشت چندر بھان نام قوم پنڈت بھی حاضر وقت تھا ایک امر سہل پر قصہ بڑھ گیا اور اوس ظالم بیدادکیش نے اس نوجوان گرم و سرد روزگار ندیدہ کے جسم نازک کو لباس خون سے مزین اور زیور زخم سے آراستہ کر دیا اور کمبخت یہ نہ سمجھا کہ چشم کوکب اگر تا ابد انتظار مین وا رہیگی پھر ایسا جمال آشنائے نظر نہوگا جب تک دوست و آشنا خبردار ہون یہ سید عالی نسب حدیقۂ جنان مین خرامان ہوکر اپنے جد والا مقام کے سایہ الطاف مین آسودہ ہو گیا اور وہ یزید کردار گرفتار ہوکر بعد اثبات خون کے معلوق اور مسلسل گوشۂ زندان مین محبوس ابدی ہوا یہ قتل خون سیاوش سے بھی زیادہ چندے اہل روزگار کے واسطے سرمایۂ عبرت رہا ہر چند اس سانحہ کو عرصہ دراز ہوا لیکن داغ اوسکا سینہ بےکینہ پر ہنوز تازہ ہی یہ چند شعر اوسکے بطریق یادگار لکھے جاتے ہین

نہین معلوم پڑا پائے حنائی کس کا
ہاتھ مت رکھو دل پر آتش و بےتسکین ہی
شاید نسیم مصر کا آتا ہی قافلہ
نہین معلوم دل مین صفدری کے درد کیسا ہی
صفدری سینہ مین دل کوئی ملے ہوا ہی آج
صفدری قد کو کہین اوسکے کہا تھا کل سرو
آنکھ اپنی یہ کسکے دُر دندان پہ پڑی ہی
ہر شکایت یہی کہ غیرون نے

چھپا ہاتھ ہی حنا کی سی گل قالین پر
نہ چھیو لے کہین پڑ جا ئین کف سیمین پر
خوشبو کی اک لپٹ سی ہی بیت الحزن کے پاس
کہ ہر دم ہاتھ سینے پر وہ بیتاب نہ رکھتے ہین
منع مت کر متصل کرتا اگر فریاد ہون
سید ھی اوس شوخ نے کیا کیا نہ سنائین مجکو
جو اشک مسلسل ہی سو موتی کی لڑی ہی
آہ شکایت ہماری آپ سے کی ہی

صفوت

صفوت میر صفوت علی ساکن قدیم لہاری کہ مدت دراز حضرت اجمیر مین معتکف ہوکر روح مطہر پیشوائے سلسلہ چشت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یاب ہوئے اور اب سات مہینے کے عرصے سے وزیر آباد کی چھاؤنی کے قریب ایک موضع غیر مشہور مین منزوی ہین کتب حدیث کو علمائے مکہ سے پڑھا اشعار متصوفانہ زبان فیض ترجمان سے سامع افروز اور طالبان حقیقت کے دل سے ظلمت سوز ہوتے ہین یہ دو شعر ایک مریض

باخلاص کی زبان سے مسموع ہوے

ای از ہمہ بروں و ہم آغوشش باہمہ / گشتی ز ما جدا و نہ گشتی جدا ہنوز
چون می ز شیشہ حسن تو بیرون دہد فروغ / در پردہ و بانگہے آشنا ہنوز

صفیر

صفیر تخلص زبدۂ خاندان اہلبیت اسوۂ دودمان مروت یگانۂ دوران میان بیان جامۂ خلق و حلم اس نیک طینت کی قامت پر راست اور ودیعت سعادت و اہلیت اوسکی گنجینۂ طبیعت مین بے کم و کاست موزونی کے ساتھ مناسبت تمام اور سخن کا مذاق مالا کلام مشورہ اس فن کا اکثر مومن خان مرحوم سے رہا یہ چند شعر اوسکی نتائج طبع سے مرقوم ہوتے ہین،

کیا خبر تھی کہ اوسی گھر پہ پڑیگا جا کر / بد دعا کرتے نہ گھر غیر کا ویران ہوتا
لب شیرین کے جو بوسہ سے ہوتے لب بند / ہمسے ہرگز بھی ترا راز نہ پنہان ہوتا
جو دل مین یار کے بیٹھا ہی ایک مدت سے / عجب ہی لطف جو ہووے وہی غبار اپنا
نہ تم سے ترک جفا اور نہ ہمسے ترک وفا / نہ اختیار تمھارا نہ اختیار اپنا
کہتے ہو جان جائے تری اور تمھین ہو جان / ہی ہی خدا نخواستہ یہ تمنے کیا کہا
چڑھتے ہین ہزاروں گل تربت پہ صفیر اپنی / مرنا مرا بلبل کی قسمت مین لکھا ہوتا
ای رشک گل صفیر کو کیا جانے کیا ہوا / تیری گلی مین آج صداے حزین نہین
ہوا ہو سہو تو پھر خوب یاد کر لیجے / کہ رہ نجاتے کوئی جور امتحان کر لیجے
کچھ ایسا مضطرب ہی نالۂ شوق / گرہ کھلتی نہین بند قبا کی

صفیر

صفیر تخلص میر امداد علی اوسکا حال کچھ اور معلوم نہین ہوا یہ دو شعر اوسکے سُنے گئے سو مرقوم ہوے

وہان تو عیش مین سرمست خواب ناز ہو تم / تڑپ تڑپ کے گذرتی ہی یان ہماری رات
صفیر میری شب ہجر ہی مہیب ایسی / کہ چاندنی نہین آتی ہی گھر مین ساری رات

صفی

صفی تخلص محمد صفی اللہ ساکن شاہجہان آباد پچیس چھبیس برس کی عمر ہی اور صرف و نحو کی تحصیل مین مصروف لیکن گاہ گاہ اشعار ریختہ کا بھی فکر کرتا ہی اول لغات مشکلہ و غیرہ مانوس سے زمین سخن کو سنگلاخ سے صعب گذار تر کر دیتا تھا لیکن اب سخن سنجان صفائی گو کا کلام دیکھکر اوس طرز کو ترک کیا چند روز سے اوسکے اشعار مین کچھ صفائی بہم پہنچی جاتی ہی

اس مناسبت کے ساتھ اگر کسی سے مشورہ بھی کرے اور جہل طالب علمانہ سے نجات پاکر اس راہ مین چلنے کو سہل نہ سمجھے تو یقین ہی کہ کچھ راہ پر آجاوے یہ ایک شعر اوسکا قابل تذکرہ معلوم ہوا

اللہ ہر اک دل کے ہی احوال سے آگاہ	گر نالہ فلک رس نہین اپنا تو نہو وے

صلاح

صلاح تخلص محمد صلاح کشمیری الاصل اگر شاہجہان آباد مین اقامت گزین ہو غالباً اوسکی استعداد علمی اور درستی خط سے اہل شہر کو فائدہ عظیم پہونچے یہ دو تین شعر اوسکے اوسیکی زبان سے مسموع ہوئے

نفس کز سوز دل خیزد زند آتش جہانے را	مبادا بر سر حرف آوری آتش زبانے را
تو ئی کز گرمی رخسار گلشن رنگ مے بازی	کجا دانی چسان می سوزد آتش تفتہ جانے را
جہانے نیم بسمل مے طپد الہی از خدا غافل	مکن آزردہ ہر دم بہر مشق ظلم جانے را

صمیم

صمیم تخلص مرد آزادہ مزاج لا ابالی وضع تکلسی داس محبت ارباب دنیا سے نفور اور ملازمت فقرا صافی نہاد سے مسرور طب ہندی مین ماہر اور مجربات بید ک کے وسیلہ سے اکثر امراض مزمنہ کے ازالہ پر قادر ہی خصوصاً کشتہ ہاے فلزات کے استعمال مین مہارت تمام اور علاج جذام اور وجع مفاصل وغیرہا کی تدبیر مین قدرت مالا کلام رکھتا ہی زبان فارسی سے بقدر ضرورت آگاہ اور کتب ہنود علی الخصوص فن موسیقی کی پوتھیون سے صاحب انتباہ ستار بجانے مین ہوش سر سے اور جان تن سے نکال لیتا ہی مین نے اوسکے نغمۂ دلنواز کو اپنے کان سے سنا اور اوس کیفیت سے حظ دلخواہ اوٹھایا گاہ گاہ ریختہ کی طرف بھی التفات کرتا ہی دو تین شعر اوسکے اوسیکی زبان سے سننے تھے یہ شعر یاد رہ گیا

بھولی بھولی تری صورت سے پڑے دھوکے ہین	تو تو عیاروں کا عیار ستمگر نکلا

صولت

صولت تخلص قاسم علیخان خلف کاظم علیخان متخلص بحیران ابن نور خان رستم دستان متخلص بہ آگاہ ابن قائم خان مزاری سکنائے بنارس اور روشناس مرحوم معتبر ہی یہ چند شعر اوسکی نتائج فکر سے ہین

تربت مین آنکھین بعد فنا بھی کھلی رہین	تھا زیست مین مزا جو مجھے انتظار کا
ملتے ہو رقیبون سے مرے گھر نہین آتے	اللہ تمھین اتنی بھی فرصت نہین ملتی
کیونکر کرے نظارۂ گل کنج قفس مین	صیاد سے بلبل کو اجازت نہین ملتی

ہے شغل غزلخوانی بہت خوب پہ صولت	دنیا کے ہمین رنج سے فرصت نہین ملتی

صہبائی تخلص جناب فیض انتساب حضرت اوستادی استاد الانامی قدوۂ کملاے روزگار اسوۂ افاضل شہر و دیار ماہر فنون عجیبہ واقف علوم غریبہ مخدومی مولائی مولوی امام بخش سلمہ اللہ تعالے وطن اباے اس جناب مستطاب کا شہر کرامت بہر تھانیسر صانہا اللہ عن الشر اور مولد گلزمین لطافت آئین حضرت شاہجہان آباد حفظہا اللہ عن الفساد ہے سلسلہ انکے نسب کا سلالہ الاماجد والد ماجد مرحوم مغفور کی طرف سے تو فاروق حق و باطل عمر فاروق ابن خطاب علیہ الرضوان اللہ الوہاب تک اور زبدۂ مستورات سراپردۂ عصمت و عفت حضرت والدہ شریفہ غفر اللہ لہا کی جانب سے قدوۂ واصلان درگاہ رہنماے سالکان عرفان دستگاہ محبوب سبحانی سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تک پہونچتا ہے حضرت کے اباے کرام و اجداد عظام سے اکثر ایسے ہین کہ اونکا قامت احوال یا لباس سربلندی ظاہری سے آراستہ تھا یا زیور کمالات باطنی سے پیراستہ زبان قلم اگر اس حضرت کی بزرگی و عظمت سے ایک حرف کہے کاغذ بقدر کتاب مہیا کرے اور اگر انکی بہار خلق کی مدح کو لکھے ورق برگ گل سے پیدا کرے بساط ہستی پر اس جامعیت کے ساتھ کم کسی نے قدم رکھا ہے سخن اس مجمع فضائل کی قدر شناسی پر کیونکر ناز نکرے کہ نکات معنی و حقائق بیان و محسنات بدیع و تحقیق لغات و تفتیش مصطلحات و تجسس اوزان عروضی و تفحص احوال قوافی حسب تفصیل سے یہان محقق ہین دعویداران کمال سے کسکے خزانہ طبع مین مشاہدہ ہوے ہین صناعت عروض مین تلاش اوزان کی ایسی داد دی ہے کہ خلیل ابن احمد دیار عرب مین اور مولانا یوسف گلزمین عجم مین اگر اب موجود ہوتے تو تحقیق حقائق و تدقیق دقائق کے ارادے سے سفر ہند پر کمر باندھتے تحقیق دوائر مین ایک رسالہ عجیب و عجالۂ غریب تالیف کیا ہے کہ نکات باریک جو کملاے فن کے واسطے نزال اقدام اور مذاق اقلام شمار ہین آئے ہین اوسمین اس بسط و تفصیل سے مرتسم ہین کہ اونکا مطالعہ باریک بینان دشوار فہم کی نظر مین عجب طرفہ افادہ ہے لیکن افسوس کہ کم فرصتی اسقدر مہلت نہین دیتی کہ تبییض تک نوبت پہونچے اور علم قوافی مین ایک رسالہ موسوم بکافی اس زبدۂ ارباب تمیز نے عبارت وجیز مین ترقیم کیا ہے ہر چند ایک ورق عبارت سے بیش نہین لیکن تفصیل معانی سے ایک کتاب سے زائد تصور کیا جاتا ہے اور اوس مجمل کی شرح مین ایک اور رسالہ تحریر فرمایا ہے مسمے بوافی کہ

اہل دقیقہ کمال تفصیل سے صورت پذیر ہوئی ہے یا ماہران فن انصاف کرینگے کہ مطالب متمّمہ کی
توضیح علی الخصوص اوصاف والقاب کا بیان اور تجرید یعنی اون اوصاف سے قافیہ کے خالی
ہونے کی حقیقت مین اختلاف مذاہب کی تفصیل کس طرز جدید اور انداز تازہ کے ساتھ جلوہ
گر ہوئی دشوار پسندان باریک بین نے اس نسخہ کو دیکھکر صاف طبیعتی کی داد دی اور کمال منصفی
سے زبان پر لائے کہ ہم رسائل مشہورہ مین تحصیل کے وقت ان مسائل باریک سے کچھ اپنی
نادانی اور سمجھ ادیب کے لیے اتیاری سے ایسے غافل گذر گئے تھے کہ راہ پر نشیب و فراز
تھا گویا کچھ نشیب و فراز ہی نہ تھا از بسکہ طلب پیشگان علم پر انواع تفضل اور اصناف
ترحم مبذول ہین اکثر کتب درسیہ فارسی پر شروع مبسوط مرقوم کی ہین کہ حل و تقالق متن کے
سوا اور مطالب دقیق اور مسائل غامضہ پر مشتمل ہین اور جو کہ یہ فوائد جلیلہ نعماے الاہب
اور فوائد یہ مواہب غیب سے تھے ارباب کمال غنیمت کبرےٰ سمجھکر ہر طرف سے دوڑ پڑے
اور مثل خوان نعما کے ہاتھون ہاتھ لیگئے سواد ہندوستان مین کوئی قطعہ نہین کہ یہ نسخہ دل
کی طرح ہر ایک کے بر مین نہو ایک بار یہ بیت ملّا کوہی معانی کی حضرت کی نظر سے
گذری

بیت

کشت امید حاصل ازان ماہ پر عتاب		نہے ز آب سرکشش و نیے بیافت آب

اس بیت سے سینتیس نام استخراج پاتے ہین اور سب اصول قواعد معما سواے تصحیف
جعلی اور اسلوب رقمی کے زعم مصنف کے موافق اوس ایک بیت مین جاری ہوتے ہین
مبدا فیاض کی اعانت سے اس صاحب دستگاہ تونگر دل کو ایسا ایک نسخہ اند غیر تناہی بہم پہونچا
کہ اگر گنج شایگان اسکے عوض مین دیوین تو گوہر بے بہا کو رایگان کھووین یعنی ایسی ایک بیت
خلوت فکر سے جلوہ گر ہوئی کہ ہزار گنج شایگان اور صدہا گنج باد آورد اوسکے گوشہ مین ودیعت
ہین وہ بیت بھی نظر احباب مین گذرانتا ہون تا کہ معلوم ہو کہ فیض بیدریغ اسیکو کہتے ہین
بے صنعت اسیکا نام ہے

بیت

چو آن مہ روے خود از پردہ بنمود		دل از ما برد و آخر کرد نابود

اصول شانزدہ گانہ تو بالاستیعاب اوس شبستان مین بزم آرا ہین ان اعمال کے فروع سے
بھی اسقدر اوس منظر سے جلوہ گر ہین کہ تجلی کی طرح اون شاہدان قدسی کی نقاب کشائی
تکرار نہین رکھتے معہذا ساڑھے تین سو نام اوس سے مستخرج ہوتے ہین اور اسکی شرح مین

ایک کتاب مرتب فرمائی گنجینۂ رموز نام کہ اطراف دیار مین برات روزی کی طرح ستے مردی
حیات کے ہاتھ مین ہے اور اس کتاب کی تالیف کے بعد غواصی فکر نے صدف تنگ حوصلہ اوسکے
گنجینۂ تنگ ظرف یعنی بیت کو بھی سے ڈیڑھ سو گوہر بے بہا حاصل اور جمیع اصول اور تنبیہ
فروع اعمال معما سے اوس مین جاری کئے اور عجب یہ ہے کہ جناب مستطاب کی رسائی فکر سے
وہ دونون عمل کہ مصنف کا دست فکر اونکے دامن احوال تک نہ پہونچا تھا اس خوبی سے
اوسمین جاری ہوے کہ زبان سوسن با وصف کم سخنی کے صداے تحسین کو ضبط نکرسکے اونکی
شرح مین بھی ایک رسالہ علیحدہ مرتب ہوا مخزن اسرار نام اہل انصاف فرماوین کہ عہد آدم سے
اس دم تک مالکیت اس فن کی سواے اس صاحب فضل وافضال کے کس خداوند کمال کو
حاصل ہوئی ہے سچ تو یہ ہے کہ نثر تو ایسی رتبہ مین مثل اسی طرح کے کلام کا
وصف حال ہے سبحان اللہ کیا جوہر قدسی ہے کہ اگر زبان ہزار سال جنبش کرے اوسکے
اوصاف کمال کا ایک حرف بیان نکرسکے اور اگر نفس سو قرن سخن سرا ہو اوس کتاب کا
ایک نکتہ عیان نکرسکے نثر کا رتبہ نثرہ سے بہتر اور نظم کا مرتبہ ثریا سے برتر ریزہ جواہر کا ایک نثر
متین اور انشاے دل نشین ہے حضرت ظل سبحانی خلیفۂ ربانی سراج الدین بہادر شاہ خلد اللہ ملکہ و
سلطانہ کی ستایش مین کمال شہرت سے محتاج ثنا نہین ہے وہ نثر دلکشا اور وہ انشاے جانفزا
ایسی مقبول ہے کہ مثل دعاے سلطانی شام و سحر اہل عالم کے ورد زبان اور مانند ثناے بادشاہی
کے شب و روز ارباب روزگار کا وظیفہ لب و دہان ہے اور انواع کلام اور اصناف سخن کی
کثرت کا تو کیا بیان کیجیے کہ صندوق سینۂ افلاک مین گنجایش پذیر نہین اس تذکرہ مین
چند ابیات غزل اور کچھ اشعار قصیدہ اور بعضے نظم معمائیہ تیمنا مرقوم کرتا ہون تاکہ
ارباب فہم و فراست پر واضح ہو جاوے کہ اسکے سوا جو سخن ہے ابکم کے اشارات بلکہ حیوانات
عجم کے اصوات کے قبیل سے ہے

یارب آن کن بجنون دل دیوانۂ ما	کہ شود بال پرے نالۂ مستانۂ ما
منکر کفر مشو گر سر ایمان داری	کعبہ یک پارۂ سنگ ست ز بتخانۂ ما
چون شرر حاصل ما در گرد وست فناست	برق بار ریشہ کند سر بدر از دانۂ ما
حسن ہر آئینہ وقف ست ونگہ واقف نیست	ہمہ بر خویش بود جلوۂ جانانۂ ما
واے گر ناز عنانش بہ تغافل ندہد	ہست نشتر بکف شوخی افسانۂ ما

جلوه بر خود غلط و عشق نفسے باز غیور
طرفه کان بت برخ کعبه روان هم خندد
عقل مے نازد و واز سر یقین آگه نیست
کن اشنائے لب دو سه حرف عتاب را
رنگے خم چو گل پرپرواز مے زند
دارد اثر ز چین جبین موج خنده ات
امروز تا کرشمهٔ لطفش چه مے کند
چون شمع آرمیدن عمر ست اضطراب
لبریز حرف شکوه و لدار میروم
صہبا بیا بوسعت رحمت نگاه کن
آرام ما ز طبع جهان شد ز درد ما
مشق جنون نکرده بوادی قدم مزن
صبحم ضعف ما منگر و از اثر بترس
نه هوائے کعبه در دل نه سر کنشت ما را
نظاره گاه محشر دل و دیده باز بخشند
چنانکه باده در انگور نیست باده بنام
قبول خاطر کونین را نمے ارزم
چو بے طلب بر دوست میروم چه عجب
فلک کاشم یاران رفته صہبائی
شد دلم جلوه گه حسن تو و جانم سوخت
آتشے بود که جز کعبه نباشد سنگش
جلوه اش در شب وانگاه در آمین حیا ست
بوئے پیراهن اگر چاره گر آید وقت ست
مرد ره قناعتم دل مزه خوش ترک نخواست
در خور طبع چرخ نیست از همه اعتبار من

شمع داغ ست ز خود داری پروانهٔ ما
دست در گردن غیر ست ز جانانهٔ ما
نسخهٔ جهل بود بحث فرزانهٔ ما
از بهر ما دو آتشه ساز این شراب را
دارم خزان رسیده بہار شباب را
یک رنگ کرده ناز تو لطف عتاب را
رحمت فگنده است لفے در احساب را
دارد بسبزه رنگ بہار رم شتاب را
خواهم دراز مدت روز حساب را
یک سو بنه شمار گناه و ثواب را
خیز و خزان عالمے از رنگ زرد ما
امے گرد باد پا دل صحرا نورد ما
آتش نهفته زیر بغل آه سرد ما
چو از وشده ہم دیگر چه ز خوب و زشت ما را
نشد ہم خاک و آخر هم از نهشت ما را
بهر کجا که توقی نیست اعتبار مرا
زبیکسی لحد آورد در کنار مرا
که عشق پیشه ام و با طلب چه کار مرا
سپرد داغ دل و چشم اشکبار مرا
آتش از خانهٔ من سر زد و سامانم سوخت
برق آن کفر که در خرمن ایمانم سوخت
پرده از دیده و پنہان به بیابانم سوخت
دل به بینائی غم دیدهٔ کنعانم سوخت
گر فلکم بے نوا خست کام طلب گزک نخواست
خود سره در عیار خویش نا سره مشترک نخواست

ابشان حسن نگر کز کجا و تا چند ست
بحیرتم که چو از من برگ رافضی نیست
بکفر من منکر شده شیخ دا رحم نه
ز ذوق حسن نگر هر نفس بجوید ناله
بپیچم گاه توان شد ز هر تا شیرب
بپاسه دست نه هر ذره صد زبان داسد
اگر گل ست وگر خار دل توان دادن
کرشمه آتش چه عجب گر بسوخت خرمن طور
بد و براه فنا هم مجال عنقا نیست
بکن بکن بحضورت فضول نتوان شد
تو نیز پاسے تراز شوق خواهش و ان رهم رود
مگوی هر تقسیم ای خرد به خویش بیا
بحسن دوست بگو شوخ تر تجلی کن
تو خواهی از بت و خواهی ز کعبه جلوه فروش
گفتن گران ز شکوه لطبعت گناه من
گفتی که میکشد دلم امشب بیک طرف
هر کس کشند دسته بهار و خزان خویش
بحیرتم که دلم قطره بیش نیست ولی
گفتم از سر ازل کیست کشد آگاهم
گفتم آن کیست که در پرده کشد زمزمه گفت
گفتم این دل ز چه بیمار بود حیرانم
گفتم اندر دو جهان برگ طرب روزی کیست
گفتم از خال لبش قاعده دان گشتم گفت
جامم [illegible] وقت حریفان شد و من خرسندم
یاد آن روز که کس محرم اسرار نبود

که بنده گشته در بند خداوندست
بزنهار کافی و دشمن چه گونه خرسندست
که شوق در طلب و بخت به بست مانده ا
که به گردش نگهم جامه در بغل تنگ است
که شوق ماست بجولان و عذر ما لنگ ست
تو به جنون زده از غفلت این نه فرهنگ است
بیا بجلوه که بیمست جام نیرنگ است
که مست گرم تماشا ست و عرصه اش تنگ است
بگوشه که منم راه دیگرے وا نیست
تو خود نگے کنی آنرا که در خور ما نیست
مهر بجا که رسیده ی تماشا کن آن بجانیست
که تاب خاطر نازک دلان تقاضا نیست
نگاه شوق من است این نگاه موسی نیست
فریب میخورد آن دیده که بینا نیست
گفتن بحرف عبیر دل من گناه کیست
غیرت برهم که جذبه بخت سیاه کیست
امروز تا قبول تو مشت گیاه کیست
تو تا خدنگ زدی بجوش خون فرو نشست
گفت در دل کنی اندراه توانی دانست
کم کسے هست که این رمز نهانی دانست
گفت این رسم وره از چشم فلانے دانست
گفت هر کو بجهان قدر جوانی دانست
هر که این نکته بفهمید معانی دانست
صبر بخشید بمن آنکه بمن جام نداد
حسن را جلوه گه جوش خریدار نبود

ز شرم آنکه سحرش را اثر نیست
حیا در نرگس افسونگرش بین

ستم از رخ وفا بست بر خویش
گرانی اینقدر در کشورش بین

چو صهبائی شدی در آخر کار
اثرهای دل و چشم ترش بین

امر بنماز و نهی مے بر سر و چشم ما ولے
جبر نفس کافریم انچه اختیار کو

شوق بره نشسته را حیله کفایت است و بس
جلوه دوست گو مباش وسوسه غبار کو

سنجر

من قصائده

صبح بزعم صوفیان از پی بیع جام زر
میفگند ز آستین انچه ز رشتش هری

موج پیاله دام کن عیش میده صید نیست
کاهوے زرد دربر بره کند چرا خوری

نقطه زر به پهلوے صفر حمل نهاده اند
تا رقم یک از برش هم زهات بشمری

خاک چمن بصبحگاه گشته ز باد عطر خیز
همچو ز باد گریه بید کرده بمشک یاوری

لخلخه سای دهر شد نافه گشای صبحدم
طبله مشک شد مشام این نفس از معنبری

گاه چو چشم عاشقان گریه برآرد ابر تر
گه چو دهان گلرخان خنده کند گل طری

گوهر ژاله صبحدم بر رخ شاه اسفرم
برده ز روشنان چه رخ رونق آب پیکری

بلبل ژنده خوان بصبح زمزمه زد چو زردهشت
شاخ لقب برسمش شهرت گل بآذری

از چه باین ملایمی دل نکشد بباده ات
سنگ نموده شیشه کرده بلور ساغرے

از پی جمع شاهدان خواسته بر بساط بزم
مهر ز حباب افسری ساز ز پرده معجرے

ساقی نسیم ساق را دربر شاخ لبتدین
لعل مذاب موج زن گشته بجام گوهرے

عصمت مهر بکرے غنچه نگه نداشتند
دخت رز است بیحجاب دست چرا نے بری

از پی جام می مکن ابروے خود پر از گره
از پی مهر عقده را خاصیت است اثردری

چون متعلم و ادیب گشته بمکتب نشاط
ساغر باده حمله گوش بلبله در سخنوری

کاو سفالی از دهن گوهر شب چراغ ریخت
عنبر لاله برفشان تا بر از و دگر خوری

گر نه بقصر نیلگون رسم عزاست مستمر
بر سر این سه دختران از چه جنازه بنگری

بلبله مرغ خوش نواست آتشش تر غذاے او
گنبد حباب مے کرده به پیشش اخگری

خیمک تنے است بے روان جان جهانش در نهان
بوے تنش چو انگزد نگهت جانش عنبری

زاغ شبه مثال را نورے لعل در شکم
دیو زنے سیاه رو حامله گشته از پری

تا ز نوال مطربان چاشت ز نغمه وا کنند — آمده کاسه رباب غیرت کاسهٔ گدی
چنگی آتشین زبان زمزمه بر لبش و دل — داده با آتش فغان با دم مسیح رابری

معمیات اسماء الٰہی اوس رسالہ کے کہ اوسکا نام جواہر منظوم ہی

مالک

عمرے بنهاد آن صنم کافر کیش — زالماس ذخیره هاز بهر دل ریش
آخر ز دهان او بصد دشوارے — نیم لبش آمده بکام دل خویش

سلام

خوبان ز شکیب از دل ناکام برند — از چشم تو طرز غمزها دام برند
جاے که سخ توهست از مه چه سخن — نجا رخ مهوش ار ز مه نام برند

میمن

هرکس تاب سهیل را شد بنده — بر خیرگی نگاه او زان خنده
کو چهره یار بین وز دیده بپوش — بر جاے سهیل بین مه تابنده

عزیز

خورشید بخویش داشت زین پیش گمان — کاین چرخ نیاورده نظیرش بجهان
چون قصه آفتاب رویش گفتم — خود یافت رخ چو خویش را نام و نشان

باری

ای از تو چمن ز رخت می گیرد کام — وے از تو بهار سبز خرم از ایام
هر مرغ که در چمن زند نالهٔ شوق — می سازد از تو هر یکے از بر نام

شافعی

حسنش که به نگاه انور بینی — چون خور بینی اگر مکرر بینی
آخر ز آن شوخ بین تمام اندازش — زان گونه که هر دمش بخود دل تر بینی

غفور

یا رب گنهم ز بسکه از حد افزود — گفتی لا تقنطوا و یاسم بزدود
آرے تا جی شد آن کسی کش از شرم — با عفو تو راز دیده جز اشک نبود

حسیب

[illegible]

ما قصۂ حسن را شنیدیم ہمہ نام رخ حور و مہر باہم گفتند	ہر حرف سمن بران رسیدیم ہمہ ہر یک پایان نداشت دیدیم ہمہ

حق

عالم چہ بعشق آن ستمگر آشفت چون دید خصم آن تمام عیارے	او خواست کہ نقش دل از وگیرد مفت دربار ز میان نمود و آخر نہفت

قوی

یارب ہر کس ز شوق آتش افروزہ چون دید عاشق شدہ ہر جانب او	گر دیدہ براہ تو سعادت اندوزہ ہر سو افشاندہ یک دو اشک از سی سوز

حمید

چون پردہ نہ کعبہ رخ آن ماہ کشود چون زلف نمود خویش را بر رو هشش	آن خال بران چون حجر الاسود بود آن خال کہ مے نمود آخر نہ نمود

معید

ہر کس بتلاش یار اندر تک و پو است عالم شب یلدا است ز ہجرش لیکن	چشم دو جہان بجانب جلوہ اوست میگردد مشرق ار نماید رخ دوست

مقتدر

این چشم من از گہر لبالب پرداخت گوہر بحجر فزود مفت از دزدی	چون دید فلک بسوی آن گوہر تاخت لیک انچہ ربودہ بود آخر انداخت

قطعہ کہ اوس سے اللہ علی سے نکلتا ہے اور علی اللہ سے اور پھر تعمیم قاعدہ کی کہ ہر ایک نام سے ہر ایک نام مستخرج ہو سکے بشرطیکہ حروف دونون نام کے مساوی ہون ۲

منم نصیر ے آن حاوی سبل کہ بود دلت چو سحرہ بازیچہ ہاے وہم دوئی است چنین کہ جادۂ وحدت سپردہ ست بود علی ست نتیج نام آلہ و نام آلہ مزن جراحت منکر براین سخن ز انکار	ز جیب شاہد کنعان قدس چہرہ کشاے علی یکے چہ شمارہی ز نہ نود اسمار انا الحق از وے و از حق انا علی زیبا بود ز چہرۂ نام علی نقاب کشا دلیل قاطع من بس بود براین دعوا

که عین هم الف و هم الف نماید عین
زهر دو نام چو گیری حروف ملفوظے
وگر بقلب بر می آن حروف را دانی
سخن که رهرو ملک وسیع اسرار ست
اگر باهل سخن تازه نغمه زد قلمم
حروف مفرد ملفوظے علی ست علی
به بین بقاعده کاصل اصول این فن ست
الف یکے ست و همان یا سی ست و سی باشد
ز لام زلف توان کرد حاصل و آن زلف
ز عین شمس و ازان سین بگیر و سین شصت ست
نود بچشم تو صاد ست و میم و پنجه نون
هم از نود بسوے فی توان شتافت و لے
چو یاد ست نه ده راه گیر جانب نه
ز نه بطار رود هم نه چو هست پنجه و پنج
زها که شش بود اشاره واو پیدا کن
چو طا گرفته دو طا نه است حا بر گیر
ز یا الاله دو یا هست و هر دو بست بود
رهے دگر ز الف گیر کان یکے ست و زان
هم از الف بسے از سی بر و بشهر و ز شهر
اشارتے چو به تصحیف نیست غیر از هشت
دگر ازان همه غین ست و قاف این جمله
دو اسم کان بشمار حروف متفق اند
برآمده ست ز زهرا حسین بهر مثال
هم از حسین بزهرا چنان فتد راهست
ازین طریق صفای قلم نگرد انم

ز لام لام و ز یا تا و یا ز تا پیدا
حروف مفرده اش گرددا ز دگر گویا
که این طریق توانی سپرد در همه جا
عنان براه دگر پیچم از زمین ما و را
شگفت نیست که گویا طلب کند شنوا
حروف مفرد ملفوظے خداست خدا
فروع را بود از اصل برگ نشو و نما
گهے بلام و گهے سوے عین راهنما
تو خواه جیم شمر خواه دال کو عمدا
ز شصت گاه نود گاه پنجه جلوه نما
ز نون بیا سوے حوت و ز حوت جانب یا
چو فی ست اسم توان یافت ز و مسمے را
وگر تو خواهی ازان ده دو گیر و از دو با
ازان به پنج رو از پنج رو بجانب ها
ز شش دو حرف شمار و بجای معجمه آ
چو حا بدست تو افتاد ره سپر سوے زا
ز بست کاف برآور و زنت بود بملا
چهل شمار و از آن جا بسوے میم بیا
بجاه ره بر و از ماه رو بجانب را
که آن ست تا و ثا ذال و شین و ضاد و ظا
زیکدگر بدر آیند چون قمر ز دجا
باین حساب یک از دیگر ست چهره گشا
بدان صفت که بر آید حسین از زهرا
که از پسر رهست افتد بسیرت آباد
چه کرد باد درین ره کجا شدم زکجا

علی بود در شہر علوم و کس در شہر
حدیث لحمک لحمی بنوش و چشم مپوش
نصیر ہم نکنی طعن ازین سیاق سخن
کشبعہ بندہ اصنام گشتن آئین است
گہ ار مہر کہ شدم شیعہ اندرین قطعہ
قدم زہر کہ بود از مدیح بر افلاک ست
سخن کہ جادہ دیگر گرفت از رہ رفت
پس از رسول ابو بکر و بعد از و ست عمر
قدم چگونہ توانم دران طریق نہاد
قریب اوبخداع و زبر سے ماند

بغیر در پیشو اند کہ وہ اگز ار دپا
بدین چگونہ تو انم حبدا شدہ از اجزا
کہ این طریقہ نہ آن بود سنت الشعرا
چہ شد کہ بندہ شدم پیش تو احبہ دو سرا
نعوذ باللہ ازین شیعہ بودن وحاشا
زخ سخن سوے دور چپاست ناز یبا
بیا بسوے حقیقت بگیر راہ ہدی
سپس زجا مع قرآن علی عقدہ کشا
کہ نیک آگہم از عشوہ ہاے ابن سبا
کہ رخنہ کرد در ایوان ملت عیسے

باب الضاد المعجمہ

ضابط

ضابط تخلص مہر علی نوجوان خوش وضع نیک نہاد اور چندے روز سے پدر بزرگوار کے ساتھ جذبہ حب وطن سے تازہ وارد شاہجہان آباد لطافت بنیاد ہی صرف و نحو عربی اور قدرے کسب سے بہرہ مند ہی دو تین غزل اوسکی نظر راقم سے گذرین یہ چند شعر انتخاب ہوکر مندرج تذکرہ ہوے

حشر مین خاک سے سب لوگ تو نکلے لیکن
نام کی تو شرم کر ضابط خدا کے واسطے
یون تو ہر ایک سے وہ خلق سے پیش آتا ہی
اپنے شکوے سے تو ہرگز نہین ہوتا مانع

قبر عاشق سے جو دیکھا تو دھوان سا نکلا
یہ ترا گریہ تجھے آخر بہا لیجائیگا
پر ہمین سے نہ کبھی اوسنے کہی پیار کی بات
پر نکہ ناصح نادان کبھی اوس یار کی بات

ضاحک

ضاحک تخلص شیخ مراد بخش خیاط درویش صاف باطن ہی جسقدر لباس لوگون کو سیکر پنہایا ہی اوسیقدر اپنا گریبان دست شوق کی درازی سے پھاڑا ہی مولانا فخر الملۃ والدین کے خاندان ہدایت نشان کا مرید عقیدت نہاد ہی اوایل مین گاہ گاہ شعر بھی کہتا تھا ایک دوست نے اوسکے اشعار سے یہ شعر راقم کے سامنے پڑھا

چاک جگر کے سینے مین گو مٹا ہزار بار
ضاحک یہ رشتہ بھی کہین پیمان یار ہی

ضامن

ضامن تخلص مولوی ضامن علی اوسکے حال سے سوا اسکے کہ ایک مرد بزرگ

خوش اخلاق اور مشایخ وضع اور موضع جلال آباد مین مقیم ہی اور کچھ اطلاع نہین یہ شعر اوسکے افکار سے ہی

بت ہوا اوس بت عیار کے آگے ضامن | کچھ تو بن آتی جو کچھ بات بن آئی ہوتی

ضامن

ضامن تخلص محمد ضامن اکبرآبادی مین سکونت قدیم اور حیدرآباد مین راجہ چندولال کی سرکار مین صیغۂ طبابت رکھتا تھا اول شعر ریختہ بے اصلاح کہتا تھا جب شاہ نصیر مرتبہ اول حیدرآباد مین وارد ہوے اور اونکی شاعری کا شہرہ اوس گلزمین مین بلند ہوا اکثر غزلین اپنی اونکی نظر اصلاح مین گذرانی شاہ نصیر اوسکے اوصاف حمیدہ اور محامد پسندیدہ سے اکثر تر زبان رہتے تھے اور اوسکی سنین عمر ساٹھ سے زیادہ بیان کرتے تھے اب غالب ہی کہ عالم فانی کو پدرود کیا ہوگا یہ چند شعر اوسکی غزلیات سے انتخاب ہوے

ہی آج ہر نفس نفس واپسین تجھے | گر قتل کر کے جائین تو احسان ہی آپکا
حاضر ہین دونون جا ہو اسے چاہو اوسکو لو | جان آپ کی ہی دل بھی مری جان ہی آپکا
تمکو کیا کیا وفا کے دعوے ہین | خیر کہیے سے مجھے یقین آیا
کون اوٹھکر گیا کہ تو ضامن | آپ مین اتبلک نہین آیا
چین لینے بھی نہ پایا تھا کہ پھینکا دل کو | اتنا اے زلف تو شانہ کو بدآموز نکر
شیوۂ ظلم مین مشہور رہوا عالم مین | قتل سے میرے ہوا اور تجھے کیا حاصل

ضایع

ضایع تخلص میر خیرالدین ناگوری مقیم شاہجہان آباد سادات صحیح النسب سے ہی غالبا کچھ سرمایہ موروث فراہم ہی وگرنہ باوصف خانہ نشینی اور بے روزگاری کے فراخ دستی کے ساتھ معاش کرنی محل تعجب ہی گاہ گاہ فکر شعر کرتا ہی نام شاگردی سے ننگ اور نکتہ گیری اور تعرض اغلاط اوسکے واسطے محرک جنگ ہی یہ دو شعر اوسکی زبان سے گوش زد ہوے

آخر کو ناتوانی اک دن بٹھا ہی دیگی | دوش صبا پہ کب تک مثل غبار پھرتا
ضایع کا اے عزیزو کچھ ڈھنگ ہی نرالا | تا صبح روتے رہنا تا شام خوار پھرنا

ضبط

ضبط تخلص کالے خان اوسکے احوال سے بتفصیل اطلاع نہین مگر اسقدر معلوم ہی کہ سابق پلٹن انگریزی مین نوکر سپاہ مین منسلک تھا اب مدت ہوئی کہ تعلق سے نفور اور پابندی سلسلہ چاکری سے دور ہی کبھی حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار

اور کبھی سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ فیض بار کی زیارت سے استفادہ باطنی کرتا ہی
بعض معتبرین مدارج اعلا کا طن اولی نسبت رکھتے ہین راقم جب اوسکی ملاقات سے
مشرف ہوا انہی زبان سے کہا کہ اوائل مین گاہ گاہ اشعار فارسی زبان قلم پر گذرے تھے
اب بھی کبھی حضرات کی شان مین دو چار شعر کہنے کا اتفاق ہو جاتا ہی اوسوقت جو پڑھا
تھا کچھ کچھ راقم کو یاد رہگیا جو کہ بزرگان بارگاہ الہی کا ذکر برکت و میمنت سے خالی نہین
ایک شعران اوراق مین مندرج ہوتا ہی

عالم ہمہ از فیض در شیخ بکام ست	سلطان سلاطین جہان شیخ نظام ست

ضرغام

ضرغام تخلص مرزا بہادر بیگ نوجوان پہلوان وضع ریختہ گوئی مین نومشق یہ دو تین
شعر اوسکے افکار سے ہین

کیا پوچھتا ہی ہمدم حال شکستگان کو	جاتے ہین ہم وہین کو اوٹھتا ہی منھ جہان کو
ای ستمگر سبب خاطر ناشاد نپوچھ	ہمسے مغموم مزاجون کو تو کر یاد نپوچھ
خاک ضرغام کا کوسون نہین لگتا ہی پتہ	تیری شوخی نے کیا کیا اوسے برباد نپوچھ

ضرورت

ضرورت تخلص محمد جمیل ساکن قدیم پانی پت بالفعل مقیم شاہجہان آباد اور معلم صبیان ہی
گاہ گاہ راقم تذکرہ سے سر راہ ملاقی ہو جاتا ہی یہ شعر اوسکے نتائج
افکار سے منتخب ہوا

تاثیر آہ و نالہ معلوم ہی جو کچھ ہی	کیا ہوگے ای ضرورت گہ پھر بکا کروگے

ضعف

ضعف تخلص ہی عابد حسین نام جوان خوشرو نیک خو پسندیدہ اخلاق کا کہ
اہلیت اوسکی چہرہ چون آفتاب سے عیان اور کوکب بخت اوسکے ناصیہ سعادت سے
تابان ہی فن شعر مین نومشق اور قابل تربیت ہی یہ تین چار شعر اوسکے افکار
تازہ سے لکھے جاتے ہین

ایسا ہو کہ دست نگارین سے کم ہو دل	ای شوخ خوفناک ہین دزد حنا سے ہم
افتادہ رہگذار ہین اس لیے کہ گاہ	کچھ رہروون کار از سنین نقش پا سے ہم
ناصحو کیون ضعف کے پیچھے پڑے ہو ہر گھڑی	وہ غریب اب ہی گرفتار آپ اپنے حال مین

ضعیف

ضعیف تخلص شجاعت علی اوائل حال مین نواب شمس الدین خان مرحوم والی
فیروز پور جھرکہ کی رفاقت مین آسودہ حال اور تحصیل معاش سے فارغ البال نسبت ز

کرتا تھا جب تک نخبہ ہوش رہا اوس رئیس صاحب اقتدار کا اہل روزگار کے واسطے عبرت افزا ہوا اور پرگنہ مذکور حکام ذوی الاحترام کی ضبطی مین آیا اس عزیز نے والی جیپور کی سرکار مین فی الجملہ ناخن بندی بہم پہونچا کر اور حصول لب نان کو مغتنم جانکر قبایل اور عشایر کے ہمراہ اوسی سرزمین کی سکونت اختیار کی گردش فلکی نے وہان بھی اوسکا قدم جمنے ندیا آخرالامر نواب وزیر الدولہ والی ٹونک کی خدمت سے شرف اندوز ہوا اوس خاک دامنگیر مین چندے بخرمی خاطر کے ساتھ قیام کیا چندروز کے بعد اوس نواح مین وباے عام نے اقرباے تناور کو ضعفاے لاغر اندام سے بھی ناتوان تر کر دیا اور بازار موت کا گرم ہوا یہ بزرگ وابستگان جگر خستہ کو ہمراہ لیکر روانہ شاہجہان آباد ہوا کچھ لوگ تو اوسی مرض سے راہ مین ملک بقا کو راہی ہوے اور دو فرزند یہان پہونچنے کے بعد ہیضہ وبائی سے مر گئے بعد اس سانحہ کے تاہل سے ترک اور آزادی کو اختیار کیا اب فقیرانہ زیست کرتا ہی اور جو کہ دست سوال کوتاہ کر لیا ہی اہل دنیا کی طرف پاے استغنا دراز کرنے مین کچھ باک نہین راقم تذکرہ سے مخلصانہ ملتا ہی لیکن اسقدر لطف و شفقت پر سر راہ کے سوا اور کہین ملاقات میسر نہین ہوئی . یہ دو تین شعر اوسکے اوسی کی زبان سے سُنے گئے

عشق کا بوجھ جب لیا سر پر — بار ہستی کو دوش سے پھینکا
اس کلوخ نجس کو ہاتھون نے — کتنے جوش و خروش سے پھینکا
ہم بھی گویا کہ نقش پا ہین ضعیف — جس جگہ بیٹھے پھر وہین کے ہوتے

ضمان تخلص میر محمد کامل شرفاے شاہجہان آباد اور اس خاک فیض بنیاد کے روساے قدیم سے تھا نیک و بد روزگار کو بینایانہ دیکھا اور گرم و سرد زمانہ کو ہشیارانہ چکھا دس بارہ برس ہوے کہ سفر آخرت کیا شعر گوئی کا بہت ذوق تھا ایک دوست کے پاس دو بیاضین اوسکے اشعار سے سیاہ ہین یہ دو شعر تحریر تذکرہ کے وقت یاد تھے

بھلا دیا ہی ضعف نے گو جسم زار کو — پر پھرتی ہی لیے مری وحشت غبار کو
نہ پہونچی اوسکے دامن تک مری خاک — مجھے شکوہ رہا باد صبا سے

ضمیر تخلص نرائن داس پنڈت ساکن شہر کرامت بہر شاہجہان آباد فنون شاعری سے کماہی آگاہ اور عروض و قافیہ مین فصاحت دستگاہ زبان فارسی مین فکر شعر کرتا تھا گو خود ہندی الاصل تھا لیکن اوسکے اشعار ایرانی نژاد تھے بارے تلاش معاش مین سرگردان ہو کر سرسہ کی طرف گیا اور اوس نواح مین یاوری بخت سے

ضمیر

کامیاب ہوا کئی سال ہوئے کہ زال دنیا کے شعبدون سے متنفر ہوکر ملک عدم کا سفر اختیار کیا
یہ چند شعر اوسکے نتائج طبع سے ہین

تا گل عکس رخت رفت از کنار آئینہ را	مے خلد جوہر زتن مانند خار آئینہ را
چیدہ دامے ہیچو صیادان ز جوہر باشود	طوطی عکس خط خوبان شکار آئینہ را
صاف دل را کے بود با خاکساران دشمنی	نیست در خاطر ز خاکستر غبار آئینہ را
صد شیشۂ شراب بہ بزم طرب شکست	دلہا ز دست محتسب بے ادب شکست
شاخ گل با غنچہ از خاک شہیدان سر زند	بر سر تربت ز خون آلودہ پیکان کسے ست
مستی چشم کسے سرخوشی بادہ کجے	نشۂ آن بت میخوار دو بالا افتاد
شد چمن میکدہ تا نکہت وارد ضمیر	غنچہ را در سر تبسم لب میخوار کسے

ضمیر

ضمیر تخلص گنگا داس شاگرد شاہ نصیر علم رمل مین صاحب دستگاہ تھا یہ شعر اوسکے افکار سے ہی

جسکو دیکھا کانپتا ہی وہ شرارت سے تری	برق کو بھی ابر مین ہم تو طپان دیکھا کیے

ضمیری

ضمیری تخلص مرزا مظہر تاجدار ساکن بنارس وارستہ مزاج درویش وضع گاہ گاہ خاک شاہجہان آباد بھی اوسکے نقش قدم سے صفحہ ارژنگ پہ ناز کرتی تھی سیاحی کے وسیلہ سے نوادر روم و شام اور غرائب شرق و غرب اوسکی نظر عبرت نگر سے گذر گئے تھے اشعار فارسی اوسکے ہرچند تلاش معنی سے خالی تھے لیکن پاکی زبان اور درستی محاورہ سے خالی نہ تھے زبان ریختہ بھی صاف ہی مگر اوس سے کم مشقی تراوش کرتی ہی اب عرصہ دس برس کا ہوا کہ عالم سپنجی سے سفر آخرت اختیار کیا یہ چند شعر ریختہ ہم پہونچے گئے

ہم نہ کہتے تھے ضمیری یہ وفا ہی نہ مل	اپنے کامون کا نتیجہ تجکو حاصل ہوگیا
ہائے مطعون شیخ و شاب ہوے	تجھسے ملک بہت خراب ہوے
یون عاد تون کو تیرے کیا کیا نہ جانتے تھے	لیکن تجھے ستمگر ایسا نہ جانتے تھے
کیا دن تھے وہ کہ تیرے تھے نام سے نہ واقف	اور اس گلی کا ہر گز رستہ نہ جانتے تھے

ضعف

ضعف تخلص منشی کمال الدین ساکن قدیم الہ آباد دہی عمر اوسکی نوے برس سے متجاوز اور مدت سے اختلال حواس اور فقدان لبصارت سے خانہ نشین اور کنج عزلت

مین خلوت گزین ہی

سینے مین رہی آگ بھڑکتی کی بھڑکتی
اے دیدۂ تر تو تو کسی کام نہ آیا

عشاق تفتہ جان پہ کبھی اک نگاہ بھی
اے برق منتظر ہے یہ مشت گیاہ بھی

مشکل نہین ہے ربط کسی کا کسی کے ساتھ
پر اوسکے ساتھ شرط ہے کچھ اک نباہ بھی

دیکھنا ہے تو دیکھ لو ضو کو
آگے کیا جانیے کہ کیا ہو جاے

ضیا تخلص ولی اللہ اکبرآبادی یہ دو شعر اوسکے سنے گئے

رہیگی یون ہی اگر دل کو بیقراری رات
خدا ہی جانے کہ کیونکر کٹے ہماری رات

نہین امید کہ تا صبح اپنی جان بچے
یونہین رہا جو رگ و پے مین دوڑ ماری رات

ضیائی تخلص زبدۂ سادات کبار سلالۂ اشراف عالی تبار میر بدر الدین فن فارسی مین دستگاہ تمام اور نظم ونثر مین قدرت مالاکلام ہی اخلاق پسندیدہ ہین اور اطوار برگزیدہ کردار کو گفتار کے ساتھ پیوند اور باطن ظاہر کی طرح ارجمند طبیعت بہت سلیم اور فکر نہایت رسا پایۂ شعر کی بلندی اور طرز سخن کی خوبی اندازۂ بیان سے خارج ہی یہ چند شعر اوسکے نتائج طبع سے ہین

ضبط آہ و نالہ مدت سے کیا کرتے تھے ایک
اب وہ راز دل ہمارا آشکارا ہوگیا

نو بہار آئی جنون کا دل مین پھر طغیان ہوا
پھر گل داغ جگر کے واسطے سامان ہوا

پاس اپنے کیا دھرا تھا اے فلک جز نقد دل
وہ بھی اے ظالم نیاز ناز خوبان ہوگیا

کیا کیا ہے ناز حسن رخ آفتاب کو
چہرہ سے تو بھی اپنے اولٹ دے نقاب کو

ساقی نکال شیشے سے جلد اب شراب کو
پردے مین کیون بٹھاے ہے اس بے حجاب کو

کعبے مین اور دیر مین دیکھا نہ ہمنے فرق
پایا ہر ایک نبض مین اک اضطراب کو

چشم پر آب پہ مری کرتا ہے چشمکین
چشم حیا ہے دیکھو تو کچھ بھی حباب کو

ٹپکا لہو نہ چشم ضیائی سے آخرش
مدت ہوئی تھی بہتے ان آنکھون سے آب کو

جوش وحشت اس جہان مین لیکر آیا ہمین
اب کہان جاوینگے یان سے ٹھوکرین کھاتے ہوے

ضیغم تخلص شاہ کلو درویش بے نوا فقراے ملنگ کے ساتھ قدم اعجاز توام خلاصۂ ما و طین رسول مقبول کی زیارت کے واسطے بعد ایک سال کے وارد دہلی ہوتا ہی آزاد محض اور وارستہ صحبت ہے خط نستعلیق اور شفیعا مین ہمثیل کلام مجید کو ایام لکھ لیتے ہین

حفظ کیا قدما کے اشعار حد سے زیادہ یاد اور وضع بے پروائی سے دل شاد ہر یہ دو شعر اپنے نتائج طبع سے کاپی کے کاغذ پر اپنے ہاتھ سے لکھکر راقم اثم کو دیے تھے ہر چند یہ اشعار بھی اچھے ہین لیکن وہ رقم سر خط تعلیم اور صاحب دولتان اقبال مند کی خط تقدیر کے مانند سر پر کھنچنے کے لائق ہر وہ اشعار نظر تماشائیان تذکرہ سے گذرتے ہین

ساقی بیکے جرعہ خرد از سر من بر	زین ہوش ربا بادہ و مے بے خبرم کن
ای سایۂ رحمت کہ تو از سایہ شدی پاک	دامن ز سر لطف بیا و بسرم کن

باب الطاء المہملہ

طالب تخلص محمد یعقوب فرزند رشید و خلف سعید قاضی فیض اللہ جوان نیک نہاد اٹھارہ اور بیس برس کی عمر ہر اور علوم ضروری سے بہرہ وافر رکھتا ہر طیب اخلاق سے نکہت گل عجل اور سنگینی حلم سے گرانی کوہ منفعل رسائی طبیعت و راصابت فکر اور سلامت ذہن حد وصف سے خارج ہر بسبب موزونی طبیعی کے شعر گوئی کی طرف ملتفت ہر اور حافظ قطب الدین مشیر سے مشورہ کرتا ہر یہ چند شعر اوسکے نتائج افکار سے مرقوم ہوتے ہین

گھبرا کے میرے گھر وہ گل اندام نہ آیا	یہ جذبۂ الفت بھی کسی کام نہ آیا
کیونکر دل بیتاب کو تسکین ہو طالب	قاصد نہ پھرا وصل کا پیغام نہ آیا
تو مجھکو ستاتی ہر عبث حسرت دیدار	روزن بھی ہوا بند وہ دیوار کا اتنو
ہر بات پہ وہ آگ ہوا جاے ہی ہمدم	اولٹا ہر اثر آہ شرربار کا اتنو
دل لیتے ہی وہ بات ہی اوسکی نہ طالب	ہر اور مزاج اوس بت عیار کا اتنو

طالب تخلص حافظ طالب ساکن رامپور شاگرد مولوی قدرت اللہ شوق تخلص کہتے ہین کہ کتب درسیہ عربی کو نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ پڑھا تا ہر یہ شعر اوس صاحب استعداد کا مسموع ہوا

چیر سے سینے کو شق کیجے دل دلگیر کو	یہی دو جاگہ ہین اور کیا کھا گیا مین تیر کو

طاہر تخلص محمد طاہر قندھاری زبان فارسی مین بہت سلاست روانی کے ساتھ تکلم کرتا ہر عروض و قافیہ سے بھی فی الجملہ واقف ہر اور صرف و نحو عربی مین استعداد کامل اور مسائل ضروریہ صوم و صلوٰۃ کا استحضار معقول ہی صحبت اہل ہند سے زبان اردو صاف اور ریختہ کا طرز دلچسپ ہر یہ شعر اوسکا یاد تھا

نازکرتی ہوئی ہم پر جو صبا آتی ہی | کوچۂ زلف سے اوس شوخ کے کیا آتی ہی

طرب تخلص ہی زبدۂ جوانان اہلبیت گزین اسوۂ سعادت کیشان زمانہ حال و پیشین خوش اطوار پسندیدہ کردار سلالہ خاندان کرام مولوی رحیم بخش نام کا کہ کرم اخلاق اور طرزہ وفاق مین مشہور اور نواسہ حضرت بابرکت قدوۂ ارباب صفا عارف معارف ہدے مرتقی مدارج کمال امام ائمہ حال وقال شیخ نور محمد قادری تھانیسری مغفور کا ہی طبیعت قویم کی اعانت اور ذہن سلیم کی امداد سے کتب متداولہ فارسی کو تحقیق و تدقیق کے ساتھ پڑھا اور ضروریات نظم و نثر کو کماہی دریافت کیا استفادہ فوائد علمی کا مرجع جناب اوستادی مولائی مولوی امام بخش صہبائی مدظلہ العالی علی مفارق الانام اور اصلاح شعر کے واسطے آپ صاحبزادے حضرت اوستاد ممدوح مولوی عبد الکریم سوز سلمہا اللہ المنعام اگر مشق سخن کا سلسلہ یونہین دراز رہیگا تو یقین ہی کہ پایۂ کلام ارتقا اور فرق سخن سنجی اعتلا بہم پہونچاوے کہ طبیعت تحقیق طلب اور سلامت ذہن رہنما ہی اور تاریخ گوئی مین تو مبدأ فیاض نے ایسا ید طولے عطا کیا ہی کہ اوسکی مدح حیز تقریر سے خارج ہی یہ چند شعر اوسکے طبعزاد ہین

مرغ دل مشتاق ہی تیری مژہ کے تیر کا
برگشتگی سے طالع بلبل کے خوف ہی
آتش مزاجیون کا نتیجہ ہی مفلسی
قتل تو کرتا ہی مجکو پر یہی ہون برگشتہ بخت
سمجھتے ہین کہ ہی صیاد درپئے آزار
دو ہی دن مین کچھ سے کچھ احوال میرا ہو گیا
ہمصفیرون چھوٹنا کیسا کہ آتی ہی بہار
ملینگی دیکھینگے کس کس ستمزدے کی داد
اے طرب عشق سے پرہیز ہی لازم تجکو
آفت زدے تھے اور بھی دنیا مین ای فلک
نسبت ہی جلتی ہی اوسکی طرب سے کچھ صورت
ہین ہاتھ مین سفاک کے یہ تیغ و سنان آج
لیویگا کیا طرب تو کوے بتان مین جا کر

دل نہ توڑا چاہیے صیاد اس نخچیر کا
پھر جاے آنے نہ موسم بہار کا
خالی رہے ہی نیچہ ہمیشہ چنار کا
خوف یہ ہی منھ نہ پھر جائے تری تلوار کا
اور اسپہ دھیان ہی گلشن مین آشیانے کا
جو مجھے دیکھے ہی کہتا ہی تجھے کیا ہو گیا
اور دو نالہ سلم میری جان پر ہونے لگا
کبھی جو عرصۂ محشر مین فتنہ گر آیا
جان جائیگی کسی بت پہ اگر دل آیا
کیا خاک مین ہین کو ملانا ضرور تھا
موا پڑا ہی ترے در پہ اک جوان کیسا
دو چار کے سر جا لینگے دو چار کی جان آج
مرو خدا کوئی دن بیٹھا خدا خدا کر

آگے کو دل لگانے کی توبہ ہی اے طرب
پر اب کسیطرح مرے قابو مین آتے دل

اودہ رہتا ہی نہین مجھکو ٹھکانا کوئی
پھر پھرا کر ترے دروازے پہ آجاتا ہون

اے دم کی تو ہی کل زیست طرب مثل حباب
اور بھیر موج حوادث کے ہین کھٹکے لاکھون

نہ پھینکا اس طرف تیر نگہ اوسنے تغافل سے
تو ہم سمجھے کہ ہم پر رحم آیا ناوک افگن کو

ہمارے سینے مین دل ہمارا ہمین پہ آفت اوٹھا رہا ہی
عدو کے جورون کی کیا شکایت کہ دوست اپنا ستا رہا ہی

ہوا سے شوق سے اوڑکر چمن مین پہونچینگے
نہین سہی ہم اگر بال و پر نہین رکھتے

کیون کرو ترک ملاقات کو رفتہ رفتہ
یہ ہین کہدو کہ ترے ملنے سے ہی عار مجھے

طرب تخلص موتی لال شاگرد شاہ نصیر مرحوم اوسکا حال سوا اسکے کہ قوم کھتری اور روزگار پیشہ تھا اور کچھ معلوم نہین ایک شعر اوسکے نتائج افکار سے مسموع ہوا طرز سخن سے معلوم ہوتا ہی کہ اوستاد کے طرز مین اہتمام اور اس وضع خاص مین قدرت تام رکھتا تھا

نہین گوندھی ہی چوٹی دست مشاطہ نے جانان کی
یہ مشکین باندھ لین ہین اوسنے دزد دین و ایمان کی

طرب تخلص دھومی لال برادرزادہ حقیقی راجہ کنول نین قوم کایتھ متوطن شاہجہان آباد شاگرد شاہ نصیر مرحوم صاحب طبع سلیم اور سخن سنجی مین مشاق قدیم ہی مکان شاہ نصیر مرحوم مین بضرورت تو یہ کبھی ایسا نہین ہوا کہ شب مشاعرہ کو سخنوران شیرین کلام کے ساتھ ہم ترانہ نہوا ہو یہ اشعار اوسکے دیوان سے انتخاب ہوے

مین ہی کیا تنہا ترے کوچے سے دیکر سر اوٹھا
جو بشکل نقش پا بیٹھا سو وہ مٹ کر اوٹھا

جو گرا آنکھون سے پھر ہوتا نہین ہی سربلند
کس نے دیکھا ہی کہ اشک آنکھون سے پھر گر کر اوٹھا

اک بار کرو قتل تو جھگڑا ہی یہ چکجاے
ہر روز کا تو جور و ستم اوٹھ نہین سکتا

ابر و مینا و مے و ساقی و مطرب ہی طرب
کیا مزا تھا جو مرے پاس وہ دلبر ہوتا

تیرے مجنون کے گلو مین نالۂ آہن گداز
آنکر اوسکا تو پانی طوق گردن ہوگیا

طرز تخلص ہی احمد حسین کا کہ تلمیذ ہی جناب فیض مآب اقبال پناہ دولت دستگاہ ماموے صاحب ہیچمدان مرزا محمد خدابخش قیصر تخلص کا جوان موزون طبع اور خوش فکر ہی یہ چند شعر اوسکے افکار سے انتخاب ہوے

دل کا ترے ستانا چاہا تھا نہ ہمنے ورنہ
نے گریہ بے اثر تھا نے نالہ نارسا تھا

پڑی ہین حسرتین خون گشتہ لاکھون
مرے مدفن سے اوسکے رہگذر تک

اتنا تو صبر دے ہمین یارب کہ ہجر وصل | جلدی کرین نہ اوس بتِ دیر آشنا سے ہم
دیکھنا خال و خط و زلف کا منظور نہین | طرز ہم قدرتِ خالق پہ نظر کرتے ہین
ابکی ملجاے وہ تو کام نہین | اگلی پچھلی حکایتون سے ہمین

باب الظا المعجمہ

ظالم تخلص ظالم سنگہ برہمن اوائل حال مین زمرۂ متصدیان سرکار بیگم سمرو مین منتظم تھا جب بیگم موصوفہ نے وفات پائی اور پرگنہ اوسکا ممالک مقبوضۂ حکام وقت مین داخل ہوگیا فرط خانہ نشینی سے تہیدست اور تنگ عیش ہوا اور کثرت احتیاج سے گدائی تک نوبت پہونچی آخر تعلیم اطفال کو وسیلۂ تحصیل معاش کرکے اوقات عمر کو تنگی و ترشی سے بسر کیا اکثر شعر فارسی اور گاہ گاہ فکر ریختہ کرتا تھا یہ دو شعر اوسکے مسموع ہوے

ہم رہے گلچین ہمیشہ گرچہ باغ عشق سے | مفلسی کا داغ سوزان تر ہر داغ عشق سے
دن تو رو پیٹ کر کٹے لیکن | ہجر کی شب پہاڑ آتی ہے

ظاہر تخلص رام پرشاد قوم کھتری شاگرد مرزا رحیم الدین ایجاد نوجوان خوش اخلاق ہے اور فن سخن سے مناسبت تمام رکھتا ہے اتباع عالم نو مشقی ہے رفتہ رفتہ سخن ایک اسلوب دلپذیر پکڑ جائیگا یہ چند شعر اوسکے کلام سے تحریر ہوے

مین خاک ہوں ہوئے شاید مجھی کو راہ وان | یہ لوگ کہتے ہین دل مین ترے غبار آیا
وہ کس ستم سے خجل ہے کہ ہے وہ حد سے زیاد | کہ اب جو سامنے آیا تو شرمسار آیا
بہار آئی ہے ظالم خدا خدا کرکے | مٹا نشان نہ بلبل کے آشیانے کا
تغافل اور یہ دل کی کشش خدا کی ہے شان | یہ ڈھب ہی اور نکالا ہے دل چرانے کا
بچے دل اوس بت بیداد گر سے کیا ظاہر | کہ سادگی پہ وہ عیار ہے زمانے کا
ظاہر گر ایکبار بھی جاوے تو یون کہے | آنا مجھے پسند نہین بار بار کا
ہمارے سر پہ کوئی آئے کوئی جائے پہ ہم | سوا اسے گر یہ کسیکی خبر نہین مجھے
صبا در ترے ڈر سے ہون خاموش ورنہ یان | مین اور چین دیوے گھڑی بھر فغان مجھے
ظاہر تجھے وہان سے نہ روکون تو کیا کرون | نادان بہت عزیز ہے تیری تو جان مجھے

ظرافت تخلص ہے ایک زن پردہ نشین کا اگرچہ کسی عہد مین شوخ ادایان دلربا کے زمرہ مین

شمار کیجاتی تھی لیکن اب جو گلزار حسن بین خزان اور نعمان جمال بین قحط ہو اوس نونہال خمیدہ کو شاخ خمیدہ کے ساتھ مشابہت بہم پہونچی اور رہ صاحبی بندگی کے ساتھ مبدل ہو گئی ہیہات یہ کیا بات ہو ایک طرح کے حسن سے اب بھی خالی نہیں پہلے حسن خلقت تھا اب حسن خلق ہو کہتے ہین شعر بھی کہتی ہو غالباً شکایت یاران دلچسپ جو اوسکو اب منھ نہین لگاتے اوس پر وہ مین دل سے نکالتی ہو ایک شخص نے کہ اوس سے معرفت سابقہ رکھتا ہو راقم ہیچمدان کے سامنے پانچ چار شعر پڑھے تھے ہر چند کوئی شعر قابل تحریر معلوم نہوا لیکن تذکرہ کی ضرورت سے یہ ایک بیت مرقوم ہوئی

حسن ہو آفتاب سے بہتر	اوسکے لب ہین شراب سے بہتر

ظریف تخلص میر امان اللہ اصل اوسکی لاہور ہو لیکن چالیس برس سے ترک وطن کیا اور بیشتر بنارس اور کمتر شاہجہان آباد مین مقیم رہا اب حسب ضرورت عیال اور اطفال کے ساتھ بلدہ لکھنؤ مین ہو یہ شعر اوسکا یاد تھا

مر کے ہم ایسے پشیمان ہین کہ جی جانے ہو	وعدۂ وصل تلک کیون نہ جیے صد افسوس

ظفر نام نامی اور اسم سامی آرایندہ ملک و کشایندۂ اقلیم طرازندۂ تخت فرازندۂ دیہیم مالک رقاب امم خورشید علم مریخ حشم ماحی آثار جور و بیداد قامع بنیان شر و فساد بانی بنائے جہان بانی موسس اساس مملکت ستانی جہانیان پناہ ملائک سپاہ والی زمان وزمین صاحب تاج و نگین سکندر شوکت دارا حشمت کسرے ایوان افراسیاب توان حاتم سخاوت رستم شجاعت فریدون فر جمشید افسر سلیمان جاہ زیبندۂ افسر و کلاہ سراج الدین محمد بہادر شاہ خلد اللہ ملکہ و سلطانہ و افاض علی العالمین برہ و احسانہ کہ گردش چرخ اوسکے حکم قضا تو ام سے وابستہ ہو اور توسن فلک اوسکے امر نافذ کی عنان کشی بغیر پا شکستہ ہو نوشیروان اوسکے ایوان کا ادنی دربان اور حاتم اوسکے مائدۂ احسان پر ناخواندہ مہمان ہو ہنوز اگر اوسکی حمایت پر تکیہ نکرتا تن تنہا صف اعدا پر حملہ آور نہو سکتا اور دریاے نیل اگر اوسکے مجاہدان عساکر کے عرق سعی سے طغیان مین نہ آتا لشکر فرعون کو نہ ڈبو سکتا باد صبا کو حکم ہو کہ کیسۂ غنچہ کی گرہ بے احتیاط نہ کھولے تاکہ زر گل مین نقصان نہ آوے اور باد صرصر کو تاکید ہو کہ صحن چمن مین بیباکانہ نہ چلے تاکہ ضعفا ر سبزہ کے سر و گردن مین ضرب نہ پہونچ جاوے نیزہ اوسکا متاع شجاعت کے تولنے کے واسطے سینۂ اعدا مین ترازو ہو اور تیغ اوسکی فتح اور

نصرت کی پشتی کے لیے دوستون کی قوت بازو ہی اوسکی سخاوت کے عہد مین زرکو دست
لئیم سے نجات اور اوسکے انصاف کے دور مین ستم کی جان معدوم آفات ناموس شریعت کے
پاس سے دختر رز پہ دنیا مین مستور خاکساری کی طرف نسبت کیے لحاظ سے منصور کی انا نیت
بندگی کے نام سے مشہور اقبال اوسکے دولتخانہ کا دربان اور دبدبہ اوسکی بارگاہ کا پاسبان
تیر ارش اوسکے میدان شجاعت مین زبان خار سے خجل اور گرز دربدون اوسکے معرکہ جہانبانی
مین سر تازیانہ سے منفعل قدردانی سخن سے عبارت مین دیوانہ ہمپائی در اور الفاظ منظوم
گنج گوہر سخن اوسکے لب ہمپایہ اعجاز اور مضمون نیاز اوسکے اشعار مین ہم پہلو سے نازشاہدان
محفل قدس ہر راہ سے اوسکے جادہ قلم مین عنان افگن ہین اور نازنینان ملک تقدس
ہر طرف سے اوسی کے میدان صفحہ مین گامزن ہین اوسکے قلم کی صریر یا خوشخرامان معنی کی
آواز پا اوسکے الفاظ سے فروغ معنی جلوہ گر ہی یا مینا سے پری نقاب کشا سلسلۂ سطور پہ تو
مضامین سے شبستان صفحہ کے واسطے فتیلۂ چراغ دوائر حروف کیفیت معنی سے بزم اوراق مین
خط ایاغ بزمیہ معنی کی رنگینی پر تو حزرمیہ مین مداد کی تری خون و خوشہ حرفون کے دائرے اشعار متصوفانہ
مین دیدۂ بینا اور ابیات عاشقانہ مین چشم گریزان اور مین السطور بہاریہ مین خیابان اور
فلکیات مین کہکشان نفس شگفتگی الفاظ سے نسیم چمن اور رنگ تازگی رقم سے رشک یاسمن
مصرع قامت شمشاد بیت ابروے خوبان خلخ و نوشاد ہان دہی خامہ سبک جولان آہستہ
خرام گرکہ ثناے شاہی وہ صحراء ناپیدا کنار ہی کہ پیک خیال ہزار برس بادیہ دوی کرے اوس
راہ دراز سے ایک مور ضعیف کے نقش پا کے برابر طی نکر سکے اب اس شغل خطیر سے ہاتھ اوٹھا
اور یہ تو بیان کر کہ اس شہنشاہ گردون بارگاہ کے نام بلند مقام کو اسامی رعایا کے ساتھ
بالش صفحہ پہ ہمنشین کرنا کس مشیر کی اجازت اور کس صلاح کار کی رخصت ہی ہیہات ہیہات
اسکا جواب مدعاے عاشق سے زیادہ تر لب اظہار پہ آمادہ ہی اور سایہ سے زیادہ پیش پا افتادہ
اس باب مین مشیر کے مشورہ کو کیا بار اور صلاح کار کی اجازت کو کیا گذار مشرق مطلع سے
مغرب مقطع تک اوسی آفتاب گردون قباب کی سیرگاہ ہی علاوہ اسکے یہ باب تو اوس شاہ
خورشید کلاہ کے نام بلند مقام کے واسطے حکم تختگاہ کا رکھتا ہی اور کیونکر متصور ہی کہ تختگاہ
قدوم ہمایون شہنشاہ سے مزین نہو بہر کیف ضمیر معنی یاب مناسب یہ سمجھتا ہی کہ جو ثنا و مدح سے
ہاتھ کوتاہ ہی اس مقام مین اشعار شعری شعار سے کچھ کچھ درج صفحہ تحریر کرے کیا ہا باب

مذاق اس سے لذت واہل دل دوستی معرفت حاصل کرین

دل کا کچھ کام نہ تجھسے بت پرفن نکلا
دوست جانا تھا تجھے جان کا دشمن نکلا

عشق نے کیا جانے کیا سینے مین بھڑکا دی ہی آگ
اب جو سینے مین مرے ہر داغ انگر سا بنا

شمع نے رو رو کے کاٹی رات سولی پر تمام
شب کو جو محفل سے تو اي زیب محفل اٹھ گیا

سوون مین گیا کہ مرے پاؤن کو بھی زندان بنا
آنہ دو بے خلش خار نے سونے نہ دیا

پاس وغم رنج وتعب میرے ہوے دشمن جان
اي ظفر شب انھین دو چار نے سونے نہ دیا

دیکھکر اوس بت کافر کے ستم
اي ظفر مجکو خدا یاد آیا

یاد مین اوسکے گل عارض کے اتنا خون رلا
لی جدھر کروٹ ادھر بستر گلابی ہوگیا

گردش چشم بتان سے دل کو ہو کب مخلصی
حلقہ گرداب سے نکلے ہی کب ڈوبا ہوا

خار سا کھٹکے ہی جی مین اوسکی مژگان کا خیال
ہر رگ جان مین یہ نشتر کیا غضب ڈوبا ہوا

آیا مژگان سے میری جیب پہ سو بار سرشک
پر غبار اسکے نہ دل پہ کبھی دھوکر آیا

مثال نقش قدم بیٹھکر اوٹھون کیونکر
ازل سے حق نے مجھے ناتوان بنایا تھا

بیان کیجے اگر احوال اپنی شام غربت کا
گریبان تا بدامن چاک ہو صبح قیامت کا

جنون صد آفرین کیا ہی اوڑائین دھجیان تو نے
رہا پرزہ نہ دامن کا نہ اک ٹکڑا گریبان کا

خاک ہوکر بھی بگولے کی طرح چین نہین
سال ابتر ہی تہ کچھ تیرے ہوا خواہون کا

جلا جی نہ دل مفت لیکر کسی کا
کہا بھی تو مان اي ستمگر کسی کا

بیٹھا تھی دل سے یہ حالت ہی کہ اب تو
اشک آنکھ سے بھی میری روان ہو نہین سکتا

ظہور تخلص زبدۂ اہل کمال قدوۂ ارباب فضل وافضال واقف اسرار خفی وجلی مولوی ظہور علی وطن اصلی اس مظہر آثار اخلاق کا ہریانہ اور اب مدت سے مسکن وماوا خاک شاہجہان آباد دہلی چھ سو برس کا عرصہ گذرتا ہی کہ مولانا شیخ کریم الدین جو اس زبدۂ اہل فضل کے جد امجد تھے بخارا سے ہندوستان مین تشریف فرما ہوکر چندے قصبہ رہتک مین قیام پذیر اور جھجر مین ساکن ہوے لیکن من بعد بزرگان والا قدر نے قصبہ دادرے مین توطن اختیار کیا سلسلہ اوسکے اجداد کا محمد ابن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہی اور والدہ ماجدہ اوسکی زبدۂ اولاد امجاد غوث الثقلین سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور بنت مولوی فضل علی مغفور مرحوم اور یہ غفران مآب حضرت سید شیر محمد قادری برہانپوری کی اولاد سعادت نژاد سے تھے

اوسکا یا دتھا

پاتوں پہ تیری بھولے ہوے تھے پر اب یہ لوگ	حالت کو میری دیکھ کے ہشیار ہوگئے

ظہیر

ظہیر تخلص زبدۂ دودمان سیادت قدوۂ رہروان سعادت مالک ازمۂ دل وجان والی کشور قلب وجنان یوسف رخ رستم توان سید محمد جان لمعۂ آفتاب اوسکے فروغ چہرہ کے سامنے محتاج نقاب ہر توماہ اوسکی روشنی رخسار کے آگے جویاے حجاب باوصف سادہ روی کے مردم آمیز اور باوجود بے پرواامزاجی کے مہرانگیز سواد استعداد عبارت فارسی مین روشن اور طبیعت رنگینی مضامین سے گلشن اشعار ریختہ اپنے پدر بزرگوار میر یحیی ناظم کی نظر اصلاح سے گذرانتا ہی یہ چند شعر اوسکے نتایج افکار سے ہین

یاں حرف بیوفاؤں کا تھا بر سبیل ذکر	ہمنے خدا نخواستہ تمکو نہیں کہا
اک دلربا کے کہنے پہ اتنے ہوئے خفا	کچھ جنگجو کہا نہیں بدخو نہیں کہا
اتنا گراں نہو کہ کبھی کچھ برا بھلا	اب تک تو ای ظہیر کبھی تو نہیں کہا
وہ بھی گیا ملک عدم ہی ای ظہیر	اوس گلی مین جو گیا آیا نہین

باب العین المہملہ

باب العین المہملہ

عاجز

عاجز تخلص عالی منزلت والامرتبت واقف حقائق مقید ومطلق پیرجی شرف الحق کوتوال شہر لطافت بہر حضرت شاہجہان آباد صانہا اللہ عن الشر والفساد یہ پسندیدہ اطوار سلالۂ خاندان شرافت توامان زبدۃ العارفین اسوۃ العاشقین شیخ جلال الدین تھانیسری قدس سرہ ہی تفویض عہدۂ کوتوالی کی ابتدا سے ابتک امور مفوضہ کو نیک نامی ودیانت کے ساتھ سرانجام دیا ہوشیار خرامی وغور مقدمات دائرہ تبیان سے خارج ہی حق رسانی خلائق اور پاس مرضیات خالق ہر کام مین پیش نہاد خاطر ہی علم ضروری سے مایہ دار اور فہم وتمیز مین یگانۂ روزگار تفویض عہدۂ سے پہلے گاہ گاہ فکر شعر کا اتفاق ہوتا تھا اب کہ صرف انتظام امور عباد وبلاد مین اوقات صرف ہوتی ہی اسطرف توجہ کم ہی پہلے واردات زمین سخن کا فکر دامنگیر تھا اب اون واردات کا کہ زمین ربع مسکون مین سانح ہوتے ہین اندیشہ لاحق رہتا ہی اول صرف گفتار رہتی اب محض کردار ہی ہر چند روزمرہ شعر کا روزگار قدیم کے موافق ہی لیکن صفائی اور متانت سے خالی نہیں یہ چند شعر افکار گوہر نثار سے ہین

مژگان پہ نکل لخت جگر آتے ہین کیا کیا	بیخار وخس اب دیکھ ثمر لاتے ہین کیا کیا

سنبل کو آج باغ مین ہی زندگی محال	اوس سرو قد کی زلف گرہ گیر دیکھکر
ترے ہجر کا اب علاج ای مسیحا	اگر دیکھتے ہین تو سم دیکھتے ہین
مدت سے چھوڑ بیٹھا اس جسم ناتوان کو	وہ حیرت دیدنی کو آنکھون تک آ رہا ہی
خون ہی اوسکی جبین پر جو تری رہتی ہی	تیغ ابرو پہ یہ یون آب و تری رہتی ہی
کس سے یہ دیدۂ گریان کے نظر کا ہی اثر	کہ وہ جو دشت مین بے آب ہری رہتی ہی

عاجز تخلص مرزا عبد اللہ بیگ ابن مرزا احمد بیگ ساکن کھاری باولی کہ ایک محلہ ہی محلات شاہجہان آباد سے جوان خوش اخلاق و نیک نہاد و نیک منظر ہی حلم و حیا گوشہ طبیعت مین جاگزین اور شرم و مروت خلوت دل مین زاویہ نشین طبع مین سلامت ہی اور ذہن مین استقامت معنی مین بلندی ہی اور الفاظ مین چستی راقم کے ساتھ سوائے تلمذ کے رشتہ محبت و صداقت کو ایسا استحکام دیا ہی کہ برادر کو برادر حقیقی کے ساتھ وہ معاملہ مشاہدہ نہین ہوا یہ چند شعر اوسکے افکار گوہر نثار سے منتخب ہو کر مرقوم ہوے

جنون نے [illegible] کو ناچار ہو کے کھینچ لیا	نظر نہ جب کہ گریبان مین ایک تار آیا
بہانہ تھا کہ نکر برق تو مری تقلید	تبا کبھی بھی تجھے آج تک قرار آیا
اللہ اللہ رے نزاکت ترے رخ کی ظالم	کس نے دیکھا کہ نشان اوسپہ نظر کا نہوا
تیرا ناکام شہادت قتل کی حسرت مین ہلے	دیکھتا کس کس نگاہ شوق سے تلوار تھا
خدا ہی جانے کہ کیا آپنے کیا ہی عاجز پہ	کہ اک گھڑی مین ترے پاس لاکھ بار آیا
روتا ہون تو ہنستے ہین وہ کم ظرف سمجھ کر	کرتے ہین خجل مجکو مرے دیدۂ تر اور
یاد آتے ہی جب اوس نمکین لب کا تبسم	دیتے ہین مزا مجکو مرے زخم جگر اور
لخت دل صدپارہ ہی ہر نوک مژہ پر	ہو آج تو کچھ رنگ ہی ای دیدۂ تر اور
کل تو جانے کی قسم کھائی تھی تمنے عاجز	آج پھر جاتے ہو اوس شوخ ستمگار کے پاس
جفا اوٹھیگی کہان تک کہ ہم بھی انسان ہین	اسیطرح سے رہا گر وہ بیوفا ہمسے
لبون پہ جان تو پہونچی ہی اور روان	وہی باتین ہین وہی امتحان ہی
اٹکی ہی سانس کے ہمراہ اوڑا جاتا ہون	ناتوانی نے بنایا یہ سبکبار مجھے
جنس ذرہ دیدہ ہون مین دہر مین گویا عاجز	کہ وہین پھیر دے لیوے جو خریدار مجھے

عارف تخلص نواب زین العابدین خان مرحوم خلف رشید نواب غلام حسین خان مسہور

سرور تخلص شاگرد مرزا اسد اللہ خان غالب غفر اللہ تعالیٰ زبان اردو کو ہم پلۂ فارسی کیا
مضامین شعریہ کو ہم پایہ حکمت کر دیا تھا رنگینی سخن سے کاغذ ہمرنگ گل اور دلپذیری
کلام سے قلم منقار بلبل اصناف سخن پر قدرت اور انواع کلام پر اقتدار تھا غزل آہوے
شوخی کا غزال قصیدہ گلشن بلاغت کا نہال مخمس جسم کلام کے واسطے حواس خمسہ
عناصر اربعہ پیکر سخن کی اساس سن بارہ سو اٹھہتر ہجری مین رخت سفر باندھکر گلشن جنان کی
طرف راہی ہو میر حسین تسکین کی تاریخ وفات بعینہ اس بلبل باغ جنت کی تاریخ ہی تماشائیان
تذکرہ اوس مقام کی سیر سے ان مقدمات پر مطلع ہو چکے ہین کاش عارف کے احوال مین
تجاہل عارف کو کام نفرماوین دیوان ضخیم اوس سے یادگار ہی یہ چند شعر انتخاب ہوکر
مرقوم ہوے

غم ہو یا خون جگر ہو قوت کچھ درکار ہی
اہل دولت کو نہین دیتے ہین استعداد عشق

ملایک کیون نہ قائل ہوکے سجدہ کرتے آدم کو
ہماری خاک سے اوسکو کدورت کب کی تھی یارب

کہانسے آگئی ہمین تری رفتار کی تیزی
سخت شرمائے ہین اتنا نہ سمجھتا تھا اونھین

رسوا ہوا تو اہل وفا مین ہوا عزیز
وعدہ کیا تھا کبھی آنے کا اوسنے ادھر

تنگ گو ہاتھ سے وحشت کے ہون پر ہون گھر مین
شوخی وہ بھری ہی کہ ذرا جا نہین پاتی

جگر و دل کوئی پتھر کا کہانسے لاوے
یا در رفتار صنم مین سو گیا تھا خواب مین

دے چکا ہی ترے بیمار کو عیسےٰ تو جواب
عارف بتا کہ سر ہی یہ کس دن کے واسطے

بیکسی مین مجھے ہوتی ہی غنیمت وہ بھی

کھا لیا فرقت مین تیری جو میسر ہو گیا
اشک ہونے سے رہا جو قطرہ گوہر ہو گیا

طرف داری مین جب حق نے ہی پہنا جامہ انسان کا
سکھایا ہی اوسے چلنا اوٹھا کر جیبنے دامان کا

کہ چلنا قتل کرتا ہی ہمین شمشیر ران کا
چھیڑتا تھا تو کوئی شکوہ بیجا کرتا

اچھا ہوا وہ حق مین مرے جو برا ہوا
شغل ہمین ہو گیا جانب در دیکھنا

جیب و دامان تو نہین ہون کہ نکل جاونگا
دشوار ہی آنا ترے آنکھون مین حیا کا

اٹھو بیٹھا نہین جاتا ترے بیمار کے پاس
صبح تک دیکھا کیا شور قیامت خواب مین

لب جان بخش ترے دیکھیے کیا کہتے ہین
چھیڑتا ہی آج تیغ وہ عریان کیے ہوے

کوئی جسوقت مرے سر پہ بلا آتی ہی

عاشق

عاشق تخلص عاشق علی مسکن اور موطن اوسکا معلوم نہین ایکبار مقدمہ خون ریزی مین

گواہی کی تقریب سے مہین داور شاہجہان آباد کے محکمہ مین وارد ہوا افقار راقم تذکرہ کے سامنے اشعار طبعزاد سے دفتر دفتر پڑھے تھے لیکن بحسب اتفاق یہ شعر یاد رہگیا

آتے ہین تو کچھ باتین کیا کیا وہ بناتے ہین	پر غور سے جب دیکھو او پر کی ہوا باتین ہین

عاشق

عاشق تخلص مرزا نظام الدین پسر مرزا ولی الدین ابن مرزا زاہد الدین مغفور ابن حضرت فردوس منزل شاہ جنت دستگاہ شاہ عالم بادشاہ انار اللہ برہانہ اخلاق حمیدہ اور کردار پسندیدہ اوس والا تبار کی ذات نیک صفات مین فراہم ہین شعر بجانے مین مہارت تمام اور اوسکی صداے سازمین تاثیر تمام ہی فن شعر مین سلسلہ شاگردی کا اوسکے اس مقطع سے ظاہر ہوتا ہی

مجھے فیض سخن عالی سے یان پہونچا ہی اے عاشق	کہ اونکو فیض ثابت سے ہی اور ثابت کو احسان کی

یہ دو شعر اوسکے اشعار سے منتخب ہوے

روز فراق جور بتان نالہ ہاے شب	کن کن مصیبتون مین خدایا نہین ہون مین
اوس گل کی مگر باغ مین آنے کی خبر ہی	ہر غنچہ لیے ہاتھ مین اک مشت جوزر ہی

عاشق

عاشق تخلص اقبال حسین خلف منشی نور الدین مرحوم شاگرد مرزا اسد اللہ خان غالب جوان خوش اسلوب تیز طبع ہی طرز سخن سخی دلپذیر اور وضع انشاء شعر خوش آیندہ یہ چند شعر اوسکے افکار سے ہین

تھا دہم دوئی تفرقہ یہ دانہ وگہر	جس مرتبہ تو دور تھا اوتنا ہی قرین تھا
ربط کچھ داغ وجگر کا ہی ہی حیسان عاشق	ورنہ اس در در مین کوئی بھی کسیکا نہوا
مرکے پردہ رہ گیا عاشق کا یہ اچھا ہوا	دربدر کوچہ بکوچہ مدتون سے خوار تھا
توبہ تو کرچکا ہون مگر کچھ اندنون	دیتی ہی دم بہار کی آب وہوا مجھے
اپنی طرح یہ کوئی بھی مختار یان نہین	شوخی اوسکے قرار ندے آسمان مجھے
گر ہماری بندگی ہی ناقبول	تو بتون کی اب خدائی ہو چکی

عاشق

عاشق تخلص مرزا رحمت بخش عرف منجھلے مرزا پسر مرزا محمد سندہ بخش مرحوم ابن شاہ عالم بادشاہ جوان خوش مزاج اور حلیم ہی فن سخن مین مرزا رحیم الدین حیا کی پر تو التفات اور اثر تربیت سے طبیعت خداداد کو روز بروز ترقی ہی یہ دو شعر اوسکے نتائج افکار سے ہین

دوستون نے پس مردن یہ کیا مجھسے سلوک	کہہ رکھا اوس ستم آثار کی دیوار کے پاس
پگھلے نہ دل تبون کا نہ دل غیر کا جلے	ابون کے اب اثر وہ خدا جانے کیا ہوئے

عاصی تخلص گھنسام رائے قوم کا یستھ شاگرد قدیم شاہ نصیر مشق سخن کو کہنہ کر دیا اور طرز کلام کو بنا صاحب دیوان اور خوش خلقی و نیک نہادی مین مشہور عہد با نیان ہی یہ چند شعر اوسکے نتیجہ فکر سے ہین

ترے کاکل کے سودائی سدا آباد جون مجنون	جو لیکے خانہ زنجیر سے ویرانہ رکھتے ہین
آپ ہی تک اپنی ابروے پر خم کو دیکھیے	تیغ دو دم کو دیکھیے اور ہمکو دیکھیے
فوارہ کا سا حوصلہ اتنا نہ کیجیے تنگ	چلو بھرے ہی پانی مین گر ہم اوچھل پڑے
تری شوخی نظر آئی ہمین چشم غزالان سے	دیا تھا ہاتھ سے دل شہر مین پایا بیابان سے

عالی تخلص معالی منقبت مرزا عالی بخت بہادر ابن مرزا فیروز بخت بہادر ابن شاہ عالم بادشاہ انار اللہ برہانہ اوائل حال مین مشورہ سخن مرزا معز الدین ثابت سے تھا اونکے انتقال کے بعد حافظ عبد الرحمن خان احسان علیہ الرحمۃ والغفران سے استفادہ کیا خلق و مروت اوس نیک نہاد مین بحد کمال اور سخنوری کی مشق اوسیکے ہم سن وسال ہی یہ دو چار شعر اوسکے نتائج افکار سے ہین

مژگان ستمگر کی طرح روز ازل سے	جو شخص کہ ٹیڑھا ہی وہ سیدھا نہین ہوتا
حاضر ہوا جو یار تو قسمت کا پھیر دیکھ	معدوم وہ کمر ہوئی غائب دہن ہوا
آب دم شمشیر کا کسکے ہی بیان ذکر	پانی جو بھر آیا ہی لب زخم جگر مین
جون نخل شمع ہون نہ کبھی سبز آب سے	آتش اگر ہو سر پہ رہون آب و تاب سے

عالی تخلص زبدۂ خاندان سیادت اسوۂ دودمان سعادت مولوی امیر علی تھانہ دار گنج مراد آباد آبا و اجداد اس عالی تبار کے باوصفیکہ بذل عنایات سلطانی سے اعتبارات ظاہری اور مدارج صوری کی بلندی سے جاہ و منصب کا قدم فرق آسمان پہ رکھتے تھے کمالات باطنی اور سعادات معنوی سے بھی مشرف اور ممتاز تھے اگر اوسکی طیب اخلاق سے شمہ مرقوم ہو تو اوراق دفتر برگ گل بن جاوین اور اگر اوسکی صاف دلی سے ذرہ لکھا جاے صفحات کتاب آئینہ مصفا نظر آوین لب ہی یا لطائف معنی کا نسخہ ہی دہن ہی یا نفائس بیان کی کتاب زبان ہی یا نسخہ فصاحت کی ایک فصل ہی دل ہی یا مجموعہ بلاغت کا ایک باب ہی فن فارسی کی تحقیق اور غوامض

خرام ناز مبارک تجھے وہے ای برق
خیال رکھیو ہمارے کبھی تو شیدا

مین نقش پا کی طرح ہون فتادہ راہ مین او
ارادہ رکھتے ہین رہرو مرے مٹانے کا

تیرے لب پر تو زرا شکوہ بھی کچھ آیا نہ تھا
کیون تو اپنے جور سے ظالم پشیمان ہو گیا

حسب معنی وحدت ہوے ظاہر تو یہ جانا
یہ شیخ و برہمن مین جو جھگڑا اٹھا یوہین تھا

یک قلم کیونکہ تمنا کو مٹا دون ظالم
اک خدا ٹھہر گیا مین کوئی بندہ نہوا

تیری شوخی سے تو چھپتا نہ کبھی خون عزیز
پر ہمارا ہی یہ تھا ضبط کہ چرچا نہوا

جون شمع شغل تیرے سراپا نیاز کا
جلنا جو سوز کا ہے تو رونا گداز کا

کج فہمیون سے خلق کی دیکھا کہ کیا ہوا
منصور کو حریف نہونا تھا راز کا

ہم عاصیون کا بار گنہ سے جھکے ہے سر
اور خلق کو گمان ہے ہم پر نماز کا

ابکی کچھ اور ڈھنگ سے ہے دل کا اضطراب
کیا جانیے شہید ہوا کسکے ناز کا

مغرور تھا ہی اور وہ مغرور ہو گیا
اسمین گلہ نہین سب مجھے آئینہ ساز کا

اور دون کے ساتھ لطف سے تھا صورت نیاز
یان بڑھ گیا دماغ تغافل سے ناز کا

کیا جانے مین دیر سے کہ بسمل نہ دل بھی لگ گیا
پکڑ تیون مین طور کچھ اوس عشوہ ساز کا

کٹ کٹ کے خون آنکھون سے آتا ہے بار بار
خنجر رکھا ہے پہلو مین میرے بجاے دل

اختیار اب سر او وحشت کے ہے ہاتھ ای گلرو
پھرتے پھرتے کبھی اس طرف بھی آجاتا ہون

یاد کرتے ہو مجھے گرچہ بری طرح سے پر
مین اسی بوجھ سے احسان کے دبا جاتا ہون

وہ نہین لطف وہ وفا ہی نہین
تو تو گویا کہ آشنا ہی نہین

بت اگر مہربان نہین تو نہون
کہین بندہ کا کیا خدا ہی نہین

اب جو دیکھو تو ہے یہ صاف وہ تیغ
کہ کسی کا لہو پیا ہی نہین

رہروان فنا مین نکہت گل
کہ کہین اونکا نقش پا ہی نہین

آگئے کہنے مین اس دل کے کرین کیا صنم
ورنہ ہم بھی ہین سمجھتے ترے سمجھانے کو

تجھے نہ قابل کہ بلا واسطہ دیکھین اوسکو
بت بنائے ہین یہ جلوہ ہمین دکھلانیکو

ہمدرد اک ملا ہے ہمکو عزیز خستہ
ایسا نہو کہ وہ بھی جاے نکل کہین کو

تیری اس شوخی رفتار سے نکلی ہاے
خاک ہو کر جو تھی اک دل مین تمنا باقی

کچھ تو لذت ہے کہ ہے سودۂ الماس پہ بھی
اب تلک زخم کو کاوش کی تمنا باقی

خار او جھتے ہین جو صحرا مین مرے دامن سے
اگرچہ پست ہین اہل ہنر پہ ہمت سے
رہا نکرنے مین صیاد دہر بہا نہ طلب
یار ساقی کو ہم سلام کہ ہم
بیقراری کا کیا سبب ہی عزیز

یا سنگے رہنے سے بھی کرینگے یہ بیزار مجھے
گہر صدف کی طرح ابر پہ نہین رکھتے
کبھو نہ منھ سے اسیر وکہ پہ نہین رکھتے
منھچون کی گلی مین آ بیٹھے
کہین دل تو نہین لگا بیٹھے

عزیز تخلص مرزا عزیز الدین کہ اولاد امجاد حضرت شاہ عالم بادشاہ مغفور اور تلامذۂ حافظ عبدالرحمن خان احسان مبرور سے ہی خلق و مروت مین عزیز الوجود ہی یہ تین شعر اوسکے نتائج طبع سے ہین

کھون ہمہ مو گیا کس دل کے ہاتھون
تو جو تیغہ کو ادھر قاتل اوٹھا کر رہگیا
مین یہ حیران ہون عزیز و آہ یہ کیا ہو گیا

نہ تھا دیکھنا سو وہ ناچار دیکھا
مین ادھر حسرت سے اپنا سر جھکا کر رہگیا
بیٹھے بیٹھے عشق کا آزار کیسا ہو گیا

عزیز تخلص نوجوان عبدالعزیز نام متوطن فریدآباد مدت تک شہر شاہجہان آباد مین طالب علمی مین صرف اوقات کرکے عربی اور فارسی مین استعداد معقول بہم پہونچائی بالفعل اپنے وطن مین مقیم اور بجا دہ حزاولت علوم مین مستقیم ہی ہرچند عمر چھوٹی ہی مگر استعداد بڑی ہی حسن خلق و سنجیدگی اوضاع اصالت طبع اور شرافت حسب پر علاوہ ہی شعر سے مناسبت طبعی اور مذاق سخن جبلی ہی چونکہ جوان لاابالی مزاج ہی تالیف اشعار کیطرف کم متوجہ ہی یہ دو چار شعر ہاتھ آگئے تھے کہ مرقوم ہوئے

یاس جھتے تھے کبھی گھر کو ترے گھر اپنا
چھوٹ نا سر ہی کا گر اپنا مقدر ہی عزیز
سوز غم منھ پہ سینہ پہ سو داغ کھل چکے
عالم مین ای عزیز نسیم و صبا کے ہاتھ

یا گذارا نہین ہوتا ترے در پر اپنا
کاش اوس کوچہ کی دیوار ہو اور سر اپنا
اک قصہ درد دل مین ہی دیکھین وہ کیا چکے
کیا کیا اوڑی نہ خاک ہمارے غبار کی

عزیز تخلص نواب زادہ بلند مکان یوسف علیخان آبا و اجداد اوسکے خاندان صاحب اعتبار سے تھے فکر شعر کرتا ہی یہ دو شعر اوسکے سنے گئے

اب خاک گلہ خون سے کرون ارتباط عشق
نی تو رفو کی جا ہی نہ مرہم کا ہی مقام

وہ دل نہین دماغ نہین وہ جگر نہین
کوئی علاج زخم دل ای بخیہ گر نہین

عزیز

عزیز تخلص مہاراج سنگھ قوم کا ییتھ انسانیت مصور اور اخلاق مجسم ہی شاگرد قدیم شاہ نصیر مرحوم اور مشق سخن مین اکثر سے ممتاز ہی آز بسکہ شاہ مغفور کثرت تلامذہ اور افراط مشغلہ اصلاح اور مشغولی فکر شعر سے اپنے دیوان کی ترتیب کی طرف متوجہ نہوتے تھے اس نیک نہاد نے فرط اعتقاد سے کہ بخدمت اوستاد دین رکھتا تھا اوس کلام پریشان کو جمع کیا اور اشعار متفرقہ اور غزلیات پراگندہ کو مختلف مقامون سے فراہم کرکے صورت کتابی بخشی گویا ع نقفس کردہ پر و بال پریشانی را ۔ یہ چند شعر اوسکے نتائج طبع سے ہین

اشکبو ٹک اے چشم طوفان زا کہین رونے سے تھم	اشک کا ہر قطرہ اپنا رو کش جیحون ہوا
اوس دہن کا ذکر چھیڑا کسنے اے موج نسیم	غنچہ لالہ سحر کھانے کو جو افیون ہوا
ہوا نہ صاف وہ آئینہ رو کبھی ہمسے	سدا ہمارے ہی طرف سے اوسے غبار رہا
پہلے ہی کشتہ تھے ہم اوس نرگس مخمور کے	آسپہ کافر اور یہ سرمہ کا دنبالہ بنا
جام مے گلرنگ سے واقف نہین ساقی	غنچہ کی طرح پیتے ہین خون جگر اپنا
لیکے نقد دل کبھی جو ایک بھی بوسہ نہ دے	اے عزیز اوس منت بر سے کسطرح سودا بنے

عس

عس تخلص ذو فنون روزگار بدر الدین نام ساکن ٹیپا محل کہ ایک محلہ ہے محلات شاہجہان آباد سے مسجد جامع کے قریب اور خوبی بنا اور لطف عمارات سے دلفریب عقل و دانش اوس افلاطون وقت کی ایسی تھی کہ ابن ہیتی کو کمینہ اوسکا شاگرد سمجھنا اوسکی کسر توصیف ہے اور تناسب اعضا اس درجہ ہین کہ فلیسفیرا لے الا بل کیف خلقت اس عجیب الخلقت کی شان مین جاننا اوسکی اونٹنے تعریف ہر الفاظ پوچ و پادر ہوا کو پیرایہ موزونی سے آرایش دیتا اور اوسکو تین قسم ٹھہراکر شعر کا نر اور مادہ اور استادہ نام رکھتا عرصہ دراز ہوا کہ قافیہ حیات کے تنگ ہونے سے مضمون فنا کی فکر مین گریبان لحد مین سر فرو کیا جو کہ اوسکے اوصاف احاطہ تقریر سے خارج ہین اس ایک شعر پہ کہ اوسکے کمال ہنر اور بلاغت و فضل پر ادل دلائل اور اعدل شہود سے ہے کفایت کرتا ہی

کیون بے اونٹنے چلا تھا کیا یہ جھگڑا رات کو	کس لیئے آیا تھا تیرے گھر وہ مگرا رات کو

عسکری

عسکری تخلص زبدۂ نوئینان عالی منزلت اسوۂ بلند پائگان والا مرتبت ہمائے اوج بلند نظری محمد حسن عسکری کہین برادر دلبند اقبال پناہ دولت دستگاہ نادر حسین خان ہاشمی تخلص اوصاف حمیدہ اس بلند مرتبت کے خامۂ تنگ مشق کے ذریعہ سے ذخیرہ کتاب کرنا

ایسا ہی کہ تیغ ریختہ دم کے وسیلے سے کسی اقلیم کو حیطۂ تسخیر مین لاوین عزت وشان کو اوسکی نسبت سے عزوشان آور جاہ وحشمت کو اوسکے آستانہ سے علو مکان سخن ترقی مدارج سے آسمان سے برتر اور کلام عروج معارج سے عرش سے ہمسر لفظ اوسکی زبان پہ قند سے شیرین تر اور معنی اوسکی طبیعت مین گل سے رنگین تر حضرت استادی وآستاد الانامی نے درج تذکرہ کے واسطے جب اوس زبدۂ سخنوران بلیغ سے اشعار طلب کیے ایک غزل قطعہ بند مسمی بذریعۂ نیاز اپنے افکار گوہر نثار کے ساتھ شہر کالپی سے جناب ممدوح کے پاس بھیجی اور اوس قطعہ مین خلق ومروت کی داد دی ع بنازم بانصاف صافی دلان ؎ اوسکو نذر نگاہ احباب کرتا ہون تاکہ اوسکا مطالعہ تعارف غائبانہ کا سبب ہے

ہی ظفر شاہ جو ملک سخن آرائی کا
اوسکے در پر ہی مجھے شوق جبین سائی کا

ذوق ہی زمزمہ پیرا سے گلستان سخن
چاشنی گیر ہون مین اوسکی شکر خائی کا

اسد کلک فصاحت کا ہون اوسکے ہون شکار
شیر غالب ہی نیستان سخن زائی کا

فیض سے اوسکے نہ کیونکر ہو مرے دل کو سرور
جام لبریز لطافت سے ہی صہبائی کا

مین ہون طوطی صفت آئینہ ہی دیوان حضور
سخن شہ ہی معلم مری گویائی کا

چاشنی قند بلاغت کی سخن کو دیکر
ذوق نے شوق دلایا سخن آرائی کا

غازہ مل مل کے فصاحت کا ہی غالب نے کیا
شیفتہ رو سے سخن کی مجھے رعنائی کا

لطف گلزار سخن دیکھ کے مجکو بھی ہوا
شوق بلبل کی طرح زمزمہ پیرائی کا

حالی کلک کیے نالۂ موزون مین نے
گو سلیقہ بھی نہین قافیہ پیمائی کا

جام اظہار مین مے ریزی کا تھا کچھ نہ خیال
یہ اشارہ ہوا اسباب مین صہبائی کا

ہر لیاقت اپنی سے کچھ شعر ہین ارسال کیے
تاکہ غیبت مین ذریعہ ہو شناسائی کا

پیکر نظم اگر نقص کا پہنے ہو لباس
ملے اصلاح سے خلعت اوسے زیبائی کا

عسکری ہاشمی استاد برادر ہی مرا
کیون نہو شعر مین دعوے مجھے یکتائی کا

چھوٹا نہ عسکری کبھی دل اوسکے دام سے
زلف اوسکی اک نمونہ ہی قید فرنگ کا

اولجھا دل کا خم زلف شعلہ رویان مین
ہماری جان کو اے عسکری عذاب ہوا

آب بیدر دیا اگر سیاہی ہو
حال لکھون مین دیدۂ تر کا

بیٹھے ہین چپ کچھ آپکا اسمین ضرر نہین
نالہ نہین فغان نہین کچھ شور وشر نہین

یار سے غصّے کے وہین ہو خنجر چبھاتا ہی وہ شوخ
عسکری نے لی جنون مین خانہ دلبر کی راہ
عنبر افشان ہی صبا ہند سے لے تا بہ ختن
آمد گل ہی طرب ساز صبا پھرتی ہی
بس آگے اتنا نہ چھیڑو کہ راز کھل جاوے
طرۂ یار کی خوشبو لیے کیا آتی ہی
عسکری لے چلو گلستان کو
اون ہونٹون سے قند کا ہی منھ بند

لب پہ دھوکے سے جو آجاے مرا نام کہین
ایسے مطلب کی نہ سوجھیگی کسی ہشیار کو
کسقدر زلف مسلسل تری عطر آگین ہی
بلبلو مژدہ کہ گلشن کی ہوا اچھی ہی
تمھاری ہم ہین بہت پردہ پوشیان کرتے
جو ہوا اونپہ چڑھی باد صبا آتی ہی
دل مرا تنگ ہی نشیمن سے
باتون سے ہوئی نبات پھیکی

عشرت

عشرت تخلص مرزا اکلن پسر مرزا حیدر شکوہ ابن طہماسپ شکوہ مرحوم یہ نور چشم مرزا پیارے رفعت تخلص کا داماد اور فن شعر مین اونھین سے مستفید ہی اوسکی خوش صورتی کا حرف زبان پر لاؤن یا نیک سیرتی کا ذکر احباب کو سناؤن فن فارسی کے اکتساب مین کمر ہمت کو چست اور عزم رسا کو درست کیا ہی چند شعر اوسکے افکار سے مرقوم ہوتے ہین

صبا جب آئی تو اڑکر مرا غبار آیا
خاک ہونا بھی ہوا حق مین ہمارے کیمیا
کر دیا آسمان وہ تیری نگاہ قہر نے
قیس جنگل مین رہا کوہ مین فرہاد رہا
کیا بھروسا ترے وعدہ کا کرین ہم کہ کبھی
کشتنی تو بو تھی تھی پر قتل کیا مین قاتل
تم جو کہو سو سچ ہی کسواسطے کہ ناصح
اتنے ستم ہمین پہ ہین روز تازہ تازہ
خوشبو کی آج بیٹھین آنے لگین کہانسے
عشرت تجھے کچھ اپنے مرنے کا غم نہین ہی
تن سے کبھی ادھر کر نہ گرا پانون پر اوسکے

موے پہ بھی ترے کوچے مین لاکھ بار آیا
ورنہ دامن تک پہونچنا امر فلک سے دشوار تھا
ورنہ مرنا سخت جانی سے مجھے دشوار تھا
بے ٹھکانون کا تمھارے ہی ٹھکانا نہوا
جھوٹون کبھی ہنسنے تو اوی شوخ تو سچا ہوتا
خنجر کو دیکھتا تھا اور اپنی آستین کو
دیکھا نہین ہی تمنے ابتک کسی حسین کو
پہ یاد بھی کروگے اے دلربا ہمین کو
کھولا ہی اوسنے شاید پھر زلف عنبرین کو
دشمن ترے جہان مین جاتا ہی تو وہان کو
کیا کیجیے قسمت ہی بری ہی مرے سر کی

عشق

عشق تخلص جالینوس فطانت ارسطو زمانت حکیم عزت اللہ خان خلف رشید حکیم

قدرت اللہ خان قاسم تخلص مرحوم کتب درسی خصوصاً طب کو اپنے پدر عالی مقام کی خدمت مین کمال تحقیق و تدقیق سے پڑھا اور معالجہ مرض کو حد اعجاز تک پہونچایا صاحب دیوان ریختہ ہین اور اشعار اوس صاحب استعداد کے اگر شوخی معنی سے خالی ہین متانت الفاظ اور درستی تراکیب سے خالی نہین عرصہ چندسال کا ہوا کہ جہان فانی کو پدرود کیا یہ چند شعر ان سے منتخب ہوکر بطریق یادگار مرقوم ہوے

قفس سے مجکو اور زلف بتان کے دام سے مجکو	خدا کس رنگ سے اب دیکھیے بلبل نکالے گا
برنگ نکہت گل خانہ بردوش آہ بیٹھے ہین	یہ آئے ہم بھی ای باد بہاری تک ٹھہر جانا
زنجیر بپا دست بسر داغ بدل ہاے	ای شوخ یہ ہے تیرے گنہگار کی صورت
کیونکر آوے نہ مجھے اب کمر یار پسند	فکر باریک ہے اور معنی دشوار پسند
سرگذشت اپنی لکھون کیا خاک اوسکو نامہ بر	حال دل سے بدگمان لاوے نہ باور دیکھکر
رسوائے خلق تو نے محبت کیا سبب مجھے	میرا نہ جانتا تھا کوئی نام اب تلک

عظیم تخلص زبدۂ اہل فضل و اسوۂ ارباب کمال مولوی فضل عظیم مہین برادر جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول استاد الانام مقبول طبائع خاص و عام علامۃ الورا مولانا و بالفضل اولنا مبطل الباطل و محق الحق مولوی محمد فضل حق سلمہما اللہ تعالے علاوہ کسب علوم عقلیہ و نقلیہ کہ خاصہ اس خاندان فضیلت نشان کا ہے فن سخن مین سعدی کو اوسکی تحسین سے افتخار اور حافظ کو اوسکی آفرین سے اعتبار سخن نے اوسکی طبیعت سے رتبہ پیدا کیا ورنہ اوسکی خوبی مین کلام تھا شعر نے اوسکی نسبت سے اعتبار بہم پہونچایا والا کج بحثون کی زبان درازی سے کیا کیا بد نام تھا بیاض اوسکے اشعار عاشقانہ سے فغانی کا دیوان آبیات اوسکے معنی ایجادی سے خلاق المعنی کا دبستان اوائل سے سرکار انگریزی مین عہدہ ہاے جلیل پر مامور اور انتظام امور اور حسن خلق مین مشہور ہے اب چندسال سے نواح سہارنپور مین عہدہ ڈپٹی کلکٹری سے سرفراز اور عدالت و انصاف کے شیوہ مین ممتاز ہے راقم تذکرہ ہر چند اوس مظہر محاسن کی ملاقات سے کامیاب نہین ہوا لیکن گوش محامد نیوش نے اوصاف حمیدہ اور اطوار پسندیدہ کا ذخیرہ اسقدر حاصل کیا ہے کہ حصول آشنائی کے واسطے چشم دیدار طلب کی وساطت کو کچھ دخل نہین خصوصاً استماع اشعار اور استفادہ افکار گوہر نثار یہ تو بے اختیار دلربا ہے اور کشان کشان عالم اتحاد کی طرف رہنما ہے یہ شعر عارفانہ رموز عشق کا غالباً انھین اشعار شعری شعار کی صفت ہے

این زمزمہ مرکبیست مرروح ترا ‖ بردارد و خوش بعالم بالا برد

یہ چند شعر کہ صفا میں آب گوہر اور لذت مین کوثر سے کم نہین مندرج تذکرہ ہوے

ہر گز ہیچ بدی نبیند لیکن بخشد یا عظیم ‖ در تن لاغر سراغ جان ناشاد ترا

خنجر و بجلو ہ تیز کن تیغ نگاہ ناز را ‖ رخصت قتل عام دہ نرگس نیم باز را

بادنسیب سالکرم دہ نوای کہ چند بہ اشں ‖ سوے حقیقت آورد موے کشان مجاز را

پرسی از من کیستی و انستہ نادان گشتہ ‖ گوئیا این ہم نمیدانی کہ میدانم ترا

ز شوخی تو چہ گویم کہ ثابت اظہار شں ‖ بشعر نیست ز شوخی قرار مضمون را

رفت دست از کار چون دامان یار از دست رفت ‖ دست وا داین غم کہ دست از کار و کار از دست رفت

عظیم مرزا عظیم بیگ ساکن شاہجہان آباد اس مرد قدسی نہاد کی عادت مستمرہ تھی کہ جب گھر سے نکلتا ایک ٹوا برگ پان اور اوسکے لوازم سے لبریز خادم کے ہاتھ مین ہوتا اور جو آشنا راہ مین ملاقی ہوتا ایک گلوری اوسکو تواضع کرتا گویا اس بہانہ سے آپکو سرخ رو اور مدعیان ہمت کی زبان لال کرتا اور دس پانچ روز درمیان ایک پیالہ کباب لذیذ کا ہر دوست کے گھر بھجواتا ایسی ہمت کم کسی مین مشاہدہ ہوتی ہے خصوصاً ایام تنگدستی مین ظاہرا ایسا شخص اس شہر مین غریب سے امیر اور امیر سے سلاطین زادگان والا تبار تک نہوگا کہ اوسکی سرخی پان کا شرمندہ نہو یا اوسکے کباب کا حق نمک اپنی گردن پر نہ رکھتا ہو چونکہ پان کی تواضع بہت مشہور ہو گئی تھی اسواسطے اوسکو عوام عظیم بیگ گلوری باز کہتے تھے شعر ریختہ بھی اکثر کہتا یہ شعر اوسکے اشعار سے انتخاب ہو کر مرقوم ہوا

تو پان کھا کے ہاتھ سے غیرون کے ہی خموش ‖ منھ لال ہو گیا ہی زبان لال تو نہین

علوی علوی تخلص جناب فیض مآب اسوۂ کملاے نامدار قدوۂ اکابر شہر و دیار صیرفی نقود کمال گنجور خزینۂ افضال بانی بناے سخن گستری مانی ارژنگ سخنوری قطب فلک بلند خیالی عضادۂ اصطرلاب بیشمالی قافلہ سالار سخن سنجان مولوی عبد اللہ خان اسکنہ اللہ فی الجنان وتغمدہ بالغفران کمالات ظاہری و باطنی اور فضائل صوری و معنوی اس مجمع محامد اور منبع فواضل کے حوصلہ شمار اور ظرف تعداد مین جب گنجائش پذیر ہون کہ حساب ادوار فلک محاسب فہم یا دبیر وہم ضبط کر سکے ایس تدریس کتب فارسی اور تتبع محاورات زبان دری اور مشق انشا نثر و ابداع نظم کی طرف میل طبیعت بیشتر تھا عوام یہ سمجھتے تھے کہ اوس جناب کی آمین استعداد کا طراز یہی

فنون مین دگرنہ علوم غریبہ اور فنون عجیبہ مین سے وہ کیا ہی جو اوس جامع مکارم السعی و نکی کی وقت فکر سے کامیاب نہ تھا اور دقائق حکمت سے کونسا دقیقہ ہی کہ اوسکی آبیاری مطالعہ سے سیراب نہ تھا موزونی تو گویا اوسکی طبع کی خانہ زاد تھی کہ زمین سخن سے جو نہال نکلا سرو ہو گیا فکر کی رسائی طبع کی بلندی سخن کی سنجیدگی تراکیب کی متانت طرز کی تازگی مضمون کی رنگینی نکات کی برجستگی اشارات کی شوخی الفاظ کی آشنائی معنی کی بیگانگی کلمات کی تنگ درزی ربط کی چسپانی جسقدر اس حضرت کے نظم و نثر مین دیکھی گئی ہی نہ خاقانی و انوری کے قصائد مین ہی نہ سعدی و حافظ کی غزل مین نہ فردوسی کی مثنوی مین ہی نہ رباعیات سحابی و افضل مین اصناف سخن کو اصناف طرز سے مزین کرنا ایک اعجاز ہی کہ خدائے عزوجل نے اوسی خاتم نبوت سخن مین ودیعت رکھا تھا شمشمت الفاظ خاقانی کو مناسب قصیدہ اور چستی تراکیب نظیری کو شائستہ غزل اور متانت بنائے سخن نظامی کی لائق مثنوی سمجھ کر ان اصناف کو غالبًا انھین طرزون سے مطرز کرتے تھے والا جس صنعت کو جس طرز پر ارادہ کرتے بہتر اوس سے کہتے ایک مثنوی ناتمام کہ آٹھ سا جزو کے قریب ضخامت ہی تحفۃ العاشقین کی بحر مین اور دوسری مثنوی قریب دو تین جزو کے گل کشتی میر نجات کی وزن مین کمال قدرت سخنوری پر دال ہی سامع طرز شناس خاقانی کو اپنے سامنے گویا پاوے اور میر نجات کو اپنے روبرو زبان آور دیکھے انشائے صفیر بلبل نام نثر متین و مغلق اور صحت نامۂ علوی عبارت سلیس و شستہ مین ایسے ہین کہ اگر سواد دیدہ ملک کی مداد اور مژگان حور کا خامہ میسر آوے تو ارباب انصاف اونکو سفینۂ صافی کی بیاض پر تحریر کرین تلامذہ کے اشعار جامۂ اصلاح سے لباس تازہ پہنتے اور خلعت تو بہم پہونچاتے شاخ نہال ہو جاتی اور نہال طوبے قطرہ موج بنجاتا اور موج دریا جو کہ اصلاح شعر مین صرف صحت معنوی کا افادہ ہی جاتا کہ شکنجۂ امراض بدنی کے گرفتار بھی صحت صوری سے بہرہ یاب ہون خلعت ہنر طراز جامعیت سے مطرز اور لوح استعداد تماثیل کمال سے متمثل ہو جاوے اور اتحصیل صوری و معنوی سے کسی کی پیشانی اقبال داغ محرومی کے اثر سے متاثر نہو سبب حقیقی کی کارسازی قابل حمد و ثنا ہی کہ یہ حدیقہ طراز کمال جب گلزار طب کی باغبانی کی طرف متوجہ ہوا کیا گل کھلائے معجزہ عیسوی کو اوسکے انفاس نفیس اقتباس سے جلوہ نمائی اور بیمارون کی صحت کو اوسکے نسخہ کی نقاب سے چہرہ کشائی تھی نبض شناسی سے چشم خوبان کی بیماری متعین اور تشخیص امراض سے زلف خوبان کا سودا تشفی باغبان کو پارچہ نذر دیا سمن سے

دیدۂ نرگس کے رمد کا علاج تعلیم کیا اور شاخ گل سے جنون سنبل کا چارہ تفہیم مزاج گل کو تبرید تسیم سے معتدل کر دیا والا کثرت ساغر کشی سے قارورہ شبنم ناری ہو جاتا لالہ کا خون فاسد نشتر خار سے کم کر دیا ورنہ فرط احتراق سے سارے بدن میں داغ کے سوا کچھ نظر نہ آتا آخر بسکہ حصول روزی گردش آسیاے گردون پر منحصر ہی اتفاقاً فرخ آباد کا سفر درپیش ہوا اور اُس اطراف کے باشندے اُس حضرت کے افادات سے کامیاب اور اوسکے چشمۂ فیض سے سیراب ہوے مرزا دولھا نامی رئیس شمس آباد نے کہ نواح فرخ آباد مین ایک معمورہ دلچسپ ہی کمال دلگرمی سے نان جوین پر قانع کیا اور اسطرح محبت وخدمت گزاری سے پیش آیا کہ رئیس مذکور کی رفاقت کا خیال اس حضرت کے دل مین مستحکم ہوگیا اس عرصہ مین کئی موزون طبع اوسکے مایۂ فیض سے پایۂ شاعری کو پہونچ گئے اور کتنے طالبان کمال منافع علمی اور فوائد دانش سے بہرہ مند ہوگئے اور بہت علیل مزاجون نے اوس مسیحا نفس کے قانون علاج سے شربت صحت چکھا آخر الامر چرخ سفلہ نہاد کو اس چشمۂ فیض کا جاری رہنا پسند نہ آیا اور امراض گوناگون کی فوج کو اونکے شہر تن پر مسلط کیا کئی مہینے تک بدن افادت مسکن آغوش بستر سے الگ نہوا باوجود انواع تکالیف سن بارہ سو اٹھ ہجری مین بکشادہ پیشانی خیابان عالم قدس کے گلگشت کا قصد مصمم کر کے گلشن جنان کی طرف سمند عزم کو گرم جولان کیا ہر چند اس واقعہ کو آٹھ نو برس کا عرصہ ہوا لیکن مخلصین کے دل سے داغ الم اب تک دھویا نہین گیا حضرت اوستادی اوستاد الانامی مولوی امام بخش صہبائی نے کہ اوس جناب مغفور کے ساتھ نسبت تلمذ رکھتے ہین تاریخ وفات یہ پائی رباعی

علوی کہ چو او نداد کس داد سخن	چون او نرسیدہ کس بفریاد سخن
تا بُد ز جہان رخت اقامت بربست	ہاتف گفتا فتاد بنیاد سخن

ہر چند ریختہ کی طرف متوجہ ہونا ایسے عالی فطرت کی استعداد کا ننگ تھا اور قاطبۂ ہمت بلند ہمت کو انشا نثر عربی کی طرف بیشتر مصروف رکھتے اور طالبان کمال کے افادہ کے واسطے نظم ونثر فارسی ریختہ کلک گوہر سلک فرماتے لیکن گاہ گاہ کسی مخلص قدیم کی تحریک سے دوچار شعر ریختہ بھی موزون کرتے تھے جو کہ اشعار ریختہ بہت کم ہین اول اونکو نذر تماشائیان کیے پیچھے جواہر گران بہاے فارسی کو طبق عرض پر جلوہ گر کرونگا تاکہ معلوم ہو عبارت فارسی اس فارسی سے عبارت ہی

مضمون

مضمون کی فکر کیا کرین ویسکے ذقن مین ہم | کم ہین خیال تنگی کنج دہن مین ہم
کیا دم تھا گل جو دیکھکے یارب نسیم صبح | غنچہ کی طرح پھول گئے پیرہن مین ہم
دل غم سے تنگ سینہ سراپا الم سے خون | لائین ہین بحث غنچہ مگر اس چمن مین ہم
دامن سے ڈھانک جیسے کوئی لے چلے چراغ | جاتے ہین سوز عشق لیے یون کفن مین ہم
مت پوچھ ہمنشین کہ یہ راتین فراق کی | کس طور سے ہین کاٹتے رنج و محن مین ہم
چھوٹے کمر کی فکر کے جو پیچ و تاب سے | اور مجھے خیال زلف شکن در شکن مین ہم

اشعار فارسی

نالہ بر بانگ دہل کن شغب نوحہ کم ست | ماتمے گرم ترک باید ازین شیون ما
ہمہ از طوبلے و آتش ز جحیم آوردیم | بیم و امید بسوزد ہمہ در گلخن ما
وشنہ را کہ کسے بر دل کافر نزند | مے زند بر دل ما ترک وفا دشمن ما
من و آئینہ بہ چشمت ستم آموز شدیم | خون عالم ہمہ در عہد تو بر گردن ما
خاک گشتیم و ہمان دیدہ براہے داریم | شمع را زندہ مدارید سر مدفن ما
نخواست عارف دست زمانہ باغ مرا | درون سینہ نہان داشت عشق داغ مرا
گر چنین جام دہد گردش چشم ساقی | پشت بر شیشہ گذارد شب آدینہ ما
صبح عید ست کنون مغبچہ شوخ کجاست | کہ بے رنگ کند خرقہ پشمینہ ما
ہمچو گل آتش افسردۂ ما شعلہ نداد | تا نجنباند صبا گوشۂ دامانے را
علوی این گریہ کہ در روز وصالش کردی | تا چہ در کینہ نہادی شب ہجرانی را
ہزار قلزم خون مے کشیم و تشنہ لبیم | ز آب تیغ تو گویا سرشتہ شد گل ما
گذشت عمر در آمد شد وجود و عدم | قضا بگردش چشم کہ بست محمل ما
بفتنہ گرمی ہنگامہ طرب داریم | فروزد از نفس صبح شمع محفل ما
دلم شکست ستمہاے زلف او یارب | شکستہ تر شود آنکس کہ بشکند دل ما
تو فکر بازوے خود کن کہ مشتاق شہادت را | برنگ شمع گر تبری سری دیگر شود پیدا

ایضا غزل حضرت عبد اللہ خان علوی علیہ الرحمۃ

بر شعلہ جادہم دل پہ التہاب را | دامن ز آتش ست سرشک کباب را
چون مے زند میان وجود و عدم غریب | نازم خراب شیوۂ مہر و عتاب را

تا حشر مست خال بست هوشیار نیست
مرگ ست آرمیدن عاشق که چون نفس
قربان آن زمان که تو گویی بی کشی
عشق نه پسند و اگر در رو تو مادرزاد نیست

وله

باهمه دیوانگی هشیاری وصلش طلب
چه سادگی ست بوی نظاره دعوی عشق
صبر مارا عشق میداند و لے ریشم روان

وله

تن چو گل خون دل برنگ لاله داغم کرده اند
آمدم تا از عدم از خویش پنهان زیستم

حسن تو پشت داد ز افیون شراب را
با آزموده ایم در رنگ و شتاب را
علوی جگر بیار که خواهم کباب را
همچو ماهی از محیط نیستی بسمل برا
با صبا عاقل شود با ناصحان غافل برا
تو پاک دامن و کافرنگه بها یطلب
از برای حیرت دشمن نمایان کرده است
محشر چندین بهار باغ و داغم کرده اند
دل شکاران از کجا علوی سراغم کرده اند

وله علیه الرحمة

دل مارا نگاهی که نداند گردش
گردش چشم تو ام جنبش گهواره بود
ناله چندانکه بود گرم غم از دل به برد
اشکم رود از دیده و مقدار نداند
گر جیب نماند ست بزنجیر در آویز
داغم ز دل ساده که خوش کرده بهر خوب
بی همرهی غیر نیاید بگلستان
جان میطلبد در بدل نیم نگاهی
اگر دردت تو در آب گل یک دل فرو ریزد
در آئین وفا سعی تپیدن آنقدر باید
فدای شست صافت دل نگاه تیز جولانی
نگرد کلفت مجنون هجران دیده می ماند
بچشم من اگر جا گرم کردی آنقدر بنشین
ز خاک علوی ای محشر خرام آهسته تر بگذر
من بنده آن نگه که خنجر

آنقدر دوری بهردی که کسی بازآرد
که گهی می برد از خویش و گهی بازآرد
سوز این نغمه تشدی که کشی ساز آرد
این نو قدم اندازه رفتار ندانند
آن کن که کسی بیند و بیکار نداند
ارباب تماشا ز خریدار نداند
این ساده تو گویی ره گلزار نداند
نقصان خود و سود خریدار نداند
فشارد آنقدر تنگش که آب از گل فرو ریزد
که خون کشته هم از گردن قاتل فرو ریزد
که گردونیم بسمل رنگ و بر بسمل فرو ریزد
مبادا ساربان این گرد بر محمل فرو ریزد
که نگهد از نگه در دیده و بر دل فرو ریزد
که بنشیند اگر بر دامنت مشکل فرو ریزد
بر دل زد و از جگر بر آورد

نازم سحر مژه که بر دل — موے زد و نیشتر بر آورد
دل زغمہاے تو خالی نشود در شب ہجر — یک شب از دہر بقدر گلہ مے خواہد
تشنگم آید که زیارت گہ عشاق شود — ورنه مردن بسر کوے تو دشوار شود
عروج رشتہ فقرم بجام جم نہ گنجم — بجوز بالیدہ ام یعنی بظرف کم نمی گنجم
طریقت دستے دارد که تا دوزخ بود سیرش — من اے علوی بصحن خلد چون آدم نمی گنجم
مے گریم از فراق تو غافل ازین ملال — باید براین گریستن ما گریستن
صد ساله آتش ست که پروردہ ام بدل — اے دیدہ خوش بود بمدارا گریستن

رباعی

دستے بر سر کوے میفروشم بردند — تا داد دہنوز مے زہوشم بردند
تقوے دامن کشید و رند ان دستم — القصه زنفتم و بدوشم بردند

رباعی

آنانکه ز دہر خبر خطر نشناسند — صد ساله کنند و یک اثر نشناسند
این بست و کشاد مژه بر روے جہان — جز جنبش دست موبه گر نشناسند

قصائد

دلے دارم کز الفت جا دہد در دیده عمانش — محبت گر بیفشارد چکد زمزم ز دامانش
بدوزخ گر برافشانند دامان ترش شاید — که جز سرمانسوزد در روے مجوسان زندانش
حباب موج سازد کشتی و اژدر گردون را — بعالم گر بجوشد از تنور دیده طوفانش
ازین سو رخنه دیوار جنت چشم ناسورش — وزان سو مایه تسعیر دوزخ باد دامانش
بحنظل گیر دا از دنیا لب شکر در گلو ریزد — ازان سو حوض کوثر بین وزین سو حوض نعمانش
دلے با چشم زمزم ریز منت گیر آن لعلے — که گردد خنده اش چون حوض نعمان شکرستانش
تعالے الله چه شکر وشت آن لعل حیات ور — که گشته حوض نعمان قند و زمزم مانده تلخانش
سکندر دولتے و پیر او خضر دا سکندر — سویدا دشت ظلمات ست و سودا آب حیوانش
خضر امانه تنها خور چو یابد قطرهٔ آبی — سکندر لیک نوبی چون سکندر بخت حیرانش
چو در میخانه آید جم بود یک جام بردارش — چو بر سجاده بنشیند خضر گردد آبدستانش
چه گفتم پرده ہاے دیده جم لاے پالانش — چه گفتم طیلسان خضر رو پاک و خود دانش

چه دل صد شرک رانده بر زبانها شکر توحیدش
چه دل صد کفر حرز ایمنی برده ز ایمانش

مجوسی ملتی وردے خوبان آزر آبادش
مسلمان سیرتی و زلف جانان کعبه جانش

غباری بر سر دوش از رخ زردش سیه و آسا
ز آه حلقه حلقه بسته زنجیری چه رهبانش

ومش چون آتش نمرود همیه تخت نمرودش
دلش چون آزر و چون پور آزر دیده بستانش

گهی در دیر پیمان بست با بطریق و نسطورش
گهی بر طور پیوندست با موسی عمرانش

گهی در کعبه تصحیح سور با کعب احبارش
گهی در بیعه بغنهاست با قسیس و مطرانش

گهی از زند کرده کسب دیاسگان نسک از بر
گهی شرح مناسک یاد از سیپاره قرآنش

برای دیر صد تعویذ برده خط تجریدش
بروی کعبه صد لبیک رانده لب بهر مانش

کسی کین دل دلیل اوست حاجت نیست با خضرش
کسی کین دل ضمان اوست بر کس نیست اتکالش

من القصیدة الاخری

باز بگیتی بدل گشت عنا از عنا
رنگ گل و بوی مل یافت بهار و بها

سهر دل زاهدان بوی مل آمد حنوط
بهر کف شاهدان رنگ گل آمد حنا

از اثر آن حنوط نفس پذیرد حیات
وز اثر آن حنا عشق برد خون بها

نکهت صد پیرهن ساخته کافور صبح
رونق صد انجمن سوخته ز عود ما

چرخ که کافور خور کرده جوانی ز سر
زهره که آن عود یافت داد بدندان جلا

فصل بهاران مگر خاست بجنگ فلک
آب بپوشد زره سرو فراز دلوا

لالهٔ رنگین قبا ابلقی سرخ پوش
سنبل اکسون لباس دیلمی مو دوتا

صحن گلستان مگر آئینهٔ چرخ شد
صف سمن کهکشان غنچهٔ سوسن سها

سبزه شبنم فشان صولت پروین شکست
رنگ رخ ارغوان داد بشعری جلا

ژاله چو ماه تمام دیده کاوش مقام
ماه فلک را بلی دیده کاواست جا

گر نه ز عید بهار گرمی هنگامه ایست
ورنه بسیر چمن رفته ز سر هوشها

کیسه بر آفتاب با همه انوار رو زر
می برد از جیب گل اقچهٔ شبنم چرا

ورنه نشاط است چیست نرگس و این ابلهی
کو کند از شرب می نقص بصر را دوا

نرخ شمو دم که می شاه همه دار دست
کو نگر دد به از خورده شود توتیا

قرطق رنگین بهم بر بدن لاله باد
یلمق اخضر کشید در بر غنچه صبا

غنچه نازک دماغ گر نزد چون کشد
شوخ تر آمد نگار تنگ تر آمد قبا

گر دمد مرت ساقیا جان شهیدان تو
جام گران خیز را خیز و سبک سازها

عاشقی امتحان زده جوش … آور بگوش
گیر و سر ساغر بنوش با صنم خوش لقا

سوی کن … وقت طرب آهوست
آهو نا ید وگر جست چو از دام ما

صوت شبانه … گوش کن اینک سحر
وانکه شب آهنگ به هر سحر آمد کجا

داد بی‌هوشی ست اینک سپهر محل
واشته زانجم کنون از پی مالب چرا

ساقی و آن جام مطرب و آن بانگ نی
ساز و صراحی نوی مستی و رندی زما

نغمه ده … کوسر و خشت از انکه
مست و نان رفت و خشت از سر دن کردوا

ساقی تو کرد جام مطرب کرداند راه
بهر تو بگردان قدیم از ره دگر درآ

بیتے چند از مثنوی که بر طرز گلگشتی است

در چمن بار خند آیا که بر دخانه ما
از سرا باد کند گل گل رندانه ما

سر بازار محبت که جنون مطلوب است
باد مفت سر عشاق که سودا خوب است

بیدلان جوش بهار است جنون می باید
سر رندان چو سر شیشه نگون می باید

از می و مطرب و گل انجمنی ساز دهید
بیخودی گر همه رنگ است به پروانه دهید

چل چراغی شده هر شاخ ز گلهای چمن
یا الهی که شود چشم تماشا روشن

نو عروسان چمن زار ز سر کار بهار
همه در بر بگرفتند قبای گلنار

چاک زد غنچه گل پیرهن عریانی
که ضرورست درین فصل قبا گردانی

زلف سنبل که فزودن باد سیه مستی او
دام صد مرغ نظر پیرهن شستی او

نیست باور که بدلداری بلبل کوشد
شاهد گل همه گر جامه مصحف پوشد

رقم عیش کشد سر بسر روی زمی
نرگس شوخ به … و لباس قلمی

صبحدم تا چه بلا بر سر بلبل آرد
باغبانان مشعر رنگ باگل گل دارد

ساده لوح است برنگ ورق زر نگین
چون نگین هر که درین فصل بود خانه نشین

دم تاثیر زر از ادای سرو است اینجا
حلقه دام خط بال تدرو است اینجا

چشم دل را به تماشای چمن آب دهید
خانه نقشه … و پرهیز سیلاب دهید

شوق گر جرعه دهد از پی نظاره گل
می توان کرد همه جامه چشم بلبل

بعد ازین واله گل پیرهنی خواهم شد | چون صبا پای چنار چمنی خواهم شد
تا نسازد ره گلزار غلط مستانه | عشق گلبانگ زند بر قدم دیوانه
عشق کو تا خرد از عقل خراباتی را | سر بباغات دهد مردم باغاتی را
کو جنون تا بخرابات کنم منزل خویش | از می ناب زنم آب بروی دل خویش
باده لعل کشم داغ جگر لاله کنم | رنگ و زنجیر قلندر شوم و ناله کنم
در گلزار زنم دست نگاری گیرم | تا زنی چو دل خود بکناری گیرم
بخورم از لب او بوسه و آبی بخورم | جز دل سوخته خویش کبابی نخورم
گر بمن وا شود آن فتنه گر بی پروا | خنده بر گل زنم و افگنمش بند قبا
در گلستان رخش آئینه تصویر کنم | از پی گم شدن خویش چه تدبیر کنم
طرح صحبت بکبابی و می و لب اندازیم | به در باغ کلیدی بغلط اندازیم
جام بر جام بنوشیم به غم گردون | صلواتی بفرستیم بر روح مجنون

بیتی چند از مثنوی دیگر

بود فقیهی به بنارس مقیم | با دل آسوده ز امید و بیم
مرد خرد پرور و فرزانه کار | در همه فرزانگی آموزگار
مدرسه از فیض دمش بوستان | چون ز سخن طبع سخن دوستان
صحبت مردان خرد پیشه داشت | پاک دل و پاکی اندیشه داشت
کام زنش تلخ نکرده مذاق | تا نزده حرف ز خلع و طلاق
کوثر و جنت پی روایت نکرد | از می و پیمانه حکایت نکرد
نور خرد کرده ز رویش ظهور | چون می خوش رنگ ز جام بلور
راست بکیش و دل کیش هم درست | هم بدم و هم بقدم گرم و چست
نقد ورع آنچه که در بار داشت | بسته اشغوله و دستار داشت
تا زده مژگان بتی تند خو | لقب گنجینه ایمان او
دامن زهدش نکشیده بجون | خنجر مژگان و خراشش درون
غمزه بجانش پی بازی نخاست | طره پی دست درازی نخاست
شانه زلفش نگرفته بزور | عشق پی زلف بتی پر غرور

دل بصنم خانہ نیازی نہ برد	در خم ابروے نمازی نہ برد
بت بسوے سجدہ اشارت نکرد	مغبچہ تعلیم طہارت نکرد
سنگ ملامت نہ شکستہ سرش	چاک نیفگندہ جنون در برش
مختصر ان مایہ فرہنگ داشت	بود ز عشق و فن او بے خبر
داشت درین منزل بیم و امید	خاطر فارغ ز سیاہ و سفید
رستہ ز نیرنگی لیل و نہار	شاد ہمین بر دلبر روزگار
یک سحر از در صنمے بے حجاب	چون ز گریبان سحر آفتاب
دلبر ہندوے مسلمان فریب	بردہ بزلف از دل ایمان شکیب
ناز دران نرگس جادو سرشت	خفتہ چو روح القدس اندر بہشت
نیم نگاہے کہ بہ رویش کرد	سینہ خراشید و جگر ریش کرد
غمزہ بران ریش خراشی فزود	لب نمک آورد و بران ریش سود
ناوک مژگان سر پیکان کشاد	خون تمنا ز رگ جان کشاد

علی مولوی امانت علی ساکن نواح پورب مرد سیاح آزادہ نفس خوش اخلاق ہے اثناے تحریر تذکرہ مین راقم اوس بزرگ نہاد تقدس نژاد کی ملاقات سے مشرف اندوز ہوا اور اسکی تقریب یہ ہے کہ وہ عمیم الاخلاق سعادت زیارت حضرت فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ حاصل کرکے وارد شاہجہان آباد ہوا اور تین روز اوس مسجد مین کہ شرقی شہر لب دریاے جمن واقع اور زینت المساجد کے نام سے مشہور رہی قیام کیا عجب مرد خدا رسیدہ اور صاحب باطن پایا معلوم ہوا کہ اکثر اشعار فارسی زبان ہدایت بیان سے صادر ہوے ہین اور ریختہ گاہ گاہ اوس وقت جو جو اشعار کہ سامع نواز ہوے تھے اونمین سے یہ ایک شعر ریختہ راقم کو یاد رہگیا

یون تو سب کچھ لکھا پڑھا تھا وے	ہم ترے عشق مین بھلا بیٹھے

علی تخلص زبدۂ خاندان سیادت قطب علی فرزند دلبند یگانہ عالم آشنائی میر امیر علی مرحوم نیک نہادی اور خوش اطواری مین رشک امثال اور باغ سیادت مین نونہال اور مولوی عبد الکریم سوز سے تلمذ رکھتا ہے یہ دو چار شعر اوسکے درج تذکرہ ہوے

آخر آخر ترے رونے سے اوٹھینگے طوفان — اسکا انجام نہین دیدۂ پرنم اچھا
کل تو علی کا حال بہت ہی تباہ تھا — کیا گذری آج اوسپہ خدا جانے کیا ہوا
علی نے منت اپنی جان کھوتی — لگا کر دل کو اوس زلف دوتا سے
دل تنگ کیسے دیتا ہی دل تو اسیر ہو — اور اوسپہ قفس تنگ ہی صیاد غضب ہو

علیل — علیل تخلص ہی شیخ نصیر الدین کا خوش مزاج ظریف طبع علوم رسمی سے ماہر ہی سنین عمر ہنوز اونتیس یا تیس سے متجاوز نہین اور کمال مین اقران و امثال سے قدم آگے رکھتا ہی یہ دو شعر اوسکے سنے گئے

ابکی اچھے نہین ہوسکے علیل — سخت بیمار ہو ہم جانتے ہین
چھوٹے بھی قید سے تو وان ہی ہی جا نشیمن کو — جہان وسعت بقدر یک قفس ہی صحن گلشن کو

عایش — عایش تخلص ہی حکیم حاذق ارسطوے وقت لقمان دوران شاعر خوش کلام سخنور بلند مقام صاحب ذہن سلیم و خداوند طبع تو یم یگانہ جہان حکیم آغا جان سلمہ اللہ الرحمن کا شاہد کلام زیور صنایع لفظی سے بیشتر آرایش دیتے ہین اور محاورہ بندی اور شستگی زبان زیادہ ملحوظ رہتی ہی الفاظ روشن نور معنا مین سے آفتاب سواد خط تازگی معنی سے سبزہ سیراب سبحان اللہ کیا رسائی فکر ہی کہ ہر مضمون بلند اوسکے سامنے پیش پا افتادہ معلوم ہوتا ہی الفاظ سے معنی تابناک کا جلوہ گویا پرتو شمع کی جھلک فانوس سے سواد رقم سے رنگینی عبارت کا ظہور بعینہٖ سبزی رنگ کا مشاہدہ سبزی پر طاوس سے بیمارون کی شفا ایک معجزہ ہی کہ خامہ تقدیر نے اونکی زبان قلم مین ودیعت رکھا ہی معنی جان بردہ کی روح افزائی گویا اوسی معجزہ کا اثر ہی کہ دار الشفاے سخنوری کے بیمارون کی چارہ سازی کے واسطے پردہ الفاظ شعر سے جلوہ گر ہی شیرینی فصاحت کو نمک ظرافت کے ساتھ ترکیب دیکر مذاق سامعہ کو ہر کیفیت سے جداگانہ لذت یاب کرنا ہی قادر الکلام کا اختراع ہی یہ چند شعر شعری شعار اونکے افکار بلند آسمان پیوند کے نتائج سے تحریر ہوتے ہین

ہا ہا کہ ستم کرتے ہین معشوق مگر آپ — جو مجھ پہ روا رکھتے ہین ایسا نہین ہوتا
کہتا ہی کوئی شعلہ جوالہ کوئی برق — اس دل پہ گمان لوگون کو کیا کیا نہین ہوتا
اپنے پامالون پہ بھی رکھنی نظر کچھ چاہیے — راہ چلتے ہو چلو لیکن مری جان دیکھکر
اک زلف کا بل ہو تو کہون سیکڑون بل ہین — پیشانی سے ابرو تلک ابرو سے کمر تک

وحشت رند کی دیکھنا سب مستیان جھڑ جائینگی | گر کبھی پہونچی وہ اون آنکھون کے مستانون تلک

ورنہ تو ہین ناز و ادا و عشوہ و یہان ایکدل | عیش کس کس کی مین اپنی نازبرداری کرون

افشائے راز عشق کے باعث ہمین تو ہو | سو بے حجابیان ہین تمھارے حجاب مین

اسے تو رو نہ بہانے کو چاہیے دریا | کہان سے لاؤن مین اس چشم خونفشان کے لیے

صلح اونسے ہمین کیے ہی بنی | دل پہ جھگڑا تھا دل دیے ہی بنی

زہد و تقوے دھرے رہے سارے | ہاتھ سے اوسکے مے پیے ہی بنی

لائے وہ ساتھ غیر کو ناچار | پاس اپنے بٹھا لیے ہی بنی

کسکا تھا پاس شوق ظلم کہ عیش | ان جفاؤن پہ بھی جیے ہی بنی

قدر رہی جب نہو کسی کی تو پھر | کیون کوئی جان دے کسو کے لیے

عیش

عیش تخلص رائے عزت سنگھ منشی دفتر خالصہ شریفہ جوان خوش خلق و نیک نہاد علوم ضروری سے آگاہ اور قواعد سخنوری سے واقف اشعار فارسی مین جناب کمالات انتساب مولانا مخدومنا مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے سے اصلاح ہے اور ریختہ مین شاہ نصیر مرحوم سے یہ اشعار اوسکے نتائج افکار سے ہین۔

اشعار فارسی

میدہد افسانہ شیخ و برہمن حیرتم | آخر از یک شور ست این مختلف اخبارہا

تا غم عشق میہمان من ست | ہمہ خون جگر بخوان من است

در خرابات جہان آمدہ ام از پئے دوست | غوطہ در بحر فقط از پئے گوہر زدہ ام

نرگس مست از نگاہ داد شکستے بدل | مے شکاند شیشہ را تندی صہبای من

ریختہ

جان و دل پر غم ہر اوس چشم پر آزار کا | دیکھکر ہر شی کو جی چلتا ہی جون بیمار کا

سرہوا جبتک کہ نیچے تھا زمین پر شور محشر کا | نبے گی کیا فلک پر اب نگاہ یار اونچی ہی

نہو پست و بلند دہر سے غافل تو اے منعم | کہین نیچی کہین یہ راہ ناہموار اونچی ہی

باب الغین المعجمہ

غافل

غافل تخلص ہی زبدہ سادات عظام میر سید محمد نام کا کہ مرد سنجیدہ اور صاحب اطوار حمیدہ ہی مدت ہوئی کہ حکام وقت کی طرف سے مدرسہ شاہجہان آباد مین خوشنویسون کی

سلک میں منسلک اور طلبہ مدرسہ کے خط نستعلیق کی تہذیب کے واسطے ملازم ہوا اور سکے زبان اردو اور ناگری کی تعلیم بھی اسی جامع فنون کی ذات سے تھی فن لغت لغات ناگری میں ایک کتاب مبسوط مسمی بمفتاح اللغات بہت خوب تالیف کی ہے اور علم حساب میں لیلاوتی کا ترجمہ زبان اردو میں کیا گاہ گاہ شعر کہنے کا اتفاق بھی ہوتا ہے اور تاریخ گوئی کی طرف التفات حد سے زائد ہے یہ دو چار شعر صفحۂ کتاب پر مرقوم ہوتے ہیں

مبتلا عشق میں ہے کون بشر اپنا سا — دے نہ دشمن کو خدا درد جگر اپنا سا
ساقی دہر نے عشرت کدۂ دنیا میں — خون دل روز پلایا ہے مجھے جاے شراب
ہے یقین مجکو عداوت سے نہ دنیا گردون — جنت کی مجلس جہان میں جو ہوتی نایاب
کھانے کو غم جہان میں باقی نہیں رہا — پینے کو ایک قطرۂ خون جگر نہیں

غالب

غالب تخلص شیر نیستان سخنوری جبر بیشۂ معنی پروری یکہ تاز عرصۂ کمال یگانۂ کشور افضال سیاح زمین سخن دانا سے نوادر فن زبدۂ کملاے جہان مرزا اسد اللہ خان معروف بمرزا نوشہ سلمہ الرحمن سخن سنج بے مثل و نظیر اور صاحب طرز دلپذیر ہے خامہ گوہر بار سے اقلیم سخن میں لواے جہانگیری بلند کیا ہے اور یوسف معنی کو اس ہجوم بے تمیزی میں زلیخا منشان مصر سخن کی نظر میں ارجمند کیا ہے فی الحقیقت اگر اس قدوۂ افاضل کی ذات پر تکیہ نکرتے فضیلت نرکھتے اور کمالات اگر اس زبدۂ کملا سے مدد نہ لیتے عالم کی تکمیل کا سبب نہوتے سیاہی رقوم اوسکی رنگینی معنی سے ہمشکل طاؤس صفحۂ قرطاس اوسکے فروغ مضامین سے ہمرنگ فانوس برق طور اگر اوسکی تجلی معنی کے مقابل ہوتی سرمہ ہوجاتی شمع ایمن اگر اوسکے شعلۂ فکر کے سامنے آتی فروغ نہ پاتی ایوان سخن اوسکی فکر کی معماری سے آسمان کے ساتھ ہمرفعت بناے کلام اوسکی طبیعت کی مدد سے قاف کے ساتھ ہم متانت وصف بزم میں رفتار قلم رقص ناہید کے برابر بیان رزم میں صریر خامہ نعرہ شیر سے ہمسر فکر اگر حوصلہ ہمت کے لائق جہد کرے فضاے لامکان مرحلہ مقصود کے روبرو دیدۂ مور سے تنگ تر نظر آوے خیال اگر اندازہ قدرت کے موافق بلندی پر جاوے خزانہ تحت العرش کو اوس جاے گاہ رفیع سے گنج قارون سے پست تر پاوے سخن کی فراوانی اور ہجوم معانی اور متانت تراکیب اور رشاقت اسالیب اور شوخی اشارات اور چستی عبارات گاہ گاہ اجمال کی رعایت سے آفتاب کو لباس فردین

ہو ... بہار یا تفصیل کے اقتضا سے تخم کو نہال کی صورت میں نشو و نما بخشنا خدائی کو فصل اور ملاقات ہو وصل کو تفصیل سے بخوف اگر سیاحت سخن میں بلاغت بے ساختہ اوارد ہیشہ وارد ہوتے ہیں ہم کلام میں مثل صحبت نا داجتناب کرنا اور اسیطرح اور باتین جو لوازم سخن و مقتضیات فن سے ہیں جیسے اس ناظم لشور کمال میں مشاہدہ ہوتی ہیں کم کسی میں دیکھی گئی ہیں ریختہ عبارت ریختہ و نتایف فارسی جواہر قدس کا گنجینہ ہر چند اشعار ریختہ حد حسن سے نار اور انداز شعار سے افزون تھے لیکن ازبسکہ کمر یار اور دہان دلدار ومضمون ... اشعار ہوتا ہی اونہیں مضامین کی رعایت سے اختصار کو پسند کیا اور چند بیتین بیرون لے ... مانند نقطہ انتخاب کے خیال سے مزین کر کے ایک دیوان مختصر مرتب کیا او مجموعہ ذات ... کا تو دیوان مختصر سے بھی زیادہ اشعار پہ غوغا اور رایات بلند سدا سے مملو اور مشحون ہی ریختہ میں گاہ گاہ اسد تخلص بھی کیا ہی لیکن غالب غالب اور ... اسی نام سے ہند و فارس میں اوسکے نشان کا طالب ہی یہ چند شعر سرمہ چشم شب غفلت کا چارہ اور جلوہ شاہد مدعا کو آشکارا کرتا ہی

ریختہ

گھر ہمارا جو نہ روتے بھی تو ویران ہوتا / بحر اگر بحر نہ ہوتا تو بیابان ہوتا

تنگی دل کا گلہ کیا یہ وہ کافر دل ہی / کہ اگر تنگ نہ ہوتا تو پریشان ہوتا

مین اور بزم مے سے یون تشنہ کام آؤن / گر مین نے کی تھی توبہ ساقی کو کیا ہوا تھا

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب / تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

درد منت کش دوا نہ ہوا / مین نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

تازہ نہین ہی نشہ فکر سخن مجھے / تریاکی قدیم ہون دود چراغ کا

بلبل کے کاروبار پہ ہی خندہ ہاے گل / کہتے ہین جسکو عشق خلل ہی دماغ کا

تھی نو آموز فنا ہمت دشوار پسند / سخت مشکل ہی کہ یہ کام بھی آسان نکلا

تھا زندگی مین مرگ کا کھٹکا لگا ہوا / اوڑنے سے پیشتر بھی مرا رنگ زرد تھا

کی مرے قتل کے بعد اوسنے جفا سے توبہ / ہاے اوس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

واے گر میرا ترا انصاف محشر مین نہو / اب تلک تو یہ توقع ہی کہ وان ہوجائیگا

مین نے چاہا تھا کہ اندوہ وفا سے چھوٹون / وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا

ہے اب اس معمورہ مین قحط غم الفت اسد
ہمنے یہ مانا کہ دلی مین رہین کھاوینگے کیا

آئینہ دیکھ اپنا سا منھ لیکے رہ گئے
صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

غم فراق مین تکلیف سیر گل مت دو
مجھے دماغ نہین خندہ ہاے بیجا کا

رشک کہتا ہے کہ اوسکا غیر سے اخلاص حیف
عقل کہتی ہے کہ وہ بے مہر کسکا آشنا

کیون ہوتا ہے حریف مے مرد افگن عشق
ہے مکرر لب ساقی پہ صلا میرے بعد

اسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا تھا
کہ مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

سر پھوڑنا وہ غالب شوریدہ حال کا
یاد آگیا مجھے تری دیوار دیکھ کر

قاصد کے آتے آتے خط ایک اور لکھ رکھون
مین جانتا ہون جو وہ لکھینگے جواب مین

نیند اوسکی ہے دماغ اوسکا ہے راتین اوسکی ہین
تیری زلفین جسکے بازو پر پریشان ہوگئین

ہین آج کیون ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخی فرشتہ ہماری جناب مین

ملنا ترا اگر نہین آسان تو سہل ہے
دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہین

کم نہین وہ بھی خرابی مین پہ وسعت معلوم
دشت مین ہے مجھے وہ عیش کہ گھر یاد نہین

نہ نکلا آنکھ سے تیری اک آنسو اوس جراحت پر
کیا سینے مین جسنے خونچکان مژگان سوزن کو

بلا سے گر مژۂ یار تشنۂ خون ہے
رکھون کچھ اپنے بھی مژگان خونفشان کے لیے

نقش کو اوسکے مصور پر بھی کیا کیا ناز ہے
کھینچتا ہے جسقدر اوتنا ہی کھنچتا جائے ہے

ہو چکین غالب بلائین سب تمام
ایک مرگ ناگہانی اور ہے

ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہون
ورنہ کیا بات کر نہین آتی

نالہ جاتا تھا پرے عرش سے میرا پر اب
لب تک آتا ہے جو ایسا ہی رسا ہوتا ہے

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی مین معاف
آج کچھ درد مرے دل مین سوا ہوتا ہے

گو ہاتھ کو جنبش نہین آنکھون مین تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

اشعار فارسی

محو کن نقش دوئی از ورق سینۂ ما
ای نگاہت الف صیقل آئینۂ ما

وقف تاراج غمت ست چہ پیدا چہ نہان
ہمچو رنگ از رخ ما رفت دل از سینۂ ما

سخن کوتہ مرا ہم دل بہ تقوی مائل ست اما
ز ننگ زاہد افتادم بکافر ماجرا اینجا

ز درد دل کہ بافسانہ درمیان آید
بہ نیم جنبش سر میتوان فریفت مرا

تا ہم فریب ضلع کہ غالب ز کوے تو
ناکام رفت و خاطرش امیدوار بود

صد بست گردم اگر پاے نزاکت در میان نبود
تنم از لاغری صد خوردہ بر موے کمر گیرد

خون ہزار سادہ بگردن گرفتہ اند
آن بلکہ گفتہ اند نکویان نکو کنند

دیدم پری ریختہ و از قفس کرد آزاد
رحم در طینت ظالم ستم ایجاد آمد

آزادیم نخواہی و ترسم کزین نشاط
بالم بخود چنان کہ نگنجم بہ بند تو

بالا ہیچ کافر این ہمہ سختی سے رود
ای شب ہجر من کہ تو فردا ے کیستی

بگوشم میرسد از دور آوازہ را امشب
دلم گم گشتہ دارم کہ در صحراست پنداری

چہ گویم از دل و جانی کہ در بساط من ست
ستم رسیدہ یکے نا امیدوار یکے

تا ہم ز دل بردہ کافر ادا ے
بالا بلندی کوتہ قبا ے

اکنون خود از دعاے تو آزار میکشم
رفت آنکہ از جفاے تو فریاد کردمی

غالب

غالب تخلص الور علی متوطن یورپ ملازم نواب فیض محمد خان والی جھجھر نوشت و خواند مین ملکہ حسب دلخواہ حاصل تھا اور خوش الحانی مین بے نظیر اور صلاح و تقوی مین یکے. بدلیل سبب موزونی طبیعی کے شعر گوئی کی طرف راغب یہ دو تین شعر اوسکے نتایج طبع سے ہین

کہا ہم تو سو طرح نکل آوے
کوئی جانے بھی مدعا دل کا

آہ سینے کہ نالہ وہ پر فن
نہین ہوتا ہے آشنا دل کا

سمجھو غالب کے بھی قایل ہین کہ جا ہے پہونچا
پاس اُس بت کے کسی ڈھب کسی عیاری سے

غریب

غریب تخلص غریب اللہ ساکن شاہ آباد مدت سے وارد شاہجہان آباد اور زمرۂ طالب علمان فارسی خوان سے ہے اول مومن خان مومن مرحوم کو غزل ریختہ دکھاتا تھا اب اپنے طور پر داد سخنوری دیتا ہے کئی مہینے ہوے کہ عہدہ منشی گری پلٹن انگریزی پر مامور ہو کر کسی طرف راہی ہوا ہے گاہ گاہ اشعار طبع زاد خط کے وسیلہ سے جناب مستطاب مولوی امام بخش صہبائی کی خدمت مین اصلاح کی توقع پر بھیجتا ہے لیکن جناب موصوف کسی مصلحت سے اون اشعار کو اوسی طرح مسلم رکھکر دو تین فقرے تعریف مین لکھ بھیجتے ہین اتفاقاً چند شعر اوسکے کسی کاغذ پر لکھے ہوے مل گئے اون مین سے یہ دو تین شعر اس مقام مین تحریر ہوے

مفت مین پامال اسکا ہوگیا تو انظریب ۔۔۔ ہمنشین تھا نے سے کوے دلربا مین تو چلا
انکو دل دیکے کوئی کیا خوش ہو ۔۔۔ دلربا دلبری نہین کرتے
خضر دیکھے جو جام آب حیات ۔۔۔ لب سے کچھ بات ہی نہین کرتے

غفور

غفور تخلص محمد غفور کشمیری باشندگان شاہجہان آباد کے سامنے اپنے آپکو شاگرد ناسخ قرار دیتا تھا اور کبھی تلمیذ آتش کا اور بعض واردان لکھنو سے معلوم ہوا کہ اوس سرزمین مین شاہ نصیر مرحوم کی شاگردی کا دم بھرتا تھا میرے نزدیک اوسکا کلام اس پایہ مین نہین کہ اوسکے تلمذ کی نسبت کملا کی طرف کیجاوے یہ شعر اوسکا یاد تھا

آجائے غفور کچھ نہ آفت ۔۔۔ تم خیر سے جلد گھر سدھارو

غلامان

غلامان تخلص کریم بخش ساکن موضع کرانہ مرد معمر درویش طینت وارستہ مزاج فن شعر مین شیخ ابراہیم ذوق سے مستفیض یہ دو تین شعر اوسکے سنے گئے

جب چہلتے ہین تفسل اشک تو پھر ۔۔۔ سر پہ رو رو کے گھر اوٹھاتے ہین
خدا نہین ہے اوس بت کا بندہ ہو ناصح ۔۔۔ سنا ہے کہ ایسا ہوا چاہتا ہے
آج تک منتظر رہی آنے کی کل پہ ہے امید ۔۔۔ اف قیامت ہے ترا وعدۂ فردا کیا ہے

غم

غم تخلص محمد الف خان خلف اصالت خان رسالدار مرحوم ساکن عرب سرا اور وہ ایک معمورہ ہے کہ شاہجہان آباد سے تین کوس کے فاصلے پر مزار پرانوار حضرت سلطان المشایخ قدس سرہ العزیز کے جوار مین واقع اور محل سکونت شرفا ہے مدت دراز سے قصبہ کول ضلع علی گڈھ مین قیام پذیر اور محمد فیض احمد خان کی سرکار مین کہ قصبہ مذکور کے اطراف و جوانب مین کسی آبادی کے رؤسا مین سے ہے ملازم ہے جودت فکر اور رسائی ذہن اوسکے کلام سے ظاہر ہے تین چار شعر اوسکے ایک آشنا نے لکھ بھیجے تھے

ایک جھگڑا ہے کہ چکتا ہی کسی طرح نہین ۔۔۔ دم او لجھتا ہے تری شوخی بیجا سے مرا

خاطر ہی اگر آپکو دشمن کی تو بہتر
تم خوش رہو اونسے ہی ہمارا بھی خدا ہی

غم ترے اتنے تغافل سے ہوا جاتا ہی
تو اگر آتے تو اسمین نہ کیا جاتا ہی

شب کے وقت نہیں شوق ہی نظارہ کا
وہم سمٹ کر مری آنکھون مین کھچا جاتا ہی

غم

غم تخلص مہتاب سنگھ قوم کا لیتھ شاگرد شاہ نصیر مرحوم اول سرکار بادشاہی مین سلک متصدیان علاقہ بخشی گری مین نوکر تھا پھر ترک روزگار کرکے لاہور مین جاکر امراے سرکار راجہ رنجیت سنگھ مین سے کسی امیر کی رفاقت مین رہا اور وہین راہی ملک عدم ہوا یہ چند شعر اوسکے مسموع ہوے

طاقت اوٹھنے کی نہین ہی ورنہ مین بھی ای صبا
ساتھ تیرے اک چمن کیا دشت و در کو روندتا

اک دن تو غم کے حال پہ الفت سے کر نظر
اتنا نہین ہی خوب ستانا غریب کا

ایک قطرہ مے مین ہمسے ہی ساقی ہی درگذر
ورنہ ہر اک کو تونے سبو کے سبو دیے

ناخن کے بدلے خار ہی دیتا ہمین وہ غم
جسنے گلون کو باغ مین سو رنگ دلو دیے

صیاد بے خبر ہی رہا اور قفس سے ہاے
ٹکرا کے سر کو بلبل ناشاد مر گئی

نگین

نگین تخلص مولوی عبد القادر متوطن رامپور فاضل جلیل القدر اور عالم بے بدل تھا تمام علوم متداولہ خدمت اعلم العلماء وافضل الفضلاء اکرم کرام اعظم عظام مفتی شرف الدین رامپوری غفر اللہ لہ سے تحصیل کیے مزاج باوجود پیرانہ سری کے ظرافت پسند اور فکر باوجود ضعف پیری کے قوی ہر چند طول تقریر کا سر رشتہ لاینقطع تھا لیکن نہ سامع کو اوسکے تکلم کے وقت ملالت سے انتساب اور نہ کہنے کو اوسکے ماندہ کلام پہنچنے کی صورت مین انقلاب مدت مدید سے مراد آباد مین عہدہ جلیلہ صدر الصدوری پر مامور اور کارگذاری اور امانت کے ساتھ مشہور رہا اتفاقاً ایکبار حاکم بالادست کی ناقدردانی سے خاطر نازک کو گرانی بہم پہونچی اور سر رشتہ تعلق کو منقطع کرکے کنج عزلت مین انزوا اختیار کیا حافظ شیراز کی غزل کی مخمس کا ایک بند کہ اوسکے نتایج افکار سے ہی اس مقدمہ پر دال اور اہل کمال کے رتبہ شناسی کے بیان سے مورث ملال ہی

خدمتین ساری فراموش شکایت کیا دیہ
شبہہ مین ایک خطا کے ہمہ نیکی برباد

بندگی صاحب من خانہ نیکی آباد
گر نہادت ہمہ اینست زہے نیک نہاد

در سرشتت ہمہ اینست زہے نیک سرشت

گاہ گاہ ریختہ از زدوگویان قدیم کی وضع پر کہتا یہ دو تین شعر اوسکے سرِ دست یاد تھے

جو مے رہی نہ تو شیشہ جھکا کے ساقی نے	کہا یہ رندون سے لیجے سلام شیشہ کا
مہ کر نہ سکا سامنے منھ اوسکے تو ہرگز	اب ہمسے ہوا ہے یہ گھٹ گھٹ کے ابر
عادت سے اپنے ہاتھون کے ہمکو نہین امید	لیٹے رہین نماز تلک بھی کفن مین ہم

غمگین تخلص میر عبداللہ پسر میر حسین تسکین غفر اللہ لہما جوان خوش رو نیک خصال پسندیدہ اطوار برگزیدہ شعار تھا حیا آئینہ پیشانی مین اسطرح جلوہ گر تھی جیسے گوہر مین آب شوخی آنکھون مین اسطرح گنج نشین جیسے انگور مین شراب قامت دیوان سعادت کا مصرعہ دل گلبن مروت کا غنچہ سخن تو اوسکی طبع سے ایسی مناسبت جیسے گل کو نرگس خوبان سے موزونی کو اوسکی ذات سے ایسا تعلق جیسے رعنائی کو قامت محبوبان سے ہرچند سرمایہ علمی سے چندان بہرہ نہین تھا لیکن استعداد ذاتی اور موزونی فطری سے سخن مین رنگینی اور حلاوت اور متانت اور دلربائیون کا ہجوم تھا جیسے ہنگامہ مین تماشائیون کا اتفاقات قضا و قدر سے خاک شاہجہان آباد سے دل برداشتہ ہو کر رامپور مین اپنے پدر مشفق کے پاس چلا گیا چند روز اقامت کو ہوے تھے کہ فلک بیمہر نے ایسے گلبن نوشگفتہ کو نہ چاہا کہ ہر کسی کی نظر مین جلوہ گر رہے عین ہنگامہ نشو و نما مین اوس نونہال گلشن عمر کو گلزمین دنیا سے روضہ خلد مین لے گیا حال اس داغ جگر سوز کا امکان تقریر سے خارج ہی دیدہ احباب کی کیا محرومی ہی کہ ایسے جمال یوسف تمثال کے نظارہ سے بے نصیب رہے اور خاک شور کی کیا قسمت ہی کہ ایسے شمشاد چمن زار خوبی کو یون آغوش مین لے

صورتین کیا کیا ملی ہین خاک مین	ہے دفینہ حسن کا زیر زمین

یہ شعر اوس نسخہ کمال کے بطریق یادگار لکھے جاتے ہین کہ اگرچہ نکہین اوس معنی نایاب کی رنگینی سے بہرہ ورنہون بارے گوش ہی اوسکے صریر قلم سے آشنا رہے

شور تجھی نے مزا زور چکھایا دل کو	نالہ سوزِ غم جگر پر نمک افشان نکلا
حشر مین فریاد کیا کرتا مجھے یاد آگیا	قہر آلودہ نگہ سے دیکھنا جلاد کا
وہ جو بس ہی جانگزا تھی جسکو سنکر مرگیا	ورنہ ایک تیشہ سے ہوتا کام کیا فرہاد کا

امت نوح پہ طوفان ہی آیا یارو
شکریہ ہی کہ مرا دیدۂ خونبار نہ تھا

ہر چند رشک ہی پہ نہی اتنو جہان پہ
تو ہی صبا اولٹ کہین گوشۂ نقاب کا

آتے ذرا نہ اور تو مری چپلے تھے ہم
تمنے تو کہدیا کہ ہمین کچھ خبر نہین

عدم سے کیون نہ تھے ہم جو اوٹھا یا اسنے طوفان کو
بہانہ ہو گیا رونے کا میری چشم گریان کو

کمی کہ ہین جگر و دل تو کیا کر دن یارب
کچھ اور ہے مجھے مژگان خونفشان کے لیے

اب آ ئی ہین مرے سینے سے آگ بجا
گرہ وا ہو چکی بند قبا کی

مین دیکھون دل سے باقی کیا غلط کر
لہو تھم جائے چشم خون فشان سے

چپا ہے تھا کوئی مرنے کا بہانہ دل کو
تم چلے روٹھ کے اب دیکھیے کیا ہونا ہی

کی مری مٹی عزیزون نے خراب
ہائے لا کر خانۂ خمار سے

باب الفاء

باب الفاء
فاخر

فاخر تخلص شیر بیشۂ مردانگی فارس مضمار فرزانگی نور دیدہ شجاعت دستگاہ زبدۂ ارباب فہم و ذکا مرزا چھنگا قوم مغل نجابت کو اوسکی ذات سے افتخار اور شرافت کو اوسکی صفات سے اعتبار مروت کو اوسکی طبیعت کے ساتھ ایسا ارتباط جسطرح موج کو دریا سے اور حیا کو اوسکی پیشانی سے ایسا اختلاط جیسے آب کو آئینہ مصفا سے حلم کے اثر سے حرف درشت اوسکی زبان پر ملایم استقامت کی تاثیر سے نقش اوسکے قدم کا صفحۂ آب پر قائم سخن کے سلیقے کے ساتھ مناسبت طبعی اور موزونی کی طرف التفات جبلی ہی سرو اوسکے قلم کی مشابہت سے موزونی کے ساتھ منسوب صبا اوسکے انفاس کی مناسبت سے خاطر گل مین محبوب سطر اوسکے سخن کی کیفیت معنی سے موج مل دوائر اوسکے حروف کے رنگینی مضمون سے غنچۂ رنگ گل علم سے بقدر ضرورت سرمایہ فراہم رکھتا ہی اور ایسے صفات حمیدہ کی بخشش مایگی پر جنس غرور کم رکھتا ہی کمال صداقت سے راقم کے ساتھ رقم اور الفاظ کی طرح وفاق اور حروف نقش کے مانند اتفاق ہی مین اوسکے سلوک برادرانہ سے سپاس دار اور اوسکی محبت تہ دلی کا شکرگذار رہتا ہون اس جگہ چند شعر اوسکے طبعزاد لکھکر سامعان سخن سنج کو مسرور کرتا ہون

لب ہی تک آکے پھر گیا نالہ
ورنہ کیا جانے کیا سے کیا ہوتا

میری گردش سے سب کو ہوتا فیض
مین اگر سنگ آسیا ہوتا

دشت الفت مین خضر کا کیا کام
کوئی دیوانہ رہنما ہوتا

اب شکایت سے فائدہ فاخر
دیکھکر تمنے دل دیا ہوتا

کس سبزہ رنگ کا ہے تعشق کہ زخم پر
جو کچھ رکھا وہ مرہم زنگار ہو گیا

تھا دل مین بوسہ سوتے مین لیجیے پہ کیا کہین
سوتے نصیب یہ کہ وہ بیدار ہو گیا

تیرے کوچے مین آن بیٹھے ہین
ہمنے بھی ڈھونڈ ایک مقام لیا

پاس بدنامی تھا کس پردہ نشین کا ہمدم
اپنا آزار چھپاتا ہی یہ بیمار رہا

اک مین کوئی کسیکی نہین سُنتا سچ ہے
دور تجھ سے اثر آہ شرربار رہا

منہ چھپایا نہ کبھی اوسنے پہ موسی کیطرح
غش ہمارا ہی نقاب رخ دلدار رہا

آغوش مین ہے اور زبان جرأت نہین ادب سے
اس اختیار پر کیا بے اختیار رہین ہم

جنت ملی ہے اجر محبت مین پر ہے خوف
ہون کوے یار یان بھی کہین آسمان نہو

واعظ کے منہ سے کسکو گوارا ہو طعن و طنز
گر اس سخن مین حرف بت دلستان نہو

ہے پاے بدگمانی بھی کتنا رسا کہ وہ
پہونچے ہے وان جہان کا کسیکو گمان نہو

ایسا جلا کہ خاک بھی باقی نہ کچھ رہی
اے سوز عشق سعی تری رائگان نہو

اس گرد مین ہے پیرہن یار کی سی بو
اے شوق دیکھ مصر کا یہ کاروان نہو

آجاؤ تم وگرنہ تھمیگا نہ مجھسے دل
جاتی رہی ہے بات مرے اختیار سے

کسکی ہین غماز زبان یارب کہ اوسکے راز دل
شب کو پوشیدہ کہا اور صبح دم مین مشہور ہے

خم کے خم پی چکا ہون پہ یہ کہتی ہے ہوس
کہ نہ رہ جاے سبو مین کوئی قطرہ باقی

نہ کھلا غنچہ دل باغ جہان مین فاخر
رہگیا ایک صبا سے بھی یہ عقدہ باقی

فائز

فایز تخلص ہے ایک شخص کا ساکنان کول سے موطن و ماوا اوسکے بزرگان والا تبار کا سبزوار اور اوسکے پدر بزرگوار کا نام نظام الدین ہے مرد خوش خلق و نیک نہاد ہے سن چونسٹھ سے متجاوز نہین یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

کیا خطر ہے تابش خورشید محشر سے مجھے
آہ سوزان کا دھوان اک سائبان ہو جائیگا

حضرت فائز نہ سمجھے ہم بہت کہتے رہے
دوستی نادان کی ہے جی کا زیان ہو جائیگا

خیر ہے فائز کہو تو کیا ہوا کیا حال ہے
کو بکو کسواسطے پھرتے ہو دیوانے سے آج

فائق

فائق تخلص مرزا عبد القادر بیگ ابن مرزا احمد بیگ ابن مرزا محمدی بیگ قوم مغل صفہانی الاصل ہے سکونت قدیم سے حویلی اعظم خان مین حضرت پنہ ہے کہ وہ بالفعل ایک محلہ ہے محلات

شاہجہان آباد دست آباد ہی مین ہمشیل و نظیر مدت سے زمرۂ سواران سرکار نواب بہادر جنگ خان بہادر والی بہادر گڈھ مین منسلک ہے باوجود عمر سی سالہ کے کہ عین ایام شباب ہے حلم اور بردباری و اخلاق حمیدہ پیران صد سالہ سے زیادہ اور صفحۂ خاطر نقش رعونت سے سادہ ہے یہ دو شعر اوسکے سنے گئے

فائق عبث ہے تجکو شکایت سپہر سے
پینا ہے مے جو محفل رندان مین تو پیے
کون اوسکے دور مین نہین اندوہگین رہا
ہم بن اگر پیے تو ہمارا لہو پیے

فخر تخلص محمد فخر الدین خان متوطن شاہجہان پور ارباب اعتبار اور صاحبان اقتدار مین محسوب اور حسن اخلاق اور عموم وفاق سے طبائع احباب مین مرغوب ہے شیرینی سخن کو نمک ظرافت سے ترکیب دیکر مذاق ارباب وفاق کو لذت تازہ بخشتے ہے موزونی کلام طبعی اور ذوق سخن جبلی ہے یہ دو شعر اوسکے تحریر ہین

ہمسے کچھ اور ہی ہے دل مین کدورت تجکو
بیخودی سے ہے غرض کون ہے مے کا طالب
یون تو کہنے کو تو اے شوخ کسی کا نہوا
چشم ساقی تو ہے گو ساغر صہبا نہوا

فخر تخلص جوان متین محمد فخر الدین کہ مین برادر محمد احسان اللہ مخبر تخلص ساکن قدیم شاہجہان آباد اور بالفعل مہین برادر کے پاس میرٹھ مین مقیم ہے طبیعت رسا اور ذہن مستقیم اصلاح ریختہ اپنے برادر شفیق سے لیتا ہے یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

کفر و دین کو تہ و بالا رخ و کاکل نے کیا
یہ دل نادان کہ نازان اپنی ہشیاری پہ تھا
ایک اوسی کے جلوہ سے محروم ہین ہم ورنہ فخر
پیچ سے اونکے نہ کافر نہ مسلمان نکلا
پھنس گیا جنجال مین زلف چلیپا دیکھکر
اس تماشا گاہ سے جائینگے کیا کیا دیکھکر

فدا تخلص مرزا بلند بخت ابن مرزا مکرم بخت بہادر دام اقبالہم بزرگ برادر حقیقی اس راقم آثم کے اور تلمیذ باتمیز جناب فیض مآب مولانا مخدومنا مولوی امام بخش صہبائی مدظلہم کے ہین سخن فہم نیک نہاد متانت اونکے وضع کی خانہ زاد یہ چند شعر اونکے ثمرات طبع سے انتخاب ہوے

حشر مین پرسش مری پہلے ہو یارب رنج مین
خاک ہو جائیگا جلکر اک نہ اک دن دیکھنا
تجھ سے ملجاے جو وہ غنچہ دہن آکے فدا
جب تلک چپکا رہونگا جی مرا گھبرائیگا
سوز پنہان سے رہیگا دل سلامت کب تلک
اپنے جامہ مین وہ پھولون کہ سما بھی نسکون

جو کچھ کہ دیکھنا منھ پر ہی صاف کہدینا
فراق بندہ ہون آئینہ کی صفائی کا

برنگ آئینہ رہتا ہون روز و شب حیران
خدا ہی جانے کہ ہون محو کسکی صورت کا

جہان نظر کی ہر اک نوک خار ہی پر خون
یہ کون دشت مین ایسا برہنہ پا گذرا

جون ریگ روان خاک نشین ہین ازل سے
نہ قصد وطن کا نہ ارادہ ہی سفر کا

بعد مرنے کے بھی اک گردش رہی ہکو مدام
مشت خاک اپنی رہی تھی کچھ تو پیمانہ بنا

دل تھامتا کہ چشم پہ کرتا تری نگاہ
ساغر کو دیکھتا کہ مین شیشہ سنبھالتا

چمن کی سیر کو آجاتے ہین کبھو گلچین
دماغ کسکو ہی یان آشیان بنانے کا

یہ غم ہی ساغر و مینا مجھے کہ میرے بعد
ذرا بھی تمکو کوئی منھ نہین لگانے کا

مت آنکھ لڑا اوس سے فراق ابھی کہامان
کہتا ہون تجھے مین مجھے الزام نہ دینا

زلفون کا بنا نا ہی رہے جسکو سدا یاد
پھر ہمسے غریبون کو کرے اوسکی بلا یاد

تھا دل مین کچھ کہون نگاہ جاتے ہی روبرو
میری زبان ہو گئی بے اختیار بند

کس زلف کا شیدا ہی مرا دل نہین معلوم
کس چشم کا زخمی ہی یہ بسمل نہین معلوم

یہ دل ہی ہمارا جو اوسکے ہو مقابل
منھ دیکھو آئینہ کا جو اوسکے روبرو ہو

کبھو تو زلف مین لیجاے ہی کبھو خط مین
پھرے ہی ساتھ لیے دل کہان کہان مجھکو

تجھ کو کرکے سوا چاہتے نہین اونکی بلا سے
پامال کوئی شخص ہو برباد ہو کوئی

نگار تو کسطرح نہین ہوتے ہین اپنے
کا ہکو فراق انکے لیے خوار ہو کوئی

آنکھون مین کھپ رہا ہی اسی سرو ناز ابتک
دامن اوٹھا کے چلنا تیرا انزاکتون سے

فراق تخلص میر حیات اللہ ساکن کولا دھٹی نوجوان صالح خوش مزاج تقریب طالب علمی سے وارد دہلی ہو ہ شب و روز تحصیل کمال مین مصروف یہ دو تین شعر اوسکے نتائج افکار سے پیش نظر تھے سو درج تذکرہ ہوئے

مصحف رخ کی ترے یاد ہمین رہتی ہی
کیا عجب ہی جو کہین حافظ قرآن ہمکو

جان بھی باقی نہین کیا کیجیے اب اونپہ نثار
مرتے دم آکے کیا اور پشیمان ہمکو

باغ جنت کی بھی خواہش نکرین ہم تو فراق
ہاتھ آجاتے اگر کوچہ جانان ہمکو

فرحت تخلص محمود علیخان خلف جناب مستطاب حکیم نصر اللہ خان وصال تخلص نوجوان خوش اسلوب اور وجاہت ظاہری سے بہرہ مند تحصیل علم کیطرف متوجہ گاہ گاہ فکر

شعر بھی خاطر مشتغل کی دامنگیر ہوتی ہی یہ چند شعر اوسکے اونکا رسے ہین

کثرت لاغری سے ای ہمدم
ہو گیا ہون مین تار بستر کا

او سنے تو نامہ بر کو کیا قتل اور مجھے
ہر لحظہ انتظار ہی خط کے جواب کا

بین بیٹھی ہی بزم غیر مین کی شب کو مے کشی
میری ہی آنکھون مین تو نشہ ہی شراب کا

لے جلد تو خبر کہ کچھ اب شام سے ہی آج
ہی حال بے طرح ترے خانہ خراب کا

مدت سے وہ تو بندہ فرمان ہی آپکا
فرحت سے کیا سبب ہی کہو اجتناب کا

عاشق تو سبھی ہوتے ہین دنیا مین عزیزو
پر میری طرح سے کوئی رسوا نہین ہوتا

فرحت تخلص کشن پرشاد قوم کا یستھ ساکن شاہجہان آباد خلف گوبند پرشاد نبیرہ لچھمن گیان شاگرد حافظ قطب الدین مشیر یہ شعر اوسکا مسموع ہوا

یارو جب تک جواب خط آئے
اور دو چار خط لکھو بیٹھے

فرحت تخلص شیخ حسین علی شاگرد مرزا نیاز علی بیگ نکہت یہ شعر اوسکا سنا گیا

جب سے دیکھا ہی قد بالاے یار
سرو کو خاطر مین کب لاتے ہین ہم

فروغ تخلص نونہال حدیقہ سعادت نوباوہ باغ اہلبیت قرہ باصرہ بخت مندی غرہ ناصیہ ارجمندی راحت جان سرور جنان محمد عمر سلطان فرزند دلبند راقم صابر آثم ہنوز سن اس نونہال کا بارہ تیرہ سے زیادہ نہین ہوا اور مرحلہ تحصیل فارسی مین ابتک تو قدم ہی لیکن زیادہ بخشی واہب بے منت اور گران عطاے منعام بے ضنت نے ذہن براق اور طبع رسا اور فکر عالی عطا کیا ہی جناب مستطاب مولانا و مخدومنا حضرت صہبائی سلمہ اللہ تعالے نے جب اوسکی طبیعت کا یہ حال دیکھا فرمایا کہ سخن آفرین نے اسکے گنجینۂ طبیعت کے واسطے لبالب جواہر نفیسہ خزانۂ تحت العرش مین ودیعت رکھے ہین اگر موانع خارجی سے در گنجینہ مقفل نہو جاوے تو خزانہاے نا تمناہی جو اوسکے واسطے امانت ہین اس گنجینے مین نقل اور تحویل پاوین اور یہ فرماکر اوسکی تعلیم اپنی شفقت اور مرحمت کے ذمہ پر لی باوجودیکہ ابتک کچھ موزون نہین کیا صرف حضرت ممدوح کی تربیت کے فیض اور طبیعت خداداد کی رہنمائی سے طبیعت ایسی روان ہوگئی ہی کہ بے اعانت غیر موزون کرنا کیا بلکہ معانی بلند اور تشبیہات تازہ اور خیالات دور کا سر انجام اوسکے قلم کی انگشت کہین کے اختیار اور اوسکے خامہ جادو نگار کے ناخنو مین ہی اللہ تعالے مین انفاس متبرکہ اور الطاف شامل جناب ممدوح سے

کمال استعداد کو پہونچاوے اور طبع سلیم عطا فرماوے اوسکے طرز سخن سے کوتاہ بینان روزگار اور ناقص فطرتان زمانہ کہ نہ مہر انبیاء ہیں کے تجمل سے کہ اوس جناب مقدس مین بخل کا شائبہ کہان ہی بلکہ اپنے طرف کی تنگی حوصلہ سے و نعمت خداداد ہی سے محروم ہین بمقتضاے اسکے کہ المرء یقیس علی نفسہ یعنی آدمی اپنے اوپر قیاس کرتا ہی اس برق لامع کے جولانی نارسائی نقش پا کی تہمت باندھا کرتے ہین کہ یہ اشعار اور یہ ہمہ فکر بلند اور یہ استعداد اوسکی باور کیا جاوے اللہ تعالے ان ناتوان بینوان کی بدگمانی کو اوسکے جمال معنوی کے واسطے سپند اور اوسکے کمند فکر کو رسا اور کنگرۂ ایوان طبع کو بلند کردے یہ چند شعر اوسکے نتایج افکار سے لکھتا ہون

دیا ہو جھوٹ ہی گو نامہ بر نے مژدۂ وصل — پر اوسکے کہنے سے دل کو تو اک قرار آیا

کیا ہو آنے کو سچ ہی وعدہ آنے کا — پہ سوچیے تو کہ مجکو کب اعتبار آیا

فروغ چھا گئی آنکھون مین ایک تجلی طور — سحر نقاب اوٹھا کر جو وہ نگار آیا

تھا مین تو خود رفتہ اوسے دیکھتا کیونکر — بے پردگیون پر بھی وہ یان پردہ نشین تھا

دل لیا جان بھی لی اور وہ میرا نہوا — رنج اوس شوخ سے ملکر مجھے کیا کیا نہوا

سوز دل کا نہ بجھا ہاے مرا گرچہ فروغ — کب مین رویا کہ رواں چشم سے دریا نہوا

دیکھیے خط کا کیا جواب آوے — وان گیا تو ہی نامہ بر اپنا

دل تو ہم دینگے اوس ستمگر کو — وہ بھی سمجھے اگر اسے اپنا

ہنسے تو کچھ کہا کر دل دل مین مت گھٹا کر — آخر فروغ تیرے مدت کے یار ہین ہم

رنج دینے لگی وفا دل کو — اپنے انداز تو سکھا دل کو

کیون نہ ہر دم گرے وہ برق نگاہ — اوسنے سمجھا ہی آئنہ دل کو

ایک اوجھاؤ اوسکی زلفون کا — سو بلا کا ہی سامنا دل کو

دل تو نہین دیا ہی کچھ تو کہو فروغ اب — ہر رابطہ ان دنون مین کیون نالہ و فغان سے

کوئی مر جاے درد فرقت سے — تم تو بیٹھے رہو فراغت سے

کبھی بوسہ نہین بغیر دیے — ہی وہ ناچار اپنی عادت سے

لپٹکے آتے ہو ساتھ غیرون کو — باز آیا مین اس عنایت سے

چہرۂ غم دیکھین رولائیگا کب تک — آج کی شب کٹی ہی عشرت سے

کیونکہ اندھیر زمانے مین ہنوا وسنے فروغ — کوئی رکھا نہ مرے نام کا زندا باقی

فروغ

فروغ تخلص عمدۂ اراکین دولت زبدۂ عمائد حشمت زیب وسادۂ تفاخر خواجہ نورالدین خان بہادر معروف بہ سانولے صاحب کہین براد نواب انورالدولہ شفق تخلص کہ شہر کالپی اوسکے قدم بہار توام کے فیض سے رشک گلزار نعیم اور اوس نواح کی سموم اوسکے انفاس کرامت اقتباس کے اعجاز سے غیرت باد نسیم ہی سخن اگر رنگ گل رکھتا ہی اور اگر کیفیت مل واوسکی طبیعت کی تاثیر اور اوسکے لب و دہان سے فیض پذیر ہی حریفان مدعی کا سخن اوسکے کلام کے روبرو حرف پادر ہوا اور دعوے داران کمال کا کلام اوسکے سخن کے سامنے ہیچ چند شعر اوس یکہ تازہ ہنر کے نظر احباب مین جلوہ گری کرتے ہین

نہین ملتی ہی ایسے میرے دل کو ایام فرصت — الم پروانہ کا شب کو سحر شمع شبستان کا

روے روشن کے تصور مین جو غش آیا مجھے — آنکھ مین بدلے اندھیرے کے اوجالا ہوگیا

دام خط مین غل اسیرون نے کیا فریاد کا — بولتا ہی آج کل طوطی مرے صیاد کا

کیا افلاس لیکن پستئ طالع نہین جاتی — دبا حصہ فلک نے مجکو قارون کے خزانے مین

نہ ظالم نفع پائے مال سے ہرگز فروغ ایسے — ہوئی ہی موم سے کب روشنی زنبورخانے مین

قید ہستی مین پھنسے یاد وطن بھول گئے — دام ہمکو یہ خوش آیا کہ چمن بھول گئے

خیال غیر ہی ہمراہ جانان — تصور مین بھی تنہائی کہان ہی

فسون

فسون تخلص شاہزادۂ والا قدر بلند اقتدار عمدۂ سلاطین ذوی الاعتبار بلند پایۂ بارگاہ جلال گران مایۂ گنجینۂ کمال فرازندۂ لواے ہنروری فروزندۂ چراغ معنی پروری شناساے کملاے نزدیک و دور داناے حقائق امور مشہور فی الاطراف والاکناف مرزا منجھلے مستغن عن المدائح والاوصاف خلف مرزا کریم بخش مرحوم نواسہ حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی ادام اللہ سلطنتہ برادر عم زادہ راقم آثم ہیت اوسکی قدردانی سے مہمات خانۂ معانی دور شعر اوسکی گرانمایگی سے جواہر گنجینۂ قدس کیسے معمور شاہدان محفل اسرار اوسکے ضمیر کی راہ سے بزم صفحہ مین ایسے جلد پہونچتے ہین جیسے آفتاب سے انوار غزل مین برجستگی معنی سے شوخی غزال ابیات مین طراوت الفاظ سے سرسبزی نہال ہرچند شعر مین الفاظ متین ہون اوسکی فکر رسا کے اثر سے گوش سامع مین صدا سے پیشتر پہونچتا ہی مضمون کیسا ہی سست ہو اوسکی شوخی اشارات کی تقریب سے بزم قبول مین معنی غریب سے زیادہ تمکن پاتا ہی

یہ چند شعر اوس صاحب اعتبار کے نتائج افکار سے ہین

رولاتے نہ تم گھر عدو کا نہ بہتا		اوٹھایا ہوا ہی یہ طوفان تمھارا
کیون دوست اوٹھالاے مجھے کوچے سے اوسکے		گو جان پہ ستم تھا مگر آرام وہین تھا
وان ظلم اوٹھاتے تھے یہان قبر کے صدمے		ہی زیر زمین وہ ہی جو بالاے زمین تھا
لیے آتا ہی نمک سے وہ نمکدان لبریز		ای لب زخم تو اپنی بھی تمنا دکھلا
جدھر کو جاتے ہین بہتان ہم پہ اوٹھتے ہین		قدم نکالنا گھر سے ہمین عذاب ہوا
دیکھ کر محراب ابروے صنم کو ای فسون		خود بخود زاہد کا ہی سجدہ سر خم ہو گیا
لے گیا کون مرے صبر و تحمل دل سے		آج بیتاب جو پھرتا ہون مین گھر سے نکلا
آرزو فریاد کی اور حشر مین عرصہ بہت		دیکھیے کسدن گلے چھاتی سے پتھر گور کا
آرزو نکلی نہ جان دیکھی ای عیسےٰ نفس		ہم سنا کرتے تھے آوازہ ترے اعجاز کا
رکھا دل کی جا ہمنے پیکان تمھارا		یہ مہمان ہمارا وہ مہمان تمھارا
مرض عشق سے جان بر نہوا ہاے فسون		مفت بیچارہ مصیبت مین گرفتار رہا
اچھا ہوا کہ حشر کے ہنگامے سے بچے		ہونا تھا جو یہین دم رفتار ہو گیا
فسون ناز و ادا وہ اوٹھاؤ دم لبون پر آن پہونچا ہی		گھڑی بھر کے لیے اپنا کیا سارا تماشے ہو
بس ہو چکی ای ناصح غم سینہ خراشی		اب جان فسون کی دل نالان مین نہین ہی
اللہ رہی گرمی کہ رقم ہو نہین سکتی		کاتب سے حقیقت بھی مرے سوز و جگر کی
ہزار ہل نہین سکتے پر اوسکے کوچہ تک		پہونچ ہی جائین اگر شوق رہنما ہو جاے

فصاد

فصاد تخلص ہی ایک حجام تبو نام کا کہ شاہ نصیر کی فیض صحبت سے اوسکی طبیعت نے فی الجملہ موزونی بہم پہونچائی تھی نہایت ظریف خوش طبع کشادہ رو نیک خو تھا شاید شعر گوئی سے غرض یہ تھی کہ موتراشی کے ساتھ موشگافی کو جمع کرے چونکہ اوسکے اشعار تذکرہ مین لکھنے کی قابلیت نہین رکھتے تھے صرف ایک شعر پر کفایت کرتا ہون

بادہ کے ہمین پینے سے کیا کام ہی ساقی		مے خون جگر آبلہ ہی جام ہمارا

فضل

فضل تخلص فضل الرحمن ولد شیخ حامد علی ابن قاضی احمد مرحوم ساکن قصبہ مہم ضلع رہتک صوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد پانسو برس کا عرصہ ہوا کہ بزرگان والانژاد اس نیک نہاد کے یمن سے وارد ہند ہو کر قصبہ مذکور مین متوطن ہوے فن شعر مین اول اپنے برادر زادہ محمد رفیع الدین

نام سے استفادہ کرتا تھا اب محمد حیات خان حیات تخلص سے مشورہ کرتا ہی یہ شعر اوسکا مسموع ہوا

حاجت دام نہین عاشق بیدل کے لیے ۔ گیسوے یار ہی کافی ہی سلاسل کے لیے

فغان

فغان الٰہی پرشاد نہایت جوان وحیہ حلیم مزاج ظاہر اوسکا ارباب صفاکے باطن سے آراستہ تر اور باطن اوسکا آئینہ رویون کے ظاہر سے پیراستہ تر زبان دل کی ترجمان اور دل سلطان خرد کا تابع فرمان کمال ذکا مثل ستارہ اقبال کے پیشانی سے روشن اور جمال سعادت مانند فروغ خرد کے چہرۂ مہر مین تحصیل علم فارسی یک قلم قذلک دفتر دانائی فرازندہ لواے یکتائی اوستادی مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے کی خدمت مین کی رسائی فکر مضامین دور سے نزدیک شوخی طبع نکات کے ساتھ چسپیدگی مین شریک یہ چند شعر اوسکے افکار آبدار سے منتخب ہوکر مرقوم ہوے

آنکہ بر بے خودیم طعنہ بیجاے کرد ۔ نشۂ حسن ترا کاش تماشاے کرد
کاش از بہر مساوات من خصم فلک ۔ قہر یا لطف ترا عام بہر جاے کرد
ہیم تکلیف مداواے دلم داشت لبت ۔ چشم بیمار ترا ورنہ مداواے کرد
علاج درد دل از دلربا نمے آید ۔ وفا نشاید و غیر از جفا نمے آید
بر رخ تابان خویش زلف معنبر شکن ۔ زاہد صد سالہ را غارت بستر شکن
نامہ مارا چہ غیبت رنگ تماشاے دوست ۔ صرصر جان سوز خیز بال کبوتر شکن
غمزہ و ناز و ادا تشنۂ خون ندلب ۔ در رگ جانم بیا این دو سہ نشتر شکن
تو بہ عشاق چیست مشغلہ روز ہجر ۔ گر شب وصلے رسد از مے احمر شکن
یار طلب مے کند نقد دلت را **فغان** ۔ دل بدہ از دست یا خاطر دلبر شکن

فکری

فکری تخلص مرزا محسن نبیرۂ شاہ عالم بادشاہ مغفور صاحب طبع سلیم و ذہن مستقیم ہی طبیعت مضمون خیز اور فکر معنی انگیز ہی فارسی اور عربی مین فی الجملہ روشن سواد اور مسائل عروض و قوافی سے بقدر ماوجب یاد طبیعت خداداد کی مدد اور مبدا ارفیاض کی اعانت سے تازگی معنی اور طراوت الفاظ اور شستگی عبارت اور رنگینی مقال اور پاکی زبان اور فصاحت بیان کا ایک جا سے مین ہجوم ہی یہ چند شعر اوسکے انتخاب ہوے

جون نکہت گل گردش تقدیر سے **فکری** ۔ ہم خانہ بدوش آرہے اپنے وطن مین
میرے جاتے ہی کہا باہر چلو آتا ہون مین ۔ گھر سے اوس پرفن نے ٹالا مجکو کس تدبیر سے
شاید اے قاصد یہ باتین ہین زبانی یار کی ۔ جان سی آتی ہی کچھ مجھ مین تری تقریر سے

ساف آغوش کمان سے تیر جاتا ہی نکل — واقعی دیکھا تو ہی نفرت جوان کو پیر سے
مثل قلم ادھر کے ہین ناتھ ہون — آپ نہین چاہنے کا یارا مجھے
ہم گنہگارون کی قسمت مین کہان ہی ہر چند — کوچۂ یار مین جنت کی ہوا آتی ہی

فگار

فگار تخلص سلالۂ دودمان سیادت خلاصۂ خاندان شرافت میر حسین مرحوم شاگرد میر نظام الدین ممنون فکر نہایت سلیم طبیعت بغایت مستقیم صحیح گوئی کی طرف متوجہ اور زبان کی شستگی کے جانب ملتفت چند سال ہوے کہ عالم باقی کی طرف راہی ہوا یہ دو شعر اوسکے افکار سے ہین

دیکھ آئینہ کو اوسنے کیا غصے سے ٹکڑے — یعنی مجھے کسواسطے مجھسا نظر آیا
کرتا ہی غنچہ تیرے دہن کی برابری — شاید یہ اپنی بھول گیا ہی دہن کی بو

فوق

فوق تخلص ہی زبدۂ سادات کرام میر بادشاہ نام کا کہ سرگروہ نیک طبعان روزگار سید احمد خان آہی تخلص صدر امین بجنور سلمہ اللہ تعالے سے قرابت قریبہ اور اونکی نظر تربیت اور نگاہ عاطفت کی اثر سے قبول خاص اور پسندیدگی عام کی شائستگی رکھتا ہی جوان [illegible] و نیک نہاد اور خوش مزاج سراپا ابتہاج ہی گاہ گاہ فکر شعر کا بھی اتفاق ہوتا ہی یہ اشعار آبدار دُرر نثار اوسکے ہین

فروغ روے جانان فی یہ کی تاثیر آنکھون مین — کہ مہر و مہ نظر آتے ہین بے تنویر آنکھون مین
نگاہ ناز سے اوسکے نکیون خون ہو ہزارون کے — کہ رکھتا ہی وہ قاتل جوہر شمشیر آنکھون مین
مین تو رہتا ہون گریزان ہی بیداد سے مگر — چھوڑتا کب ہی تیرا طرۂ طرار مجھے

فیاض

فیاض تخلص شیخ فیض الحسن ابن شیخ نظام الدین نظام تخلص متوطن قصبہ دیبائی ضلع بلندشہر
یہ اشعار اوسکے افکار سے انتخاب ہوے

افسون کا ہو عمل نہ عمل کا ہو کچھ اثر — میرا رقیب یار کا ہمزاد ہو گیا
صفت چشم وہ لکھون کہ سبھی صاد کرین — شعر کو آنکھ پہ رکھ رکھ کے مجھے یاد کرین
اس مین ہی آپکی جانب سے تقاضا ناحق — سر کے دینے مین کسے عذر ہی ہم دیتے ہین

فیض

فیض تخلص بحر مواج کمال نہال مثمر فضل و افضال بانی بناے دانش حاکم محاکم بینش صدر مکارم اخلاق اسوۂ اکابر آفاق جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول زبان دان فارسی و تازی اسرار فہم حقیقی و مجازی مستجمع نوادر فن مولوی فیض الحسن سلمہ اللہ تعالے ہر چند وطن اصلی اوس مجمع مفاخر کا سہارنپور ہی لیکن حسن اتفاق سے ایک عرصہ ہوا کہ یہ گلزمین بہار آگین

قدوم صحبت لزوم کے اثر سے گلزار ارم پر افتخار اور جنت نعیم پر ناز کرتی ہے آوازہ علم اوسکی
دانائی سے بلند اور پایۂ ہنر اوسکے کمال سے ارجمند خامہ اوسکی دستگیری سے اسرار لوح محفوظ کا
خزینہ اور لوح اوسکے قلم کی اعانت سے اسرار غیب کا گنجینہ علوم عربیہ اور فنون عجیبہ خصوصا
علم ادب سیما انشا خطب اور انشا و اشعار زبان عرب میں یگانہ اور ان فضائل میں یکتا ے
زمانہ فضل و کمال ایک جامہ ہے کہ خیاط ازل نے اس ذخیرۂ زمانہ ہی کی گنجینہ دار جواہر
قدس کے قامت استعداد پر قطع کیا ہے وہ شاہدان معنی کہ شبستان غیب مین نازک دماغان
بلند خیال کے چہرۂ فکر پر کمال غرور سے نرگس چشم کو بہم باز کرتے تھے اوسکے صفحہ کے بزم آرائی کی
تقریب سے کسی وقت اوسکی آمد و شد کی کثرت سے بادۂ قلم کو ہنگامہ سے خالی نہیں رکھا
باغ طبیعت کا ہر نہال شمشاد و قامتان طوبے بہشت کے جلوہ سے دلربا تر اور گلزار فکر کا
ہر برگ گلرویان لالہ رخسار کے چہرہ سے خوشنما تر کا غذ اوسکے سوز مضامین سے جل کر خاکستر
ہوجاتا ہے لیکن وہ خاکستر کہ آئینہ بصیرت کے لیے مایۂ جلا اور حرف حرف شوخی معنی سے
برق کا حکم رکھتا ہے مگر وہ برق کہ طبائع پژمردہ کے واسطے باعث نشو و نما کا غذ رنگ معنی سے
برگ گل اور سطور کیفیت مضامین سے موج مل طراوت الفاظ سے بحر اشعار طوفان خیز
اور لطافت معنی سے زبان قلم رگ ابر کے مانند گوہر ریز گل اگر اوسکے مضامین سے رنگینی کا استعارہ
نکرتا خاطر بلبل مین پسند نہوتا اور سرو اگر اوسکے مطلع کے ایک مصرع سے مشابہت بہم نہ پہونچاتا
بلند نہوتا ان کمالات پر حلم اور تواضع کا وفور اور ان فضائل پر عجب اور تکبر کے ننگ سے
کوسوں دور لطف و مروت اوسکے اوضاع سے چہرہ کشا اور رنگ اخلاق اوسکے اطوار سے
جلوہ نما سنگ درشت اوسکے لطف کے اثر سے نرم اور طبائع سرد مہر اوسکے اختلاط کے
حرف سے گرم کونسی مروت اس سے زیادہ ہوگی کہ تہیدستان کمال کو گنجینۂ ہنر سے
تونگر اور گرسنہ چشمان سخن کو خوان افاضہ سے حاتم کا ہمسر کر دیا ہر چند درس و تدریس کی
کثرت اور طالبان کمال کی تربیت کا مشغلہ مانع ہے کہ فکر عرصۂ تلاش میں سبک جولان
اور قلم میدان صفحہ مین گرم عنان ہوسکے لیکن قادر تائید کی رہنمائی سے ان اشغال دائمی پر
کثرت تصانیف کا وہ حال ہے کہ صندوق کدۂ خیال مین وہ مصنفات تو کیا بلکہ اونکے اسماء کی
فہرست گنجائش پذیر نہین اونمین سے شواہد تفسیر اور شواہد خمسہ اور تذکرہ صحابہ رضی اللہ
عنہم اور ایک مثنوی مسمی بروضۃ الفیض اور دوسری نامی بہ چشمۂ فیض اس متانت عبارت

اور جزالت معنی کے ساتھ اوس یکہ تاز عرصۂ فصاحت کی زبان قلم سے زینت پذیر ہوئی ہین کہ خامۂ انصاف اگر اونکی توصیف مین ایک حرف لکھے زبان عاشق کی طرح باوجود سیہ زبانی کے حرف مدعا پر لال ہوجاوے اغلب وفات قصائد عربی اور عبارات دلپذیر فارسی اور اشعار فارسی و ریختہ کی زبان قلم سے آشنا ہوتے ہین لیکن حیاً گا احباے صداقت کیش اور اخلاص موانست اندیش کی تکلیف سے لب نطق اشعار ریختہ پر بھی وا ہوا ہے اس مقام مین فارسی و ریختہ پر قناعت کرکے گوش شوق کو بہرہ اندوز کرتا ہون تاکہ قند فارسی سے حاسدون کا لب اعتراض بند ہوجاوے اور نمک ہندی سے زخم جگر حال اعدا پر سے گرم ریشخند اشعار فارسی

علو مرتبہ شد باعث رعونت نفس
خوشا دمی کہ بکوے تو نقش پا بودم

ملت عاشق رضاے خاطر جانان بود
کفر گر مرضی او باشد بہ از ایمان بود

فیض عیش مے باش و می نوش شاہد می پرست
کاین چنین ہا چون توئی آشفتہ را شایان بود

با خاطر چو غنچہ نشستم بگوشہ
وین جملہ انبساط بگلشن گذاشتم

در قسمت کلیم بجز پرتوے نبود
از جملہ آتشے کہ در ایمن گذاشتم

ریختہ

عجب کچھ طور تھا شب فیض کا کیا جانیے کیا تھا
کوئی وحشت سی وحشت تھی کوئی سودا سا سودا تھا

غنیمت ہے کہ بعد از مرگ عاشق اتنا کہتے ہو
برا تھا یا بھلا تھا خیر جیسا تھا وہ اپنا تھا

ہر روز برق کوندے ہے چارون طرف مگر
اوجڑا ہوا چمن مین کوئی آشیان رہا

گر وہ سنتے نہین پہ ہم تو کسی حیلے سے
ایک دو بات محبت کی سنا جاتے ہین

پکڑ کے ہاتھ اوٹھاتے ہین گر نہین اوٹھتے
یہ قدر ہے تری محفل مین ہم غریبون کی

باب القاف

قابل تخلص شاہزادہ بلند قدر مرزا علی بخش وارستہ مزاج اور آزادہ منش طبع باوصف عمر رسیدگی کے عیش دوست واقع ہوتی ہے فن سخن مین ذوق مرحوم سے استفادہ کیا ہے یہ اشعار اوسکے ہین

یہ خار اور یہ صحرا اور یہ برہنہ پائی
وحشت مری کرگئی کیا کیا خراب مجھکو

لکھا تھا وہ ہی کہ جو تھا نصیب کا لکھا
بلا سے خط کا جواب اوسنے کچھ لکھا تو سہی

ہوچکی توبہ ہمسے اے قابل	جب تلک عالم جوانی ہے

قادر تخلص میرزا قادر شکوہ ابن مرزا عباس شکوہ ابن مرزا عباس شکوہ معروف بہ مرزا ببر ابن مرزا اسکندر شکوہ معروف بہ مرزا چھنگا کہین برادر حضرت عرش آرامگاہ محمد اکبر شاہ بادشاہ نور اللہ مرقدہٗ مرثیہ گوئی مین داد فصاحت دیکر حرف بلاغت کو کرسی پر بٹھایا اور اس فن کو ضمیر سے کہ مرثیہ گویان لکھنؤ سے ممتاز ہی حاصل کیا جیسے لکھنؤ مین لکھنؤ سے وارد نزہت آباد شاہجہان آباد ہوے ہین راقم آثم سے رابطۂ مودت اور علاقۂ محبت کو غایت تک پہونچایا غزل گوئی کی طرف طبع صافی کو میلان اور اس عرصۂ ناپیدا کنار مین تلاش جولان ہی جو کہ فکر رسا اور طبیعت سلیم ہے اس چمن کی نخل پیرائی و خیابان آرائی مین بھی ید طولی رکھتے ہین یہ چند شعر اونکے اشعار سے منتخب ہوکر مرقوم ہوے

دیکھتے دست درازی مری وحشت کی اگر	کچھ سلامت مرے جامہ مین گریبان ہوتا
مرقد مین جو بیتاب تھا رایہ حزین تھا	اک شور قیامت سا بپا زیر زمین تھا
ایسا مین سمجھا تو نہ ملتا کبھی ناصح	دل مفت مین لیجائیگا یہ کسکو یقین تھا
نوبت ہی نہ تلوار تلک پہونچی کہ ہمکو	خنجر سے زیادہ وہ خط چین جبین تھا
کسکو تھی یان رات ساقی میکشی کی احتیاج	جو کہ تھا اوس نرگس میگون سے ہی سرشار تھا
دیکھکر صحراے وحشت مین مجھے ثابت قدم	پانون پڑ پڑکر اٹھاتا دمبدم ہر خار تھا
پاس وہ آتا لو کیا آتا کہ وحشت سے مجھے	آپ مین پھرن مین بھی آنا مجھے دشوار تھا
پی گیا مقتل مین وہ خون شہید ناز کو	تو تو تھا ہی پر ترا خنجر غضب خونخوار تھا
تجھے بھی جذبۂ وحشت پہ ناز ہی کہ یہان	کہان کہان نہ مرے واسطے پھرا صیاد
بہار آئی کہ بلبل پہ اک بلا آئی	چمن مین آنے لگا روز ایک نیا صیاد

قاری تخلص قاری علی احمد نوجوان صالح اور برناے سعادت سرشت ہی تجوید حروف مین پایہ والا اور خوش آوازی مین مرتبۂ علی رکھتا ہی گاہ گاہ ریختہ کہتا ہی یہ دو شعر اوسکے نتایج طبع سے ہین

چین ابرو نے خوب روک دیا	تھا مین کہنے کو مدعا اپنا
سچ بھی کہیے تو جھوٹ سمجھے ہی	کہیے کیا خاک ماجرا اپنا

قاسم تخلص میر قاسم علی ولد میر طالب علی سادات بارہہ سے تھا مذہب تشیع سے دلگرفتہ ہوکر جناب غفران مآب مولوی محمد اسماعیل طاب ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ کے دست حق پرست پر

توبہ اور راہ سنن اختیار کی اور اوسی حضرت کے ساتھ زمرۂ شہدا مین داخل ہوا انا للہ و انا الیہ راجعون یہ دو شعر اوس مسلمان پاک اعتقاد کے گوش زد ہوے تھے سو لکھے جاتے ہین

تھی بات ہنسی کی پہ بنی جان پہ قاسم
خون سے مرے بھرتی نہین ابتک تری پیکان

لب دیکے نمک ریز ہوے زخم نہان پر
کیا تیر مین تیرے پر پرواز نہین ہی

قاسم تخلص سید قاسم علی خان نواسہ عطا حسین خان صاحب نو طرز مرصع انکے خاندان عالی اور دودمان متعالی کے اوصاف خامہ و زبان کی مجال سے خارج ہی مجملاً سادات جیلانی اور اولاد ہادی کونین غوث الثقلین ابو محمد سید عبد القادر گیلانی سے ہی سید محمد غوث جیلانی کہ حضرت غوث الثقلین کی نوین پشت مین تھے عرب سے ملک سندھ مین وارد ہوے اور ظہیر الدین بابر بادشاہ نے فرط عقیدت سے پچاس ہزار بیگہ زمین مین قطعات متعدد اونکے مصارف کے واسطے مقرر کر دیے اوسی سرزمین مین شہرا وچہ گیلانیون کا اونسے آباد اور اونکی اولاد کا موطن ہوا پھر اونکی اولاد مین سے کچھ لاہور مین اور کچھ اور اطراف مین قیام پذیر ہوے جب لاہور مین سکھون کا غلو ہوا سید اصغر علی کہ سید نکتہ طراز سخن سنج کے جد امجد تھے ہندوستان کی طرف متوجہ ہوے مرزا جہاندار شاہ عرف مرزا جوان بخت مہین پور حضرت شاہ عالم بادشاہ کی رفاقت مین لکھنؤ مین تشریف فرما ہوے جب سے وہ خطہ اس بزرگ کا موطن اور مسکن ہو گیا یہ چند شعر انکے افکار گوہر نثار سے مرقوم ہوتے ہین

مرکے قاسم ایکدن ہم بھی یہین لینگے کفن
ایسا ہی حسن کا جلوہ ہی کہ ہر پردے مین
رخ دکھا دیجے کوئی بات سنا دیجے کہین
نیم باز آنکھون کے عالم نے کیا عالم قتل
کہان کی توبہ مے زاہد کہ اب دل رہ نہین سکتا
موقوف ضد ہی پہ تو ہی ہر شی کی معرفت

زندگانی مین تو کچھ موقع نہین پوشاک کا
دل کو لیتا ہی کہین رنگ کہین بو ہو کر
کان مشتاق سخن طالب دیدار آنکھین
اونکی سونے مین بھی رہتی نہین بیکار آنکھین
یہ رنگت چھپاتی دیکھکر گلنار شیشے مین
کچھ کفر بھی ضرور ہی اسلام کے لیے

قاسم تخلص حکیم کامل طبیب فاضل زبدۂ کملاے دوران اسوۂ فضلاے زمان حکیم قدرت اللہ خان مرحوم شعر نے اونکی ذات سے رتبہ حکمت لیا اور مجاز نے مرتبہ حقیقت جالینوس اونکی شاگردی سے صاحب دانش و دید اور بقراط اونکے تلامذہ کے سلک مین اونی مستفید سخن کی متانت اور کلام کی رزانت حیطۂ بیان سے خارج ہی وہ خود صاحب دیوان ہی اور وہ دیوان

فصاحت تبیان شعراے ریختہ گو کے حال مین ایک تذکرہ مبسوط ریختہ کلک جواہر سلک ہمہ کرتی ما اور متاخرین کے حال کی تحقیق اوس سے رایہ منصوبہ ہین چنانچہ شعرا اوسکے دیوان سے منتخب ہے

ہو جب طوفان سرشک باعث محشر فغان — طرز گریہ وہ عجب اور یہ ستم نالہ کی طرح

زلف جنجال ہو اور قہر قیامت قامت — کیا کیا تو نے اے دیدہ خونبار پسند

گھبرا کے نکل جائیگا جی یونہی کسی روز — کچھ رہنے لگی اب ہین اکثر تپش دل

ہین روسیہ و خستہ جگر مثل نگین ہم — اے وائے کہ تس پر بھی نہین خانہ نشین ہم

ہو اگر یہی مرضی ہم چلے پر اس دل کو — رہنے دو کہ عاشق کی کچھ رہے نشانی یہان

غنچہ کو سب ہین کہتے مانا ترے دہن سے — تو بھی تو کچھ ظالم اپنے ذرا دہن سے

کافر ترا ہی کوچہ یا دشت کربلا ہی — کتنے پڑے ہین کشتے کتنے ہین نیم جان سے

تفصیل سے کہہ قاسم حال دل دیوانہ — ہم سے نہ چھپا ظالم ہم یار ہین یارون کے

کہا مان قاسم نہ روک آنسوؤن کو — یہ لڑکے ہین ناحق گلوگیر ہونگے

زلفون کا دیکھ جلوہ کچھ بھسا ہو رہا ہی — آئینہ جب سے دیکھا برہم سا ہو رہا ہی

تو نے یون ہی مرے رشتہ الفت توڑا — جیسے تار نفس بازپسین ٹوٹے ہے

دن تو جون تون کٹے ہے ہر شب کو — سخت دل بے قرار ہوتا ہے

قاسم تخلص میر قاسم علی متوطن شہر پانی پت شیوہ عدل و انصاف مین مشہور زمانہ اور کمالات کسبی اور وہبی مین یگانہ ہے گاہ گاہ شعر فارسی اوس یکتاے عصر کی زبان قلم سے آشنا اور ہوش رباے اہل کمال ہوتے ہین بالفعل یہ شعر یاد تھا سو مرقوم ہوا

گرچہ پیدا نکرد نام خود بہ گل رنگی شرار — چون بہ لعل او رسد از عکس گلگون تر شود

قلق تخلص سلطان خان قوم افغان علوم رسمی مین استعداد تمام اور فنون متداولہ مین دستگاہ مالاکلام کتب فارسی کو بہت تحقیق اور تدقیق کے ساتھ پڑھاتا ہے اکثر فنون کو جناب مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے سے حاصل کیا ہے خصوصاً فن فارسی کو گاہ گاہ شعر ریختہ بھی آشناے زبان گوہر فشان ہوتا ہے اسوقت یہی ایک شعر یاد تھا سو لکھا گیا

مر کے بھی اوسکے نظارہ کی تمنا نہ گئی — کونسا سبزہ ہے وہ نرگس شہلا نہ ہوا

قلق

قلق تخلص نوجوان خوش وضع خندہ پیشانی غلام مولے عرف مولابخش ساکن میرٹھ طبیعت شعر سے مناسب اور فکر اس فن کے لائق راقم آثم سے رشتہ اتحاد کو مربوط اور قاعدہ وداد کو مضبوط رکھتا ہی تحریر تذکرہ کے وقت یہی ایک مقطع یاد تھا ناچار اوسی کو مرقوم تذکرہ کیا

وہ رفیق تھا قلق ہاے
وہ کیا ہی ہوا کہ مر گئے ہم

فائق

فائق تخلص ہی سید والاحسب عالی نسب سید امجد علی ولد سید اسد علی کا وطن اسکے آبا و اجداد کا حضرت شاہجہان آباد ہی مگر انقلاب روزگار سے اتفاق اقامت اوسکے بزرگون کا خاک لطافت بنیاد لکھنؤ مین صورت پذیر ہوا یہ سید بلند مرتبت عین ایام شباب مین وارد کالپی ہو اب تک اوقات زندگانی کو کمال عزت و احترام سے بسر کرتا ہی مختصر فنون نظم اور اصناف شعر مین قدرت تمام اور دستگاہ مالا کلام حاصل ہی چند شعر لکھکر ارباب مذاق کی ضیافت طبع سے دست کش نہین ہوتا

کاہ کی طرح سے کاہیدہ اگرچہ ہی فائق
ہمکو سلامت ہی تو کچھ اور بھی لاغر ہوگا

وہ صاف دل ہون مین کہ پس از مرگ بھی مرے
مرقد پہ بیٹھنا نہین ممکن غبار کا

خواب عدم مین چین سے سوتا تھا مین قلق
ٹھوکر لگائی کسنے کہ بیدار ہو گیا

ہجوم آپکے در پہ ہی دادخواہون کا
ستم تو دیکھیے اِن سرمگین نگاہون کا

بیٹھنا ممکن کہان تھا آستانِ یار پر
اتفاقی ہی یہ احسان خار دامنگیر کا

بے مثالی کا گھمنڈ آپکو ہوتا معلوم
پر یہ کہیے کہ خود آئینہ مقابل نہوا

دلِ مضطر کا حال اوس سے بیان کیجے تو کیا کیجے
وہان نازک دماغی یان یہ عالم ناتوانی کا

آنے سے جلد ہی وہ شب وصل مین خجل
فرقت کی شب کو خاک مجھے منہ دکھاے صبح

مین نے اوسسے جو کہا دل مین خفا ہو مجھسے
ہنس کے بولے ہی قلق تجکو کرامت شاید

سنگ در جانان سے سر ہمکو پٹک آنا
دو چار گھڑی دن کو دو چار گھڑی شب کو

ملک ہستی سے تو نہ گیا ورنہ ای قلق
ملک عدم کو قافلہ تھوڑے نہین گئے

قمر

قمر تخلص مرزا قمر طالع مرحوم فرزند مرزا محمد ایزد بخش مغفور عرف مرزا نیلے ابن حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ مبرور فن شعر مین حافظ احسان علیہ الرحمۃ والغفران سے مستفید تھے یہ اشعار اونکے نتائج طبع سے ہین

داماں وصال اوسکا نہین غیر کے بس کا
پہونچتا ہی او تر تا ہی وہان دست ہوس کا

نالان ہی قمر وار غم عشق سے وہ بھی	کب ہرزہ درائون پہ کھلا راز جرس کا

قمر تخلص حافظ قمر الدین ابن کا سدلیس عرفاے سلف حافظ اشرف ہرچند اوسکو شعر گوئی کی طرف توجہ بہت تھی لیکن شعر کو اوسکی طرف توجہ کم تھی بایں ہمہ ایسا شخص تھا کہ اپنی بندگیا ہی اور نیک اطواری سے مرغوب طبع اور مطلوب ضمائر تھا ایک عرصہ ہوا کہ عالم فانی کو ترک کیا اور گلشن فردوس کی طرف راہی ہوا اوس پاک طینت کی کیا خوش طینتی ہی کہ اوسکی لاش کا ہر خاک قدم فیض توام اشرف المرسلین خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ اجمعین کے طفیل سے کنگرۂ عرش پر پہونچکر اصناف شرف سے مقرون یعنی درگاہ ملائک سجدہ گاہ کے دروازۂ دلین کے ایک گوشہ مین مدفون ہی یہ دو شعر اوسکے یاد تھے

اوس گل خوبی کی خوشبو سے معطر آپ ہون	ذکر مت لانا مری تم نعش پر کا فور کا
خانۂ دل مین جو روشن ہو چراغ عارض	دھیان پھر خاک رہے لعل بدخشانی کا

قمر تخلص محمد قمر الدین خان اکبر آبادی افاغنہ یوسف زئی سے ہی ابتدا مین نقشی محمد مصلح الدین فتح پوری سے تلمذ اختیار کیا اور پھر حاجی مولوی محمد مہدی بریلوی خوش باش فتح پور سیکری سے کتب فارسیہ کو تحصیل کیا یہ دو شعر اوسکے افکار سے ہین

مجھ سے کو مرید کر لیا دم مین قمر	یہ خانہ خراب عشق مرشد نکلا
کیسکے عشق سے پابند صد رنج و تعب ہم ہین	ہزارون آفتین ہین ایک ہم ہین کچھ عجب ہم ہین

قناعت تخلص مرزا غلام نصیر الدین خلف الرشید مرزا ولی الدین ابن مرزا زاہد الدین ابن حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ سخن سنجی مین یگانہ اور معنی یابی مین یکتاے زمانہ ذہن رسا اوسکا مضامین دور کی تلاش مین ملک تقدس کے اقصا تک جاتا ہی اور خیال بلند آہنگ اوسکا معانی باریک کو خلوت عنقا سے کھینچ لاتا ہی قلم اوسکے معنی کی رنگینی سے شاخ ارغوان اور خانہ اوسکے مضامین کے فروغ سے شمع فروزان دل اوسکے لطف سخن سے مسرور اور کتاب اوسکے فروغ کلام سے گنج خانہ نور کا غذ اوسکے سخن کی تازگی سے سیراب اور صفحہ اوسکے معنی کی نور پاشی سے چادر مہتاب رنگینی معنی سے ہر لفظ یاقوت رخشان کو رشک افزا اور صفائی الفاظ سے عبارت گوہر آبدار کو غیرت فرما متانت کلام سے بناے ابیات کو سنگین تر اور رنگینی عبارت سے روے صفحہ اوراق گل سے رنگین تر سرو کو اوسکے سطور سے کیا مناسبت اور سنبل کو اوسکے خطوط سے کیا مشابہت ذہن رسا ہی اور طبیعت مستقیم وضع

کچھ تو وہ شوخ ہی بر خود غلط اور کچھ ہین غیور
خواب ہجون چشم زلیخا جلوہ گاہ یار تھا
اوسنے جب تھا بنایا مجھے مین تیے نہ تھا بنا آنکہ
تاہے رہی شوخی کہ ظالم کے خرام ناز تک
پہرے گو لامکان سے وحشت آہ ہو ہی جلوہ کو
سمجھتا ہون کہ وہ بھی تیرے ہی غمزہ کی شوخی ہے
شہوتین گر غلط انداز یان منظور جلوہ کو
گنہ اپنے تو کیا زاہد کی نیکی بھی ہے وان عصیان
کھویا غم فراق نے دل سے جہان کا غم
ہنگام طوف دھیان بتون کا رہا مجھے
مین جاگ اوٹھا جو خواب مین آیا وہ فتنہ گر
فیض اسلام سے بھی کفر کا جاتا معلوم
ضعف پیری نے کیا راست روی پر مائل
وقت دیدار کے گریہ کو تو روکون لیکن
شوخیان برق کی سیکھین ہین کہ رخ دکھلا کر
دل کا آنا تو حسینون پہ نہین چندان بیر
بدن مین جان بھی باقی نہین ہے اپنے تو اور
سانس کے ہمراہ ہوتی ہے گھٹا ہی کچھ مدام
لاغری سے پیرہن ہے بنگیا سامان قید
دل کھچے جاتے ہین لاکھون دیکھکر رفتار کو
تاہے رنے شوق شہادت اوسکی ابرو نفرت پہ بھی
ناتوانی کو بھی ہے کیا کیا کفایت پر نظر
کام جب تدبیر سے بگڑے تو قسمت پر رکھین
مری آنکھون ہی سے ہوتی ہے عوض اوسکے بھی چرخ
بدگمانی کا برا ہو کہ ہے آغوش مین اور

اک نہ اک حیلے سے وان تک مرا جانا ہوا
پردۂ غفلت بھی اپنا دیدۂ بیدار تھا
بیخودی مین بھی مین ہمدم کس قدر ہشیار تھا
اتنی جلدی ہے پہونچنا شوق کو دشوار تھا
نگاہ شوق سے آگے بڑے ہے پانون الفت کا
کبھی گر حال سنتا ہون قیامت کی صعوبت کا
دوئی کو کیون بناتا پردہ وہ رخسار وحدت کا
بڑھا ہے رتبہ کیا عصمت مین واماں طریقت کا
غم ہی ہمارے واسطے غمخوار ہوگیا
مین کعبہ جاکے اور گنہگار ہوگیا
کیون بخت میری طرح نہ بیدار ہوگیا
سبحہ کے دل مین سدا رشتۂ زنار رہا
تیر کے حکم مین ہے قد کا کمان ہو جانا
ایک آفت ہے یہ آہون کا دھوان ہو جانا
دم کے دم مین وہین نظرون سے نہان ہو جانا
ہے غضب ہر کس و ناکس پہ عیان ہو جانا
خیال یار کو اب تاب ہے آ زمانے کا
دل مرے بر مین ہے یا پیکان ہے تیرے تیر کا
ہے گریبان ایک حلقہ پانون کی زنجیر کا
نقش پاسے یار گویا نقش ہے تسخیر کا
دل نے چھپا ہے چھوڑا مثل پیکان تیر کا
ہے گلے کا طوق ہی حلقہ مری زنجیر کا
دشمنون کے بوجھ سے سر ہے گران تقدیر کا
گر لب زخم جگر بھی کبھی خندان ہوگا
دل یہ کہتا ہے کہ گھر غیر کے مہمان ہوگا

نہین معلوم کیا ہی وہ کہ اوسے
دل چھپیان تو دیکھو آپس کی ہمہ وہ
کیا جانے کس طرف کو قناعت نکل گیا
ضعف اپنا یہان تلک پہونچا کہ ہم
لوگ سمجھے کفر اور یان بت کو دیکھ
ہمکو جو دے ہی چیخ تو ہم سے پھر وہی واپس لیتا ہی
آگے قیامت آفت ہو گی ڈھنگ یہی ہین آپکے گر
سنگدل جب مین ترے بزم مین آجاتا ہون
اس توقع مین کہ لاتے ہی کوئی مژدہ وصل
روزن آہ ہوسے دل کے مگر بند کہ اب
ضعف پہونچا ہی یہان تک کہ مین جون کاغذ باد
دم آخر ہی ذرا دیکھ تو یون سیر ادسکو
مرتے مجھے دیکھا تو بولا تبسم ہو
مستی یہ ٹپکتی ہی آنکھون سے کہ اوس لب پہ
اظہار ہنر ای دل مت کیجو کہ آئینہ
کیسا ہی قناعت تو ہمسے بھی تو کہہ ظالم
موجۂ ریگ بھی اوس جا کی ہی گویا دم تیغ
مجھ مین اور تجھ مین ہی موسیٰ و تجلی کا سا ربط
کچھ انا الحق مین بھی جو بولے انا نیست ہی
حسرت کشتہ کی ہی دادرسی سے مجھے یاس
خلوت دل ہی ترے حسن کو اک پردۂ شرم
آشنا ہی نگہ شوق سے ہی پر تو حسن
ناتوانی سے ہون مین قید کہ گویا کہ نہ تھا
امید پہ ترے جولان کی کب تلک ظالم
یہ تو مانا امتحان کے بعد ہو گی قدر کچھ

کوئی بت اور کوئی خدا سمجھا
غیرون کو دیکھتا ہی مجھ سے نظر بچا کر
مدت ہوئی کہ وہ نہین آتا نظر کہین
آ نہین سکتے تمھارے دھیان مین
کچھ ترقی ہو گئی ایمان مین
ہم بھی یہان دولاب کی صورت اولٹی قسمت رکھتے ہین
ماشاء اللہ آپ ابھی سے اتنی شرارت رکھتے ہین
روگ اک اور نیا دل کو لگا جاتا ہون
مثل گل دیکھ صبا کو مین کھلا جاتا ہون
دم کچھ اس طرح گھٹے ہی کہ موا جاتا ہون
گر ہوا چھیڑے تو کوسون ہی اوڑا جاتا ہون
ای اجل مین ترے ہاتھون سے موا جاتا ہون
آج آپ زیادہ سے مضطر نظر آتے ہین
خالی بھی ہوسے اور پر ساغر نظر آتے ہین
ہوتا ہی مگر جب جوہر نظر آتے ہین
احوال ترے ہر دم بدتر نظر آتے ہین
پانون رکھین ترے کوچہ مین یہ مقدور نہین
ایک مژدہ ہی یہ کہنا بھی کہ منظور نہین
تو سیاست کے سوا اور نہ منصور نہین
کہ قیامت بھی ہو بر حق پہ یہ محشور نہین
لائق طرز حیا جلوہ گہ طور نہین
گو ہی پردہ مین پر اس پر بھی وہ مستور نہین
مین بھی جز حرف فراموش لب گور نہین
صبا سے اپنا بچاتے ہوسے غبار رکھون
سپر کرین کیا وہ ستمگر آزماتا ہی نہین

کیون نہ شک جائے مجھے جبکہ مری پھر کے پاس
کھلے محشر مین ہین دفتر کے دفتر حرف شکوہ کے
سینے مین دل جو اوچھلے نہ بہ زمین تو ظالم
خون کشتہ دل جگر کا کیا حال پوچھتے ہو
قسمت کی دشت گردی جاوے کہان وگرنہ
کچھ یہ بھی مصلحت تھی جو وہ دہن بنا کر
جھڑتے ہین پھول اپنی رنگینی سخن سے
ذوق ستم مین پاس سے اوٹھا نہ ایک دم
عنقا کا آشیان ہی زبانِ جہان پر
ہین ہم ہان وہ ناتوان کہ سعی صبا سے بھی
تیھر کے سامنے ارنی ہر سوال ہین
تیرے لیے گراتے مسلمان نہ جان دین
چلیو صبا سمجھ کے کہ اوس گل کی راہ مین
نازک ہی وہ دماغ صبا بوے گل نہ لا
عشق و ہوس مین ہو ہی رہیگی اب امتیاز
کہتے ہین میرے حال پریشان کو دیکھ لوگ
اتنا بھی ضبط کیا ہی قناعت کہ اب تلک
جھٹکا کچھ اسطرح سے کہ جی ہی نکل گیا
نہوا ُچکے بھوین لبِ اشارے سے کیجیے قتل
سہو نچین نہ کام دل کو تو قسمت وگر نہ ہم
ای ضعف جا کہ ہاتھ سے تیرے شب وصال
بظاہر آپ تو آتے ہین صلح کو لیکن
تا غمزۂ خونخوار کا پاک اوس سے ہو دامن
سامنے اوسکے ہین یون گویا کہ ہم
ای تبو جو چاہو اب کرلو ستم

مضطرب ہوکے تم اس طرح سے ورکو دیکھو
مبادا خون سے آلودہ کہین دامان قاتل ہو
جون گرد جا بھڑاوے افلاک سے زمین کو
دیکھو تم آکے میرے دامان و آستین کو
میرے غبار نے تو پکڑا ہی تھا زمین کو
پردے مین سو گمان کے پنہان کیا یقین کو
گل چین بنا دیا ہی اب ہمنے نکتہ چین کو
یارب وہ شوخ مجھ پہ کبھی مہربان نہو
اہل فنا کا نام تو ہی گو نشان نہو
میرا غبار رہرو رفتہ کا روان نہو
ہو کس طرح جو رغبت روے بتان نہو
آباد بھی یہ کوچۂ جنت نشان نہو
افتادہ مثل گرد کوئی ناتوان نہو
ساتھ اوسکے عندلیب کا بھی کچھ فغان نہو
آتی ہی طبع آپکی گر امتحان پہ کچھ
آفت نئی سی آتی ہی اس نوجوان پہ کچھ
تیرا کھلا نہ حال ترے رازدان پہ کچھ
رکھا جو مین نے دست بت فتنہ گر پہ ہاتھ
اب دیر کیا ہی تیز بھی تلوار کر چکے
مطلب تو باتون باتون مین اظہار کر چکے
بند قباے یار بھی ہمسے نہ وا ہوے
اسی کو تیغ بھی زیب کمر ہی کیا کہیے
شوخی سے لیا نام قضا کا مرے آگے
بیٹھتے ہین نا آشنا کے سامنے
ہو رہیگی کچھ خدا کے سامنے

اپنی ہیا رہی سدا کرتی رہی	شکوۂ غفلت شفا کے سامنے
اب اجابت میری ناکامی کو دیکھ	ہی خجل کیا کیا دعا کے سامنے
او تجھ کے تو ہی چل ای خار دو قدم کہ یہان	ہم اپنے ساتھ کوئی ہمسفر نہین رکھتے
شوق کو کثرت نظارہ سے رشک آتا ہی	حشر سے پہلے میسر ہو وہ دیدار مجھے
کعبہ تک جانے مین تھی خاطر زاہد ورنہ	دیر مین بھی تھی سدا رخصت دیدار مجھے
جنس دزدیدہ کے مانند ہی اوٹھاؤ مین جان	کہ نہ لیتا ہی نہ پھیرے ہی خریدار مجھے
مین بھی کیا گرد ہون صحرا جہان مین کہ مدام	جھٹکے دامن کو پڑے جب سے سروکار مجھے
راز دل لب پہ نہ لانا کبھی منصور کہ یان	کر دیا بات کے کہنے نے گنہگار مجھے
کعبہ سے چل کہ دیر ہوا اب بتون کا گھر	دوڑے ہی کاٹ کھانے کو خالی مکان مجھے
پڑ پڑ کے پاؤن مجکو بٹھاتے ہین خار دشت	پھر ایسے قدردان ملینگے کہان مجھے
وہ خستہ دل قناعت بیچارہ ہی ہو	کل ناتوان سا ایک ملا تھا جوان مجھے
اس حال مین تو منت دشمن بھی ہی قبول	کچھ میرے حق مین سعی کرے جبسے ہو سکے
اتنو شب وصال ہی تھم چشم اشکبار	رو پیچھو فراق مین جتنا کہ رو سکے
گئے تھے تم کہان آئے کہان سے	کہ ہی مسکی ہوئی چولی قبا کی
واعظ ہی مجھے آتش دوزخ کا ڈر و لیک	ساتھ اسکے توقع بھی ہی کچھ دامن تر کی
رفتہ رفتہ دیکھیے کس کسکے منھ پڑتی ہی بات	میری وحشت کا ابھی تو آٹھ دن مین شور ہی

قیس تخلص حافظ عبدالحی کہین برادر حافظ عبدالصمد یوسفی ساکن کاکوری باوجود حداثت سن اور خرد سالی کے تلاش سخن بلند اور فکر شعر عالی ہی اوسکا نہال احوال ہمیشہ سعادت ذاتی سے بارور اور خندۂ نشاط دائما اوسکے لب خوش سخن سے جلوہ گر اوسکے نتائج افکار سے یہ شعر یادگار سو مرقوم ہوا

ہمزبانی کیون نہو باہم ہمارے اوسکے قیس	ترجمان اپنی ہی وہ ہم ترجمان عندلیب

قیس تخلص محمد عنایت اللہ وطن آبائی اوسکا قصبہ بیگم پور علاقہ سکندر آباد اور مولد اوسکا کول ہی فن سخن مین نو مشق اور منشی نبی بخش کا شاگرد ہی یہ دو تین شعر اوسکے مسموع ہوے

لے گیا دل کو ساتھ پیکان کے	تیر بھی اوسکا دلربا نکلا

اڑکے ہین کلیجا کہین پھٹ جائے نہ انکا	اشک آئین تو نالہ کبھی دل سے نہ نکالو
کرتے تھے پتھر کے جو دل مین اثر	آہ وہ نالہ مرے کیا ہو گئے

قیصر

قیصر تخلص شاہزادہ بلند مرتبت عالی درجت گردون رخش مرزا خدابخش سلمہ اللہ تعالے نواسہ حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ مرحوم راقم آثم صابر ہیچمدان کے ماموں اور فقیر کے باب الہ کے دلجو ہین تواضع اور فروتنی گویا لوازم ذات سے ہے اور خلق و مروت اونکی ذاتی صفات سے ہے مشق سخن مومن خان مرحوم سے کی ہے اونکے سخن کی طرز فصاحت اور اونکے کلام کی بنا متانت سے خالی نہین ہے یہ اشعار اونکے افکار سے ہین

کرین گر کلفت دل کا بیان ہم	ملا وین خاک مین ہفت آسمان ہم
ہوس غیر سے عشق اپنا اوسے یاد آیا	کیا نئی طرح سے ہم دل مین گذر کرتے ہین
تو لطف کرے یا نکرے خوش ہو کہ ناخوش	اس بات پہ مرتا ہون کہ عاشق ہون ترا مین
اوس کوچے مین خاک ہو نیکا ہے چاہے جابجا	نام اپنا جب ہوا کہ رہا کچھ نشان نہین
جنون مین بھی مری شوکت نہین جاتی کہ ای قیصر	جہان جاتا ہون میرے ساتھ اب لڑکون کا لشکر ہے
نبھیگی خاک مجنون کہ نام سے قیصر	وہ اپنے زعم مین سمجھین ہین مالدار مجھے

باب الکاف التازی

کامل

کامل تخلص مرزا ناصرالدین معروف بہ محمد مرزا ابن مرزا ابوسعید ابن مرزا طالع مراد شاہ مرحوم ابن حضرت عالمگیر ثانی احقر کے عم زاد اور مرزا رحیم الدین حیا کے بھی عم زاد بھائی اور مرزائے موصوف سے فن سخن مین مستفید فارسی سے بقدر ضرورت آگاہ اور صناعت موسیقی مین صاحب دستگاہ یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

نوچ کر سر قید سے چھوڑا تو کیا چھوڑا ہمین	تو ہی کہہ اس حال مین جائین کہان صیاد ہم
اوس ستمگر کے عشق مین کامل	جو نکرنا تھا سو کیا ہمنے
کامل آشفتہ سر کو دیکھ کر کہنے لگے	رہ گئے تھے اک یہی عاشق مری تقدیر کے

کامل

کامل تخلص سداسکھ پنڈت کشمیری کاک لقب مرد معمر کا ہے کہ عربی و فارسی مین استعداد تمام رکھتا تھا اور نظم و نثر مین دستگاہ تمام فارسی کی زبان دانی کا دعوے اور مقامات مشکلہ کی تحقیق کا لاف ایسا تھا کہ کوئی صاحب استعداد اوسکے زعم مین علم مباہات بلند کرنے کی لیاقت نرکھتا تھا زبان عربی کی تحقیق کے حیلے سے تمام کلام مجید کو حفظ کیا اس سے دریافت ہوتا ہے

کہ فصاحت و بلاغت مین دستگاہ تمام رکھتا ہوگا سنین عمر سو کے قریب پہونچی تھی اکثر عمر کو سفر مین صرف کیا آخر کار لب دریاے گنگ پر وارد ہوکر کشتی عمر کو ملاح قضا کے اختیار مین دیدیا یہ اشعار اوسکے سُنے گئے

تیر ترا ہدف کنم از جہان تازہ	باشد عزیز خاطر مہمان تازہ
بلبل کرا دماغ کہ سیر چمن کند	دارم ز داغ سینہ گلستان تازہ
خاکم بباد رفتہ و برمشہدم ہنوز	دارد سمند ناز تو جولان تازہ
کامل بقول طالب آمل بفصل گل	گشتیم عندلیب گلستان تازہ

کاظم تخلص کاظم علی ساکن منڈاور جوان خوش مزاج تیز طبع اہلبیت و سعادت سے بہرہ ور اور استعداد خداداد کی اعانت سے سخن گستر اوائل مین تحصیل علوم کی تقریب سے وارد شاہجہان آباد ہوکر نقد ہنر کو حاصل اور مومن خان مرحوم سے فن شعر کا استفادہ کیا اب چند سال سے شہر رڑکی مین علوم ریاضی مین دستگاہ تمام بہم پہونچا کر کسی علاقہ پر مامور ہی یہ شعر اوسکا یاد تھا

اے طفل اشک ہم تجھے آنکھوں مین یون رکھین	او رتو ہمارے راز کو یون برملا کرے

کرامت تخلص کرامت اللہ شاہ آزادہ منش و بے پروا درویش تھا یہ شعر اوسکا سُنا گیا

مقبول حق ہی جو کہ ہی اہل سخن کا دوست	ہی حب اہل بیت وسیلہ نجات کا

کیف تخلص فضل احمد شاگرد صہبا جوان نیک نہاد خوش مزاج یہ شعر اوسکا سنا گیا

کیونکر رہین نہ دل کو تصور وصال کے	کچھ پر بندھے نہین مرے مرغ خیال کے

باب الکاف الفارسی

گرم تخلص مظفر خان جوان خوش طبع ظریف مزاج متوطن رام پور مدت مدید سے نواب عبداللہ خان برادر حقیقی محمد سعید خان والی رام پور کی رفاقت مین خاک پاک شاہجہان آباد کو رشک ارم کیا اور اب اوسی نواب مستطاب کے ہمرکاب شہر میرٹھ مین مقیم ہی مشق سخن شیخ ابراہیم ذوق مرحوم سے بہم پہونچائی یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

حال عاشق کبھی پوچھے نہ ملائے تو چشم	آنکھین کیا چہرے گئین ہین تری اے آہو چشم
نہ رہی ہاے تصور کو تری جا خالی	بسکہ لخت جگر و دل سے ہوئی مملو چشم

جا کہ ہین اک بُت ہر جائی کے	در بدر ناصیہ فرسائی کی

گویا تخلص فقیر محمد خان شاگرد شیخ امام بخش ناسخ لکھنؤ مین زمرہ امرائے نامی اور زمرۂ کبرائے گرامی سے شمار کیا جاتا ہی اوس سواد مین مؤمنین پاک کی کثرت اور حضرات شیعہ کی افراط پر اس سنّی عالی مرتبہ کا وجود نادر بل مغتنمات سے ہی سخن اوسکا الفاظ فصیح اور معنی غریب اور نکات برجستہ اور اشارات دلچسپ سے مملو ہی یہ چند شعر اوسکے دیوان فصاحت نہبان سے منتخب ہوئے

نہین ہی علم جان بازی مین کچھ حاجت معلم کی	تڑپنا آپ ہی اوستاد ہی تعلیم بسمل کا
قیامت کے منکر جو ہین ای ستمگر	ترے قد و قامت کو دیکھا نہوگا
وہ ایسا نہین چپ رہے بات سُن کر	کوئی اور ہوویگا گویا نہوگا
ہی جو مضمون فتنہ انگیز اسمین تیری چال کا	اب زمین شعر مین بھی خوف ہی بھونچال کا
کب تلک ان بتون کے ظلم سہون	ای خدا دل نہین ہی پتھر کا
مصرع ابرو مکرر لکھ یا اوستاد نے	اوس سے بہتر دوسرا مصرع نہ جب موزون ہوا
موت جب نزدیک آئی پھر ملے اوس سے تو کیا	فائدہ گر وہ ہوا تو یہ زیان ہو جائیگا
تھا جو افتادگی شعار اپنا	نہ زمین سے اوٹھا غبار اپنا
نہ ہی بعد مرے نامہ و پیغام کی رسم	خاک اوڑاتی پھری گلیون مین صبا میرے بعد
منھ دکھاتا تو کہان تا مین نہین اوسکی مجھ تک	لن ترانی کی بھی آئی نہ صدا میرے بعد
سنگ مدفن کی جگہہ رکھدیا مدفن پہ مرے	کوہ غم جبکہ کسی سے نہ اوٹھا میرے بعد

باب اللام

لطف تخلص حفیظ اللہ تلمیذ شیخ ابراہیم ذوق مرد معقول و نیک نہاد اور مطبع عزیزی مین سلسلہ چاکری مربوط رکھتا ہی یہ شعر اوسکا درج تذکرہ ہوا

وہ پڑھ کے سطر کو نسی چین بر جبین نہین	ہر چند خط مین حرف شکایت کہین نہین

لطیف تخلص دولت سنگھ قوم کھتری شاگرد شاہ نصیر مرحوم مشاق قدیم اور شعر سے مناسبت طبیعی رکھتا تھا چار پانچ برس ہوئے کہ دار فانی سے رحلت کی یہ شعر اوسکا ہی

کوئی کہتا تھا قصہ مجنون کا	مین اوسے اپنا ماجرا سمجھا

باب المیم

ماہ تخلص مرزا عنایت علی بیگ کوچک برادر مرزا حاتم علی بیگ مہر آگرہ مین مصاحبت راجہ بلوان سنگھ راجہ تخلص والی کاشی سے ممتاز اور شاگردان خواجہ حیدر علی آتش سے ہی یہ دو شعر اوسکے اشعار سے انتخاب ہوئے

کیونکر ورق اوڑائے نہ تلوار یار کی	اوڑتی بھی کاغذی ہی مرے جسم زار کی
ہر روز نیا وعدہ ہی ہر شام نیا عذر	بن بنکے بگڑتا ہی مقدر کئی دن سے

ماہر تخلص شاہزادہ بلند اقتدار گردون اعتبار صاحب تمکین وسادہ فطانت وذکا مسند نشین شبستان عز وعلا جلالت پناہ مرزا جمعیت شاہ خلف الصدق مرزا ورآور بخت مرحوم ابن مرزا جمشید بخت مغفور ابن حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ مبرور بزرگی اعتبار ظاہری کو وسیلۂ اوصاف قرار دیکر خامۂ سخن سنج کو عرصۂ اوراق مین گرم جولان کرنا ایک امر زائد اور کار لاطائل ہی کہ نسبت شاہزادگی سے اور کونسا مرتبہ فائق تر ہی جسکو اسباب مدائح اور وسائل اوصاف سے مقرر کیا جاوے دو چار سطر مناسب مقام مسطور اور چند حرف حسب موقع مذکور کرتا ہون مبدء فیاض نے ایسا ضمیر آفتاب تنویر دیا ہی کہ اوسکی مد انفاس عمود صبح کے برابر ہی اور اوسکا نقطہ سویدا ستارہ سحر سے ہمسر اوسکی طبیعت کی روشنی سے زمین سخن پر نور اور اوسکے معنی کی تجلی سے چوب قلم شجر طور ایسا کلیم کلام ہی کہ مصر سخن مین حریفان نخوت سرشت کی فرعونیت اوس سے پیش نہین جاتی اور اوسکے اعجاز کلام کے سامنے شعراے جادو فن کی سحر طرازی رونق نہین پاتی قلم اوسکا نیل دوات مین عصاے موسی اور مقابلہ اعدا مین ہمنفس اژدہا ہر صفحہ اوسکا رنگینی معنی سے غیرت گلشن اور ہر بیت جون بیت ابروے خوبان ناخن بدل زن قصر سخن ایسا عالی ہی کہ پیک تصور جسقدر بالا دوی کرے اوسکا پایہ اوس سے بھی زیادہ تر بلند ہی اور طرز سخن ایسی دلچسپ کہ دل سوختگان محبت کو مژدۂ وصال محبوب سے زیادہ تر دل پسند ہی سوز محبت کا کیا اثر ہی کہ ہر دائرہ اوسکے الفاظ کا مشرق آفتاب محشر ہی اور ہر نقطہ داغ دل عشاق سوختہ جگر ہر سطر سطر آہ جگر سوز اور کلمہ کلمہ داغ دل افروز معنی ہر بیت کے شمع محفل عشاق مضمون ہر رباعی کا دست آویز عرفاے آفاق نور افشانی معنی سے ہر صفحہ زر فشان اور فروغ مضامین سے ہر سطر کہکشان ہر چند اصناف سخن مثل غزل و قصیدہ و رباعی و قطعہ و ترجیع بند کے سرانجام مین قدرت تمام اور دستگاہ مالا کلام حاصل ہی لیکن از بسکہ ایام شباب ولولہ افزاے شوق اور روزگار جوانی پیرایہ کشاے ذوق ہی غزل گوئی کی طرف التفات بحد کمال ہی اور شعر پڑھنے کا طرز ایسا ہی

کہ بزم مشاعرہ مین جب اوسکی زبان حرف سے آشنا ہوتی ہی ارباب بزم ہمہ تن گوش ہوجاتے ہین شمع سراپا گداز ہوکر ایک نہ ایک مصرع سوزناک اوسکی تعریف اور تحسین مین اپنی زبان پر لے ہی آتی ہی راقم آثم سے علاوہ تلمذ و استفادہ شعر کے رابطۂ محبت کو ایسا مستحکم کیا ہی کہ اوسی یکتائے عصر کی صحبت یکدمہ کو عمر ابد و زندگی جاوید سمجھتا ہون جناب مستطاب اوستادی مولوی امام بخش صہبائی مدظلہ العالی کی خدمت سراپا افادت مین صفائی اعتقاد اور نونہال گلشن جوانی نوبادۂ حدیقۂ زندگانی مرہم سینہ ہائے مجروح خلف رشید جناب ممدوح مظہر اخلاق عمیم مولوی عبد الکریم سوز تخلص سے روابط اتحاد اسقدر ہی کہ زبان اوسکے بیان مین قاصر اور بیان اوسکی تفصیل مین کوتاہ ہی

قلم بشکن سیاہی ریز کاغذ سوز دم در کش   حسن این قصۂ عشق ست در دفتر نمی گنجد

اب اوسکے کلام فصاحت سرانجام سے کچھ انتخاب کرکے نذر احباب ہوتا ہی

پہلے اک سوز سا تھا دل مین پڑا تو ہمدم   شمع کی طرح ہی شعلہ مرے سر سے پیدا

ہم بھی ضرور کعبہ کو چلتے پر اتبو شیخ   قسمت سے تبکدے ہی مین دیدار ہو گیا

ناصح کی بات سننے کا کسکو یہان دماغ   تیرا ہی ذکر تھا کہ مین ناچار ہو گیا

اے ہمنشین وہ حضرت ماہر نہون کہین   اک پارسا سنا ہی کہ میخوار ہو گیا

ہون وہ دیوانہ کہ روتا ہی مرے احوال پہ   چشم حسرت سے ہر اک حلقہ مری زنجیر کا

کھینچ لے اے چارہ گر پہلو سے مرے دل سمیت   ورنہ مشکل ہی نکلنا یون تو اوسکے تیر کا

چارہ گر شغل کو کچھ کچھ تو خلش بھی ہی ضرور   رہنے دے دل مین اگر ناوک دلدار رہا

لبون تک آ نہین سکتا ہی نالہ سینہ سے   اور اتنے ضعف پہ ہی قصد سر اوٹھانے کا

ہر اک قدم پہ ہین سو سو قیامتین برپا   نہین وہ چال کہ فتنہ ہی اک زمانے کا

سمجھ ہی اولٹی ہی دیوانگان الفت کی   کہ دل کے جانے پہ رکھتے ہین نام آنے کا

ملے پہ بھی نہوا ہمسے وہ ستمگر صاف   کہ ڈھنگ یہ بھی ہی اک خاک مین ملانے کا

وہان تو روز ترقی ہی اور یہان مقدور   نہین ہی ایک بھی دم سکے ستم اوٹھانے کا

ترے تو لطف سے بھی جان کانپتی ہی کہ یار   نہین ہی برق سے کم طور مسکرانے کا

نہ ربط ایک سا ہی ایک سے رکھو ماہر   ذرا تو دیکھو کہ کیا ڈھنگ ہی زمانے کا

کیا مین بھی کوئی نقش کف پا ہون کہ ظالم   رفتار مین موجود تھا ٹھوکر مین نہین تھا

ترے دیا قتل کے بعد اوسنے پشیمان ہوکر
آتے ہی دل مین لب معشوق تیرا رہتا
کشمکش مین بھی اگر رکھا تو میری خاک کو
خون کی میرے دیت مجھسے ہی لینی تھی ضرور
جو اشارہ تھا حریفون سے سو میرے قتل کا
بیجھر دل اور جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے
اپنی نادانی تو دیکھو جب وفا سے جور کو
جذبہ دل مین بھی تھا اس ناتوانی کا اثر
سربلندی روزی حق گو ہر کوئی شمع ہو
خدا ہی جانے اثر تھا یہ کسکی شوخی کا
تمام زلف کو یون دل نے چھان ڈالا ہی
ہوتا پامال ہمہ قسمت مین نہ تھا اپنے تو کیون
ٹھوکرون مین ہی رکھے دل کو مرتا دم رہبت
بتایا ہی دل دیکھو جگر کے ہوئے ٹکڑے
کعبہ بیت اللہ ہوا اور اوس مین نہ تھا بت کے سوا
خاک اڑائینگے ترے دیوانے کب تک دشت مین
یون ہی اگر رہینگے یہ وحشت کے ولولے
وصل کی رات ہر اک بات پہ منہ پھیر کے رو
رونا تھا دل کے ساتھ سو خون ہوکے بہ گیا
شراب کعبہ جلتے ہین اہل دین اسسے
رگڑتے ہی ایک عالم در پہ ترے جبین کو
بوسے تو تجھے ہی اوسکی حاضر ہوا ہون سے
جیتے تو آسمان سا دشمن ٹلا نہ سر سے
مٹبلو تو اوس دہن کا ہونا عدم یقین ہی
تیرے تو نقش کی بھی ظالم نہ تھی توقع

اوسکو پیدا جو جفاکش کوئی تیسا ہوا
جیسے اور اوسکی طرح انکھین بھی بیمار تھا
یا دو کا جیسو کا بھی اوسکی شوخی رفتار تھا
قتل کا میرے سبب میرا لب اظہار تھا
ترک چشم یار تھا تو مست پر ہشیار تھا
ان پہ کس کافر کی دزدیدہ نظر کا وار تھا
اسطرح سر پہ لیا گویا یہی درکار تھا
اوسکا رخ گہ سوے عاشق گہ سوے اغیار تھا
تھا سر منصور اونچا گو سبھی دار تھا
کہ دل مین ہوتی تھی رہ رہ کے بیقراری رات
کہ جس طرح کوئی رستہ چلے ہی ساری رات
اتنے اندازون مین آئی تری رفتار پسند
گر سمجھئے کہ اسے ہی مری رفتار پسند
ہمدرد ہوا تھا اوسے ہمنا نہ سمجھکر
اہل حق کرتے ہین زاہد بت پرستی دیکھکر
پڑ رہینگے کوئی گورستان کی بستی دیکھکر
صحرا مین مل رہینگے کبھی خار اور ہم
بے مزہ یون ہی کہ گویا اونھین منظور نہین
اب دل نہین تو نام کو بھی چشم نم نہین
کافر یہ مرتبہ ترے ابرو کا کم نہین
کعبہ سمجھ لیا ہی گویا اسی زمین کو
ناچار چپکا رہنا آخر پڑا ہمین کو
چھاتی کی سل موے پہ پاتا ہون نبین کو
جب بوسہ مانگتا ہون سنتا ہون مین نہین کو
کیا جا کے چھوڑتے ہم کسار مین جبین کو

جون شمع رات بھر کا جاگنا ہی اور یہین تن لن
اس عجز نے تو سہلا سب اعتبار کھویا
مرنے کے بعد دل کی بتیابیون سے اکدم
گر ور نہین بتون کا کعبہ ہی کو چلون مین
پہونچون غبار بنکے تو دامن کو دے جھٹک
ایسا مٹا دیا ہی فلک نے کہ مثل باد
ماہر کا شکوہ کیا ہی اوسے بھی بلا تو لو
وہ مری لاش پہ روتے ہوے آگئے ماہر
بگڑ کے بیٹھنا اوسکا بناؤ ہی گویا
پڑھا لی ہمکو تو مشق ستم ہی اور ہم بھی
جگر مین لگتے ہین اوڑ کر وہ ناوک مژگان
اوسکے ہنسنے سے کھلے رمز عدم کے ماہر
آنکھون سے تو دکھا چکی کیا کچھ یہ چشم تر
مین ہون اسیر مجکو رہائی کی دے نوید
میرے تمھارے ملنے پہ کیا کیا ہین مفسدے
باقی جو عمر تھی وہ تجسس مین کی تمام
مانا کہ مجکو اوس سے صحبت نہین ملے
رکھا نہ سر کو زانوے نازک پہ شوخ نے
بزم خرد مین یون ہون کہ جیسے گناہگار
لا کشتی شراب کہ غم کے محیط مین
ہمت سے دل نے عشق کو آسان اوٹھالیا
دعوے تو یہ دعا کو کہ پہونچے خدا تلک
فرط سوال شوق سے ماہر یہ تنگ ہون
کیا کیا آنکے کعبہ مین سوا اسکے کہ ہم
صحرا کو لے چلے ہمین وحشت کے ولولے

شادی سے بزم کی کیا میرے دل حزین کو
لکھاٹے سہی ہون ہون گھستا ہون مین جبین کو
لاشہ ہمارا رکھنا مشکل ہوا زمین کو
اک سنگ چاہیے ہی آخر مری جبین کو
محنت کسیکی میری طرح رائگان نہو
گر خاک پر چلون تو قدم کا نشان نہو
کہیے کسیکو آپ نہ اپنے گمان پہ کچھ
سچ ہی یہ بات کہ الفت سے ہی الفت ہوتی
ہر ایک بات مین خوبی ہی خوش نما کیلیے
نہین کچھ ایسے کہ اتنا جگر نہین رکھتے
یہ کہنے کو ہی کہ وہ تیر پر نہین رکھتے
کسقدر سہل ہوا عقدہ دشوار مجھے
کانون سے کیا سنائیگی کھیون زبان مجھے
ورنہ یون ہی بہار سے کیا باغبان مجھے
اغیار وان ستائین تمھین یار یان مجھے
پر عمر رفتہ کا نہ ملا کچھ نشان مجھے
رکھتا ہی حسن شوخ ترا بدگمان مجھے
ان ناتوانیون پہ ہی سمجھا گران مجھے
پتھر پڑین سمجھ پہ کہ لائی کہان مجھے
توبہ کو بوٹے دیتی ہی پیر مغان مجھے
ہلکا ہوا یہ بوجھ دیا تھا گران مجھے
اور جا سکی نہ لیکے کہین تابتان مجھے
کرنے دیا نہ ایک بھی پورا بیان مجھے
ہوے شرمندہ برہمن سے صنم سے چھوٹے
دیکھی نہ راہ آمد فصل بہار کی

کہتے تھے وقت نزع میری سب جوان و پیر
اس نوجوان نے کس پہ جوانی نثار کی

کتنا ہی ہم چراتے ہین آنکھ اوس سے پر نظر
ناچار پڑ ہی جاتی ہی کمبخت پیار کی

دل مین اک سوز سا پاتے تھے سدا ہم لیکن
اب جو دیکھا تو ہی اک خاک کا تودا باقی

شوخیون پر ہی یہ تمکین کہ ہوا حشر بھی اور
سبکو اب تک ہی قیامت کی تمنا باقی

ڈبڈبانے ہی مین آنکھون کے ہوا عالم غرق
اور اب تک ہین بہانے کئی دریا باقی

آپ تیرے تغافل سے ہی پامال وگرنہ
جو چاہیے خنجر نے خبر لی مرے سر کی

اونکی زلفین بلا ہین اور یہ بلا
اپنے سر پر ہمین لیے ہی نہی

جسکی دوری مین مرتے تھے ماہر
آخر اوس بن ہمین جیے ہی نہی

مبتلا

مبتلا تخلص جوان متین خوش مزاج نیک رفتار دوست ستا محبت افزا سعادت نہاد نیک ذات اجودھیا پرساد معروف بنشی اخلاق حمیدہ اوسکے مثل نکہت گل مشام نواز اور کردار پسندیدہ اوسکے اہل روزگار کے اوضاع سے ممتاز اوسکی زبان دانی سے ہند کو اصفہان پر صد ناز سخن اور اوسکی نکتہ طرازی سے نقاط حروف خال محبوب پر طعنہ زن مقامات کتب فارسی کو حلال مشکلات سخن جناب اوستادی مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے کی خدمت مین بنہایت تحقیق و تدقیق سے حل کیا اور مشق سخن بھی انھین سے بہم پہونچائی حق یہ ہی کہ معنی کی نزاکت اور الفاظ کی متانت اور کلمات کی تنگ ورزی اور تراکیب کی کرسی نشینی دائرۂ ستایش مین محصور نہین ہوسکتی یہ چند شعر اوسکے افکار سے ہین

از دل ما ہر نفس بیرون نیاید غیر آہ
جز الف دیگر نخواند این طفل ابجد خوان ما

برق بیتابانہ خود را در تو ابر آورد
از گزند گرمی آہ شرر افشان ما

تا چو صہبائی زبان دان اوستاد مبتلا ست
بہتر ست از خون ایران خاک ہندوستان ما

شمع چون در بزم گرم صحبت آرائی شود
سوزش غیرت بجان آتش زند پروانہ را

تا توانی قطرۂ اشکے بدامن در فشان
صاحب خرمن شود ہر کس فشاند دانہ را

ای کہ داری گردش چشم از من مسکین دریغ
با رقیبان چون بگردش آوری پیمانہ را

او در آغوش من ست و من ہمان در جستجو
دل ز سرو ست بجائے قمری اوبران کوکو زن ست

مدہ ای دوست یکدم سرمۂ آن چشم سخن گو را
سوالے کردہ ام از وے جوابے آرزو دارم

مبین

مبین تخلص بلبل گلزار سخنوری عندلیب گلشن معنی پروری فرزند دلبند حافظ قطب الدین شیراز

حافظ محمد غلام مبین تخلص سعادات ظاہری و باطنی سے بہرہ وافر اور کمالات صوری و معنوی سے نصیبہ متکاثر رکھتا ہی کسب فن شعر اپنے والد ماجد کی خدمت سراپا افادت سے کیا اور موزونی وہبی سے اکتساب کا سر چرخ افتخار تک پہونچا دیا ابیات غزل شوخی معنی سے دشت بیاض مین نو خاستہ غزال اور سطور اشعار رنگینی مضمون سے گلشن صفحہ مین تازہ نہال ہین مصرع برجستگی معنی سے برق اور کنارہ اوراق فروغ مضمون سے شفق سن جوانی مین حلم اور تواضع اور تحصیل ہنر کا شوق اور کسب کمال کا ذوق اور کثرت مروت اور فرط اہلیت جسطرح اس نیک نہاد مین جمع ہین سعادتمندان روزگار سے کم کسی مین فراہم ہین یہ چند شعر کہ دستیاب ہوے مرقوم ہوتے ہین

نزع کے وقت جو وہ حور شمائل آیا
ملک الموت کو بھی غش مرے شامل آیا

ایک داغون سے بھرا ایک پھپھولون سے پھلا
جگر آیا ودھر آفت مین ادھر دل آیا

ہی شیشۂ دل ٹکڑے ہر رند قدح کش کا
میخانہ مین ماتم ہی ماہ رمضان آیا

کس منھ سے بیوفا کہون تمکو کہ مین نے بھی
شکوہ کیا ہی دل مین کئی بار آپکا

سخت جانی کو مری کھیل کہین سمجھے ہو
توڑنے آتے ہو کیون خنجر بران اپنا

نہ سوزش جگر مین نہ دل مین تپش
مرا غم مین رونا دوا ہو گیا

نکالا صنم نے تو کعبے گیا
مبین مفت مین پارسا ہو گیا

کان نازک مین گلون کے کرنا لے عندلیب
ہی یہ مقراض محبت کھولنا منقار کا

وحشیون کے دم سے ہین آبادیان
ورنہ یہ غل مچے کہان زندان مین

وہ ادھر آتے ہین اور پانون ادھر تھرّاتا ہی
غیر کے جذبہ الفت کے اثر کو دیکھو

اوس بزم مہ جبین مین ہر جا خوشی تھی لیکن
کونے مین اپنے دیکھا روتے ہوے مبین کو

وہی ابتک ہی اون بوسون کی لذت
لبون پر پھیرتا ہون مین زبان کو

مبین کعبے گئے لیکن چھپا کر
بغل مین نقشۂ کوے بتان کو

مرتے ہین ایسے قاتل بیدرد پر کہ ہائے
ہم موت ہی سمجھتے ہین عہد شباب کو

مبین رخ سے نقاب اوسکے اگر محفل مین اوٹھ جاے
تو پروانے کبھی مڑ کر نہ دیکھین شمع روشن کو

کوے بتان سے نکلے تو کعبے گئے مبین
نشہ بندگی اوتارنے کو پارسا ہوے

ملانا یہ درد دل کا کیا جانتا ہی
فلک خاک ہی مین ملا جانتا ہی

وہ دیکھے مری نبض ای چارہ ساز نہ
جو تم مین اجل کی دوا جانتا ہی

مجھ کو دی ہیں تجھی عجب چین سے دن کٹتے ہیں
کچھ خبر ہی نہیں دنیا میں کہ کیا ہوتا ہے

علاج زخم کیا اچھا مرے قاتل کو آتا ہے
کیے زخموں کے روزن بند ہر ناوک کے پیکان سے

تڑپتے لوٹتے ہو در در کے اے متین تم یہ
بتوں کے غم میں خدا پر نظر نہیں رکھتے

چھپا ہوا ہے صنم خیر میں چھپے سے ہنگام
یہ بھی کیا سلوک دل بیقرار نے

ایمان اے متین بتوں نے لیا ہی تھا
لیکن بچا لیا مجھے پروردگار نے

شمع روشن نہ ہمیں دیکھ لے تو بھی رو کر
نفتہ جانوں کی یونہیں رات بسر ہوتی ہے

متین تخلص منشی ... ان روزگار ... اقبال مندان کامگار رائے کالجی سہاے متوطن قدیم شہر لطافت ... الہ آباد اس صاحب اقتدار کے والد ماجد جھکڑو لال نے ابتدائے عملداری انگریزی میں مدت تک بعہدہ تحصیل داری پرگنہ اہرکہ ضلع بنارس پر مامور ہو کر جاہ و اعتبار کے ساتھ بسر کی اور یہ بزرگوار حکام وقت کی جانب سے تحصیلدار پرگنہ منڈی ضلع فتح پور اور فن شعر گوئی اور سخن طرازی میں شاگرد شاہ محمد علیم الہ آبادی تھا یہ والا جاہ و اکثر میں عہدہ منصفی موضع مجھن پور ضلع الہ آباد سے سرفراز ہوا اور بالفعل مسند صدر امینی رہتک پر متمکن ہے قلم تحریر اوصاف میں عاجز اور نفس تقریر محامد میں قاصر ہے نہ عموم اخلاق کے بیان سے عہدہ برا ہو سکتا ہے اور نہ وفور حلم و بردباری کے دفتر سے حرف سر افگن سخن سے از بسکہ مناسبت ذاتی اور ذوق طبعی ہے گاہ گاہ اوقات فرصت میں شعر فارسی کی فکر دامنگیر ہوتی ہے ہرچند اس فن میں کسی سے مشورہ کا اتفاق نہیں ہوا لیکن استعداد خداداد سے قدم فکر جادۂ استقامت سے منحرف نہیں ہے یہ چند شعر اس مدعا پر شاہد اور اس دعوی پر گواہ ہیں

رنگین بود زبسکہ کلام متین ما
گوئی کہ کشتہ اند گل اندر زمین ما

تا درین بزم از مذاق بادہ آگہ نیستم
ریخت ساقی جای می خون دل اندر جام ما

یک اشارت بہر رفع اضطراب دل بس است
جنبش ابرو بود گہوارۂ آرام ما

بہر مستقبل بود آئینہ حال ای متین
باشد از آغاز پیدا صورت انجام ما

من چہ گویم تا چہا دیدم ز دانائی متین
ای خوشا وقتی کہ حاصل بود نادانی مرا

دیگر ز دام کاکل مشکین رہا مکن
این صید زخم خوردۂ تیر نظارہ را

ہیچ فوارہ رائگان شد صرف
بود نقدے کہ در خدا اندا ما

متین نبود زخم تشنج از مشغل ضعف
ندارد مرغ رنگ روی ما تاب پریدنہا

از ظلمت تو آب حیوان روان بود | از ... گرفت ... شده
هجر و دیده و دل عجب ز دین چه کار کند | که دیده گریه و دل ناله ... شده
از دست من چو دامن دلدار می رود | کارم ز دست و دست من از کار ... شده

مجرم تخلص محمد ... میان مرد ظریف خوش مزاج تھا ہر چند فکر مین مضمون یابی اور ... بھی لیکن کچھ اپنے مزاج کے اقتضا اور کچھ تحریک احباب سے غزل خصوصاً مقطع کو مضامین ... مملو کرتا اور مانند اوس رند کے کہ ظرف حوصلہ سے زائد شراب پی جاوے ایسے اشعار کے پڑھنے سے عین مشاعرہ مین کچھ باک نکرتا چند سال ہوے کہ عالم باقی کو راہی ہوا یہ دو شعر اوسکے تحریر ہوے

مسجد کو تیری شیخ ہمارا سلام ہو | بتخانہ تو آستان بتان سجدہ گاہ ہو
اوس چاند مین فلک کا بھی جو سے گھر بھرا | اوس ماہ سے نکاح کی جو اسم مہ راہ ہی

محب تخلص شاہزادہ بہرام شاہ خلف الصدق شاہزادہ جہانیان مدار مرزا احسن شاہ بہادر ابن شاہزادہ حسن شاہ بہادر مرحوم درانی ان والا شانون کی بلند پایگی شہرۂ آفاق ہے کہتے ہین کہ شہزادہ موصوف فن شعر مین میان خان صفیر تخلص سے مشورہ کرتا ہے یہ شعر اوسکے سنے گئے

حشر مین بھی اگر ملا وہ محب | تو سمجھینگے ہم شتاب ملا
دل مین ہر ایک کے مین کھٹکتا ہون رات دن | گویا مین دشمنون کے لیے خار ہوگیا
ای محب کوچہ مین اوسکے اوڑ کے جاتا ہون سدا | ہے شوق اپنا بھی اب بال کبوتر ہوگیا

محب میر ابو القاسم برادرزادہ میر نظام الدین ممنون خوش اخلاق صاحب طینت نیک سرمایۂ علم سے بقدر ضرورت بہرہ اور فکر سلیم و طبع مستقیم کی اعانت سے پایہ سخن سنجی کا بلند تھا جالینوس زمان بقراط دوران حکیم احسن اللہ خان کی قدردانی سے وقائع نگاری خاص سلطانی کے عہدہ کا ممتاز اور تا دم مرگ یہی منصب اوسکے واسطے موجب امتیاز رہا چند سال ہوے کہ عالم فانی کو پدرود کیا اوسکے کلام سے یہ دو شعر بدقت ہاتھ آئے

کل جنازے کو محب کے دیکھکر کہتے تھے لوگ | ایک بھی ارمان دل نکلا نہ اس مغفور کا
ہم کہتے نہ تھے خوب نہین دل کا لگانا | لو دیکھ لیا اب تو کہ اچھا نہین ہوتا

محبت تخلص عنایت اللہ پیشہ رنگریزی کرتا تھا کسی نے اوس سے اصلاح شعر کی

اوستادمعانی اوستاد پر محل یہ مثل کہی رنگ پذیرش خود در ماندہ چار پانچ برس ہوے کہ اوسکے ماتم سے وابستگان دلفگار کا جانگسل ہوا یہ شعر اوسکا یاد تھا

اوٹہے تو ہزار طرح رنگے لیکن ۔۔۔ افسوس کہ جامہ دل کا رنگین نکیا

محبوب

محبوب تخلص محبوب خان قوال فن موسیقی خاندانی اور اقلیم زمزمہ سنجی مین منصب ترخانی رکہتاہی الحان داؤدی کے اثر سے طائر رنگ کو چہرۂ عشاق سے اوڑنے ندے اور سیلاب اشک کو روانی باز رکہے اگر باربد دیکہیا اس عہد مین ہوتے اس اوستاد فن کے نام سے کان پکڑتے خامہ عجب اوسکی زمزمہ پیرائی سے تر زبان ہوتا ہی اوسکے صریر پر صدائے نی کا گمان ہوتا ہی گاہ گاہ زمین سخن بہی اوسکے قدم افکار سے غیرت گلزار ہوتی ہی یہ دو تین شعر اوسکے نتائج طبع سے نذر احباب ہوتے ہین

بیان کیونکر کرون درد نہان کو ۔۔۔ نہین پاتا ہون قابو مین زبان کو
خنجر بہی نہ سنبہلے جو دم قتل تو کہیے ۔۔۔ تقصیر ہماری ہی کہ تقصیر تمہاری
قاصد آیا تو ہانسے پہ محبوب ۔۔۔ دیکہیے کیا جواب لایا ہی

محزون

محزون تخلص جناب کمالات انتساب گلگونہ رخسار کمال خال چہرۂ افضال مورد سعادات ازلی و ابدی محمد ناصر جان محمدی ابن حضرت محمد نصیر محمدی رنج تخلص اس جناب فضیلت مآب کے خاندان والاشان کی بزرگی اور عظمت کا حال آفتاب سے روشن تر ہی کون ہی کہ ان حضرات بابرکات کی تجلی معارف کے آگے ارنی گوئی سے موصوف اور خرمن طاقت کے ساتہ معروف نہو ذات تقدس آیات اس جامع کمالات کی اوسی تجلی کا منظر اور اوسی شجر کا ثمر ہی جو کمالات وہبی و کسبی کہ اہل خاندان فیض نشان سے اختصاص رکہتے ہین اونسے قطع نظر کر صرف انہین صفات حمیدہ کے ساتہ منسوب کرنا اور ثنا کا مدار انہین اوصاف پر رکہنا ایسا ہی کہ ماہی کی ستایش مین شناوری پر افتخار کرنا اکتساب علوم رسمی مین سعی کو رکاب شوق مین ایسا دوڑایا کہ عرق کے ہر قطرہ نے دامن کو دریا اور آستین کو گرداب بنایا ہر فن مین یک فنی خصوصًا میدان ریاضی مین یکہ تاز تہے اور اوس جولان گاہ کو اونکی شہسواری پہ صد ہا ناز تہے عرصہ دراز ہوا کہ سواد شاہجہان آباد سے عظیم آباد کی طرف تشریف فرما ہو کر چندے اوس سرزمین کو اپنے قدم فیض توام سے رشک گلزار کیا ناگاہ درد گردہ عارض ہوا اور جو کہ قرابادین مشیت مین اس مرض کی دوا نے ترکیب نہ پائی تہی استعمال ادویہ مفید نہوا چند روز کے بعد آسمان تقدیس سے ندائے ارجعی پہونچی اور بکشادہ پیشانی

معارف ما فناہی کا بدرقہ لیے ہوئے گلشن جنان کی طرف راہی ہوتے اور والد ماجد کو وجد آتی ہے موتو اقبال ان تہوتو کے مضمون سے موصوف کر دیا آپکا جنازہ اوس راہ دراز سے شاہجہان آباد مین لاتے اور جسم مطہر اور بدن مقدس کو درگاہ فلک پایگاہ کے احاطہ کے اندر حضرت کے قدم کے نیچے مدفون کیا چونکہ علوم شریفہ اور فنون نفیسہ کے اشتغال سے فرصت بہت کم دستیاب ہوتی تھی فن شعر کی طرف کم التفات فرماتے الا ماشاء اللہ یہ دو تین شعر اتفاقاً جزو دان حافظہ مین محفوظ رہگئے تھے تیمناً مرقوم کیے

تھی جس سے نہ ایکدم گوارا فرقت	دکھلائی فلک نے پھر دوبارا فرقت
اب زیست تلک بھی اوس سے ملنا معلوم	گردن پہ ترے خون ہمارا فرقت
نہ تو نامہ ہی نہ پیغام زبانی آیا	آہ محزون ہین یاران وطن بھول گئے

محزون

محزون تخلص مرزا منگو ابن میرزا ایزد بخش معروف بمیرزا نیلی ابن حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ شوکت انکے خاندان کی کنیزان خدمت گزار اور اقبال انکے دودمان عالی شان و فا شعار سے ہی دینداری کی طرف بہت مائل اور پرہیزگاری مین اپنے اقران و امثال سے ممتاز اصلاح شعر کا عبد اللہ خان اوج تخلص سے اتفاق ہوا ہی شعر اوسکے نتائج طبع سے ہی

اوسکے منہ کون چڑھ سکے محزون	ہان مگر منہ پر اوسکے آیا خط

محزون

محزون تخلص آغا علی نام جوان وجیہ خوش مزاج حلیم طبع پسندیدہ اخلاق کا ساکنان شاہجہان آباد مین اس صفت کے ساتھ کم کوئی پایا جاتا ہی کتب درسیہ کو تحقیق سے پڑھا اور شاہجہان آباد سے ایک دو منزل پر کسی شہر مین عہدہ مدرسی پر مامور ہی یہ دو شعر اوسکے یاد تھے

حرم کعبہ مبارک ہو تجھی کو زاہد	سجدہ گہ اپنا تو سنگ در دلدار رہا
اب پھر دیدہ نظر کیون مری جانب ظالم	پہلے ہی دل تری زلفون مین گرفتار رہا

محسن

محسن تخلص حافظ محسن مرد معمر حافظ قرآن اور تجوید حروف سے فی الجملہ بہرہ ور اور خوش آوازی بدولت عزیز دلہا ریختہ گوئی مین مشاق قدیم یہ اشعار اوسکے مرقوم ہوے

سب آنکھ بند کیے پار ہو گئے راہی	عدم کا صاف ہی رستہ چلے چلو تو سہی
پتا تا یار پھر اپنا پتا پھر اک جانب	کہین تو کھوج ملیگا چلے چلو تو سہی
شروع عشق مین ہمسے وہ بت آنکھین چراتا ہی	ابھی تو دیکھیے آگے خدا کیا کیا دکھاتا ہی

محمود تخلص محمود علی خان برادرزادہ نواب اعظم الدولہ سرور تخلص جوان خوش مزاج بلند فکر تیز طبع تھا ہرچند اوسکی ذہانت اور ذوکاوت مین شک نہین لیکن کم استعدادی اور موزونی طبع کی نخوت سے اوسکا ثمرۃ الفواد خام پخت رہا اور اپنی خوش فکری کے خیال سے سراپاے سخن کو خلعت اصلاح سے آرایش نہ دیا اوسپر مزید ہوا اوسکے سارے دیوان سے یہ چند شعر انتخاب ہوے

افسوس ہو احشر مین کیا بے کفنی کا ۔ قاتل بھی نہین سر بگریبان نظر آیا
خام ہوتے کیا کھلے اسرار عرفان شیخ پر ۔ ہو چراغ اصلا نہ روشن دیدۂ بے نور کا
دیکھ گلزار مین جاوے نہ بھڑک آگ کہین ۔ بلبل سوختہ جان کھینچ نہ افغان گستاخ
ایک شب کیا ہے رہیگا گر یہی کچھ انتظار ۔ روز محشر تک نہونگے دیدۂ بیدار بند
چشم سے خون نہ جاری رہے ہر دم کس طرح ۔ خار غم دل مین خلیدہ ہی رہا ایک نہ ایک

محمود تخلص مرزا محمود شاہ ابن مرزا بابر بہادر مغفور ابن حضرت عرش آرامگاہ اکبر شاہ بادشاہ طاب ثراہ داماد حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی سے مشرف اور اپنے جد امجد کے عہد سے اب تک ممتاز اور مفتخر ہی فن شعر مین ذوق مرحوم سے مستفید یہ دو شعر اونکے مسموع ہوے

ہاتھون سے اے جنون ترے جاؤن کہان نکل ۔ دامن سیا نہین کہ گریبان نکل گیا
غیر کو ساغر شراب ملا ۔ اور ہمین دیدۂ پر آب ملا

محمود تخلص نواب غلام حسن خان عرف ہمین برادر نواب زین العابدین خان عارف تخلص خلف نواب غلام حسین خان مرحوم مسرور تخلص جوان وجیہ خوش اخلاق اور لطف و مروت مین شہرۂ آفاق ہی آپس والا نژاد کی عالی خاندانی شرح و بیان سے مستغنی اور اوسکے محامد اوصاف حیطۂ تقریر سے خارج ہین ہرچند شعر و سخن کیطرف گاہ گاہ ملتفت ہوتا ہی لیکن حسن طبیعت اور رسائی فکر کلام سے مشاقی برستی ہی یہ اشعار اوسکے نتائج افکار سے ہین

قید ہستی سے رہائی غیر ممکن تھی ہمین ۔ آج دم دیکھ اجل کو ہو گئے آزاد ہم
موجود ہون مین سامنے تیغ و کفن لیے ۔ جو جو تمھارے دل مین ہین ارمان نکالیے
سخت جان صحبت سے تیری اے ستمگر ہو گیا ۔ بت پرستی کرتے کرتے مین بھی پتھر ہو گیا
گھبراتے ہوئے پھرتے ہین اب بام پہ وہ بھی ۔ اتنا تو ہوا ہے مرے نالون کے اثر سے
انداز جنون کونسا ہم مین نہین مجنون ۔ پر تیری طرح عشق کو رسوا نہین کرتے
گل کھانے کو دیتے ہین مجھے غیر کا چھلا ۔ ڈھب میرے جلانے کے وہ کیا کیا نہین کرتے

اسکو استقبال کیجے آپکے دیدار کا / آگیا آنکھون مین دم ہے مجھ نحیف و زار کا
اپنا اپنا حوصلہ ہے اپنا اپنا ضبط ہے / مین نہین موسیٰ کہ مجھ سے عذر ہو دیدار کا
دل لگانیکا مزا دیکھ لیا آخر کار / ہم نہ کہتے تھے کہ اے دل تو پشیمان ہوگا

محوی تخلص محمد بیگ نام ساکن ریواڑی کے جوان خوش ترکیب خوش باش بلند فکر سلیم طبع تھا کہ ایک مدت سے زمرۂ طلبا کے مدرسۂ شاہجہان آباد مین منسلک ہو کر اور استعداد اپنے امثال واقران سے ممتاز ہے نظم و نثر فارسی اور ریختہ مین دستگاہ تمام اور قدرت بالا کلام حاصل اور ان سب فنون مین جناب استادی مولوی امام بخش صہبائی سے مستفید ہے چند شعر اوسکے نتائج طبع موزون سے ہین

فارسی

چون زلف تاب خوردہ خورشید سار خشان / دارد ہزار صبح در آغوش شام ما
محوی چو بگذری سوے گلزار عرض کن / با عندلیب عشق و بقمری سلام ما
ساغر بنوش بر لب آب روان کہ عمر / بیش از دمے نگشت میسر حباب را
بہر ما زنجیر شد موجے کہ صبح / از نسیم افتاد بالاے شراب
ز حد گذشت ستم اے بے وفا کہ در بر دل / باین ضعیفی تن نالہ رسائی ہست
بیا بکش کہ شہیدان تیغ جور ترا / بنا زیست اگر میل خون بہائی ہست
ز حال محوی آزردہ دل چہ مے پرسی / بجگر فگار ستم دیدہ بے نوائے ہست
ناتوان صید توام روز ندارد تاب / بچہ تقریب تو اے زلف بتاب آمدہ
کشتیم از در دکان کردی و رفتی چون تیر / بیوفا پیشہ مگر عہد شباب آمدہ
برما چہ جفا ہا کہ تو صیاد نکردی / شد فصل بہار آخر و آزاد نکردی
گہے بر سر خاکم نگذشتی کہ تو ظالم / جولان نزدی بر دے و برباد نکردی
دیگر کہ در آید بفریب تو کہ محوی / از دست غمت مرد و گہش یاد نکردی

ریختہ

چیر کر دیکھا جو پہلو اس نے نخچیر کا / دل کی جا سینہ مین پیوستہ تھا پیکان تیر کا
اثر سے ضعف کے دامان یار تک ہمدم / ہزار جا سے ٹھہر کر مرا غبار آیا
سپاہ فتنہ چلی آتی ہے یہ سنتا ہون / اجل ٹھہر یہ گمان ہے مجھے کہ یار آیا

عالم تھا خدائی ترے کوچے مین کل رات
زاہد بھی وہین سمجھ کے گوشہ نشین تھا
سکتہ ہی یا اجل کہ ہی آفت کبھی قیامت کی
تیرے بغیر تھی کس کی یادگاری رات
مجھوری کو قتل کرکے اب افسوس کیا نمود
ہونا جو کچھ تھا وہ تو ہمرے یار ہو گیا
بکھرے سے عبیر لن ستے تو دی داد وفا کی دل نے
تھا تو دیوانہ پہ لیاقت پہ ہشیار رہا
پیکان یار دل نے یون کر رکھا ہی تھی
رکھتا ہی پاس گویا ایک راز دلنشین کو
اوسکی گلی سے کل نکلوا نے قسمت کے منہ سے
جاتا ہی آج مجھوری پھر آج تو وہین کو
اٹھ لا نام خدا لب پہ کہ مجھوری اسوقت
تیرے کچھ اور نظر آتے ہین آثار مجھے
دم بھر جو یون ہی روئے یہ چشم تر تو ہم بھی
برپا ہزار طوفان اور ابر تر کرینگے
مجھوری ہوا اوس گلی سے لے آئینگے اوٹھا کر
دو چار یار ملکر تکلیف اگر کرینگے
کرنے سے قتل میرے مت ڈر کہ اون لبون کو
اک کھیل ہی جلانا ایک بات خون بہا ہی

مجھوری تخلص جوان ارجمند و برنا سے سعادت پیوند مقبول کونین شیخ غلام حسنین متوطن قدیم معمورۂ عینہ اور فریدآباد قرابتی مولوی ابوالحسن شیدائی اس سنجیدہ اطوار کی اہلیت مزاج اور حلم و بردباری کو لکھون یا لیاقت و ہوشیار خرامی و آدم شناسی کو بیان کرون جو کہ موزون طبع ہی گاہ گاہ فکر شعر کرتا ہی یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

گلزار کی لالی ہی یہ داغ جگر ہی کا
کھلتی ہی اثر آہ کبھی باد سحری کا
کچھ اپنے مرا سے کا خیال اب نہین ہمدم
عالم ترے رفتار سے ہی بیخبری کا
کچھ سعی سے ہی ہمکو تو حاصل نہ ہوا ہیت
پھل نخل تمنا سے ملا بے ثمری کا
ہر موج ہوا سے ہی تو جون گرد پریشان
مجھوری یہ کیا ڈھنگ ہی شوریدہ سری کا

مخیر تخلص جوان سعادت دستگاہ محمد احسان اللہ متوطن قدیم شاہجہان آباد اور بالفعل تحصیل معاش کی تقریب سے قصبہ میرٹھ مین مقیم ہی فن فارسی مین استعداد معقول اور ریختہ گوئی مین فکر رسا ہی شیخ ابراہیم ذوق مرحوم سے تلمذ رکھتا ہی چند اشعار اوسکے کلام سے انتخاب ہوے

بنا کر آئنہ خود بین کیا آئینہ رویون کو
ہمین حیرت ہی ہمنے کیا بگاڑا تھا سکندر کا
ہی مخیر اوس پری کی جستجو مین ہرزہ تاز
رات دن پھرتا ہی دیوانہ خدائی خوار اب
ہوا اعظا جس دن سے کی ہی توبہ پی جاتا ہون مین
میرے لب تک گر کبھی آتی ہی پیمانہ کی بات

گو کہ میرا خون ناحق حشر تک سر پر رہے — خوش تو ہو تو رقص بسمل کا تماشا دیکھکر

حضرت دل مہر تھی اوسمین نہ الفت نہ وفا — تمنے اوس کافر کو چاہا تھا بھلا کیا دیکھکر

ہم نہ کہتے تھے کہ کعبہ کو مجیز جا چکا — رہ گیا رستے مین آخر اک کلیسا دیکھکر

یہ نہ ہوگا کہ مرے قتل سے در گذرینگے — جو رقیبون نے سکھایا ہی وہ کر گذرینگے

پھر کے دل مین مجیز انھین آ... ان نہ ہان — اک مصیبت ہی ستم گذرینگے اگر گذرینگے

کس لیے پہلو مین مچایا ہی ہجوم — حضرت دل خیر تو ہی جب ان کی

مدبر تخلص سید امیر الدین ساکن شاہجہان آباد شاگرد حافظ قطب الدین مشیر یہ دو شعر اوسکے مرقوم ہوے

ای مدبر جو کچھ ہی قسمت مین — وہ ہی ہوتا ہی وہ ہی ہووینگا

چاند سا مکھڑا وہ جب دیکھا مجھے غش آگیا — جون کتان ٹکڑے گریبان شکیبائی ہوا

مرحوم تخلص مرزا محمد یار بیگ شاگرد حافظ قطب الدین مشیر یہ دو شعر اوسکی غزل سے منتخب ہوکر درج کتاب ہوے

پر ہی داغون سے غضب سینۂ سوزان میرا — آتشین پھول یہ رکھتا ہی گلستان میرا

کیا نہی دل یہ جو رو کے کہے ہی محروم — ملک الموت کے اب ہاتھ ہی درمان میرا

مرزا تخلص مرزا حسین بخش خلف مرزا وحید الدین مغفور معروف بہ مرزا کوچک سلطان ابن حضرت شاہ عالم بادشاہ زمرۂ شاگردان حافظ عبد الرحمن احسان سے ہی اور شوق سخن گوئی قدیم سے گوشۂ خاطر مین جا گزین

گہ داغ کو سہون ہون گہ زخم جھیلتا ہون — مرزا ستا رہا ہی ذوق جفا یہ مجکو

مرزا تخلص نوبادۂ گلشن سعادت ثمرۂ باغ سیادت نوبر نہال جوانی آبیار چمنستان زندگانی مقبول طبائع خاص عام مرزا علی نام کہین برادر میر آب گلشن وفاق آئینہ حسن اخلاق طراز سادہ اہلبیت میر حسین علی شوکت راستی سرو اوسکے قامت سے مستعار حسن سلوک اوسکی روش سے آشکار حیا اور پیشانی جیسے آب اور آئینہ نشاط اور طبیعت گویا بادہ و آبگینہ نہاد کا خمیر مایۂ آدمیت خاطر کا گنجینہ ذخیرۂ اہلبیت باغ اخلاق کا ثمر پیش رس رسمی گفتار گلشن نیک نہادی کا گل خود رو درستی کردار راست روی ایسی کہ جہان خرام کرے اوس زمین سے سبزہ کی جگہ سرو پیدا ہو صفائی طینت اس طرح کی کہ جس خاک پر سایہ افگن ہو ہر ذرہ سے آئینہ ہویدا ہو طبع سلیم

جگر کی آگ جو سچ کبھی نہ دیکھی [illegible]	ہزار طرح سے کی ہمنے اشکباری رات

مرزا

مرزا [illegible] الفت [illegible] سخن بہارستان یکتا [illegible] ودادشت اور یکتائی
[illegible] خسرو دیار [illegible] جوہر [illegible] پیر و جوان
[illegible] اکمال یگانہ جہان
[illegible] میں ہو ویسا اوسکی پیشانی مین
[illegible] ہستی مین آمادہ اور یگانہ اوسکی آشنا
پہنچتی ہے یگانون سے زیادہ آفتاب کو اوسکی ضمیر سے ۔ وہ نسبت جیسے سائل کو کریم سے نگارخانۂ
چمن کو اوسکی طبیعت رنگین سے وہ مشابہت جیسے موسم برگریز کو باغ نعیم سے صناعت موسیقی کو
حد کمال تک پہونچایا اور اوستادان فن کے فیض شاگردی سے رتبۂ اوستادی پایا جو کہ اظہار
اس فن کا زمانۂ حال مین خلاف شرع کے منافی ہی مرثیہ خوانی کے پردے مین اوس نغمہ کی شد کو بلند
اور اوس ترانہ کی شان کو ارجمند کیا تاکہ اپنی اوقات تو ائمہ ہدی کی یاد اور مقبولان بارگاہ
آلہی کے ذکر مین بسر ہو اور مستمعان نکتہ شناس کو اپنے مذاق کے موافق اور ہی لطف میسر ہو
ع چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار ٭ اس فن کی غایت مہارت اور نہایت معرفت کا
ذکر کرون یا آواز کی خوش آہنگی اور اثر کی نشتر فروشی کو لکھون اگرچہ اس آہنگ دلربا کے
سننے کے واسطے کان بہم پہونچاوے بے تکلف جوش دل سے کوہ بدخشان کے مانند ہزار چشمہ
خون آنکھ سے بہاوے سبحان اللہ یہ آواز وہ نشتر ہی کہ اوسکا اثر دل سے رگ مژگان
تک جلوہ گر ہی جو کہ اس قدوۂ ارباب کمال کو راقم تذکرہ صابر ہیچمدان کے ساتھ روابط محبت
مربوط اور قواعد صداقت مضبوط ہین ناتوان بینیان پیشہ سے اندیشہ دامنگیر ہوتا ہی کہ مبادا
اس تعریف کو یار فروشی اور آشنا ستائی پر قیاس کرین اور نہ سمجھین کہ یہ اوصاف اوسکے
کمالات سے ایک شمہ اور یہ مدائح اوسکے محاسن سے ایک شرذمہ ہین اسواسطے اسیقدر عبارت
مختصر پر قناعت کرکے احباب صادق الوداد کی خدمت مین معروض ہوتا ہی کہ باوجود ان کمالات
سخنوری و معنی آفرینی کو رونق اوردی ہی اور فصاحت زبان اور لطافت بیان کو آبرو اوس
بخشی یہ چند شعر اوسکے نتائج افکار سے انتخاب کرکے نذر نگاہ شوق کرتا ہون

ہمنے یان طرفہ ماجرا دیکھا	ایک جلوہ ہزار جا دیکھا
دیکھکر تجکو ہمنے کیا دیکھا	ایک ہنگامہ یاس کا دیکھا

وہ بھی کہر تھا تمہین ہی کا زاہد | قبلہ کعبہ مین تجھے کیا دیکھا
آپکا بوسہ تو اسقدر رنجش | آپکا ہمنے جو حوصلہ دیکھا
اور نگہ ہمپر بھی آنکھ پڑتی ہے | ہمنے چھپ چھپ کے بارہا دیکھا
وقت رخصت نہ تمنے مرزا کا | نامرادانہ دیکھنا دیکھا

مریدست تخلص میر باز خان احوال اوسکا سے اطلاع نہین یہ شعر اوسکا سنا گیا

کی بہت سی تدبیر لیکن کیا کرون | دل کو ہجر مین چین آتا ہی نہین

مست تخلص مست خان افغان اوسکا حال کچھ دریافت نہین یہ شعر اوسکا مسموع ہوا

نہ وہ بانکون مین کہنا جاے نہ پڑھون من پیرون | خانہ جنگی تجھین ہوتی ہی سدا مست کے ساتھ

مسرور تخلص ہی نواب غلام حسین خان بہادر مرحوم ابن شرف الدولہ نواب فیض اللہ خان بہادر مغفور کا جو اس بلند مرتبت کی ولادو والائی اور عالی تباری کا حال حد خامہ راقم سے افزون ہے اور کمال شہرت سے محتاج تحریر نہین ناگزیر ایک دو حرف مناسب مقام لکھتا ہے مشق سخن حد کمال تک پہونچی تھی اور رسائی فکر عرش الکمال تک حرف حرف اوسکے سخن کا وحی الہام پہ ناز کرتا ہے اور نقطہ نقطہ اوسکے الفاظ کا شاہدان شیرین شمائل کے خال پر زبان طعنہ دراز مہارت علم موسیقی خصوصاً ستار نوازی کے باب مین جو کمال حاصل تھا اوسکا وصف آشناے زبان کرنا فرط وضوح سے حکم تکرار مین ہے اس ساز کا ہر تار بجاے آہنگ نغمہ ستائش زبان پہ رکھتا ہے چند شعر تحریر تذکرہ کے وقت جز و دان حافظہ مین موجود تھے مرقوم ہوتے ہین

ماہ پر میری سیہ بختی کا گر سایہ پڑے | جیا در مہتاب ہو دامن شب دیجور کا
لکھکر زمین پہ نام ہمارا مٹا دیا | اونکا تو کھیل خاک مین ہمکو ملا دیا
تا وان نہین جو اپنے کو رسوا کرے کوئی | دل ہی نہ بس مین ہووے تو پھر کیا کرے کوئی
بیٹھے کیا کرتے ہین صحرا مین تگاپو ہی سہی | چشم خوبان نہ سہی دیدۂ آہو ہی سہی
سخت جانی سے دم تیغ مرے ہاتھ نہ کھینچ | کہ تجھے تجربۂ قوت بازو ہی سہی

مشتاق تخلص زبدۂ خاندان شرافت و اسوۂ دودمان نجابت یگانۂ دوران کریم خان

شجاعت اوسکی ذات کا ایک جوہر اور مروت اوسکی نہاد استعداد کا کمترین شمر سرتا سر عالم کو گام سیاحت سے طی کیا اور راسپ ہوس کو تیغ ہمت سے پی بالفعل نواب احسن علیخان بہادر برادر حقیقی نواب فیض محمد خان بہادر مرحوم والی جھجر کی رفاقت مین عزت اور اعتبار کے ساتھ بسر کرتا ہی عرصہ چند سال کا ہوا کہ آقاے نامی کے سرانجام کار کے واسطے ولایت انگلشیہ مین جا کر نوادر و غرایب کو چشم عبرت بین سے دیکھا اور عجایب شہر لندن کو دیدۂ تامل سے مشاہدہ کیا لیکن اب جس دن سے خاک شاہجہان آباد اوسکے قدم سے رونق پذیر ہوئی ہی اوسی عمدہ صاحب اقتدار کے سایۂ الطاف مین رخت افگن اور بادیۂ قناعت مین گامزن ہی موزونی طبیعت مقتضی ہوتی ہی کہ گاہ گاہ اشعار آبدار اوسکی خاطر خلوت سے جلوہ گاہ کاغذ مین خرامان ہو کر دلرباے اہل ہوش ہوتے ہین یہ چند شعر اوسکے مرقوم ہوے

لطف اس آبلہ پائی کا تو جب تھا مشتاق ‖ کہ ہر اک دشت پہ از خار مغیلان ہوتا

اللہ رے سوز دل کہ مسیحا سا چارہ گر ‖ رکھتے ہی ہاتھ نبض پہ بیچارہ ہو گیا

ہر چند راز دل کو چھپایا نہ چھپ سکا ‖ آخر ہر ایک واقف اسرار ہو گیا

رہتا تھا کہان قوت پرواز تو دیکھو ‖ اس عالم فانی مین مین بے بال و پر آیا

برقع جو اوٹھا اوس رخ تابان سے تو ہمدم ‖ اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آیا

عمر پرواز تو سب قید مین گذری یارو ‖ اب یہ مقدور ہی کہین آزاد نکر دے صیاد

رخسار پر یہ خال سیہ بے سبب نہین ‖ خط پر نہو جو مہر تو خط معتبر نہین

مشتاق

مشتاق تخلص مشتاق علیخان ایرانی الاصل علوم رسمی اور رمل مین دستگاہ تمام رکھتا تھا حسن خط خوبان کے حسن سے خوشنما تر اور طرز سخن کلام دلبران سے دلربا تر شعراے پاے تخت حضرت شاہ عالم بادشاہ سے شمار کیا جاتا تھا یہ شعر اوسکے مرقوم ہوے

کی یک نگاہ یاس جو مژگان یار پہ ‖ سو بر چھیان چلین دل امیدوار پر

رنگ کیون سبز ہی چہرے کا ترے ای مشتاق ‖ کسنے دیکھا ہی تجھے زہر بھری آنکھون سے

مشتاق

مشتاق تخلص مشتاق حسین نامی مرد معمر درویش صفت کا کہ مرید باخلاص مرشد جہانیان سلطان ابن سلطان ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ ہی ہر وقت حرف حق جل جلالہ ورد زبان اور ہر دم یاد الٰہی شغل جان جنان یہ شعر اوسکا مرقوم ہوا

رہی تھی یاد جو زلف سیہ تمھاری رات ‖ تو دل پہ سانپ سا لوٹا کیا ہی ساری رات

مشتاق

مشتاق تخلص غلام علی شاگرد حافظ قطب الدین مشیر مشق سخن کو کہنگی اور طرز کلام کو تازگی بخشی فکر خوب ادا مرغوب رکھتا ہی یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

خط تو بھیجا ہی وہان پر اوڑ گئے ہین ہوش بھی
ہووینگی تسکین سلامت جب کبو تر آئیگا

فرصت کہان جواب دل بیتاب تھا مجھے
اوبجھے ہوے ہین دامن جیب و قبا سے ہم

دم آگیا ہی لب پہ مسیحا شتاب آ
اب ہی دم اخیر دم امتحان نہین

مشتاق ذرا ہوش مین آؤ نہ تکو راہ
کر بیٹھے ہین وہ وصل کا اقرار نشہ مین

ہرجائی ہین سے اوسکے ٹھکانے نہین ہی دل
ہیہہ تا خراب ہوگا مرا نامہ بر کہین

مشتہر

مشتہر تخلص احمد حسین ساکن فرخ آباد شاگرد حافظ قطب الدین مشیر یہ شعر اوسکا مرقوم ہوا

چاہو گے حشر مین تم کس سے ستم کا انصاف
ان بتون کی تو طرف ساری خدائی ہوگی

مشفق

مشفق تخلص احمد بیگ قوم مغل شاگرد مرزا اعظم علی اعظم تخلص الہ آبادی سات برس سے دار الخلافہ آگرہ اوسکا محل بود و باش اور کتابت یا تعلیم اطفال وسیلۂ تحصیل معاش ہی یہ دو شعر اوسکے افکار سے ہین

یہ منھ کہان جو یار سے بوسہ طلب کرین
حسرت ہزار ہو دل امیدوار مین

میرے آنیکا اوسے دھیان جو آجاتا ہی
اوٹھ کے دروازے مین زنجیر لگا جاتا ہی

مشہور

مشہور تخلص پنڈت رادھا کشن شاگرد حافظ قطب الدین مشیر جوان خوش مزاج حلیم طبع یہ دو شعر اوسکے سنے گئے

افلاس مین بھی دل ہی غنی غم کے بدولت
داغون کے درم اور رخ زرد کے زر سے

کس سے ہی عیادت کی تمنا تمھین مشہور
جو جان کا ہو دشمن اوسے کیا کام جگر سے

مشیر

مشیر تخلص یکتائے عہد نسیج وحید سخن سنج بے مثل و نظیر مبدع معنی دلپذیر حدیقہ طراز مضامین رنگین حافظ قطب الدین ارشد تلامذہ بل خلیفہ راشد شاہ نصیر مرحوم ملک سخنوری مین کوس لمن الملک اوسیکے دروازہ پر بجتا ہی اور کشور فادر الکلامی مین نقارہ صاحبقرانی اوسیکے نام پر صدا دیتا ہی متانت تراکیب سے بنائے کلام کو ایسا استحکام دیا ہی کہ تا ناخن اعتراض کلید اوسکے انہدام سے عاجز ہی اور فروغ معنی سے سواد رقوم کو ایسا منور کیا ہی کہ خطوط شعاعی آفتاب اوسکے روبرو اپنی بے نوری پر معترف ہی شاگردان شاہ نصیر نے بعد وفات اوستاد کے

اوسکی قدرت سخن گو دیکھکر مثل قلم سر کو خط فرمان پر رکھا اور اپنے سخن کو اوہی کی نظر اصلاح سے آراستہ کرنے لگے اب تک شاگردون کی تربیت کا آفتاب مرتفع ہی اور کوکب اقبال سخن اوج پر کہ ایسا قدردان کمال اودھر متوجہ ہی اور یہ چاہتا ہی کہ میکدہ سخن کی شراب بغش اور گوہر معنی کی آب بے کدورت رہے آبا و اجداد اس فرح مرتبت کے خاندان اعتبار اور دودمان شرافت سے تھے اور یہ بزرگ خاندان سب کا گل سر سبد اور مظہر سعادات ازل و ابد ہی ہمیشہ روزگار کی مساعدت سے ابنائے دہر مین نہایت جاہ و وقار کے ساتھ بسر کی ہی پیشتر مرزا دارابخت مرحوم ولیعہد سابق کی سرکار مین کارخانجات مختلفہ کی داروغگی سے کہ گویا داروغگی کل کے قائم مقام اور اختیار تمام کے نائب مناب سے ممتاز تھا اور اب بھی خدمات شایستہ سے سرفراز ہی جو کہ موزونی خانہ زاد اور فکر شعر خادم دیرینہ ہی باوجود ہجوم اشغال ضروری کے سخن گوئی اور اصلاح تلامذہ سے کبھی فارغ نہین دیکھا یہ چند شعر اوس یگانۂ روزگار کے افکار گوہر نثار سے ہین

دل لگا لے وہ حسینان وفا دشمن سے
دن برے ہین تو بھلے بھی کبھی آوینگے مشیر
اسقدر بتیا بیان بہتر نہین ہین ای مشیر
گفتگو غیر ہی اوس شوخ جفاجو کی مشیر
وصل سے یاس تا ہو دل کو
کچھ ہوگا تم رقیبون کی طرف ہوگے تو کیا
ناصحون کو کوئی سمجھا و سمجھ کر آئین وہ
ہین کیونکہ شب غم مین جیا مرنے مین کیا تھا
کیا بھروسا مجھے پیغام بر دل کا اپنے
وہ چلے گھر سے یہان دل نہ رہا قابو مین
[illegible] اس بیٹھے ہوتے آپ ہین مشیر
او سپہر جفا کو حشر کا دھڑکا ہی کیون مشیر
الٰہی کونسی جنت ہی بے حور
ارشاد مشیر آپکا جو کچھ ہی بجا ہی

سب جسے منظور ہو دنیا مین پر ارمان ہونا
دل کو قابو ہی مین رکھنا نہ ہراسان ہونا
صبر سے بیٹھے رہو دیکھو خدا کرتا ہی کیا
مشورہ کیونکہ کہون غیر کے شامل ہوا
جھوٹے وعدون کا اعتبار رہا
ای تو میری طرف میرا خدا ہوجائیگا
مشیر ایسا نہین جو پا رسا ہوجائیگا
کس دست تمنا مین گریبان قضا تھا
کسکو مطلب جو کہے کوئی کسیکا مطلب
ہوگئی یار کے آنیکی خبر آپسے آپ
روتے نہین جو دل پہ ہی غم کا غبار آج
بندون سے کیا کہا جو کہینگے خدا سے ہم
کہان لیجاؤ نگا اوس بدگمان کو
کس منھ سے یہ فرماتے ہو جا نا کرینگے

تو ہے کوئی دن کی یہ پھر آپ ہی حضرت	قابو مین نہ دل ہوگا تو کیا کیا نکرینگے

مضطر تخلص پنڈت ماکھیالال پسر پنڈت لشن نرائن ساکن اپلی محلہ جوان خوش ترکیب ہے اہلیت ذاتی اور سعادت جبلی سے بہرہ ور اور زبان اردو مین سخن گستر ہے یہ شعر اوسکا سنا گیا

خنجر جلاد ہے فولاد کا	سخت جانی وقت ہے امداد کا

مضطر تخلص مرزا اسنگی مرحوم نسبت خاندان تیموریہ سے اوسکا سر اعتبار بلند تھا اصلاح شعر مومن خان مومن سے لی تھی اور رسائی طبع اور استقامت فکر مین یہ شعر اوسکا ہے

تھا خود وہ تڑپنے سے خجالت زدہ ہم تو	مضطر کے کبھی خون کا دعوے نکرینگے

مضطر تخلص مرزا خسرو شکوہ عرف مرزا آغا جان ابن مرزا سلیمان شکوہ ابن شاہ عالم بادشاہ شاگرد حافظ عبدالرحمن خان احسان صفائی الفاظ رشک آئینہ حلبی اور رنگینی معنی غیرت نگارخانۂ چین یہ دو شعر اوسکے اشعار آبدار سے انتخاب ہوے

حال مین کس سے کہون ہو دل نالان اپنا	تو ہی جب اپنا نہین کون مرا جان اپنا
ناصحا کیونکہ اوٹھاؤن کہ مری چشم کے ساتھ	ربط رکھتا ہے سدا گوشۂ دامان میرا

مضطر تخلص محمد اسد اللہ ولد شیخ محمد فیض اللہ ساکن قصبہ پلکنہ علاقہ کول صاحب المواہب گزیدہ اور بنا کردہ سراج السالکین شمس العارفین مخدوم انام مقبول خاص و عام عارف بے ہمال شیخ محمد جمال قدس سرہ العزیز سے ہے مدت ہوئی کہ عہدہ وکالت محکمہ منصفی شہر کول پر مامور اور بہ سعادت و اہلیت کے ساتھ مشہور ہے گاہ گاہ فکر شعر ریختہ کرتا ہے یہ دو تین شعر اوسکے افکار سے ہین

ملی فرصت نہ جبین سائی سے	دیر چھوٹا تو حرم یاد آیا
ہے آج اوس پہ دیکھ لب گور خندہ زن	روتا رہا تھا در پہ ترے جو تمام شب
لے اوڑی طرز فغان بلبل نالان ہمسے	گل نے سیکھی روش چاک گریبان ہمسے

مضطر تخلص مرزا مظفر پسر متوسط مرزا شاہ رخ مرحوم ابن حضرت ظل سبحانی دام ملکہ خوش فکر اور خوش مزاج ہے اور مشورہ سخن اول ذوق مرحوم سے تھا اب راقم تذکرہ سے ہے یہ دو شعر اوسکے افکار سے ہین

ٹالا یا تون ہی مین ہمین تمنے	جب کبھی وصل کا سوال کیا

معروف

کیا گذرتی ہی رفتگان پر ہاے | کوئی کہتا نہین عدم کی بات

معروف تخلص نواب الٰہی بخش خان مغفور برادر نواب احمد بخش خان مرحوم والی فیروز پور جھرکہ تعلقات دنیا کو ترک کرکے گوشۂ عافیت مین توشۂ راہ عاقبت کو بہم پہونچایا اور لباس احوال کو طراز فقر سے سطرز فرمایا فن شاعری سے مناسبت تام تھی مدت مدید تک مشق سخن شاہ نصیر مرحوم سے کی تھی لیکن طبیعت خداداد کی رہنمائی سے کشور سخن مین برخلاف اوستاد کے ایک رستہ اور صاف اور پاکیزہ ہاتھ لگ گیا صاحب دیوان اور اس فن مین صاحب اقتدار تھا اصناف سخن پر قدرت اور انواع کلام سے آگاہی سو بیت تسبیح زمرد نام حسن سبز کے وصف مین اوس سے یادگار ہین مدت ہوئی کہ جہان فانی سے عالم باقی کی طرف راہی ہوا یہ چند شعر اوسکے کلام بلند مقام سے منتخب ہوے

اشعار دیوان

ایسے ہفتہ دبست کی خاطر یہ مت جا ای رقیب | چار دن کی بات ہی یارون سے بھی یارانہ تھا

آئنہ سان کیا غرض ہمکو بد و نیک سے | سامنے جو آگیا ایک نظر دیکھنا

اور تو باتین بُری چھُٹ گئین سب جیتے جی | آنکھ مُندے پر چھٹا ایک مگر دیکھنا

بڑا سنتے تھے ہم روز قیامت اور روز دن سے | قیامت سے بڑا نکلا جو دیکھا روز ہجران کا

تجلو دنیا مین سیہ بخت اگر کرنا تھا | رنگ خال رخ جانان ہی بنایا ہوتا

زندگی اب کسطرح ہو دیکھیے معروف کی | بے طرح پھرتا ہی کچھ اوسکو وہ قاتل ڈھونڈتا

کہان تک راز عشق افشا نکرتا | مثل یہ ہی کہ مرتا کیا نکرتا

دل کے ہاتھون سے ہون ای حضرت ناصح ناچار | ورنہ ہی یو ہین جو کچھ آپنے ارشاد کیا

جلوہ جہان خوشی ہوا ای مست ناز کرنا | دل اور آئنہ مین پر امتیاز کرنا

آہ مین اپنے جی سے درگذرا | دل نہ پر عاشقی سے درگذرا

ہوگئے تم تو میرے دشمن جان | ایسی مین دوستی سے درگذرا

ملا کیجے جو ناصح سبز رنگون سے تو مُہر کیا ہی | اثر ہوتا نہین ہی زہر رکھیے گر ہتھیلی پر

کرتا ہی نہ کچھ سوے عدم تو ہی سفر پیش | ای نقش قدم سبکو یہی راہ ہی درپیش

مفت بر باد مری خاک ہوئی جاتی ہی | اوسکے کوچے مین صبا کاش اوڑا کر لیجاتی

جامہ سے بوے گل کی طرح ہم نکل چلے | ای جنون دی یہ تیرے نشہ کی ترنگ ہی

گویا ایک برق ہی لیکن حاسدون کے خرمن جان کیواسطے ہر چند قدرت سخن سنجی سے انواع کلام اور اصناف نظم پہ قادر ہی لیکن غزل گوئی کی طرف توجہ غالب اور طبع معنی آفرین اسی صنف کی طالب ہی
یہ اشعار تحریر تذکرہ کے وقت ایک دوست کی معرفت ہاتھ آگئے تھے مرقوم ہوئے

ہم گیا آج حسد انجمن معین خستہ
ایک موزون سا جوان تھا کبھی دیکھا ہوگا

آستین روز سیہ سے دیکھ لیا
ہم سے منا کرتے تھے بلا ہی عشق

تیشہ دل آنکھون مین کچھ آتے ہین کس شوخ کے
سیر ہی مژگان پہ گمان کرکے تمہارے تیر کا

مشق ناتوانی ہم سے اوٹھ نہین سکتے کوئی اوٹھائے
ضعف کی دولت ہارے ہم بھی اتنی طاقت رکھتے ہین

نہ چاہا حسن نے آزردہ اوس نازک کلائی کو
کیا خبر تبسم نے ادا تیغ آزمائی کو

جلے گا تا کوئی آتش افسردہ سے ظالم
ہمارے دل پہ رکھکر گرم کر دست حنائی کو

کھینچنے سے تیرے وصل کی شب بھی نہ وا ہوئے
یہ عقدہ ہائے دل ترے بند قبا ہوئے

ترے فراق مین جیا ہی کسی کا تھا نہ دماغ
گر یہ اپنا ہی زخم جگر ہی کیا کہیے

تری جفا کی حکایت اور اپنا حال وفا
یہ چھپنا یونہین عمر بھر ہی کیا کہیے

سننا ہی بات ہے بے اعتبار کیا سنیے
اور اونہی کہیے تو وہ بے اثر ہی کیا کہیے

دست وحشت نے کیا آوارہ
کہ تر اگھر میرا گریبان ہی

دل ہر صد چاک سینہ کے اندر
اور باہر میرا گریبان ہی

دیکھکر بخیہ سمجھے ناصح
بند وہ پر در میرا گریبان ہی

مضطر

مفتون منشی حکیم دون انگوسٹین ڈسلوا پر تکیزخان ابن جون کلیم البشن ڈسلوا ابن تکیزخان مخفی ہے مرزا کہ یہ شخص قوم پرتگیز اور باشندگان قدیم شہر بنگال سے ہی اسکے اجدادون سے ایک شخص تھا علم طب مین ماہر پیدرڈو نام شاہ پرتگال نے اوسکو پیدرڈ ڈسلوا ہین دو تو خطاب دیا وہ کسی تقریب سے حضرت شاہجہان آباد مین وارد ہو کر محمد شاہ بادشاہ کی کسی پرستار خاص جلبا نہ نام کی معرفت عہدہ طبابت پہ مامور ہوا جو کہ بہانہ جوئی الطاف شاہی حقیقی سے اوس پرستار نے اوسکے علاج سے شفا پائی پیشگاہ عنایت سلطانی سے خردمند خان خطاب مع پالکی جھالردار اور منصب ہفت ہزاری عطا ہوا پھر راجہ جیپور نے بادشاہ سے درخواست کی اور اوسکو اپنے ساتھ جیپور کو لیگیا اوسکی ذریات جیپور مین ساکن اور اگستین صاحب اس تخلص کا بھرت پور مین زمرہ اطبا مین منسلک ہی اخلاق وسلیقے پاکیزہ اور زبان ریختہ اوسکی شستہ کمال تعجب ہی کہ اصل و نژاد سے انگریز اور نشو و نما یافتہ جیپور کا اس نواح کی زبان کے الفاظ درشت کی دل کو بھی بیان سے

مستغنی ہی اور اسپر زبان کی یہ صفائی اور روزمرہ ایسا پاک ہی کہ گویا یہ تازہ نہال گلزمین شاہجہان آباد سے سرسبز ہوا ہی یہ اشعار اوسکے سخن سے انتخاب ہوے

اٹکا ہون کسطرح پہلو سے ٹکرا اوسکے پیکان کا | کہ مدت ہین گذر دل ہین ہوا ہی آکے مہمان کا
بزم ہین خوب ہی چلتی تلوار | ذکر ابرو نہوا خوب ہوا
کیا غم دل خراب بنا اور بگڑ گیا | پانی کا تھا حباب بنا اور بگڑ گیا
کس جا پہونچ کے آہ تھکی دیکھیے نصیب | جس وقت رہگیا فلک پیر ہاتھ بھر
رنگ حنا ہین بلا وفا کا نہین ہی نام | مفتون کے خون ہین وہ بت بے پیر ہاتھ بھر
عجب تیرے کشتے کا دیوانہ پن ہی | نہ تابت لحد ہی نہ تار کفن ہی

مفتون

مفتون تخلص مرزا کریم بخش مرحوم نبیرہ حضرت عالمگیر ثانی اور داماد سراج الدین بہادر شاہ دام ملکہ یہ اشعار اوسکے طبعزاد ہین

آج وہ دن ہی کہ ہم بسمل ہین وہ خنجر بکف | دیکھتے ہین ہم مواللہ کی قدرت کو ہم
غیر سے ملتا ہی وہ مفتون ہمارے سامنے | کوئی دن کو کام فرماتے ہین اب غیرت کو ہم
غیر کے واسطے ہوا ناخوش | قدر تو نے ہماری کیا جانی

ملول

ملول تخلص محمد یار ساکن بچھڑاون مدت ہوئی کہ حالت طالبعلمی کی تقریب سے وارد دہلی اور شعر و رزقا ہے لیکے شعر مین اصلاح کا طلبگار نہین یہ شعر اوسکا پسند آیا تھا سو لکھا گیا

کسکی مژگان کی چھیڑ ہی کہ ملول | دل ہین کچھ خار سا کھٹکتا ہی

ممتاز

ممتاز تخلص سید میان شاگرد حافظ قطب الدین مشیر یہ شعر اوسکا سنا گیا

بھول کر ممتاز کسکو دل دیا | جان سے دشمن نے مجھے کیا ہو گیا

ممنون

ممنون تخلص یگانہ عصر و وحید روزگار زبدہ کملاے ہر دیار روانی اقلیم سخنوری مالک ملک معنی پروری ہم آغوش معانی بکر ہمدوش شاہدان فکر چاشنی گیر مضامین دلنشین میر نظام الدین خلف ملک الشعرا امیر قمر الدین منت غفر اللہ لہما اوصاف اُس کامل الصفات کے حوصلۂ تحریر سے افزون اور حد تقریر سے بیرون ہین ریختہ ہین ایک طرز تازہ اختراع کی اور حق یہ ہی کہ بموجب اس فحوا کے کل جدید لذیذ اوسکی لذت کے روبرو نعماے موائد قدما سے جی سیر ہو گیا پیش گاہ عنایت سلطانی سے فخر الشعرا خطاب اور دبستان لطف ازلی ہین حضرت رحمن سے تلمذ کا انتساب طبیعت لآلی شاہوار سخن کی نیسان دل گوہر آبدار معنی کا عمان بلندی فکر سے کنگرۂ عرش پست اور نشۂ معنی سے اہل سخن کی طبیعتین مست شوخی غزل کے سامنے جوانون کی طبع

خجل متانت قصیدہ کے روبرو پیروان کی وضع منفعل نہایت ظاہر الیکہ بہ حیثیت اجتماع مداد کثرت
صمغ کی امداد سے سعی کرے زبان قلم کا رقم القیام نہ پاوے اور شیرینی ادا ایسی کہ اگرچہ حیلہ حسد
طلاقت لسان کی کمک سے اہتمام کرے چارۂ خاموشی ہاتھ نہ آوے نقطہ اوسکی غزل مین سوز
وگداز کے اثر سے رنگ گل اور طراوت شبنم پیدا کرے اور وہان دوام مضمون شور و فغان
ہنگامہ قیامت برپا تراکیب فارسی کو زبان ریختہ سے ایسا ارتباط تھا کہ کمال آشنائی سے
بیگانگی کا اثر نہین پایا جاتا اور عقد ریزت کو الفاظ قریب الفہم سے اسطرح جلوہ دیا کہ ماہ سی روزہ
کے مانند کوتہ نظر بھی اوسکے نظارہ مین دھوکا نہین کھاتا کو سواد ان کم فہم کہ اسکے
سخن مانند کے سعی غریب اور مضامین دل فریب اور نکات باریک کو سمجھ نہین سکتے خود اوسکی
طرف التفات نہین کرتے اور ارباب فہم کہ سواد روشن اور طبع سلیم رکھتے ہین غرائب تشبیہ
و استعارات اور دو آہنگی اور تلمیح اشارات اور متانت تراکیب اور سلاقت اسالیب
اور برجستگی نکات اور بلندی ابیات مین تو کچھ سخن نہین کر سکتے لیکن اس غرض سے کہ نا سخن
دقت کی کاوش اور طبیعت رسا کا دخل ظاہر ہو کہین کہین سرقہ کے ساتھ متہم کرتے ہین
یہ بزرگوار خیال نہین کرتے کہ ایسا سخن سنج پرمایہ کہ اگر اوسکے صندوق سینہ کو واکرین گنجینۂ تحت العرش
کے مقابل ہو دوسرا خزینہ شمار مین آوے معانی پیش پا افتادہ چند کو کس امید پر زمین بیگانہ سے
التقاط کرتا اور اونسے کس افزونی کی توقع پر اپنا خزانہ بھرتا سخن چینون کی عنان طبیعت اگر
تعصب کے ہاتھ مین نہوتی اوس کلام مین احتمال توارد کو راہ دیکر معذور رکھتے اور باقی سخن کے
لطف سے طبع انصاف کو مسرور اور اگر سرقہ کو بھی تسلیم اور اوس پاک دامن کو ناکردہ گناہ سے
ماخوذ کرین تو بھی اگر حد اعتدال سے تجاوز اور دائرۂ انصاف سے خروج وقوع مین نہ آوے
تو اون دو چار شعر کے سوا باقی کلام کو دیکھین اور انصاف سے نظر کرین کہ اتنا سرمایہ کس صاحب
قدرت کو حاصل ہوا ہے غزلون کا ہجوم غزالان دشت ختن سے بیشتر قصیدون کا انبوہ کوکبۂ
سلاطین سے اکثر مصرعہ ہاے رباعی سے عناصر اربعہ کے مانند ابعاد ثلاثہ مشحون اور ابیات
قطعہ تضعیف بیوت شطرنج کی طرح شمار سے افزون مدت مدید تک نواح اجمیر مین عہدہ
صدر الصدوری پر مامور رہا آخر ضعف پیری کے عذر سے اوس مشغلہ سے دست کش اور
شہر شاہجہان آباد مین خانہ نشین ہوا دس گیارہ برس کا عرصہ ہوا کہ سفر آخرت اختیار کیا جناب
اوستادی مولوی امام بخش صہبائی مدظلہ العالی نے یہ قطعہ تاریخ موزون اور ہر بیت کو معانی

دلنشین سے مشحون کیا

میر ممنون از جہان بگذشت و نزد عالمے
زندگی را از ممات او بود حکم ممات

سر بجیب عقل بردم گفت آنگہ پیر عقل
شاعر شیرین زبان ہند تاریخ وفات

دیوان فصاحت بنیان سے یہ اشعار آبدار انتخاب ہو کر سخن فہمان انصاف دوست کی نظر مین جلوہ گر کرتے ہین

اے آہ بے ادب نہ اسے آگ سے کہ ہی
دل جلوہ گاہ پردہ نشینان راز کا

برا مانیے مت مرے دیکھنے سے
تمھین حق نے ایسا بنایا تو دیکھا

نہ کی غمزہ نے جلادی نہ ان آنکھون نے سفاکی
جسے کہتے ہین دل اپنا وہی قاتل ہوا جان کا

الٰہی وہ جو وعدہ ہین وفا کس طرح ہونگے
نہ وان خو یاد آنے کی نہ یان شیوہ تقاضا کا

گمان نہ کیونکہ کرون تجھپہ دل چرانے کا
جھکا کے آنکھ سبب کیا ہی مسکرانے کا

یہ سینہ ہی یہ جگر ہی یہ دل ہی بسم اللہ
اگر خیال ہی تلوار آزمانے کا

مجھے یہ درد ہی معلوم مثل بلبل بن
نہ میری خاک پہ کر قصد پھول لانے کا

ممنون کی گریہی بالیدگی ہی تو آخر
دل گرفتہ نہین سینے مین سمانے کا

جھلکی نگہ مین ہی ڈھب پرسش نہانی کا
حیا مین زور دیا رنگ مہربانی کا

کمان سے روز دل و سینہ و جگر لاؤن
تمھین تو کھیل لگا ہاتھ تیغ رانی کا

نہین بچا مرض عشق سے کوئی ممنون
ہمین دریغ بہت ہی تری جوانی کا

تا عدم ہی شور اپنی آہ کی تاثیر کا
ہی سویداے دل عنقا ہدف اس تیر کا

خفتگان خاک کے سر پر قیامت ہو گئی
غالبا ہنگامہ پھر اوٹھا کسی رفتار کا

جس برق نے جلا کے کیا خاک طور کو
روکش ہی اوس سے حوصلہ اپنی گیاہ کا

تسلسل ہوا ہی لب پہ ہر حرف آرزو کا
ہی زور رنگ تیرے کشتون کی گفتگو کا

چلکے ہی نیم تبسم پہ خون بہا اپنا
ہمارے قتل پہ کیا ہی سبب تامل کا

رہتے ہی روکش نشتر ہر آبلہ دل کا
یہ حوصلہ ہی کوئی بلبے حوصلہ دل کا

رواں ہی خون چپ و راست دونون آنکھون سے
جگر کا سوچ جدا فکر ہی جدا دل کا

تیرے قامت نے کیا خوب ہی سیدھا اسکو
سرو گلشن کو بہت دعوے رعنائی تھا

بدگمانی سے ڈرا ورنہ لیا تیرا جو نام
دیکھتا بوسے کی خاطر مین لب دلالہ تھا

کھل چلے ہین کیا نقاب پیرہن کے بند کیا
ایک پردہ شرم کا تھوڑا سا حائل رہ گیا

غنچہ کو اوسکے آگے تھا لاف خوش دہانی
کچھ جو وہ بول اوٹھا تو کیسا جواب آیا

تمام درد ہون معلوم کچھ نہین کہ کہان
ترے خدنگ نے کی ہی تن نزار مین جا

اللہ ری گداوگداز ہر نفس کے ساتھ
الماس ریزہ تھا کہ نیا زگلو ہوا

پردہ کس چہرہ سے تھا رات وہ اوٹھ اوٹھ جاتا
پرتو اک برق کا سا شامل مہتاب رہا

کیا تب دل ہجر تہ خاک کہ تربت پہ مری
تھمایا سا گل رخ لالۂ شاداب رہا

تھا حسن مین نہ رنگ ادا کا نہ ناز کا
یہ نقش یادگار ہی آئینہ ساز کا

شغل شب فراق یہی تھا کہ وصیان مین
اک اک شکن گنا تیری زلف دراز کا

ہائے کس سوختہ کی نبض پہ رکھی انگشت
کہ مسیحا کو بہت ہاتھ جھٹکتے دیکھا

کل وصل مین بھی نیند نہ آئی تمام شب
اک بات بات پر تھی لڑائی تمام شب

کس لیے ادب کو عرض ہوس ہر نگہ مین تھی
آنکھ اوسنے بزم مین نہ اوٹھائی تمام شب

ہائے بیکاری وحشت کہ رکھین مشغلہ کیا
نہ تو داماں ہی ثابت نہ گریباں درست

ایک دل تھا کہ ذرا اوس سے رہے تھین باتین
ہم غلط کرنے کو وہ بھی نہ رہا یا قسمت

شب وصال کا جو دم ہی سو غنیمت ہی
سفیدۂ سحری آج مت شتاب چمک

منتظر

منتظر تخلص میان جان خان ساکن معمورہ کوٹلہ جسکی زمین برکت قدم فیض توام مخزن نبی آدم علت غائی وجود عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرش برین پر ناز رکھتی ہی مرد فہیم اور صاحب طبع سلیم تھا ڈھولک بجانے مین کوس صاحب قرانی اوسیکے نام پر آواز دیتا تھا چند سال ہوسے کہ عندلیبان گلشن فردوس کے دم کشی کی شوق مین دشت عدم کو راہی ہوا کبھی کبھی شعرگوئی کی طرف بھی متوجہ ہوتا تھا یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

ہمیشہ خانۂ زندان ہی مین رہا لیکن
برنگ نالۂ زنجیر مین سفر مین رہا

اوٹھا دیا جو نقاب اوسنے اپنے عارض سے
چراغ طور سا روشن ہمارے گھر مین رہا

منتظر مر نہ گیا ہائے شب ہجر مین تو
سامنے اوسکے پڑا تجھکو پشیمان ہونا

گلشنی

گلشنی تخلص منشی مول چند قوم کایتھ شاگرد ازلی شاہ نصیر مرحوم اور ملازم ابدی سرکار فیض آثار سلطانی حضرت شاہ عالم بادشاہ کے حضور مین قصائد مدحیہ پڑھتا رہا شمشیرخانی کو اردو مین نظم کیا ہی عرصہ بعید ہوا کہ عالم باقی کی طرف رحلت کی یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

مائل اوس رخ کا کب آتے گل سایہ کے تلے — تجھ کو کاکل جلے کب سنبل کے سایہ کے تلے
زیر مژگان جون ساغر ہی مرے شک و لخت دل — ایک نے دم کا ہے دو پل جل کے سایہ کے تلے

منصف — منصف تخلص مرزا احمد بخش بہادر خلف مرزا خجستہ بخت بہادر مرحوم ابن حضرت فردوس منزل شاگرد حافظ عبدالرحمن خان احسان علیہ الرحمۃ والغفران یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

نرکھ یاد زلف سیہ تو ہم اے دل — یہ لاویگی سر پر بلا با دیکھنا
ہمیشہ تو باتین بناتا ہی مجھ سے — یہ باتین تو اہی بے وفا یاد رکھنا

منعم — منعم تخلص منشی موہن لال قوم کاتیتھ شعر فارسی کہتا تھا مدت ہوئی کہ انتقال کیا یہ چند شعر اوسکے اشعار سے انتخاب ہوے

چہ رنگ و بو کہ دل غنچہ در نہان دارد — بود بہار دگر عالم خموشی را
ہنوز خاک زیار رنگ غزالان است — شہید غمزہ چشم کرشمہ دان ترا
نظر کن نظر بر دل سخت منعم — کہ سنگ فسان ست تیغ جفا را
زقید پیچ و تاب زلف او فرصت کجا منعم — اسیر حلقہ دل بستگی باشد فراغ ما

منعم — منعم تخلص مکند لال قوم کاتیتھ شاگرد پنڈت نراین داس ضمیر تخلص محکمہ صدر الصدوری شاہجہان آباد مین عہدہ پروانہ نویسی پر مامور ہی گاہ گاہ شعر ریختہ کہتا ہی یہ شعر اوسکے کلام سے ہی

ہوا جب وہ خرامان وہ پری پیکر گلستان مین — ہر اک گل آنکھ نیچی کر رہا تھا جو چمن مین تھا

منیر — منیر تخلص ضیاء الدین حسین پور شاہ نصیر مرحوم مرد خوش اسلوب و وجاہت ظاہری سے بہرہ ور طبع تلاش معنی مین رو براہ عرصہ بعید ہوا کہ عالم فانی کو پدرود کیا یاران ہمرنگ اوس گرم صحبت کی مہاجرت سے آج تک داغ الم کو سینہ و دل پر تازہ رکھتے ہین یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

اے عزیزو ذقن یار سے کیا چاہتے ہو — چاہ مین دیدہ و دانستہ گرا چاہتے ہو
ولا پرور دکھا دے مانگ اوس شاخ مسیحا کی — مجھے یا کوٹ دے ہیرا کھرل مین مانگ ہیا کی
بنا سرمہ کا و نبالہ قریب چشم گلرو ہی — زبان باہر نکالے حسن کی گرمی سے آہو ہی

موج — موج تخلص سرایندہ بے مثل و عدیل خدا بخش نام ساکن اکبرآباد اگرچہ بیشتر اقسام سرایندگی سے ماہر تھا اور گانے پر قدرت تمام رکھتا تھا لیکن قوالی و مرثیہ خوانی مین مصروف اور انکثیر

وہ اوسکا اطراف واکناف مین مشہور تھا آواز مین درد اور سلاست مین اثر ایسا تھا کہ پتھر کا دل پانی ہوجاتا یہ اثر فقط مہارت فن کا طفیل نہ تھا بلکہ گداز دل اور سوز سینہ کے بدولت تھا اور یہ سوز و گداز عارفان باکمال کی صحبت کیمیا خاصیت سے حاصل ہوا تھا گاہ گاہ ریختہ کہتا تھا یہ دو شعر اوسکے زبان خلق پر ہین

جسکی فرقت مین ایک آن گوارا ہی نہین ۔۔ وہ کسی طور جو دیکھا تو ہمارا ہی نہین
بحر مین عشق کے ای موج تو نہ مار یہ پیر ۔۔ یہ وہ دریا ہی کہین جسکا کنارا ہی نہین

موزوں تخلص مرزا قادر بخش خسرو پور صاحب عمیدان مرد قابل اور مسائل علم عروض و قوافی سے واقف ہی شعر کی اصلاح کبھی حضرت احسان مرحوم اور کبھی احقر سے کی ہی یہ اشعار اوسکے طبع زاد ہین

خموش ہوکے بھی گویا کہ ہم نہین خاموش ۔۔ یہ دل بغل مین نہ موجود گر ہو کہنے سے
نگہ جو پارہ ہی میرے جگر کے عیبرون کو ۔۔ ہوتی ہی تار دل چاک کے رفو کے لیے

مومن تخلص سخن سنج بے عدیل محمد مومن خان مرحوم غفر اللہ لہ زمین سخن اوسکی بلندی فکر رشک افلاک اور اوج فلک اوسکی علو طبع کے مقابل پستی خاک عروس معنی اوسکے حجلہ طبع مین شوخ و برجستہ راز غیب اوسکے سینۂ قلم مین سربستہ خامہ اوسکی موز معنی سے نخل طور اور ورق اوسکے فروغ مضامین سے مطلع نور مصرع آہ اوسکی غزل عاشقانہ مین تہمین اور اسرار یقین اوسکے ابیات عارفانہ مین گوشہ گزین سخن سنجان عصر ہر چند بالا دوی فکر سے عرش تا فرش تھے لیکن جو کہ یہ والا نگاہ اپنی ہمت عالی کے اوج سے سبکے احوال پر نگاہ کرتا تھا ہر بلند اوسکو پست اور ہر بزرگ اوسکو خرد نظر آتا اور وہ بے تصنع اوسکا نام اوسی پندار کے موافق زبان پر لاتا اور ہر چند مساحان اقلیم کمال منازل دور و دراز طی کر کے نشیب و فراز سے واقف اور راہ وے راہ سخن سے آگاہ تھے لیکن یہ چابک خرام کمال پیش بینی سے مراحل بیشمار باقی پاتا اونکو کاہل قدم اور شکستہ پا جانکر بے اختیار ریشخند کرتا اور اون تیز قدمون کو نقش پا سے نارساتر بتاتا جو کہ کوتاہ بینان روزگار اس والا پایگی اور علو ہمت سے آگاہ نہ تھے اوسکی نگاہ کو عیب بین اور اوسکی زبان کو خردہ گیر تصور کر کے زبان سرزنش باز اور طومار شکوہ دراز کرتے ایک دیوان ضخیم کہ اصناف سخن پر مشتمل اور اوسکے سامنے فصاحت سحبانی خجل ہی اور مثنویات متعددہ مثل قصۂ غم اور شکایت ستم قول عمین اور تف آتشین اوس قادر کلام سے صفحۂ سعد نگار پر یادگار ہین

ہر چند زبان اردو مین تو علم یکتائی بلند ہی تھا لیکن کمال [illegible] ملک [illegible] کی
[illegible] مین ایک سو پچاس [illegible] بلبل ہند و بلبل شیراز [illegible] کر دیا تھا غزل [illegible] کیا
کا تذکرہ [illegible] اگر [illegible] بمقتضای محبت طبعی اور قرابت [illegible] کے تقاضے سے اوسکی
تیسیر [illegible] عبدالرحمن [illegible] تخلص [illegible] تسکین کے عہد کا اہتمام مین [illegible] وحید عصر فرید دہر
[illegible] آوارہ حکیم احسن اللہ خان سلمہ الرحمن کو شفا [illegible] کے اہتمام سے قدم بڑھا کر
[illegible] سے [illegible] ساقی کی ترویج پیش نہاد ہمت ہی کہ وہ دیوان منصۂ طبع مین جلوہ گر
ہو کر شہرت تمام پیدا کرے اتفاقاً قضا و قدر سے ایک روز ایک مکان کے بام بلند پر مضمون معنی کے
تصور مین [illegible] لغزش پا سے اوج سخن سے پستی زمین کی طرف مائل اور اس مضمون پست پا
افتادہ کی بجانب متوجہ کیا ہر چند اوس بام کی بلندی چندان پایہ نرکھتی تھی لیکن کچھ آسمان کی
کج روی اور کچھ زمین کی ناہمواری سے دست و بازو مین ضرب شدید پہونچی اوس شدت الم
مین اس حادثہ جانکاہ کی تاریخ یہ پائی گویا اوس کوٹھے سے پانون کا پھسلنا بام معنی کا
نردبان تھا

[illegible] گفتم چہ رفتہ گفتا	خود با خبر و [illegible] گفتم شکست دست و بازو
گفتم [illegible] هیچ [illegible] مصیبت	گفتا خموش گفتم شکست دست و بازو

چونکہ [illegible] شدید [illegible] وہ رنج دیا کہ اوسکا تحمل حد بشر سے خارج تھا آخر الامر اوسی سال مین
کہ [illegible] سو [illegible] ہجری تھے [illegible] آخرت اختیار کرکے وابستگان جگر فگار کے دل کو رنج اور داغ
مین مبتلا اور حوران فردوس کو سعادت استقبال سے مستعد کیا اس مرنا گزیر کے کئی مہینے
[illegible] نواب مصطفیٰ خان بہادر شیفتہ تخلص کہ انسان صورت [illegible] ہیں رویاء صادقہ مین
دیکھتے ہین کہ گویا [illegible] مومن خان کا خط آیا ہی اور اوسکے خاتمہ پر خط سبز سے مرقوم ہی مومن اہل الجنۃ
وسعت رحمت سے کیا بعید ہی کہ جوش دریاے مغفرت نے اوس مستحق کرامت کے دامن کو
لوث عصیان سے پاک کر دیا ہو صدق اللہ عز و جل قال عذابی اصیب بہ من اشاء و رحمتی
وسعت کل شیٔ

ابر رحمت سخت بے پروا خرام استای صدف	تا کدامی قطرہ اینجا باز گرداند عنان

اس سانحہ عبرت افزا کی تاریخ ہی وہ مصرعہ جو میر حسین تسکین کی سال وفات اوس سے
معلوم اور اوسی کے ذکر مین مرقوم ہی مرزا اسد اللہ خان غالب نے اس رباعی کی عبارت مین

اظہار الم اور اس نظم کے پیرایہ مین انشا نے کیا

شرم است کہ روی دل خراشم ہمہ عمر ۔۔۔ خونابہ برخ دیدہ پاشم ہمہ عمر
کافر باشم اگر بمرگ مومن ۔۔۔ چون کعبہ سیہ پوش نباشم ہمہ عمر

راقم آثم بھی از بسکہ مومن جنت نصیب سے رابطہ محبت کا مستحکم رکھتا تھا فکر تاریخ مین سیر ہوا ناگاہ معدن ضمیر سے ایک لعل آبدار اور ایک گوہر شاہوار ہاتھ آیا

برلب کوثر و تسنیم برفت ۔۔۔ تشنۂ جام محبت مومن
گفت تاریخ وفاتش صابر ۔۔۔ یافت مقبولی جنت مومن ۱۲۶۸ھ

حافظ

اجودھیا پرشاد صبر تخلص نے ماتم مومن خان مادۂ تاریخ پایا اور خوب پایا اور محمد شاکر صدق تخلص نے بھی ایسا ایک مادہ پایا ہی کہ اوس مادہ سے پایہ مین کم نہین
مومن آباد کرد خلد برین
اب چند شعر لکھکر ماتم مومن خان مرحوم کو تازہ ۱۲۶۸ھ اور اس الم کو بے اندازہ کرتا ہی اور سخن کی بیکسی پر نالہ اور معنی کی مظلومی پر نوحہ سر کرتا ہی

فارسی

خواہم از درد فراق تو بفریاد رسم ۔۔۔ خوش کنم خاطر از وعدہ پشیمان ترا
گر بحال من جان لفتہ دلت مے سوزد ۔۔۔ ہم نفس کو اثر آہ شرر افشان ترا
سودا شگون ز ناخن بالیدہ ام گرفت ۔۔۔ بند قبای تنگ تو وا میکنیم ما
نہ از کین مے شگافد آن ستمگر سینۂ ما را ۔۔۔ کہ بہر آرزوے خویش خالی میکند جا را
بود گر گوشۂ چشمے ز تو دیگر نگہدارم ۔۔۔ توان ناتوان تار شکیب ناشکیبا را
چسان بر نالہ ام گوشے نہد بیدرد میداند ۔۔۔ محبت ہاے پنہان را شکایت ہاے پیدا را
پری روئے بدنیا خواہم و حورے دران عالم ۔۔۔ زبون بودست طالع مختصر کردم تمنا را
خوش نیست دورہ چرخ و مہ و آفتاب را ۔۔۔ از نو بنا نہید جہان خراب را
باشد سزاے وصل تو عاشق نہ بوالہوس ۔۔۔ اے آنکہ فتنہ و بلائے بیا بیا
بہر فتنہ کشد تنگ در کنار مرا ۔۔۔ ربودہ خواب در آغوش روزگار مرا
بگوئی قتل مومن از براے ترک دین کردم ۔۔۔ جواب آموزمت امروز پرسشہاے فردا را
باین طپیدن دل زیستن گمان دارم ۔۔۔ خیال طاقت دیروز کردہ ام امشب

ہمارے خونبہا کا غیر سے دعوی ہے قاتل کو
کوئی تیر اوسکا دل مین رہگیا تھا کیا کہ آنکھون سے
کیا مرتے دم کے لطف مین پنہان ستم نہ تھا
مومن دیندار نے کی بت پرستی اختیار
راز پنہان زبان اغیار تک نہ پہونچا
جان و دل پر لشکر آرائی تھی حسرت یاس کی
عاشق ہو کہین کہ او نخین قتل غیر مین
ہجر بتان مین تجکو ہے مومن تلاش زہر
تھی وصل مین بھی فکر جدائی تمام شب
ہم تو سمجھے نہین تا شام وہ آتے تو کیا
ہوتے ہین پائمال گل اسے باد نو بہار
شاید کہین تو نے بھی اوسے خواب مین دیکھا
میرے مرنے سے بھی وہ خوش نہوا
تھا عجب کوئی آدمی مومن
موت بھی آنہ پھری پاس ہمارے شب ہجر
افلاس سے کھایا کیے غم سبز خطون کا
کس ضبط پر شرار فشان ہے فغان شمع
وہان تاب رخ اور یہان آتش دل
کوئی سنتا ہی نہین بکتا ہے کیون دیوانہ وار
ٹھانی تھی دل مین اب نہ ملینگے کسی سے ہم
اتنی بھی دیر آنے مین کیا جانے کیا ہے
آبرو رہ گئی مرنے کی کہ روتے تو ہین وہ
یہ طاقت ضعف مین بھی ہے فغان کو
وفا سکھلا رہیگا دل ہمارا
شب غم کا بیان کیا کیجیے

یہ بعد انفصال ابد او رہی جھگڑا نکل آیا
ابھی روتے ہین اک پیکان کا سا کانٹا نکل آیا
وہ دیکھے تجھے سانس تو اور مجھ مین دم نہ تھا
ایک شیخ وقت تھا سو کئی برہمن ہوگیا
کیا ایک بھی ہمارا زخم جگر رفو نہ ہوچکا
مفت اس بلوسے کی شستوان تنہا ہوگیا
مشکل بنی کچھ ایسی کہ نا حل نہو سکا
غم سے پیچ حیرت اور مشکل نہو سکا
وہ آتے اور نیند نہ آئی تمام شب
اے دعا سے سحر بے تاثیر نہ اٹھی صبح
کس سے اوڑائی تو نے یہ رفتار کی طرح
آنکھین تری ہی اے ہمت ہین کیون اٹھ پھر بند
جی گیا یون ہی ہے اسکا ان افسوس
مر گیا کیا ہی نوجوان افسوس
سچ تو یہ ہے کہ برے وقت مین کیسا اخلاص
افسوس کہین زہر بھی ہمکو نہ ملا قرض
اک برق تھی جو لال نہوئی زبان شمع
جدھر دیکھو اودھر ہے جلوہ گر آگ
میرے دل کے ساتھ اس سحر کا بھی کیا جانا ہے دل
پر کیا کرین کہ ہوگئے ناچار جی سے ہم
پھینکا ہے جذب شوق سے یوسف کو چاہ مین
اشک شادی ہی سے گو چشم کو نم کرتے ہین
کہ دیسے ٹپکے زمین پر آسمان کو
تمھاری خاطر نامہربان کو
ہے بڑی بات اور چھوٹا منھ

نجانے کیون دل غنچۂ چمن پہ ہنسگی گئی	بہار وضع تری مسکرا کے آنے کی
ہر ایک خلق کا خون سر پہ اوٹھا کے ستمگر مرے	سکھائی طرز اسے دامن اوٹھا کے آنے کی
اف ری گرمی محبت کہ ترے سوختہ جان	جس جگہ بیٹھ گئے آگ لگا کر اوٹھے
چھوٹ کر کہان اسیر محبت کی زندگی	ناصح یہ بند غم نہیں قید حیات ہے
پیغام بر رقیب سے ہوتے ہین مشورے	سنتا نہیں کسیکی یہ کہنے کی بات ہے
مومن ایمان قبول دل سے مجھے	وہ بت آزردہ گر نہو جانے
ہمارے گھر اوسکی [illegible] ہین نرما	ہون اتنا کہ سر نشتر فساد بھرے
کرتا ہے قتل عام وہ اغیار کے لیے	دس بیس روز مرتے ہین دو چار کے لیے
اک نظر دیکھے سے ترے تن سے جدا ہوتا ہے	بے جگہ آنکھ لڑی دیکھیے کیا ہوتا ہے
چشم خونبار مری آپ کے تلوون سے ملی	ورنہ ایسا بھی کہین رنگ حنا ہوتا ہے
جان بلب ہون خبر وصل سنا دے قاصد	لب ہلانے مین ترے کام مرا ہوتا ہے
ہو کے آزردہ پشیمان ہوا کہیں جسے کہون	وہی کہوے کوئی ایسے سے خفا ہوتا ہے
ہو نہ بیتاب غم ہجران سے مومن	دیکھ دو دن مین بس اب فضل خدا ہوتا ہے
کیونکر یہ کہین منت اعدا نکرینگے	کیا کیا نہ کیا عشق مین کیا کیا نکرینگے
جھنجھلاتے ہو تو بیاد دیجیے اک بوسہ ہین کا	ہوجائینگے لب بند تو غوغا نکرینگے
عیش مین بھی تو بجاگے کبھی تم کیا جانو	کہ شب غم کوئی کسطرح سحر کرتا ہے

مجبور

مجبور تخلص مرزا ہدایت علی مرحوم ابن مرزا احسن الدین مغفور ابن حضرت عالمگیر ثانی صاحب ہیں حضور ان کے برادر عمزادہ اور مرثیہ خوانی مین ماہر اور شعرگوئی مین حافظ عبدالرحمن خان احسان کے شاگرد تھے یہ شعر اونکے نتایج طبع وقاد سے ہے

یقین میرے مرنے کا آیا نہ اونکو	کہا ہو گیا ہے کچھ آزار دیکھو

مہجور

مہجور تخلص کرپا رام خلف لالہ شوقی رام سررشتہ دار محکمۂ فوجداری شاگرد منشی کیول رام ہشیار تخلص نوجوان نیک نہاد خوش طبع راستی کیش ہے اشعار فارسی کی فکر کرتا ہے یہ شعر اوسکے افکار سے ہے

با آن خجستہ پی کہ ز ناگوشہ گیر بود	ربطے بہم چو تیر و کمان کردہ ایم ما

مہر

مہر تخلص مہر علی پسر میر شہاب الدین ساکن قدیم شاہجہان آباد کتب فارسی مین بقدر ضرورت روشن سواد ہے سخن گوئی کی بنا بے مشورہ پابند کرتا ہے یہ دو شعر اوسکے افکار سے ہین

اوڑ گیا نور نرے سامنے ہر گل کا تو مین	یک قلم باغ کو ایک تختۂ سوسن سمجھا
خاک ہونے پہ بھی محرومی قسمت نہ گئی	نہ تو سرمہ ہی ہوا اور نہ غبار دامن

مہر تخلص مرزا حاتم علی شاگرد شیخ امام بخش ناسخ ہر چند اصل مین ساکن لکھنؤ سے ہین لیکن مدت ہوئی کہ مقیم اکبرآباد ہین ضبط قوانین انگریزی کے وسیلہ سے سنا عہدۂ منصفی کے حصول سے کامیاب اور بعد کچھ مدت کے چنار گڈھ ضلع میرزاپور مین عہدۂ منصفی پہ مامور ہو گیا ماموری کے وقت یہ شعر کہا

از بسکہ سوز ہجر سے خوگر ہوئے ہین ہم	منصف چنار گڈھ کے مقرر ہوئے ہین ہم

بہر کیف سلیم الطبع اور تیز فکر ہین یہ شعر اوسکے نتائج افکار سے ہے

ہوئی تمام رات بسر پیچ و تاب مین	دل پھنس گیا ہے زلف شکن در شکن مین آج

میکش تخلص سید احمد حسین ابن میر کرار حسین مرحوم ہر چند بنام میکش ہین لیکن حقیقت مین مے سے دست کش ہین جوان خوش اخلاق ظریف طبع اور عین شباب مین متانت پیری سے بہرہ ور فن سخن کو مرزا اسد اللہ خان غالب تخلص سے اکتساب کیا اشعار اوس خوش فکر کے باوصف تلاش کے بہم نہ پہونچے اس ایک شعر پر کہ ایک دوست کی زبان سے مسموع ہوا تھا قناعت کی

گفتمش وہ کہ سیر فتی خرامان سوے باغ	گفت میکش بودہ باشدکان گرفتار من ست

باب النون

نادان تخلص مولوی محمد بخش ساکن بریلی اول اوستاد تخلص تھا پھر شہیدی کے حلقۂ شاگردی مین قدم رکھکر متبدل تخلص صورت پذیر ہوئی علوم درسی سے آگاہ اور عروض و قافیہ مین ماہر دو تین شعر اوسکے افکار سے انتخاب ہو کر مرقوم ہوتے ہین

بار احسان تو رہا قاتل کا گردن پر مری	کب سبکدوشی ملی گو تن سے سر جاتا رہا
پھر رہی زندان مین ہوا بعد رہائی	زنجیر مین انداز ہے زلفون کی شکن کا
جب خواب مین ملنے کا کہا حال تو بولا	جاوے نہ اولٹ خواب کی تعبیر کسی کی

نادر تخلص شنکر ناتھ پنڈت کشمیری مرد قابل علوم رسمی اور فنون مت اولہ سے آگاہ اور نظم و نثر فارسی مین صاحب دستگاہ تھا صنائع شعریہ خصوصاً صنعت معما مین مہارت تام اور عروض و قافیہ مین قدرت تام رکھتا تھا اس تخلص کا اختیار کرنا بھی اوسکی تیزی فکر اور رسائی طبع اور حدت ذہن پر دال ہے کہ وہ ایک نکتہ لطیف ہے کشمیریون کی اقوام اوس صاحب طبع کی قوم کا لقب شاہ ہے

مہر
میکش
ب ن
نادان
نادر

ان دونون لفظ کی ترکیب سے نادر شاہ حاصل ہوتا ہی ہر چند انشا نثر مین بیشتر صرف اوقات کرتا لیکن گاہ گاہ نظم فارسی کی طرف بھی ملتفت ہوتا تھا باوجود کم مشقی کے سخن اوسکا متانت سے خالی نہین چند سال ہوے کہ جہان فانی سے انتقال کیا یہ اشعار اوسکے نتایج افکار سے ہین

ما را بسیر لالہ و گل دل نمے کشد — اے چہرۂ بہار فریب تو باغ ما
ما ہمچو گرد باد درین دشت گم شدیم — تا در بدر و بر و کہ نیابی سراغ ما
لالہ زاری گل کند از دیدۂ خون بار ما — مست گردد عندلیب از نالہاے زار ما
بے سبب آزردن آزادگان رسم کجاست — اے بقربان تو تا در بگذر از آزار ما
جز درد تو نیست در دل زار — این ست بعشق حاصل ما
دل خون کن روشنان افلاک — یک جلوۂ ماہ کامل ما
رفتی و نخود رفتم ای برق عنان باز آ — گل بے تو نمے خندد ای سرو روان باز آ
مرا طرف چمن جا تا نہ مستانہ بایستے — نہ چشم نیم مستش ساغر و پیمانہ بایستے

نازنین

نازنین غلط فہمان ادا شناس کی نظر مین تخلص ہی مرزا علی بیگ نام جوان خوش اسلوب رنگین نوا ہی بزور قوت سحر آب طاقت کا کہ نازنینان کشور جمال اوسکے حسن یوسفی پر اگر زلیخائی کا دم بھرین کچھ دور نہین اور نازک نہالان گلشن حسن اوسکے گل رخسار کی نازکی سے آگر آپکو غنچہ سر بگریبان تصور کرین تو کیا عجب ہی اور اوسکے خم کے آگے زور آزمایان ورزش خانہ طاقت کا سر جھکتا ہی اور اوسکے نعرۂ مردانہ کے سامنے شیر صولتان بیشۂ شجاعت کا دم بند ہوتا ہی اور یاران ادا فہم اور حریفان ادا شناس جانتے ہین کہ نازنین نام ہی اوس حیلہ آفرین شعبدہ ایجاد کا کہ ناز و انداز و غمزہ طرازی و عشوہ سازی گاہ عاشق بے قرار سے لطف کے پردہ مین جان کا خواہان ہونا اور گاہ اغیار نامحرم کی بغل مین بے تکلف سونا کبھی اشارات مختصر مین دفتر دفتر مطلب یعنی سراغ دولتخانہ محبوب کا صحیح ذہن نشین ہونا اور نصف شب مین راہ رہت سے نہ بھٹکنا اور کمند اندازی کے وسیلہ سے گھر مین کودنا اور بعد حصول مقصود کے واسطے کسی گوشہ عافیت کو تاکنا اس خوبی سے ادا کرنا کہ دلدادہ ہوش باختہ باوجود اختلال حواس کے جون کا تون سمجھ لے اور کبھی ایک تھوڑی سی بات کو داستان داستان عبارت مین اس اولجھاو سے بیان کرنا کہ بیچارہ اگر تمام عمر سر پٹکے مطلب کو نہ پہونچے کبھی ایسی رکھائی سے تیوری چڑھانی کہ چند سالہ آشنائی کا ایک آن مین کوسون تک پتا نہ ملے اور کبھی اس دل آویزی سے بات کرنی کہ بیگانہ سا بیگانہ ایکدم مین برسون کا دوست

سمجھنے لگے ایک چولی کے مسکنے پر ہزار جامدانی کی ملیاری مین عاشق کو لوٹنا اور ایک قدم
رفتار پر اظہار نزاکت سے بیچارہ ناشکیب کو بوند صبر مین گلانا اور اسیطرح کی اور نیرنگ سازی
وشعبدہ بازی ایک گل ہے اوسکے گلزار تعلیم کا اور ایک برگ ہے اوسکے چمن زار تفہیم کا
یعنے جب وہ مشاطہ بیجا نگاہ خیال عزم تزئین پر کمر باندھتی ہے عروس زشت رخسار نزاکت
شاہد رعنا پر فوقیت لیجاتی ہے اور ایک دختر سادہ مزاج کو چڑیلی بیبی مشاطہ پر غالب آتی ہے
اور اگر کوئی پوچھے کہ وہ عیار لاثانی اور زنان شوخ دیدہ کی اوستانی کون ہے تو مین بتاؤن کہ اوسکو
اہل شرم وحجاب شعبدہ زنان محتالہ اور یاران بے تکلف چھنالہ کہتے ہین اگر اوسکی نیرنگی
نہو تو نہ آرائش گیسو کو مشاطہ درکار ہو اور نہ حصول ملاقات کو زنان لطیف کو لباس عفت مین
جلوہ دینا اور شوخی کو پردہ شرم مین چھپانا نہ وہ کامون کہ شوہر کی آنکھ پر ٹھیکرے رکھنا اور
متلون مزاجون کو ہزار تغافل پر ادہی اشتیاق مین دن رات بیچاراسی کم بخت کا کام ہے بیدہ
پنجم اسکی مکاری کے مخمس کا ایک مصرع موزون ہے اور تیر چلتا اسکے دام تزویر کا ایک صید
زبون ہے مرزا تو فقط اوسکا ترجمان اور اوسکی نیرنگ سازیون کے ساتھ تر زبان ہے باتون مین
مزہ اوٹھانا اور معشوق ناآشنا مزاج سے یکرنگ ہو جانا اسی کو کہتے ہین اگر معشوقاں عاشق
کامیاب کے گھر مین نہ سماتی مرد کے منہ مین عورت کی زبان کیونکر آتی انصاف یہ ہے کہ اس
زبان کو ایسی شستگی اور لطافت سے ادا کرنا اور پر معانی بندہا دینا یہین شاعرانہ کو
کسوت الفاظ مین جلوہ دینا بہت سلیقہ چاہتا ہے زبان اردو مین اول ریختی کا رواج انشاء اللہ خان
انشا تخلص نے دیا اور اوسکے بعد سعادت یارخان رنگین نے خواہ اس سبب سے کہ اونکی طبیعت کو
خود اس صنف کلام کی طرف التفات تھا خواہ انشاء اللہ خان کے اثر صحبت سے اس نظم مین
ایسی زبان آوری کی کہ گویا اوسکو اپنا شعار کرلیا اب اس عرصہ مین یار علی جانصاحب تخلص تے
کہ اہل لکھنو کے نزدیک اس فن مین اوسکا علم یکتائی سماک رامح سے جا ٹھیرا ہے کمال جانکاہی
کی اور اس طلسم کی مشق حد کمال تک پہونچائی راقم ہیچدان صابر کم استعداد نے اون تینون کی
ریختی کو نظر غور سے دیکھا اور چشم انصاف سے ملاحظہ کیا ایسا مقام کم پایا کہ زبان ریختی کو
لطف شاعری کے ساتھ انضمام دیکر ایک مفرح دلنواز ملیار کی ہو بجز صرف عورتون کی گفتگو
اور اون معاملون کے سوا کہ مرتبہ شناسان سخن کے نزدیک فضول اور نازک دماغون کے آگے
نامعقول ہین اور کچھ نہین اور نامعقولیت سے نہ یہ مراد ہے کہ کلام فحش آمیز یا کلمات شہوت انگیز سے

زبان قلم کو آلودہ کیا ہی یہ تو اس نظم کے گوش وگردن کا پیرایہ بلکہ اس طرز کا خمیر مایہ یہی مراد
اوس سے یہ ہی کہ وہ باتین جو عورتون کو اثنائے خانہ داری مین پیش آتی ہین مثلاً کسی بہن
بہنیلی کے گھر مہمان جانا یا کسی بھائی بند کا اپنے گھر بلانا خصم سے توم چھلے کے گڑھوانے کی تمنا
اور کرتی انگیا رنگوانے کا تقاضا ایسی طرح سے خرچ کیے ہین کہ اونسے کچھ لطیفہ یا نکتہ کہ
شاعر خوش مذاق کو لذت وے حاصل نہین ہوتا اور مرزا ے مرزا نقش نے اون معاملات کو
اس لطافت سے ادا کیا ہی کہ سامع کا جی نکلجاوے اور سننے والا کلیجا پکڑ کر بیٹھ جاوے یہ
چند شعر ریختی کے انتخاب کرکے پیشکش احباب کرتا ہون کہ صدق سخن پر گواہ اور دعوے
بلند پر دلیل ہو جاوین

ہوئی عشاق مین مشہور یوسف سا جوان تاکا
ہوا ہم عورتون مین تھا بڑا دیدہ زلیخا کا

مین اپنے سر کو دھوتی ہون بوا اور یہ تماشا ہی
موا میٹھا ہی کیا خوش خوش کردن آیا تقاضا کا

مجھے کہتی ہین باجی تو نے تاکا چھوٹے دیور کو
نہین کرنے کی مین بھی ہان نہین تاکا تو اب تاکا

اگر اے نازنین تو دبلی پتلی کامنی سی ہی
چھریرا سا بدن نام خدا ہی تیرے دولھا کا

روکنے کو مستعد کیا رات دربان ہو گیا
جان کر یہ مردوا دیکھو تو انجان ہو گیا

صحبت اب مردون کو ہر ان شوخ دیدون سے ہوا
چھوڑنا گھر والیون کا کیا ہی آسان ہو گیا

کوئی میٹھا ہو تجھے ہر کام اپنے کام سے
اری نگوڑے آدمی سے تو تو حیوان ہو گیا

مین نے تو رکھا نہ تھا منھ پر ولیکن آپ ہی
سوچ کر کچھ مردوا دل مین پشیمان ہو گیا

کیونکر چاہتی نے چھوڑا جو ہمارے دن پھرکے
آج آنا مردوے کیونکر ترا یان ہو گیا

بدزبانی چھوڑا تو کھو جڑے پیٹی کہین
چاہنے والا خصم تجھسے گریزان ہو گیا

سونا کبھی شوہر کو میسر نہین ہوتا
عورت انھین باتون سے ترا گھر نہین ہوتا

لےکے وہ خصم مین نہین ہوتا ہی گھر اوسکا
کچھ سپتلے نجنتی کے اگر زر نہین ہوتا

کیا جانیے کیا کسبیون مین شہد گھلا ہی
گھر والیون سے خوش کوئی شوہر نہین ہوتا

کچھ ہو نہین سکتا ہی اور اوسپہ ہی اکڑتا
نیچا تو نگوڑے کا کبھی سر نہین ہوتا

اے نازنین رنڈی کے لیے لڑ نہ خصم سے
سر چڑھا بہت مرد کے بہتر نہین ہوتا

وہ سانولا مجھ گوری سے ہم خواب نہین تھا
چاندی کا یہ چھلا تھا وہ نیلم کا نگین تھا

اوڑھے تھے نئے دھوکے ہی دھوکے مین بہت سے
جن موزون مین اونکو مری عفت کا یقین تھا

رنڈی ترے کرنے پہ کوئی یار ہین کرتی — پر نام ڈبونا مجھے کہنے کا نہین تھا
ایسا کسی قحبہ نے بُھلایا تھا کہ شب بھر — لیٹا تو رہا پاس پہ کوسون ہی نہین تھا

قطعات

مجھے کہے ہی ترے گھر مین شب کو یار آیا — قسم کا بھی تو موئے کو نہ اعتبار آیا
پڑا ہی رہتا تھا رنڈی کے رات دن پر آج — سحر سے شام تلک گھر مین بے شمار آیا
پڑی سنو کہین اوس بد نظر کی تجھ پہ نگاہ — بوا مجھے تو ترا دھیان باربار آیا
وہ نقد مال سمجھ کر مجھے چمٹتا ہی — مجھی پہ کھاکے کہین مردوا اودھار آیا
یہ کل بگڑ گئی ہی رہتا نہین حمل پھر — پچھتاتی مین تو آپا پہلا حمل گرا کر
گھبراؤ تم نہ باجی لڑ کر خصم سے اتنا — اک دن وہ آپ تمکو لیجا سینگے منا کر
میری نماز کھوئی اس مردوے نے آکر — اوٹھی تھی اے دوا مین کمبخت ابھی نہا کر
ایسی جوان لونڈی اے ناز نین نہ ہو تم — لیجائیگا تمھارا شوہر اسے اوڑا کر
گر مردزن کو پاس نہین اپنی بات کا — پھر کیون یہ لیتے پھرتے ہین باجی پرایا دل
یار کرنے کی عبث مجھ پہ ہی تہمت باجی — اس ملنے مین کسیکا بھی کوئی یار نہین
اے زناخی مردوا ہی بد گمان — تو نکر باتین ہمارے کان مین
نازنین اتنا بھی ہر جائی پنا — یہ تمھارے آگیا کیا دھیان مین
روز اک دھگڑے کی ہین مہمانیان — روز رہتی ہو اسی سامان مین
بوا در گور ایسے مردوے کا منھ کرون کالا — کیا جب تک نہ منھ کالا ٹلا ہرگز نہ وہ یان سے
تو مستند ا ہی اور مین نازنین کیونکر صحبت — موئے او جبڑے نگوڑے بیٹھے چلو دور ہو یان سے
رات بھر بھی وہی بات اور وہی چوما چاٹی — اے دوا ایسے ندیدے پڑا کار سے مجھے
دن چڑھے پر بھی دبوچے ہی پڑا رہتا ہی — مفت نظرون مین جٹھانی کے کیا خوار مجھے
مردمین کیا کوئی جادو ہی کہ ہون اس سے خفا — اور بوا دیکھتے ہی آنے ہی اک پیار مجھے
چھوڑ یاروں کو ہوئی تو ہون خصم پرستا کر — پر یہ بنتی نظر آتی نہین زنہار مجھے
ہمسائی آئی تھی مرے گھر مین بنی آشنی — انکو تو دیکھو رات اوسی پر پھسل پڑے
مجکو تو بے کلی اور اوسے سونے کی یہ لت — اچھی بتا کہ تو کہ مجھے کیونکہ کل پڑے

فوارہ کی طرح سے ذرا بھی نہ تھم سکے — تم ایک بوند پانی پہ کتنا اوچھل پڑے

کچھ بھید کھل گیا مرے شوہر پہ نازنین — جو آج مردوے کی جبین پر ہین بل پڑے

ہو کر لہو لہان تو کچھ ڈوب گئی تھی پر — جو زخم تھے ہوا وہی دل کی دوا ہوے

دس گھر تو چھٹ چکے ہین کہان تک کے ون خصم — کس جا بٹھاتے دیکھیے اب آسمان مجھے

علامہ بنگئی ہین ادڑا کر مرے ہی ڈھنگ — اوستانی اب سمجھنے لگین کیبان مجھے

لونڈی مری طرف سے لگا بانکر او سے — چاہیے ہی کونسا وہ موا آشنا مجھے

دیکھا ہو بات کرتے کسی سے کبھی تو خیر — طعنے بھی دیتی اچھی لگے تو دوا مجھے

اوس پاس رات نوج گئی تھی کہ صبح تک — کیا کیا بُری طرح سے ملا اور دلا مجھے

ناسخ

ناسخ تخلص سخن سنج بے عدیل و لطیف شیخ امام بخش ساکن خاک لطافت بنیاد لکھنؤ مشاہیر شعراے خوش سخن و نامور اوران کاملین فن سے تھا اوسکی فکر سے معنی کو تاب و بہا اور اوسکی زبان سے الفاظ کو رونق و صفا ذہن کی صفائی یوسف رخان غیب کا آئینہ قلم کا شگاف ارباب کشف کا سینہ ساقی فکر گوہر وحی صندوق سینہ جبریل سے تاراج کر لیتی تھی اور صیاد فکر نخچیر وقت کو کمینگاہ گوش تاروں سے آماج کر لیتی وحشی مضمون ہنوز دام خرد مین صید نہین ہوا کہ اوسکے اندیشہ کی کمند نیم تاب کے کشادین صحراے عدم کی اوس سرحد مین پہونچکر حمائل گردن ہوجاتی تھی اور طائر معانی اتباع عقل فعال قفس مین قید نہین کہ اوسکی طبیعت کی رسائی ایک پرواز مین آشیانہ غیب مطلق سے شکار کر لاتی تھی معنی پست اوسکی طبع کی اوج بخشی سے بلند اور الفاظ مکروہ اوسکے تراکیب کے حیلہ سے دل پسند اگر غریب نواز نہوتا معنی کی طرف اسقدر التفات نکرتا اور اگر شناپروری منظور نہوتی الفاظ کی اتنی رعایت نکرتا معنی مبتذل اوسکے تصرف سے غریب اور ادمج ظلمات اوسکی فکر کے سامنے نشیب گریز چشمان ہنر اوسکے مائدہ سخن سے زلہ بردار اور دعویداران کمال اوسکی شوکت الفاظ سے پائمال اہل انصاف اوسکو اوستاد مانتے ہین اور ارباب فہم اوسکے شعر کو سحر جانتے ہین متانت مزاج سے مضامین شوخ باوجود آمد کے آورد کے محتاج اور تمکین طبیعت سے معانی برجستہ کو خلوت خیال سے دروازہ لب تک آنے مین تکلیف کی احتیاج ہر چند طریقہ مختار اوسکا تمثیل ہی اور فی الواقع اس طرز مین بے مثل و عدیل ہی شعر عاشقانہ بھی اگر بے اختیار زبان قلم سے نکل گیا ہو شعلہ شمع کی طرح سے پروانہ طبیعتون کی طبع مین آتش افگن اور برگ گل کے مانند عندلیب مزاجون کو ناخن بدل زن ہی آخیر عمر مین غلبہ ظرافت سے جرأت کی وضع کو اختیار

* احسن تخلص مرزا احمد علی بیگ پسر مرزا احمد بیگ مرد شریف و نجیب اور فن شعر مین راقم تذکرہ سے سنتا ہے یہ شعر اوسکے افکار سے ہے

زاہد ہرشب اس مزہ سے اوٹھاتی جفا رہے	اونکو بغیر اوسکے جفا ہی نہین پسند

* ناظم تخلص میر یحییٰ اوسکا پدر بزرگوار شجاع الملک کے ساتھ اپنے باپ کے ہمراہ وارد ہندوستان ہوکر لدھیانہ مین مقیم اور اوس پیر تجربہ کار کے بعد بادشاہ موصوف کی قدردانی سے تحصیل اسباب شان مین سرگرم خدمت رہا اور جب کابل پھر حکام وقت کی پشت گرمی سے اوس بادشاہ کا تخت گاہ ہوا وہ بزرگ افغانان ناعاقبت اندیش کے ہنگامہ مین کام آیا اون اوقات مین یہ نیک نہاد جبکہ بائیس برس کی عمر مین سراسیمہ ہوکر بادشاہ کے بعض اقارب کے ساتھ ہندوستان کی طرف چلا آیا اور صورت معاش کو حسب دلخواہ جلوہ گر نہ پاکر اطراف و جوانب مین گرم تلاش ہوا اور کچھ عمر صوبہ اودھ مین بسر کی دس بارہ برس سے اقامت شاہجہان آباد اختیار کرکے خوش گذران ہے بعض کہتے ہین کہ ہنگامہ گیرودار کابل مین کچھ اسباب نفیس ہاتھ لگا اور جواہر گران بہا کی قسم سے ہاتھ لگ گیا کہ آج تک گوشہ عزلت مین فراغ عیشی کے واسطے کفایت کرتا ہے اور خام خیالان افسردہ کو یہ گمان ہے کہ جب یہ بزرگ کابل سے دوسری دفعہ ہندکو آیا اور لدھیانہ سے جہان نوردی اور تلاش معاش مین مصروف ہوا کوہستان مین کسی جوگی نے اوسکی شکستہ بالی اور بدحالی پر نظر شفقت مبذول فرماکر اکسیر اوسکے حوالہ کی بہرکیف ظاہر حال اوسکا تونگری پر دال اور وہ اپنی وجہ معاش کے تردد و تلاش سے فارغ البال ہے کر خامہ اوسکا زمین سخن مین جہان پیما اور فکر اوسکی اس تلاش مین رسا ہے یہ چند شعر اوسکے فرزند دلبند سید محمد جان ظہیر تخلص کی زبان سے مسموع ہوئے

رشک نے کب سے مجھے جیتا چھوڑا	اوسکے پیکان نے اگر چھوڑ دیا
دیکھ ہمراہون کو جون نقش قدم	ہمنے اب عزم سفر چھوڑ دیا
دل گم گشتہ کا ہمنے پوچھا	سو وہ تھا یا کہ خضر چھوڑ دیا
ناظم تبون سے ملیو تو انجام دیکھکر	انسان کو چاہیے کہ کرے کام دیکھکر
نقش قدم کی طرح اوٹھا مت ہمین صبا	اس راہ مین پڑے ہین ہم آرام دیکھکر

* ناکام تخلص مکرم علی فتح آبادی مرد خوش خلق اور معاملہ رس اور ذہین تھا اوائل حال مین اگرچہ زبان اردو نامربوط بولتا تھا لیکن کثرت بود و باش شاہجہان آباد و اکبرآباد سے کلام کو

مہذب اور شایستہ کر لیا موزونی طبع اور صحبت موزون طبعان سخن سنج سے ریختہ گوئی کی طرف بہ متوجہ ہوا دو شعر اوسکے سُنے گئے

مبادا اہل چمن سے ہو آشنا گلچین | کھلا نہ گل کہین مین ہوا ہی صبا گلچین
ورانہ کیجیو مت ہاتھ دامن گل تک | سُنے گا کیا کہین بلبل سے کچھ برا گلچین

نالان

نالان تخلص منولال کھتری ساکن شاہجہان آباد ہی مگر اب فکر معاش اوسکو اطراف ہندوستان مین سرگردان رکھتی ہی یہ شعر اوسکے اشعار سے منتخب ہوا

کہتے ہین تیری گلی مین اک جوان مارا گیا | دیکھ تو اے بے خبر جا کر کہین نالان نہ ہو

نامی

نامی تخلص مبارز الدولہ نواب مرزا حسام الدین حیدر خان بہادر مرحوم اوسکے نامی اور روسای گرامی شاہجہان آباد فرحت آثار اور والی لکھنؤ کے قرابتیان صاحب اعتبار سے تھا فن سخن کو میر مستحسن خلیق سے کسب کیا قدر شناسی سخن سے تا وہ زیست اہل کمال کی قدر دانی پیش نہاد تھی یہ چند شعر اوس زبدۂ اہل دل کے مرقوم ہوتے ہین

گل و سنبل کی ہوا طبع کو آشفتہ کرتی ہی | شمیم زلف سے کسکے معطر ہی مشام اپنا
بدی چھوڑ نے کبھی زلف اوسنے مجھ خاطر پریشان کی | رہا اکثر سدا اس دل کے الجھیڑے مین کام اپنا
کسیکو تمنے چاہا ہی سمجھ یار رو تو ہر ساعت | نہ سمجھاؤ مجھے ٹک اپنے دل پر ہاتھ دھر دیکھو
بنا ہون طائر تصویر گلشن کے تصور مین | قفس مین ہمصفیرو رنگ میرا آنکر دیکھو
دم آخر کر و مت چشم پوشی اپنے عاشق سے | کوئی دم کو ہوا جاتا ہی قصہ مختصر دیکھو
ہزار حیف کہ راہ چمن بھی بھول گیا | قفس سے چھوٹ کے آیا جو اضطراب زدہ
کب اتنی معطر تھی صبا آج تو شاید | لگ آئی ہی گیسوے سمن بو سے کسیکے
مت غیر سے باتون مین ہو سرگرم کہ جون شمع | سر پہنچے ہی آتش تن ہر موسے کسیکے

نامی

نامی تخلص نونہال گلشن جوانی نوبر حدیقۂ زندگانی سعادت کیش اہلیت اندیش ہمہ سرو چمن تراز کمال گلدستہ بہارستان فضل و افضال مستجمع محاسن اخلاق زبدۂ نیک سیرتان آفاق پسندیدۂ خاطر خاص و عام بلدیو سنگھ نام خلف ارشد و الا دودمان عالی خاندان افلاطون فطنت ارسطو فطرت رافع رایات اقبال ناصب اعلام اجلال بانی بنائے مروت ناظم مہمات فتوت عمدۂ اراکین مدینہ فاضلہ بہترین مآب انفوس کاملہ لالہ زور آور سنگھ طال بقائہما و طاب لقائہما اطوار گزیدہ اور اوضاع پسندیدہ اس نوبادۂ گلزار سعادت کے اندازۂ تقریر اور احاطۂ تحریر سے خارج ہین سخن مین

لب کا وا کرنا کتاب اخلاق کے فصول و ابواب کا خلاصہ تھا اور زبان کو حرف و حکایت سے آشنا کرنا مردمی و مروت کی داستان کا زبدہ کتب درسیہ کو جناب کمالات انتساب مخدومنا مولانا مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں تحصیل اور فن سخن کو اوسی مجمع مکارم سے کسب کیا کیا استعداد کامل ہے کہ نومشقی مین کہن مشاقان شہر کو بر انصاف لا کر تحسین مین رطب اللسان کیا تاریخ گوئی مین ید طولےٰ اور اس صنعت مین دست فکر بالا ہو مشتے نمونہ از خروارے قول مشہور ہی حاکم داد گستر تامس میٹکف بہادر کی تاریخ وفات لکھکر اہل مذاق کو زور طبع سے آگاہ کرتا ہو

چیست باغ دہر کا نیجا اصطکاک برگ برگ
سودن دست ست بر احوال شاخ ہر شجر

روے دنیا کن سیہ کان مہر برج افتخار
کز علو شان خود زد سکہ بر سیم قمر

دست آن تامس افلاس را زر میکند
نام او زرین بلفظ شد چون بوے از گل جلوہ گر

مُرد و آن شمع امید و شد ز حسرت مشتعل
آتش غم در دل و داغ مصیبت در جگر

رفت در راہے کہ ہر کس وانماے سبحہ وار
پیش و پس سر مے نہد دائم بعزم آن سفر

گفت ناحی سال تاریخش بمعنے و بلفظ
یک ہزار و دو صد و ہفتاد و اول از صفر

چند اشعار اوسکی غزلیات فصاحت آیات اور رباعیات بلاغت سمات سے انتخاب ہو کر نگاہ احباب مین جلوہ گر ہوتے ہین

فروغ حسن او کاشانہ ام را میکند روشن
اگر در شب خیال من شود آئینہ رویش را

چرا صیقل زنی از بہر قتلم تیغ ابرو را
کہ چون فی تیر مژگان کرد پر سوراخ پہلو را

بہر جا بر کشاید آن پری رو زلف و گیسو را
ز رشک جوے خود در خون نشاند ناف آہو را

چہ آفتے کہ در آغوش بودی دوشب
تغافل تو بصد درد انتظارم گشت

زنگ نبود بروے آئینہ
گردی از راہ انتظار کسے ہست

زردوے چہرہ و گلگونے اشکم بنگر
کہ خزان دگر و رنگ بہار دگر ست

سحر کہ ساغر چشمم ز اشک پر مل بود
خروش گریہ زارم نواے قلقل بود

این حسن تو روے مہ ندارد
وین شان تو بادشہ ندارد

بے روے ریا بد آن کہ سبزہ
با خط تو وزن کہہ ندارد

ناحی عبث است این شکایت
در گوشش حرف رہ ندارد

حسرت کردم چہ شوخی کردہ پیدا کہ از نازت
ہنوز از جا نرفتی عکست از آئینہ بگریزد

خندهٔ زخم جگر بین لاله زار ما مپرس | آرزو ناخون شدن دارد بهار ما مپرس
چون حباب از بحر هستی با فنا جوشیده‌ایم | جلوهٔ کم فرصتیم از روزگار ما مپرس
آن رند خود سوزم کز هستی و مدهوشی | در کعبه پرستم بت در دیر نماز آرم
ناهی چه بود که اعجب سیل آب اشک | یک ذره گرد از دل دلبر نه شسته‌ای
گفتم که بیا بسینه چسپان ... باش | همصحبت دل مدام چون جان میباش
گفتا راضی مشو باین صحبت گرم | گاهی آرام دگه ... باش
وی بر در میخانه گذارم افتاد | صحبت با رند دیر و خوارم افتاد
سر رشته اگر ازین جهانم دادند | وز جاده آخرت نشانم دادند
فی الجمله بگویم که چه دادند بمن | چیزی که بود در خورم آنم دادند

نایاب تخلص عباس علی ساکن دار الامارهٔ کلکته مدت سے دہلی مین ... داور شاگرد حافظ قطب الدین مشیر ہی یہ شعر اوسکا سنا گیا

وہ پردہ نشین ہمکو اشارے سے بلائے | اے شوق بیان پھر تو تقدیر ہو ایسی

نثار تخلص زبدۂ خاندان شرافت اسوۂ دودمان نجابت شریف نہاد عالی حسب نثار علی علوی نسب علم و ادب اوسکے خاندان مین موروثی اور فضل و کمال اوسکے دودمان مین مستمر ہی کوئی فن فارسی مین کامل ہوا اور کوئی خوشنویسی مین یگانہ عہد یہ سلسلہ یونہین چلا آتا ہی بلکہ کارساز بے منت نے اس عالی ظرف مین یہ دونون نقد سرہ فراہم کر دی فن فارسی کو بجناب استادی مولوی امام بخش صہبائی سے کسب کیا اور خط نستعلیق کو یادگار سلف خلاصہ اکابر خلف میر محمد امیر سے کہ بالفعل تمام ہندوستان مین نظیر اسکے مثل و مانند کا نشان نہین ہی درست کیا اور اس کمال کو یکتائی کی دلکشت آویزا اور یگانگی کی عروة الوثقا بنایا ہی انشا پردازی اور شعر طرازی مین قدرت تمام حاصل ہی سخن اوسکا حسن اسلوب سے دلچسپ اور مرغوب شعر اوسکا فروغ معانی سے شعلہ کی بیانی چند روز سے حضرت ظل الٰہی خلافت پناہی ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ دام اقبالہ نے وقایع نگاری قلعہ معلی کے عہدہ پر مامور کیا ہی اوس اخبار کی عبارت خصوصا عنوان بیشتر وقایع نعمت خان عالی کے طرز سے مطرز ہوتا ہی اور اس طرز کے پسند کرنے والون کو ایک حظ اوٹھتا ہی چند شعر اوسکے نتایج افکار سے مرقوم ہوتے ہین

چسان انجم بشر هان تند سیل چشم گریبان را — که ستاره ها نتواند شدن خس جوش طوفان را
مانع گریه بود حوصله عشق ار نه — هست در دیده من مایهٔ طوفانی چند
دران وادی که نتم کس نشان من نمیداند — صبا خود کیست عنقا آشیان من نمیداند
زیفش گفتم آخر بندواکن سخت پیچیدیش — چه دشوار است کان هندو زبان من نمیداند

نجم

نجم تخلص سید زادہ صحیح النسب والاحسب میر نجم الدین خلف رشید چمن آرائے سیادت سیراب گلزار نجابت مظہر اخلاق حمیدہ مصدر افعال گزیدہ شایستہ آفرین میر قمر الدین علم ضروری سے آگاہ اور غایت نیک نہادی سے دلہائے احباب مین اوسکو راہ ہی طبع تیز فکر رسا مذاق شعر صحیح رکھتا ہی یہ اشعار اوسکے نتائج طبع سے مرقوم ہوے

کیسی کیسی مصیبتین کھینچین — اللہ اللہ رے حوصلا دل کا
نظرون نظرون مین ہو گیا غائب — ہو گیا طرفہ سانحا دل کا
نجم کیون اتنی بے قراری ہی — تو ذرا کہہ تو ماجرا دل کا
تری چشم خمار آلودہ کے مانند ای ساقی — اگرچہ مست ہون لیکن بہت ہشیار پھرتا ہون
یہان جو آیا ہون تو شاید میری موت آئی ہی — ترے کوچے مین مگر مجکو قضا لائی ہی

ندا

ندا تخلص مرزا معین الدین ابن مرزا خجستہ بخت مرحوم ابن مرزا احمد بخش جوان سعادتمند خوش مزاج تیز فکر ہی موزونی اوسکی ذات مین ایسی ہی جیسے سرو مین راستی اصلاح شعر مرزا کریم الدین سے لیتا ہی یہ اشعار اوسکے مرقوم ہوتے ہین

کیا خاک ہو پھر دوستی کی اوس سے توقع — جس مین نہ مروت ہو نہ ہو پاس وفا کا
آتا نہین گر رحم تو کر جو رہی ظالم — شکوہ نہین کرنے کا ترے جور و جفا کا
مرتا غم دوری مین ترے کب سے ہی ای شوخ — ہی حال بھی معلوم تجھے اپنے ندا کا

ندیم

ندیم تخلص زبدۂ سادات عظام محمد عسکری متوطن کرا کہ موضع ہی مضافات الہ آباد سے شاہ غلام اعظم افضل تخلص سے کہ ارشد تلامذہ ناسخ ہی تلمذ رکھتا ہی مدت تک خط و خال خوبان اور زلف و چہرہ محبوبان کے وصف مین خامہ فرسائی کی لیکن آخر کار رہنمائی توفیق سے مضامین حمد و ثنا کو ورد زبان اور وظیفہ قلب و جنان کیا یہ دو اشعار سابقہ سے ہین

زمین قبر سے مجکو بڑی ندامت ہی — کہ مشت خاک نہین ہی فشار کے قابل

آبرو نجیر گی کیا اشک ریا سے ہو فزون | | در جلی کو یہ سنتے ہین کہ ہین کام سے کم

مہست

مہست تخلص مرزا کرامت اللہ خسر پور مرزا جمیعت شاہ ماہر تخلص جوان نیکو منظر عاشق مزاج حلیم طبع گاہ گاہ فکر شعر کو بھی ضمیر شہرت پسند مین راہ ہوتی ہے یہ اشعار تازہ وارد مرقوم ہین

ادٹھاؤن سر پہ اگر ہوے غم جدائی کا | | نگر نہین ہے گوارا ستم جدائی کا
آس کسکو سحر وصل کی ہے ای نزہت | | شب ہجر کٹیگی نہ سحر دیکھینگے

نسیم

نسیم تخلص مولوی نسیم اللہ ساکنان قصبہ کول سے ہے بزرگان والا نژاد اوسکے نجی اسرائیل اور سن چھ سو ہجری مین مصر سے وارد ہندوستان ہوکر اس دیار جنت آثار مین مقیم ہوے اور طالبان کمال نے اونکے انفاس متبرکہ سے علوم ظاہری اور باطنی کا فیض اوٹھایا اس صاحب کمال کا جد امجد محمد امین اللہ مرحوم درویش کامل اور طبیب مسیحا دم تھا اور بسبب طلب باطنی کے اکثر درویشان خدا آگاہ سے مستفیض ہوکر جناب غفران مآب عالم باعمل مولانا و بالفضل اولنا مولوی عبد العزیز محدث دہلوی کی خدمت سراپا افادت سے ارادت اور عقیدت بہم پہونچا کر حلیہ کمالات صوری و معنوی سے آراستہ ہوا چونکہ موزونی طبعی کا اقتضا ہے گاہ گاہ جب استغراق دریاے معارف سے افاقہ ہوتا اشعار فارسی سے خزینہ بیاض کو مملو کرتا تیمناً یہ شعر اوسکے نتائج افکار سے مرقوم ہوتا ہے

ہر طفل سرشک در نگاہم | | لخت جگری و نور چشم مست

اور والد ماجد اسکا حکیم محمد علیم اللہ سلمہ اللہ تعالے مرد خوش اخلاق اور کمال مہارت طب مین شہرہ آفاق ہے اوسکا دامن فکر بھی گاہ گاہ طراز سخن سنجی سے مطرز ہوتا ہے یہ ایک شعر اوسکے نتائج طبع سے بتقریب ذکر مرقوم ہوتا ہے

نقد دشنام بدہ جنس دعاے بستان | | کہ ازین بیع وشرا رونق بازار من ست

اور یہ نونہال گلشن کمال اونیس برس کی عمر مین مولوی عبد الجلیل کی خدمت مین کتب درسیہ کی تحصیل سے فارغ ہوکر فن طب کی تحصیل اور قوانین علاج کی تکمیل کے واسطے شہر کرامت بہر شاہجہان آباد مین وارد ہوکر طبیب فاضل حکیم کامل بقراط زمان سقراط دوران حکیم امام الدین خان سلمہ اللہ تعالے کی صحبت فیض موہبت سے استفاضہ اور باقی علوم عقلی و نقلی کے استیعاب کیواسطے زبدۂ علماے روزگار رئیس کبراے شہر و دیار مولاے اعظم مخدوم و مکرم جامع صفدین دنیا و دین مفتی محمد صدر الدین ابقاہ اللہ لے انقطاع الزمان کی خدمت کیمیا خاصیت سے انواع حقائق اور اصناف دقائق کا

استفادہ

استفادہ کیا جب ضروریات علم سے فراغت ہم پہونچی جو کہ شتہ بندگان عرصہ خاک کو تحصیل وجہ معاش سے گزیر نہین قوانین محکمہ حکام وقت مین مہارت تامہ ہم پہونچا کر سند عہدہ منصفی حاصل کی اور بالفعل ضرورتاً محکمہ عدالت کوایہن عہدہ وکالت کو اختیار کرکے افضال منعم حقیقی کا منتظر ہے کمالات علمی کی قوت سے اشعار ریختہ اور فارسی کو نہایت متانت اور غایت رزانت کے ساتھ کہتا ہے جو کہ نظر ہمت ان مقاصد عالیہ پر منحصر ہے تدوین سخن کی طرف اصلا التفات نہین ہے ورنہ ہر صنف شعر سے کئی دفتر مدون ہوجاتے چند شعر ریختہ کے درج اوراق ہوسکتے ہین

بے سبب ہر کس و ناکس سے لڑا کرتے ہین
جو نہ ہین ہین قناعت ہین حرص ہین کب ہین
زمانے کو بند کیا چاہتے ہو
نسیم اوس سے کہتا ہون کہ بات کوئی
گن گن کے روز کرتے ہین وہ عاشقون کو قتل
پھرتا ہے چشم تر ہین ہماری قد نگار

اپنے آنکھون کو ذرا اوبت پر فن سمجھا
نسبہ جو کم ہو اوسیکو سرو رکھتے ہین
تو کیا خدا تم بنا چاہتے ہو
تو کہتے ہین کیا کچھ سنا چاہتے ہو
ہر روز اوسکے کوچے مین روز شمار ہے
یہ قد ہے یا کہ سرو ولب جو بہار ہے

نسیم

نسیم تخلص محمد یعقوب فرزند دلبند حافظ غلام احمد نکہت تخلص اور خواہرزادہ عبد الحکیم بسمل سن عمر ہنوز زیادہ تیرہ سے متجاوز نہین ہین تحصیل کتب فارسی مین سرگرم اور موزونی طبیعت سے شعر گوئی کی طرف مائل اصلاح شعر صاحب زادہ جناب صہبائی مولوی عبد الکریم سوز سے لیتا ہے یہ چند شعر اوسکے نتائج طبع سے لکھے جاتے ہین

جو چرخ سے آفت کوئی آئی سو مجھی پر
عشاق پہ تونے جو کیے ہین ستم ایجاد
چرخ رہتا ہے گردشون مین سدا
عشق کس طرح چھوڑ دون ناصح
نہ اوٹھاؤ نسیم کو در سے
ہوگئے خاک ہم و لے ظالم
جان بلب ہے نسیم دل خستہ
کوئی بجھتی ہے اس طرح کہ سدا

جو درد اوٹھا سو وہ مرے دل کے قرین تھا
انصاف سے کہ تو ہی کہ یہ ظلم کہین تھا
یہ بھی گویا غبار ہے اپنا
یہ کوئی اختیار ہے اپنا
جانیو خاکسار ہے اپنا
دل مین تیرے غبار ہے اتبک
پہ ترا انتظار ہے اتبک
آگ نہ اک بات پر لڑائی ہے

نسیم

نسیم تخلص دیاشنکر پنڈت کشمیری ساکن لکھنؤ نوجوان خوش ترکیب حسن خلق اور جمال

ظاہر سے بہرہ مند تھا اگرچہ خود نسیم تھا لیکن باپ سے فکر اوسکا نسیم سے دو قدم آگے رہتا تھا ایک مثنوی گلزار نسیم نام قصہ گل بکاولی مین فصاحت عبارت اور بلندی معنی کے ساتھ اوس سے یادگار ہی فن سخن کو میر حیدر علی آتش سے کسب کیا تھا پانچ چھ برس ہوتے کر اونیس بیس برس کی عمر مین مثل نسیم و صبا گلشن دنیا سے گذر گیا یہ شعر اوسکا مطبوع طبع راقم تھا ادہر مرقوم ہوا

کس سوچ مین ہو نسیم بولو — آنکھین تو ملاؤ دل کہان ہی

نسیم

نسیم تخلص نسیم اللہ نام سے ساکن سہبرتھ شاگرد حافظ قطب الدین مشیر یہ شعر اوسکے اشعار سے ہی

دم بدم آج دم سرد جو بھرتے ہو نسیم — یاد شاید چمن کوچۂ جانان آیا

نشاط

نشاط تخلص منشی بسنت سنگھ قوم کایستھ ساکن شاہجہان آباد آبا و اجداد اوسکے منشی گری خالصہ شریفہ سرکار سلطانی سے ممتاز ہوتے چلے آئے اور وہ بھی اپنے دم آخر تک اسی عہدہ پر مامور رہا ارباب روزگار مین عزت اور حرمت کے ساتھ بسر کرتا تھا مشق سخن انشاء اللہ خان سے بہم پہونچائی تھی جب انقلاب روزگار سے انشاء اللہ خان خطۂ لکھنؤ کو راہی ہوا اوسکی اجازت سے سعادت یار خان رنگین اوسکے اشعار کو پیرایۂ اصلاح سے زینت دیتا رہا یہ چند شعر اوسکے نتائج طبع سے مرقوم ہوے

بسان نقش قدم یان نشاط جم بیٹھا — اوٹھے ہی کب وہ اوٹھانے سے تو ہزار اوٹھا

اپنے ہاتھون سے تل کے منہدی تم — مفت کرتے ہو پائمال ہمین

تا دکھاتا ہی دیکھکر شب و روز — زلف کا تیرے بال بال ہمین

خیر ہی کیونکہ آئے آپ نہ تھا — آج آنیکا احتمال ہمین

گر مٹانے سے کہین نقش نگین کا مٹ جائے — تو نوشتہ بھی مری لوح جبین کا مٹ جائے

آشنائی تجھ سے کی کیا مجھ سے نادانی ہوئی — دوستی میری ہی آخر دشمن جانی ہوئی

نشاط

نشاط تخلص میران شاہ درویش استغنا سرشت اور فقیر سعادت سرنوشت تھا کلام مجید کو اس خوش لہجگی سے پڑھتا تھا کہ عندلیب نے مصحف گل کو اس خوبی سے نہ پڑھا ہوگا گاہ گاہ فکر شعر بھی کرتا تھا دس برس ہوئے کہ انتقال کیا یہ شعر اوسکا یاد ہی

لگے ہو بیٹھنے اوس بے وفا کے پاس بہت — نشاط آپکو یہ کیا خیال آیا ہی

نصیر تخلص شہسوار عرصۂ سخنوری فارس مضمار معنی پروری نخلبند حدیقۂ کمال بانی بناے افضال
سخن سنج سخن گویان کا و مشہور بشاہ نصیر الدین خلف الصدق شاہ غریب سجادہ نشین مہربان
مرحوم کی اسی کی ذات با برکات سے آسمان پایہ اور خلافت اوس عارف مغفور کی اسکی [illegible]
خورشید سا یقین اور یہ مرحوم مغفور وہ ہے کہ اوسکا مزار پر انوار محلہ روشن پورہ میں کہ ایک محلہ محلات
مشہورہ شاہجہان آباد رشک بہشت آباد سے زیارت گاہ صاف باطنان پاک نہاد ہے یہہ کہ شاعر [illegible]
ہر چند استعداد علمی سے بہرہ ور نہ تھا بلکہ سواد بھی چندان روشن نہ تھی لیکن روشنی طبع خداداد
خلوت دل میں ہزار شمع معنی بزم افروز تھی کیا مرد میدان سخن ورزی تھا کہ بارہا ہنگامہ مشاعرہ میں
حریف ہنوز انشا و اشعار سے فارغ نہیں ہوا کہ اوسنے اس کو بایک مدت میں شمع مثال [illegible]
اشعار سوزان تر از شعلہ شمع بقدر دو تین غزل کے لکھا تھا ان سخن کے گوش گزار [illegible]
بیشتر تشبیہ نو اور استعارہ جدید بہم پہونچانے میں مصروف رہتا اور شعر طرز جدید پر کہتا بلند
تلاش سے مشاعرہ میں کسیکی غزل کو اوسکی غزل پر تفوق ہوتا تھا سنگلاخ زمینوں کو
دعویداران کمال میں سے اوسکے سوا کوئی پر سپر نکر سکتا تھا ایکبار سفر لکھنؤ اختیار کیا جسدن کہ
یہ شہسوار عرصۂ سخن اوس گلشن مین میں وارد ہوکر کاروان سرا میں فرود آیا وہ عجب دردگردہ میں
مبتلا ہوا اقتضا راغبیر درد و فانس ورہوس مطارحہ ہر ایک کے دل میں گرم تلاش ہوئی اون
ایام میں مصحفی اور انشاء اللہ خان اور مرزا قتیل اور جرأت چار بالش حیات پہ متمکن تھے سبکے
مشورہ سے آٹھ مصرع مشکل زمینوں میں طرح ہوئے اور اس ابتلا سے کوفت سفر کے پاس پہونچ
اتفاقاً مشاعرہ میں تین دن باقی رہے تھے معاذ اللہ سخت مشکل واقع ہوئی زمین وہ سنگلاخ
طے راہ اس درد و الم میں دشوار لیکن غیرت کے تقاضے نے مامور اور اوسی عرصۂ قلیل میں
اوس فرمایش کے سرانجام میں مجبور کیا اونمین سے ایک کا ردیف و قافیہ چمن میں سرخ
تیرا اور دہن سرخ تیرا اور دوسرے کا فانوس میں گویا اور جالینوس میں گویا صیغۂ جمع تھا اس
مہم ضروری سے فارغ ہوکر صرف اپنے طبع کے تقاضے سے ایک اور غزل کی فکر کی کہ اوسکا
ردیف اور قافیہ چمن کی کھتی اور کفن کی کھتی تھا حسن اتفاق یہہ ہے کہ اوسکی شہرت کی کشش نے
اکثر ساکنین شہر لکھنؤ کو اوسکے حلقۂ شاگردی میں کھینچ لیا تھا روز معہود ایک جم غفیر تلامذہ
اعتقاد کیش کا ساتھ لیکر بساط مشاعرہ پر قدم رکھا کملاے فن نے جب اوس زور طبع اور تیزی
فکر پر اطلاع پائی صلہ تحسین و آفرین سے شاد کیا اور حق انصاف ادا کیا یہ تحسین و آفرین

کہ اوس شیرین کلام کی خوبی سخن سے اون بزرگوارون سے بزورلی تھی اور پھر اس خوغا سے محشر نما کے ساتھ اہل انصاف کو ناگوار ہوئی ایک کج طبع ستیزہ خونے کہ شاگردان مصحفی کے زمرہ سے تھا باوانہ بلند کہا کہ شاہ صاحب فی الواقع اون ٹھون غزل کی داد بیز قدرت سے خارج ہی لیکن نوین غزل مین نکلتی کی ردیف سے نفیس مزاجون کا جی متلاتا ہی اس بکہ تازہ عرضہ ظرافت سنے بدیہہ کہا کہ لطیف طبعان نفیس مزاج تو اس موائد لذیذہ کے نعماسے لذت ستان اور کامیاب ہین لیکن غالب ہی کہ علیل نہادان صفراے سد کو جوش غیرت سے ڈاک لگ جاے اوسکی شہرت مین سدعیان سخن کو ایسا خمول تھا جیسے فروغ آفتاب مین چراغ کو اس مقام مین حق کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے کوئی اس کلام سے یہ نہ سمجھے کہ اوس زمانہ مین کیا پایہ شاعری اوسکو نہ پہونچتا تھا شاہ وکلا اس بزرگ کا کلام عام فہمی کے سبب سے کم استعداد ان تنک مایہ کے ذہن مین بہت جم جاتا اور سہولت فہم سے ہر کس و ناکس کی زبان حرف تحسین سے ہنگامۂ قیامت برپا کرتی اور معاصرین کا کلام ازبسکہ خواص کی تحسین کے لائق تھا اور خواص ہر زمانہ مین قلیل ہوتے ہین ناقصون کے نزدیک اوسکے سخن پر فائق معلوم نہوتا تھا الغرض بکیفیۃ الاشارۃ اکثر شاہزادگان والاشان اور امراے بلند مکان اوسکے فیض شاگردی سے بہرہ یاب تھے بلکہ شاہجہان آباد مین بیشتر شعراے عالی طبع اور موزون طبعان تیز فہم مثل شیخ ابراہیم ذوق اور محمد مومن خان مومن تخلص اور میر حسین تسکین اوائل حال مین اوسی کی شاگردی سے مشرف تھے الحاصل اطراف ہندوستان جنت نشان کی سیر و سیاحت سے کامیاب اور حسب سرزمین مین وارد ہوا وہین کے شعراے شیرین کلام سے معرکہ آرا ہوا چند بار حیدرآباد مین جا کر راجہ چندولال مختار سرکار وزیر الممالک آصف جاہ نظام الملک والی دکن کی قدرشناسی سے صلہ نمایان پایا آخر کار اوسی زمین مین مضمون مرگ باندھا اور سوسن بہشت کی زبان سے حرف تحسین جا بجا سلسلہ اوسکی شاعری کا ملک الشعرا مرزا رفیع سودا تک پہونچتا ہی اسطرح سے کہ یہ شاگرد ہی مائل کا اور وہ قائم سے مستفیض اور قائم سودا کا شاگرد بلا واسطہ تھا طول کلام سے محترز اور اطناب سخن سے مجتنب ہو کر چند شعر اوسکے نتائج افکار سے لکھکر ارباب سمع کی ضیافت کرتا ہون

نکلے ہی گھر سے وہ بُت خانہ خراب کب — پہچانتا ہی عاشق دلگیر کی صدا
نہ سمجھو کہ آغاز خط عارضی ہی — خدا جانے کیا اسکا انجام ہوگا
افسوس کہ نرگس کی طرح باغ جہان مین — کچھ ہمنے بجز حسرت دیدار نہ پایا

نصیر اوس زلف کی یہ کج ادائی کو بھی جاتی ہے
سچ بتا تو مجھے سوفارِ خدنگ قاتل
چارۂ زخم جگر وہ رخ پر نور ہوا
کیونکہ محتاج کفن اہل فنا ہون نصیر
کیا چشم ایسے ہو دل زار کا علاج
کس کی نگہ نے جلوۂ برق اب دکھا دیا
ہو آشنا ہون مین اتنا تو کوئی ای بیکسی ہووے
حباب وار غنیمت ہے فرصت اک دم کی
مدام رند کرین کیون نہ آستان بوسی
سر مژگان سے وقت نالہ آنسو کو ترستے ہین
اوسنے توڑ بویا مجھے اور اسنے جلا دیا
آہ مژگان سے نہ کاوش کرو ای طفل سرشک
جہان سے گو بت مغرور اوٹھ گیا انصاف
وجہ معلوم تو ہو چین بجبین ہونے کی
فتراک سے نہ باندھ کہ ہون صید خون چکان

مثل مشہور ہے یہ کہ شتی چلی ہے بکمن شہ بل نکلا
ہوگی کس کس کے پیے گا دہنِ سرخ ترا
جلوۂ صبح نہیں مرہم کافور ہوا
عاقبت جاتا ہے دم کے ساتھ ملبوس حیات
بیمار سے ہوا نہ یہ بیمار کا علاج
آنکھین جو اپنی ہوگئین ہے بے اختیار بند
بگولا دشت مین جاروب کش ہے خاک مجنون پر
ہوا پہ زندگی مستعار رکھتا ہون
حرم ہے شیخ مشیخت مآب کے گھر مین
یہ سچ ہے جو گرجتے ہین وہ بادل کم برستے ہین
ہو خانہ خراب آنکھ کا اور دل کا برا ہو
جسکے سایہ مین رہا اوسکا برا چاہتے ہو
خدا کے روبرو ہوگا مرا ترا انصاف
سچ کہو جی مین ہے کیا کس سے لڑا چاہتے ہو
دامان زین پہ تیرے نہ لو ہو ٹپک پڑے

نصیر

نصیر تخلص نصیر الدین خلف بدر الدین دختر زادہ منشی نبی بخش حقیر تخلص فن شعر مین نو مشق عمر ہنوز سولہ برس سے متجاوز نہین رسائی طبع اور تیزی فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر صحبت اساتذہ شفیق سے بہرہ مند رہیگا تو البتہ کلام کو متانت اور سخن کو شائستگی بہم پہونچ جائیگی یہ اشعار اوسکے نتائج افکار سے ہین

ڈوبے ہین میرے دیدۂ پرنم کی شرم سے
انہین سے میرے درپئے آزار ہے ہر ایک
دل لگانے ہو تو ناصح کی بھی دو باتین سنین
بوسے غیرون کو دیے اوسنے نصیر

قلزم ہوا فرات ہوا ابر تر ہوا
ناصح ہوا رقیب ہوا چارہ گر ہوا
ہمکو جمعیت کہان زلفِ پریشان دیکھکر
لب پہ میرے نہ شکایت آئی

نظیر

نظیر تخلص شیخ ولی محمد اکبر آبادی عوام کہ ہندوستان اوسکی شاعری کا پایہ فرق شعرای اوج تارک ثریا سے بلند جانتے ہین اطراف و اکناف ہند مین ایسی شہرت پائی ہے کہ غالبًا اگر آسمان جابجا سے

کہ اوسکے نام کو صفحۂ عالم سے حک کر دے تقدیر پر پڑے کہ کسی کا یہ عالم ہوا کہ شہر دلدان ہنگامہ ہوگئی ہر ایک کی زبان پر موسوم ہمیشہ کے جدا کانہ سے کہ نہوگا جوکہ اسطرح کی زبان ... ازہی سخن کو ضبط کر دیتی ہے اغلب وہ کلام سے انتظام شاید آفرین نہ پایا لیکن بعض بعض شعر کہ حلیہ لطف سے آراستہ تھے قلم کم کوش نہ دیکھی ہوسکے باقی ہے باطن اس مرد شخیدہ کا ایسا آراستہ اور مہذب تھا کہ اسکو حکایت طبایع غفلت تھا گو سرا یہ حیرت ہے یہ چند شعر اوسکے مرقوم ہوتے ہین

سہون تو ہو مین خوناب دل پڑا نا تھا	فلک مین پہ سمجھے کیا یہ زہر کھانا تھا
ہمنے چاہا تھا کہ حاکم سے کرینگے فریاد	وہ بھی کمبخت ترا چاہنے والا نکلا
آغوش تصور مین جب مین نے اوسے کھینچا	لب ہلے نزاکت سے اک شور تھا بس بس کا
داغ حسرت کا [illegible] جانے جسکی آہ	موت آ پہونچی شتاب اور یار آیا دیر کر
عزت وقدر کی اوس بت سے توقع ہے عبث	وان نہ عزت کی ہے عزت ہی نہ کچھ قدر کی قدر
رہا ہو غم سے یون آنسو [illegible]	کہ جون ساغر مین دے ساقی شراب ارغوانی بھر
رہ کے خاموش [illegible]	کھینچے ہین بلبل تصویر سے اس کام کو ہم
زلف ہو [illegible] تو گرفتار کرے	چشم کی ہین عنایت ہو تو بیمار کرے

نظیر تخلص گنپت راے شاگرد شاہ نصیر اوسکے حال سے زیادہ اطلاع نہین اور یہ ایک شعر مسموع ہوا

کیا زرد ہو گئین عشق کے آزار سے آنکھین	ہم چشم ہین کب نرگس بیمار سے آنکھین

نقشی رنگ آمیز نگارستان ہنر خلاصہ معانی گوہر رنگ بہارستان مکارم ذات آب گوہر محاسن صفات زبدۂ انام اسوۂ عظام والا دودمان بدر الدین علی خان کہ شرق تا غرب اوسکی صیت یکتائی نے اسطرح مملو کیا ہی جیسے عالم کو ہوا نے اور زمین تا آسمان آوازۂ کمال نے ایسا پر کیا ہی جیسے فضا کو نگاہ تیز پانے پاے دولت کرسی نشین آسمان اور فرق عبودیت و قف آستان گفتار و کردار تہذیب اخلاق کا باب اوضاع واطوار لطف ومروت کی کتاب مشغلہ اوقات دلہا خراب کی مرمت اور سلسلے عقبے کی ماموری مصرف توجہ حضرت واجب سے تحصیل قرب اور ماسواے سے تلاش دوری ہر چند اکثر فنون مین عالم یکتائی بلند اور سپایہ کمال ارجمند ہے لیکن صنعت حکاکی مین نظر احول بھی اوسکو ایک جانتی ہے اور اس تلاش دوئی پر اوسکو یگانہ پہچانتی ہے اوسکی زبان قلم کے فیض سے اصاغر واداني کا نام اسم اعظم کے برابر اور ہر نگین خاتم

سلیمان سے ہمسر با ہنیمہ سخن کا مرتبہ کسقدر بلند کیا ہے اور طرز کلام کو کیا کچھ دلپسند ہر لفظ لذیذ ہے شیرین
اور ہر حرف ملاحت سخن سے نمکین ہر تعقیدہ معنی عرفان نمیز سے ارباب کشف و شہود کا سینہ اور ہر بیت الفاظ
آبدار سے گوہر شاہوار کا گنجینہ ہے چند شعر کہ مذاق اہل دانش مین لذت بخش ہین صفحہ تحریر پہ ثبت او
قوم ہوتے ہین

دارم جنون در ہجراو دیرانہ باید مرا — بیزارم از عیش و طرب مخمانہ باید مر
ساربان چون محمل جانانہ بر جمازہ بست — بردلم بار غم و اندوہ بے اندازہ بست
بود اتبر دفتر دیو انگیہا پیش ازین — این قدر تقشی کتاب عشق را شیرازہ بست
ناخدا ترس تو از غمرہ کشتی و دگر — بر سر نعش من از بہر نماز آمدہ

نکہت تخلص سلالۂ خاندان شرافت زبدۂ دودمان نجابت پسندیدہ اطوار خجستہ کردار مقبول
خاطر نیک و بد حافظ غلام احمد اس نیک نہاد کو جناب و ستادی مولائی مولوی امام بخش صہبائی
قرابت قریبہ اور اوسی جناب فیض انتساب سے تلمذ ہی کتب درسیہ فارسی در عروض و قوافی کو
اوسی اوستاد فیض نہاد کی ہدایت و ارشاد کے ذریعہ سے ایسا خوب حل کیا ہی کہ ان
فنون مین گویا کوئی عقدہ مالانجل تھا ہی نہیں فارسی و ریختہ دونون مین فکر کرتا ہی اور اگر بنظر انصاف
دیکھا جاوے کلام حلاوت سے اور طرز نمک سے خالی نہین معنی بلند ہین اور استعارہ دلفریب
الفاظ پاک ہین اور تشبیہ غریب یہ اشعار اوسکے افکار گوہر نثار سے انتخاب ہوے

فارسی

رخصت آہی اگر بخشی من مہجور را — میکنم تعلیم افغا نہا صدا سے صور را
ظرف می باید کہ در مستی حریف من شوی — این می پر زور از جا مے برد منصور را
محتسب در خلوت او خت رز نا بالغ است — گر شکستی شیشہ مشکن دانہ انگور را
ہمچو بیماری کہ ہرگز کس نے گرد دبرش — داشتی ز انسان نہ تنہا نکہت رنجور را
بازیچہ بود کہ باطفال مے دہند — در دست جور سیمبران جان سخت ما
سر گرم گریہ ایم و سیلاب دادہ است — این سیل ہمچو خس ہمہ سامان و رخت ما
چہ باشد گر فتد بر دامن او خاکم ای گردون — بدست باد دہ یک دم عنان اختیار من
مبارک گر سر پا مالیم داری و لے ترسم — کہ مے ماند بخاک تفتہ گلخن مزار من
اگر از حسرت آغوش تکیدم پردہ بردارم — بجو بوسے گل بروی از خویش آئی در کنار من

این راست قامتے ز کجا و تو از کجا	اے سرو سر کشیدہ تو بالاے کیستی
رخ زرد و آہ سرد و جگر داغ بر جبیت	نکہت بمن بگو کہ تو شیداے کیستی

ریختہ

ہم صاحب احتیاط ہین ورنہ نگر تو منع	کرتی نہین تو ہنسنے تو دامن کو تر شراب
بیداری اور خواب مین یان جمع ایک جا	رکھتی ہے میری آنکھون مین کیا کیا اثر شراب
اچھا ہوا کہ آنکھون سے خون ہوکے بہ گیا	مدت سے ایک آفت جان تھی بلاے دل
جھگڑا ہی مٹ چکا تھا فلک کا یہ ضعف سے	لب تک مرے پہونچنے نہ پائی صداے دل
نکہت کے خود بخود کے اوٹھنے سے ہے یقین	آتے کسی طرف سے ہین اپنا کشاے دل

نکہت

نکہت تخلص مرزا نیاز علی بیگ خاندان شرافت اور دودمان نجابت سے تھا جریدہ اوسکا کتب اخلاق کی فہرست لب اوسکا صحف مروت کا مفسر مزاج مین مزاح اور عین حالت انقباض مین انشراح فن سخن کو شاہ نصیر مرحوم سے کسب کیا تھا سکندر نامہ زبان اردو مین نظم کیا اور اوس میدان مین اپنی حد سے قدم باہر رکھا ہے جو کہ فراخ رو اور کشادہ دست تھا تو جریدہ سابق نے کفایت نکی ہرچند پاؤن مین ضرب شدید پہونچنے سے ایسا بیکار ہوگیا تھا کہ راہ نوکری اور عرصہ چاکری مین لائق دوا دو نرہا تھا اوس نسخہ کو وسیلہ قدر شناسی سمجھ کر لنگ لنگان سفر لاہور اختیار کیا اوسوقت وہ زمانہ تھا کہ راجہ شیر سنگھ پسر راجہ رنجیت سنگھ حکومت موروثی پر متمکن تھا ایک قصیدہ اوسکی مدح مین گذرانا اتفاق تقدیر سے اوسکو پسند آیا اور اس متوقع کرم کو قدر دانی کا امیدوار کیا اوم اقامت تک خوراک کے نام سے اسقدر مقرر کیا کہ غالبا اوتنا توقع معاش کے واسطے مشاہرہ کے نام سے مقرر نہوتا اور رفتہ رفتہ اوسکے دلمین ایسی جگہ ہوگئی کہ ہنگامہ سیر و شکار بھی اوسکی رفاقت سے خالی نہ تھا اس امر مین لنگی پا کا عذر لنگ تھا یہ سمجھے کہ شاید آسمان اب راہ صلح مین گامزن اور ستمگریون سے دست بردار ہوا لیکن غافل تھے کہ وہ پلنگ خوگر آشتی سے پیش آرہا ہے ایک روز وعدہ واثق درمیان آیا کہ کل فلانے باغ مین دربار کے وقت مرزا صلہ شہ یان سے کامیاب کیا جاوے اور واقعی دوسرے دن وہی باغ اوسکی ہولے اقبال اور نسیم حضور سے شگفتہ ہوا حضار دربار دست بستہ موجود اور جناب نکہت بوے گل کی طرح ارباب مجلس کے لیے مخلخہ مشام اور اسباب صلہ حرص و آز کے حوصلے سے زیادہ مہیا اوسطرف سپاہ نہ جوئی کرم قصیدہ خوانی کی منتظر اور اس طرف جنبش لب اجازت سخن کی متوقع ناگاہ ایک

غلغلۂ عظیم پیدا ہوا اور ایک شور محشر نما برپا آنکھ اوٹھا کر کیا دیکھا کہ مسند ریاست خون داور وقت سے ایسی محروم تھی کہ جیسے قصیدۂ معافی بہار ریت سے ابھی رنگین نہ ہوگی راہین مسدود ہو گئیں اور دروازہ بہار و قافل کی تلاش ہونے لگی نکہت بوے گل کے مانند پیچ و تاب ہو گئے اور اونکو باوجود شکستہ پائی کے یہ مضمون سوجھا کہ کسی طرح سے ہو اس مجلس سے نکلنا چاہیے قلمرو سخن میں نسیم و صبا کو قاصد جانتے تھے ممالک پنجاب میں نسیم و صبا کے دوش پر سوار ہو کر راہی ہوے جب یہ ہنگامہ فرو ہوا اور نونہال ملک فتنہ چپ جا گیر ہوا ایک برگشتہ بخت سر پر پاؤں رکھکر شاہجہان آباد کی طرف راہی ہوا اور تادم مرگ خانہ نشینی میں بسر کی اس عرصہ میں ایک فرہنگ مصطلحات زبان اردو میں پچاس ساٹھ جزو کے مرتب کی عرصہ کئی سال کا ہوا کہ گلشن جنان میں چون بوے گل خرامان ہیں مصروف چند شعر اوسکے نتائج طبع سے انتخاب ہو کر مرقوم ہوئے

کھینچتا ہے ساقیا گر تو لطف مے کا شکار
تو لب دریا بنا موج مے احمر سے دام

تمھی کب کسی پہ یہ ستم آشکار کرتے ہیں
نمک اے سپہر چھڑکتے ہیں جسے افگار کرتے ہیں

لگا ہے جب سے دل اوس شوخ ہرجائی سے ہم
طبیعت ایکدم اپنی نہیں اک جا لگتی

نہ لگتا دل گر اوس زلف سیہ سے تیرہ بختوں کا
تو کیوں بیٹھے بٹھائے اونکے پیچھے یہ بلا لگتی

نصیحت دل لگی پر جوش ہنسی آتی ہے اے ناصح
خدا کو مان ارے بندے خدا کی کہ خدا لگتی

تھے چپا ہاتھا کہ ساقی بنت رز کو منھ لگا کے نہ
نہیں یہ مردار یہ وقت تپاک اوڑنے لگی

نوا

نوا تخلص قدرت اللہ مرد عمر رسیدہ اور معلم الصبیان ہے یہ شعر اوسکا سنا گیا

ہمنے مانا یہی کہ محشر میں ملے گی دل کی داد
پر یہ حیران ہیں کہ کس منھ سے کرینگے یاد ہم

نواب

نواب تخلص سلالۂ خاندان سیادت میر نواب ساکن بلدۂ بنارس متبنائے جناب مرزا محمد بخت مرحوم ساکنین شہر مذکور کی نظر میں عزت و اعتبار سے بسر کرتا ہے شیخ امام بخش ناسخ کی شاگردی کے ساتھ مشہور اور اب سخن سنجان بنارس کی زبان پر حرف اوستادی مذکور ہے یہ دو شعر اوسکے یاد تھے

پیکان ہر ایک غنچہ ہے بن اوسکے آنکھ میں
نشتر ہے باغ بن مجھے نالہ ہزار کا

اپنی برہنہ پائی سے ہر آبلہ کو آج
کیا کیا مزہ ملا خلش نوک خار کا

نورحق

نورحق تخلص قدوۂ سالکان منازل کمال جامع صفات جلال و جمال شرف خاندان مجد و علا فخر دودمان اعتلا صاحب پایگاہ جلیل شاہ محمد جمیل سلمہ اللہ تعالے اس قدسی نژاد

اپنے خاندان کے فیض سے محروم نرکھا اور مجددا سلسلۂ نقشبندیہ وقادریہ کی اجازت کے خلعت سے مخلع کیا انکا وجود فیض طالبان رشد وہدایت کی تکمیل کا وسیلہ اور سالکان جادۂ طلب کی رہنمائی کا ذریعہ ہی گاہ گاہ فکر شعر کی طرف بھی متوجہ ہین اور استادی مولائی مولوی امام بخش صہبائی سے استفادہ کرتے ہین یہ شعر کہ اونکے نتائج ذہن وقاد سے ہی اس مدعا پر دال اور اس دعوے کا شاہد ہی

کیا عجب گر یہ فروغ سخن آرائی ہی　　نورحق تو بھی تو اک ذرۂ صہبائی ہی

سررشتۂ طول کلام کو تاہ کر کے چند شعر اوس نقدس نہاد کے کلام معجز نظام سے درج تذکرہ کرتا ہون

حجاب خودی اوٹھ گیا جب کہ دل سے　　تو پردہ کوئی ہمدم نہ حائل رہیگا
ہجر مین تو آرزو ہی دیکھیے ہر دم اوسے　　اور جب دیکھون تو ہو جاتا ہون میں تصویر سا
یہ پاس خاطر اغیار ہی اوسے کہ وہ شوخ　　بٹھائے ہی مجھے محفل مین اپنی سب سے دور
آنکھ اوٹھا کر کون دیکھے جلوہ حور ابتدا　　نورحق خوگر ہین آنکھین اور ہی پیارے سے
دنیا مین ہوا عدم سے آنا اپنا　　اور آگے ہوا نہ یان ٹھکانا اپنا
تو جانے کی یاد ہی یہ رہنے کی جگہ　　دشوار ہوا ہی منھ دکھانا اپنا
ناحق کے ہین تجکو مجھ سے گلہ وحیلے　　دل پہلے ہی لے لیا ہی اور اب جی لے
ستاتا تو ہون نورحق یہ بیتابی سے　　ہو جاتے ہین زخم دل کے ٹانکے ڈھیلے

نیاز

نیاز تخلص محمد نیاز علی ولد پیرجی محمد مبارک علی ساکن قصبہ چھپراؤن ضلع مرادآباد بزرگ اس سعادت منش کے مشائخ کبار سے تھے اور اس نونہال کی پیشانی سے خردسالی مین سعادت و رشیدگی کے آثار ظاہر و آشکار ہین یہ اشعار اوسکے نتائج طبع سے ہین

سوا ایک صدا کے نہ دوسری آئی　　ہر ایک گھر یہ ہر اک در پہ مین پکار آیا
سرگرم فغان شب دل ناشاد و حزین تھا　　شعلہ مری آہون کا جو تھا عرش نشین تھا
دوری مین نیاز اوسکی کہون کیا کہ مرا دل　　کس درد کس اندوہ کہ آفت کے قرین تھا
برباد ہو کے یار کے دل مین ملی جگہ　　آباد کر گئین مری بربادیان مجھے
صحرا سے کوہ کوہ سے کوے نگار مین　　لایا ہی یہ جنون بھی کہان سے کہان مجھے

مہر درخشان

مہر درخشان تخلص فیاض مسند اقبال یکتا نو عرصہ جاہ وجلال جوہر تیغ شہامت صافی

آئینۂ دولت زور آزمائے معارک ہمت بلندی معرکہ آرائے مصاف عدو بندی نواب والا دودمان
محمد ضیاء الدین خان بہادر خلف الصدق نواب گردون اقتدار دشمن شکار زبدۂ نوئینان جہان
احمد بخش خان بہادر مرحوم والی فیروزپور جھرکہ آسمان پایگی کو اوسکے جاہ سے بلندی اور مہیا سرمایگی کو
اوسکی بدولت ارجمندی آفتاب اوسکے ضمیر سے گنجینۂ نور اور سنگ آستان اوسکے نقش قدم سے
ہم مرتبہ طور ذات جامع فضل و افضال صفات متجمع جلال و جمال فروغ اقبال سے اگر زمین پر
نظر ڈالے پستی کو آسمان بنا دے اور ذرہ کو خورشید درخشان اور گرانی حلم سے اگر کوہ پر
قدم رکھے پشتہ کو مغاک کر دے اور سنگ کو خاک تواضع اور فروتنی کا یہ حال کہ گویا لفظ شکستگی
شکست کو اور بردبارئے تسلیم کو اوس سے وام لیا ہے اور خلق و مروت کا یہ طور کہ غالبا گل نے
طیب انفاس اور بحر نے دریادلی کو اوسی سے حاصل کیا ہے اہل انصاف جانتے ہین کہ سن
جوانی مین کمالات پیری کو بہم پہونچانا اور موسم گل مین لذت سے شیرین کام ہونا ترقیات
رتبہ پر دال ہے علوم رسمی کو تحقیق اور تدقیق سے حاصل کیا اور علم ادب مین ید طولے بہم پہونچایا
کتب سیر کے مطالب ایسے معلوم ہین کہ آدم سے اس دم تک واقعات گذشتہ ارباب معانی اونکے
زیادہ ملحوظ اور سرگذشت عالم محظورات ضمیر سے زائد مفہوم ہے میزان سخن سنجی مین پلۂ ہنر گران سنگ
اور بہار معنی نگاری مین گلبرگ اوراق سیر رنگ مشق شعر کو مرزا اسد اللہ خان غالب تخلص
کی نظر تربیت سے کمال کو پہونچایا اور حریفان زبان دراز کا سر خاک پر جھکایا لطف سخن سے
اہل فہم کی زبان حرف تحسین سے خاموش نہین ہوتی اور خوبی کلام سے ارباب کمال کی
طبیعت جادۂ اشتیاق مین کاہل کوشش نہین ہوتی اس نامۂ نامی کا جزو اول کاشانۂ ابیات
فارسی کو فروغ آفتاب کا مخزن کرتا ہے اور جزو ثانی شبستان اشعار ہندی کو جون پرتو مہتاب
روشن یعنی فارس سے ہند تک اوسی نام بلند مقام کے زیر نگین ہے اور ان دونون قلمرو کے نقد
سرد پر اوسیکے نام کا سکہ مربع نشین جو کہ تمیز ذات ہے اور ریختہ دانی اور فروغ لوازم اور صفات گویا
توجہ ریختہ کی طرف بالعرض ہے اور فارسی کی جانب بالذات جو کہ میرے قلم کی زبان اوسکے
ذکر محامد مین حرف عجز سے آشنا ہے اور اوسیکا کلام اوسکے کمال کے مدح مین کما حقہ گویا چند شعر
فارسی اور ریختہ سے ذخیرۂ کتاب ہوتے ہین کہ لا احصی کا عذر اور انت کما اثنیت کی وجہ
خاطر نشین احباب ہو جاوے

گفتن ہلاک کہ شادم بنا روائے خویش	بروے من بگشا چشم اعتبار مرا

نمود تیره چو شب روی روشنان سپهر ـ بخاک سای سر نخوت غبار مرا
دلش بسوخت چو بر کارهای بی مزدم ـ وفا نتیجه به از مزد داد کار مرا
نمود سعی به بی برگی من و نجلم ـ بکیسه نیست چو یا مزد روزگار مرا
اگر نیامدن دوست ماتمی دارد ـ سفید بهر چه شد چشم انتظار مرا
بسری دوشو زنشور و بلی نفخهٔ صور ـ فلک ز پهلوی پیر نگاه دار مرا
خوش می برد بخواب عدم قصه مختصر ـ افسانهٔ درازی شبهای تار ما
در شبستان سینه از تب غم ـ شمع روشن بر استخوان من است
گر ستم ور کرشمه افزون باد ـ هر چه بر من ز دلستان من است
نشاند ز سوز جگرم دوش بر خود ـ خواهم که بخنجر نگاهم جگر خود
پیچیده غبارم بهوا در گذر دوست ـ آن به که ز نم آب هم از چشم تر خود
چون آمده ایم از عدم آسان بود اکنون ـ پیمودن راهی که بود پی سپر خود
بگذر از رشک بسر تا مژهٔ دشمن ـ تا دوست بدین وجه نراند ز در خود
دست در غارت کالای خودم بگشودند ـ بهر این گرمی بازار دکانم وادند
رشک بر صفحهٔ من تا نبرد دامن دهر ـ خامه همچون مژه خونابه فشانم وادند
روش دهر بیک گونه نباشد غیر ـ نه چنین بود که هست و نه چنان است که بود
تا نقاب از روی چون خورشید او برداشتم ـ دیدم آن دولت که چشم از چرخ و اختر داشتم
آن دم که بخشش چشم و دهان کرد روزگار ـ خندیدن از تو بوده و از ما گریستن
تا زنم آتشی بچرخ آه مرا شرار کو ـ تا دهم این جهان بآب دیدهٔ اشکبار کو
تا تو ستیزه آوری من ره عجز بسپرم ـ جور تر اگران کجا شوق مرا کنار کو
دیده چون مرده بناچاری من رحم آورد ـ صورت زندگی از مرگ تبر باشتی
هست آویخته زلف کسی می شنوم ـ از دل زارم ازین بیش خبر باشتی
پردهٔ دل گر گشودی چه غمی ـ لاله ستانی نمودی چه غمی

رباعی

از کوری خود بر و زانو عقرب ـ نیشی زده بپای پیر عقرب
بر مه رسد از تو چشم زخمی نه بمهر ـ من نیر اعظمم نه اصغر عقرب

ریختہ

مضمون نہین ہی برق و سموم و شرار کا
رکھتا ہی حکم جلنے مین عاشق چنار کا

جب اپنے شغل سے دل خون مین نہ باز آئے
پھر کیا گناہ دیدۂ خونناب بار کا

آنکھون مین بوالہوس کی کھٹکتا ہون مثل خار
احسان ہی یہ مجھپہ مرے جسم زار کا

گر انتہا نہین ستم و جور یار کو
شوق زیادہ جو کو مرے بھی کران نہین

ہی دوست صدق دشمن و دشمن دروغ دوست
کیا رشک جلوہ سیمین صفا و ریا نہین

نکلے آنکھون سے وہین جذب ہوے دامن مین
بجز اشکون کے کوئی گوہر نایاب نہین

پیری و مفلسی مین نہ ہو نام کر اب
لطف از شباب مین ہی نہ اجر اجتناب مین

پی کے گرنے کا ہی خیال ہمین
ساقیا لیجیو سنبھال ہمین

شب نہ آئے جو اپنے وعدہ پر
گذرے کیا کیا نہ احتمال ہمین

تیرے غصے نے ایک دم مین کیا
مردہ صد ہزار سال ہمین

طالع بد سے نیر رخشان
اپنے ہی گھر مین ہی وبال ہمین

کیا ہو پہنچے تو فرشتہ کا بھی گذر نہو
بیت الصنم ہی شیخ خدا کا یہ گھر نہو

رخشان جو آتے آتے ابھی رک گئے ہین اشک
آنکھون مین آگیا کوئی لخت جگر نہو

سر کٹے نو مید ہمین قتل سے پہلے یکسر
خون رو اچکے کیا خون کا دعوا کیجے

چاک سینہ مرا گریبان ہی
دل کا محضر مرا گریبان ہی

سینہ کا چاک کرنا سکھلایا
میرا رہبر مرا گریبان ہی

بوالہوس اور بھی مرنے کی کرینگے خواہش
پھینکیے گل قبر پہ رخشان کی نہ آیا کیجے

باب الواو

واحد تخلص شیخ عبد الواحد شہر شاہجہان آباد مین رہٹ کے کوئین کے حوالی مین ساکن اور حکیم آغا عیش تخلص کا شاگرد ہی یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

مونس اپنا عشق مین سمجھا تھا واحد دل کو مین
پر مرے پہلو مین وہ بھی دشمن جان ہوگیا

بیتاب ہو کے شوق مین سب راز کہدیا
واحد ستم کیا یہ دل بیقرار نے

پوچھتے کیا ہو اسیران قفس کا احوال
بال و پر نکلے نہین تھے کہ گرفتار ہوے

وارث تخلص شاہ وارث الدین مخاطب بہ زمرد رقم خان حضرت کرامت مظہر شیخ فریدالدین

شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد اور مشائخ پاک طینت صافی نہاد سے تھا کمالات ظاہری اور باطنی سے آراستہ اور زیور قابلیت سے پیراستہ خط نستعلیق اور نسخ اور تعلیق اور ریحان اور شفیعا اور شکستہ اور گلزار میں علم یکتائی بلند اور اوستادی عالمگیر ثانی نے اوسکے مرتبہ کو ارجمند کیا تھا یہ شعر اوسکے افکار سے ہے

سینہ کو داغ اور آنکھون کو لہو بار کیا		سینے کیا کیا نہ ترے ہجر مین اے یار کیا

وجاہت

وجاہت تخلص اسد یار خان ولد احمد نور خان مرحوم قوم سے افغان اور ساکن قدیم رامپور اور فن شعر مین شاگرد محمد حیات خان حیات تخلص کا یہ مرد خوش خلق اور نیک نہاد اور صاحب طبع حلیم و ذہن مستقیم ہے یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

کیا یقین اے نقش باطل کا		ہر وجاہت یہ زیست نقش بر آب
تیر لگتا ہے جگر مین مژہ یار کو دیکھ		دل ہوا جاتا ہے خون ابروے خمدار کو دیکھ

وجود

وجود تخلص محمد علی ساکن بنارس ہزل گوئی مین زبان اوسکی وا اور سلسلہ اوسکی شاگردی کا صاحب قران تک پہونچتا ہے تذکرہ کی ضرورت سے یہ ایک شعر مرقوم ہوا

ہتون کی بند کی گو با اوا کی		رکھ کے جبرئیل مین جب سر جھکایا

وحشت

وحشت تخلص خاندان والا دودمان غلام علی خان شہر اخت کو اوسکے نام سے عظمت اور نجابت کو اوسکی ذات سے کرامت حلم اور بردباری اور مروت مین بے عدیل اور ایجاد معنی اور ابداع سخن اور جودت فکر مین بے نظیر مشق سخن مومن خان مومن تخلص مرحوم سے کی ہے اور خوش فکری کو حد کمال تک پہونچایا یہ اشعار اوسکے افکار گوہر نثار سے ہین

ذکر سن سن کے رقیبون کی مے آشامی کا		آئینہ حسرت صہبا کی سناتا ہون اوسے
کچھ اندنون مین پہلے سے لطف و کرم نہین		دل مین عدو کے بڑھ گئی کیا الفت آپکی
کام آسان ہو گیا یان مرے دن دشوار ایسے		بے تکلف آگئے وہ بہر تماشا وقت نزع
اہل عالم اب نہین مرنے کے باتک صورت سے		نالہ میرا روز و شب سن سن کے عادت ہو گئی

وحشت

وحشت تخلص میر حبیب احمد خلف زبدۂ مشائخ کبار میر مشتاق احمد نوجوان خوش ترکیب خوش مزاج فن فارسی سے بقدر ضرورت آگاہ ہے شعر ریختہ ہر چند کم کہتا ہے لیکن اچھا کہتا ہے

ایک دن اوسکے در پہ آہی رہا		آخر اپنا بھٹک بھٹک کے غبار

آپ ہی رُک رُک کے مرگیا آخر — حال وحشت کا کچھ چھپا ہی رہا
خانہ خراب نالہ وزاری سے باز آ — ہر دم کی ہائے ہائے بس اے دل اثر نہین
جلوۂ حضرت دل اب کر دیکھ اور فکر اپنی — کہان ہے اب دماغ آشنا کہ مہوین نازخوبان کو
مشغل وان اوسکو ہیکشی کا رہا — زہر کے گھونٹ ان پیے ہی بنی
اوسکے ظلم وستم سے گھر سے آنے پہ — ہمکو رُک رُک کے جان دیے ہی بنی
جو نہ سننا تھا وہ سنا ہمنے — جو نہ کرنا تھا وہ کیے ہی بنی
دل کی خانہ خرابیان وحشت — ہاتھ سر پہ دھر لیے ہی بنی

وحشت

وحشت تخلص شاہزادہ بلند مرتبت صاحب تمکین مرزا کبیر الدین متانت وضع اور حسن اخلاق اور فرط مروت اور کثرت حلم مین شہرۂ روزگار ہے شیخ ابراہیم ذوق سے مشق سخن کی ابتدا کی تھی اور مرزا رحیم الدین حیا سے اس کمال کو انتہا تک پہونچایا یہ اشعار اسکے کلام معجز نظام سے انتخاب ہوے

وہ بے وفا وامید تسلی شب غم — خیال یہ دل مضطر نہ اکدھر آیا
کون سے فتنون مین ہے فتنۂ محشر ظالم — سیکڑون فتنہ ہین ایسے تری رفتار کے پاس
ناحق کے ظلم وکاوش بے جا سے کیا مدعا — لوگے ستا کے کیا کسی خانہ خراب کو

وزیر

وزیر تخلص خواجہ وزیر متوطن خاک مینو آئین لکھنو مرد کبیر السن اور ریختہ گویان قدیم سے ہے یہ شعر اوسکا سنا گیا

خاکساری ہے فقیری مین بھی مشکل ورنہ — پیرہن مٹی مین کسکو نہین ننگ آتا ہے

وصال

وصال تخلص حکمت مآب فضائل اکتساب سلالۂ اماجد کرام زبدۂ افاضل عظام قدوۂ اکابر اوان حکیم نصر اللہ خان سلمہ الرحمن خلف جناب مستطاب غفران پناہ مغفرت دستگاہ یگانۂ آفاق حکیم ثناء اللہ فراق جناب حکمت مآب موصوف کے اوصاف حمیدہ اور اطوار پسندیدہ اگر بیان کیے جادین تو نہ زبان تاب رکھتی ہے اور نہ کتاب گنجایش قامت استعداد اوس جناب کا حلیہ علوم عقلیہ اور نقلیہ سے آراستہ حدیث فقہ واصول وحکمت وہندسہ وہیئت کو مولانا مخدومنا مولوی رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کہین برادر جناب جنت مآب شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے تحصیل اور علم طب کو حکیم کامل اور طبیب فاضل حکیم شریف خان علیہ الرحمۃ والغفران سے کسب کیا عقل باور نہین کرتی کہ یہ صدہا صائب درگاہ

حکیم علی الاطلاق نے کسی اور کو عطا ہوا سو بیماری چشم نرگس اور جوش خون لالہ کی علت کا دریافت کرنا ایک امر سہل ہے صبا اگر اونکے شفاخانہ مین چلے دل صنوبر کو خفقان سے نجات دے اور اگر نسیم اونکے دستور العمل کے موافق کام کرے شلم غنچہ کو نفخ سے بچالے طلا شبنم اگر اونکی تدبیر سے ہوتا رنگ گل مین خون نہ مرتا اور اگر لخلخہ گل اونکی تجویز سے عمل مین آتا تو بلبل کا مرض دماغ اتنا طول نہ پکڑتا ان کمالات سے قطع نظر اوقات شبانہ روزی مین بیشتر عبادت و طاعت مین مصروف اور اکثر احیان اسی امر نیک سے مشغوف ایسا عالم باعمل عرصہ روزگار مین کم مشاہدہ ہوا موزونی ذاتی اور مناسبت طبیعی سے گاہ گاہ فکر شعر بھی دامنگیر ہوتی ہے یہ اشعار اونکے افکار گوہر نثار سے ہین

جان من اضطراب اس دل کا — رشتہ افزا ہے مرغ بسمل کا
تھا سر اپنے بدن پہ بار گران — مین ہون ممنون تیغ قاتل کا
پھر تو قفس ہی خوب ہے اے مرغ ناتوان — پرواز جبکہ ہو نسکے آشیان تلک
پھیرینگے منھ نہ ہرگز اوس شوخ کی جفا سے — ہوگا یہی نہ آخر مرجائینگے بلا سے
کس کس سے جان بچاؤن حیران ہون الٰہی — چشمک سے شوخیون سے انداز سے ادا سے

وصل

وصل تخلص نوجوان خوش اخلاق سلیم طبع محمد علی خان خلف جناب کمالات انتساب حکیم نصر اللہ خان وصال تخلص اس سن و سال مین علوم رسمی سے فارغ التحصیل اور فن طب سے کماینبغی بہرہ مند ہے یہ فرزند رشید ایسے ہی سعادت کیشان اہلبیت شعار کو کہتے ہین فن شعر مین اپنے والد ماجد سے مشورہ کیا ہے یہ اشعار اوسکے طبعزادہاے رنگین سے انتخاب ہوے

کیا مزہ اس دل مجروح کو ہوتا حاصل — اوسکی شمشیر کے گر ساتھ نمکدان ہوتا
دشت پر خار مین جب ہم رہے بے دامن و جیب — چاک چاک اپنا نہ کیونکر تن عریان ہوگا

گر لکھون حال دیدۂ تر کا — مثل دریا ہو حال دفتر کا
حیف جسمین کہ نامہ باندھا تھا — گر پڑا وہ ہی پر کبوتر کا
ظلم اوس سنگدل کے بسکہ سہے — بنگیا اپنا دل بھی پتھر کا

ناتوانی سے مین حیران ہون بیٹھا اسطرح — جیسے دیوار سے جاوے کوئی تصویر لگا
بوسے تو اپنے لب کے ہمین پانچ چار دے — ساتھ اوسکے گالیان بھی اگرچہ ہزار دے
محفل اغیار مین مجھکو بلایا آپنے — فتنہ کیا بیٹھے بٹھاتے یہ اوٹھایا آپنے

وفا

وفا تخلص مرزا دارا بخت مرحوم ابن مرزا جمشید بخت مغفور ابن حضرت شاہ عالم بادشاہ

میرزا صاحب طرز عاشقانہ اور خلق اور مروت مین یگانہ صافی کلام رشک مرآت جان بخشی سخن غیرت آب حیات سخن او سکا زیور صنایع اور بدایع سے آراستہ مرزا جمعیت شاہ ماہر سلمہ اللہ تعالیٰ اوس شاہزادۂ عالی مرتبت کے نذر نشین مین اوس مسافر راہ عدم نے اس مہین خلف کو بچہ سالی مین چھوڑا حضرت احسان علیہ الرحمۃ والغفران کی شاگردی سے ممتاز ہو اوس جناب کو اپنے تلامذہ سخن سنج مین اوس صاحب فہم کے ذہن پر ناز تھا چند شعرا اسکے کلام سے انتخاب ہوکر درج کتاب ہوے

بادہ نوشی سے اوسے کام یہان تشنہ لبی	عید رہتی ہے وہان یان رمضان رہتا ہے
منہ سے تو کچھ کہو تم کسو واسطے خفا ہو	اس اپنے خستہ دل سے اس اپنے نیم جان سے
مین نے کہا جو رو کر مرتا ہون تم بچاؤ	اک ناز و ادا سے کہنے لگے وہ کب سے
کوچہ مین بعد مرگ مجھے اوسکے جا ملے	ایسے کہان نصیب جو یہ مرتبا ملے

وفا

وفا تخلص میر حیدر علی مرثیہ خوان اپنی خوش آوازی سے الحان داودی کو دل سے بھلا دیا اور تاثیر انفاس سے پتھر کو موم بنا دیا مصیبت زدگان کربلا کا ذکر اگر اس ذاکر با اخلاص کی زبان سے سنتا یزید اپنے افعال سے خجل اور شمر اپنے کردار سے منفعل ہوتا گاہ گاہ موزونی سخن کی طرف بھی عنان توجہ معطوف ہوتی ہے یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

خاک پہونچائی نہ میری کبھی اوس دامن تک	اے صبا تو نے اوڑا کر اسے برباد کیا
ہم تھے مشتاق شہادت اور وہ خنجر بکف	قتل کرنے مین ہمارے پھر تامل کیون ہوا
دشمنون سے مل مل کر خاک مین ملاتے ہو	خاک دوستی کا ہو آپ پر گمان اپنا

ولی

ولی تخلص شیخ ولی محمد خلف شیخ منگلو وطن اصلی اوسکا سیالکوٹ اور مولد اوسکا شاہجہان آباد والد ماجد اوسکا نواب نجابت علی خان مرحوم والی جھجر کی سرکار مین عہدہ کرنیلی سے سرفراز اور اقران و امثال سے ممتاز تھا اور یہ بزرگ منش عہد طفولیت سے اب تک نواب بہادر جنگ خان بہادر والی بہادر گڑھ کی سرکار مین اعتبار و جاہ سے بسر کرتا ہے کبھی عہدہ کوتوالی اور کبھی ندیمی اور مصاحبت سے سربلند ہوکر اخوان روزگار کیا بلکہ آقا قدر شناس کی نظر مین عزت و وقار رکھتا ہے عمر پینتالیس چالیس برس کی ہے اور فکر سخن ہنوز جوان ہے سخن کی مشق شاہ نصیر مرحوم سے کی اور بسبب کم فرصتی کے ترتیب دیوان ہنوز صورت پذیر نہین ہوئی راقم کو یہ تین شعر اوسکے یاد تھے

کیونکہ بتلاؤن نشان تجھکو ستمگر اپنا	عالم خانہ بدوشی مین کہان گھر اپنا

رتبہ تھا کیا قمر کا جو کرتا وہ ہمسری	جب آفتاب رخ کے برابر نہو سکا
کشتہ جو تیری نرگس فتّان کا ہی ای شوخ	زندہ وہ کبھی عیسے مریم سے نہو گا

باب الہا

ہادی تخلص مرزا غلام فخرالدین بہادر خلف الصدق مرزا خجستہ بخت بہادر مرحوم ابن حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ مغفور حکیم آغا جان عیش سے تلمذ اور طبع سلیم اور ذہن مستقیم رکھتا ہی یہ شعر اوسکا یاد تھا

آیا نظر وہ مہر لقا تین دن کے بعد	روشن یہ قصر چشم ہوا تین دن کے بعد

ہاشمی تخلص محمد نادر حسین خان صاحب شوکت وجاہ دولت واقبال پناہ بلند مرتبت فلک منزلت حلم اوسکی طبیعت مین جاگزین وقار اوسکے اوضاع سے ہمنشین گل زمین کالپی مین رئیس کامگار اعظم الدولہ نصیر الملک نواب محمد حسین خان بہادر دام اقبالہ کی سرکار فلک مدار مین عہدۂ نیابت سے سرافراز اور آغوان روزگار سے بیشی مراتب اور افزونی مدارج مین ممتاز ہی اقبال وجاہ اوسکا رفیق جانی اور علم وفضل اوسکا خاندانی ہی پدر عالی وقار اوسکا شیخ فرخ حسین حیران تخلص میدان شاعری اور عرصۂ انشا طرازی مین شہسواران کمال سے قصب السبق لے گیا تھا اور رئیس ممدوح اور اوسکے والد ماجد مغفور ناظم الدولہ نواب امیر الملک بہادر ظفر جنگ جنت آرامگاہ کی اوستادی کے شرف سے مشرف تھا یہ چند شعر اس صاحب رتبہ عالی کے اشعار سے انتخاب ہوے

اوس سنگدل سے آج ملاتا ہون اپنا دل	شیشہ مرا مقابلہ کرتا ہی سنگ کا
فاتحہ خوان ہون روح مجنون پر	ہی برادر پہ حق برادر کا
مجکو کرتا ہی کب شکار وہ شوخ	کون خواہان ہی صید لاغر کا

ہاشمی دیکھیے کیا پاتے قرار آخر کار	عشق اور عقل مین دن رات ہی جھگڑا ہوتا
یہ راز عشق چھپے کسطرح کہ ان روزون	ہمارے اس مین دل خانمان خراب نہین
کوئی جو بین سنے زلف ورخ یار کی بہار	بگڑے ہی شانہ آپکو آئینہ آپ کو
جب ہاشمی دیکھا تجھے حیران ہی دیکھا	سچ کہہ ہی تعلق تجھے کس آئینہ رو سے
دو مجکو سیر گل کی نہ تکلیف دوستو	وہ دل نہین رہا وہ طبیعت نہین رہی
وا شد مرے دل کی کوئی ممکن ہی صبا سے	کھلتا ہی کہین غنچۂ تصویر ہوا سے

سرو اوس قامت موزون پہ فدا ہوتا ہی ۔ رنگ گل دیکھتے ہی رخ کے ہوا ہوتا ہی
اسعد کنج قفس مجکو خوش آیا ہی کہ اب ۔ دل مرا نام رہائی سے خفا ہوتا ہی
عشق کے آغاز ہی مین تمکو ہی جوش جنون ۔ ہاشمی ہوتا ہی کیا انجام اسکا دیکھیے

ہجر

ہجر تخلص مولوی محمد حسین ساکن قصبہ نجیب پور ایام خورد سالی مین گلزمین شاہجہان آباد مین وارد
اور شدائد غربت اور مہاجرت اقارب کو اپنے نفس پر گوارا کرکے تحصیل علم و ہنر مین سعی مشکور
کو نصاب کمال تک پہونچایا اور روز و شب خدمت سراسر افادت جناب استاد با فضل و لنیا
مولوی امام بخش صہبائی سے مشرف ہو کر زانوے تلمذ تہ کیا پردہ چشم کو اوراق کتاب سے
کوک کیا اور انفاس کو نتائج افکار بلغا کے واسطے گہوارہ بنایا پیک فکر کو ایسا تیز رو کیا کہ راہ
تنگ و تاریک عبارت کو پے سپر کر کے معنی دشوار یاب کا سراغ بیان سے حل سکا بہم پہونچایا
نہ رات کو رات سمجھا نہ دن کو دن رات کو خواب کا دشمن اور کتاب کا رفیق جانا اور دن کو تعطیل کا
عدو اور تحصیل کا صدیق خلوت شب مین دود چراغ غذاے دماغ ہوتا تھا اور عرصہ روز مین عرق
سعی گوشہ دامن کو گرداب کرتا تھا جناب مولانا نے جب علو شوق کو ہم آغوش پایا اور اخلاص
تہ دلی اور اعتقاد خالص کو ہمدوش شفقت پدرانہ مبذول کی اور تربیت فرزندانہ صرف کی ہی
جبتک اپنی سعی اور اوستاد کی شفقت باہم نہو تحصیل کمال دائرہ امکان سے خارج ہی چند
روز مین فنون متداولہ مین دستگاہ کامل حاصل ہو گئی اور ہر کتاب سے ہر مقام کے غور مقصد نے
اوسکی فکر کے ساتھ ہم آغوشی کی کتاب دانی مین کسبے تا پیدائی ہی حاصل نہین ہوتی امثال
و اقران مین علم یکتائی بلند کیا تحقیق لغت اور تفتیش مصطلحات مین اسقدر صرف اوقات
ظہور مین آئی کہ چند مدت کے بعد تن خود ایک جلد کتاب ہو گیا اور دل ایک فرہنگ جسکا اصل طبیعت
مین موزونی مخمر تھی ایام طالب علمی مین باوجود توجہ تحصیل کے گاہ گاہ نقش بانچہ دل سے مثل سرو
خود بخود موزون ہو کر جلوہ گر ہو جاتا لیکن اس امر کے توغل کو اشتغال علوم کا مانع تصور کر کے کنارے سے
صحبت اختیاری اور شاہدان معانی سے مہاجرت اضطراری کو واجب جانا اگرچہ شغل خطیر حسن طبیعت
اور جلوۂ افکار کا پردہ پوش تھا لیکن لمعہ ادا پری تمثون کا رنگ شراب کی طرح شیشہ سے
بے اختیار جھلک جاتا اور چونکہ وہ ثمرۃ الفواد استعداد علمی کا دست بستہ ہوتا تو اہل سخن کے
مذاق مین گوارا آتا تھا جب تحصیل سے فراغت کلی حاصل ہو گئی فکر رنگین اوسکو
شاہدان معانی کی مشاطگی پر مامور کیا اور اس فراغ بال مین سخن سنجی کو شغل ضروری سمجھ لیا

مراعات لفظی اور صحت محاورہ کے باب مین تو کچھ ہدایت کی احتیاج ہی نہ تھی بتدریج اکیسا ور گرمی الفاظ اور کرسی نشینی معنی کہ بسبب کم مشقی کے اہل استعداد سے ان امور مین فروگذاشت ہوجاتی ہے اوستاد معلی القاب کی التفات سے کمتر روزگار مین پایہ والا کو پہونچ گیا اور اہل روزگار نے طبائع عوام پر نظر کرکے استعجاب کا فرق چرخ بلند تک پہونچایا طرفہ تر یہ ہے کہ جسقدر سرمایۂ استعداد بڑھتا تھا اوسیقدر اخلاص و اعتقاد فرزندانہ اوس اوستاد شفیق تر از پدر کی خدمت مین ترقی پاتا جاتا تھا جس زمانے مین شاہد اقبال سکھان بے دولت کا پایہ شباب سے فرود آکر قدر کہولت کی طرف میل کرنے لگا تھا یعنی رنجیت سنگھ کی ممات کے بعد راجہ شیر سنگھ نے مسند حکومت پنجاب کو زینت دی ایک تقریب حسن سفر لاہور کا سبب ہوئی اور چند سال تک وہ گلزمین اوسکے قدوم بہار لزوم سے خرم اور سرسبز رہی شہرۂ استعداد اور آوازۂ فارسی دانی نے اصاغر واکابر کے گوش کو ایسا پر کیا کہ نغمۂ بلبل نوایان ایران کو خلوت قبول مین بار نرہا پھر جذبۂ انجوکے تقاضے سے نشاط آباد دہلی چندے محل آسایش ہوئی ہرچند رؤسا شاہجہان آباد گوارا نکرتے تھے کہ اوسکی صحبت فیض اثر سے مجور اور اوسکے افاضہ سے محروم رہین لیکن کچھ آب خورش کے جذبہ اور کچھ تخلص کے اثر نے خویش و آشنا اور اعزہ و اقربا خصوصًا خدمت اوستاد شفقت نہاد سے مہجور کیا اور چرخ ناتوان بین نے اس صحبت فیض بخش کو گوارا نکیا اور اوسکی برات روزی دیوان والی اندور پر لکھ دی ناگزیر یہ سفر دور و دراز کہ ایک ماہ تمام مین اتمام کو پہونچتا ہے درپیش آیا اول قدردانی جو اوس رئیس ہنر شناس سے جلوہ گر ہوئی یہ تھی کہ اپنے سرکار کے مدرسہ مین سرگروہ مدرسین مقرر اور نشتر اسی روپیہ کا ماہیانہ اخراجات ضروری کے انصرام کے واسطے معین کیا جو کہ حسن لیاقت ایسا جوہر ہے کہ کسی پردہ مین چھپ نہین سکتا قریب زمانے مین ترقی مراتب نے جلوہ گری کی کہ مصاحبت و حضوری دربار اور اوستادی راجہ عالی تبار ظہور مین آئی اور اسپر زمانہ نگذرا تھا کہ نظامت دیوانی کا عہدہ تفویض ہوا اور اڑھائی تین سو روپیہ مشاہرہ مقرر ہوا اب تک وہی مسند اوسکے وجود سے مشرف اور خوش سلیقگی اور نیک طینتی کے ذریعے سے داد دہی کا آوازہ گنبد فلک مین بلند ہے اس کثرت اشغال پر تدریس طالبان کمال اور فکر انشا و نظم بھی دامنگیر ہے بیشتر خطوط و رسائل کے وسیلے سے وہ افکار گوہر نثار جناب اوستاد کی خدمت مین پہونچتے ہین اور کثرت حاضر باشی کے سبب سے راقم ہیچمدان بھی اون جواہر نفیسہ کی خوبی پر نظارگی ہوتا ہے زبان کو یارا کہان کہ ان افکار لطافت آثار کی

خوبیان کیا بیان کرے اور قلم کو مجال نہیں کہ اس سخن کے محاسن کو حیز تحریر مین لاوے چند شعر ارباب مذاق کے گوش گزار کرکے بس کرتا ہے

من قصیدتہ

سال و مہ باشی باقبال ہمایون سرفراز — ای کہ ذاتت مسند اندر را آمد طراز

کیقباد و خسرو و اسکندر و دارا و جم — بر درت استادہ دایم بہر کسب امتیاز

حضرت چنین گر در نظام عالم است — آز را یابی نہ طبع بے نوایان احتراز

بر سپر باد بر درت خصم در روز وغا — جز زبان خنجرت دیگر سنے بینم دراز

گر گل شمع ست فرق خصم در بزم وجود — ہست شمشیرت برای قطع او در حکم گاز

زال آسا ہر نفس از تاب شمشیرت بود — دل درون سینہ خصم تو سرگرم گداز

داد او داد دست بہار طرفہ دارد کارہا — دشمنان پیوستہ پامال دوستان در اہتزاز

تشنگان شوق را شد موج آب زندگی — بر جبین شاہدان مجلست آن چین ناز

بسکہ فیض عام او محتاج نگذارد بدہر — ابعد ازین مفہوم گردد نا ز از لفظ نیاز

می برد دل از لطف موج غبار رزم او — چون دل محمود برد از کف خم زلف ایاز

چون حباب از دشمنش پرخون شدن الحجہ سود — کش درون کاہیدہ مے یا بم ز تاثیر گداز

خصم جاہش ہمچو چوگان سرکشی اندیشہ کرد — چرخ گفتش سر برنگ گوی در میدان بباز

من غزلیاتہ

گر دود او ز سوز آہم شرار ہی گر شود پیدا — تو گوئی از سپہر نیلگون اختر شود پیدا

نشست انجط بیاقوت لبش گر بکسادی ہا — کہ آتش چون شود افسردہ خاکستر شود پیدا

گداز دل عجب آورچہ تاثیر نفس خواہی — سر گم گشتۂ این رشتہ از گوہر شود پیدا

دم کشتن اگر لعلش ز رسید او بکشتہ — ز موج خون بسمل چشمۂ کوثر شود پیدا

نمیدانم چہ سوزی در جگر دارم کہ از چشمم — بہر مژگان بجای قطرہ یک اخگر شود پیدا

ہم تعلیم وحشت ہست ہر دم جوش سودا — دمید از گرد باد مژدہ دامان صحرا را

از نیسا غمزہ زن بیگناہان لعل جان بخشی — کہ جاے دم زدن نبود بہ پیش او مسیحا را

ز تاب آہ جگر ناتوان غافل مشو ظالم — کہ جا در آتش است از رشک او زلف چلیپا را

جسمان ضعیف شد از غم تن نزار مرا — کہ بار خاطر من مے کند غبار مرا

بیا دروے تو خلوت در انجمن دارم — بحسن خیال تو با دیگرے چہ کار مرا
تو نیز چارۂ حیران نمیتوانی کرد — بجلوہ آئی و حیرت برون نکرد مرا
زبار درد تو ہمرنگ توتیا گشتم — نشد باین ہمہ در چشمت اعتبار مرا
نکرد در دل سنگین او رہی پیدا — فغان زبے اثری کرد شرمسار مرا
بپاے آبلہ طے می کنم رہ صحرا — بود کہ بار نشود این گرہ زخار مرا
زداغ بادہ شود ہجر لالہ زار تنم — شکست توبہ بود عہد نو بہار مرا
شب کہ بے رویت رخ زردم چراغ خانہ بود — لخت لخت دل زجوش گریہ ام پروانہ بود
یاد ایامے کہ از حسن سلوک روزگار — طرۂ آشفتہ ات را پنجۂ من شانہ بود
تا کجا بودی کہ امشب تا سحر در راہ شوق — انچہ بر من خاست از دل نالۂ مستانہ بود
رہ بخلوت کدۂ قطرہ برد وحشت موج — راہ آید چو بسر روے منزل باشد
تاب آن جلوہ کہ تفسیر جوابا رنی ست — ہجر بر دیدۂ حیرت زدہ حائل باشد

ہجر

ہجر تخلص میر جمیل الدین خلف میر ابرار علی کہ اکابر سادات کرام اور اعاظم شرفاے ذوی الاحترام سے ہے توجہ ان خوش صورت و نیک سیرت اور بزرگان پاک نہاد لطف سیرت ہے علوم ضروری سے بہرہ بردار اور نستعلیق نگاری اور نستعلیق گوئی مین سرگردہ اخوان روزگار طبیعت معدن حلم و دل مخزن علم اوصاف حمیدہ کو اوس سے اعتبار اور اطوار پسندیدہ کو اوس سے افتخار بزرگان والا نژاد اوس نیک نہاد کے شہاب الدین غوری کی ایام سلطنت مین بغداد سے وارد ہندوستان جنت نشان ہوکر اکثر مراحم خسروانی سے پایہ بلند اور مراتب ارجمند کے ساتھ سرفراز رہے پدر بلند مرتبہ و سکنا مقام ذو اسنہ سے کہ ایک مدت سے آباے عالی تبار کا محل بود و باش مقرر تھا دہلی مین وارد اور نواب بہادر جنگ خان والی بہادر گڈھ کی سرکار مین عہدہ وکالت سے ممتاز ہوا اور اس عہدہ کو ایک زمانہ دراز تک حسن و لیاقت سے سرانجام دیا اب استغناے مزاج اور بے نیازی طبیعت کے اقتضا سے خانہ نشینی اختیار کی یہ خلف الصدق تحصیل علوم مین سرگرم اور تہذیب اخلاق مین مصروف ہے گاہ گاہ فکر شعر کرتا ہے زبان پاک ہے اور خیال بلند

یہ اشعار اوسکے کلام سے یاد تھے

ہے جو سوداے سر کاکل پیچان ہمکو — خواب کیا کیا نظر آتے ہین پریشان ہمکو

آتی ہے سر پہ دیکھیے اب اور کیا بلا	وہ ہم کو دیکھ زلف لگے ہین سنوارنے

ہدہد تخلص عبد الرحمن نامی ساکن ... پورب ... عرصے سے ... کہ شاہجہان آباد مین وارد ہے جو کہ خلط چہارم کی رنگ آمیزی ہے اوسکے سر و دماغ کو قوت ... کے واسطے ... احباب ظرافت طبع کو ایک مشغلہ طبیعت اور بازیچہ مزاح ہاتھ آیا اور کثرت تحسین سے ... پوچ و پادر ہوا اور سخن ناموزون اور بے معنی کو ہم جنب وحی والہام سمجھکر ... سودا کا جوش اور اوس جنون کا خروش ترقی پہ ہے احباب سے خندہ رسا ... غلغلہ تحسین اور صدائے آفرین جانتا ہے اوقات مین اسقدر فرصت نہین کہ اوسکا عجوبہ ... کا حال مفصل لکھون چند شعر لکھکر ختم کلام کرتا ہون اور ہر چند مناسب مقام یہ تھا کہ اوسکی وضع خاص کے اشعار لکھتا اور اوسکی موزونی ذاتی سے ظریفان خوش مزاج کو مسرور کرتا لیکن حیف تھا کہ زبان ایسے مزخرفات سے آشنا ہو ناچار اسی دو چار شعر سے اوراق تذکرہ کو مایہ دار کرتا ہے کہ خواہ حسن اتفاق خواہ کسی کی اصلاح سے فی الجملہ لطف سے خالی نہین ہین

ہستے آئینون کو نفرت ہے کچھ آئینون سے	تیر نکلا جو کمان سے تو گریزان نکلا
آشیان سے جو غزل پڑھنے کو ہدہد آیا	نعل پر آتش سر و ملک سلیمان نکلا
آجا بین اوسکے سایہ مین دونون جہان فقط	ہدہد جو ایک پنکھ تو اپنا پسار دے
ہدہد کا مذاق ہے نرالا سب سے	انداز ہے الگ پیا نکلا لا سب سے
سر دفتر لشکر سلیمان ہے یہ	اوڑتا بھی ہے یہ تو دیکھو بالا سب سے
جہان مین آج دیبی سنگھ تو راجون کا راجہ ہے	خدا کا فضل ہے جو قلعہ مین تو آبرا جاہے
کسیکو دے نہ دے تنخواہ تو مختار ہے آمین	اگر ہدہد کو دیدے کیون نہی ہدہد کا کیا جاتا ہے

ہوش تخلص منور علی شاگرد خدا بخش خان تنویر طبیعت رسا اور فہم تیز رکھتا ہے یہ شعر اوسکے نتائج طبع سے ہے

کچھ ہوش ہین جاتے مگر عاشق	اپنے قاتل کا دل بڑھاتے ہین

ہوشیار تخلص منشی کیول رام قوم کایستھ مرد سنجیدہ و صاحب استعداد قصائد و غزلیات فارسی سے دیوان فراہم رکھتا ہے گاہ گاہ ریختہ کا فکر بھی کرتا ہے اوسکے کلام سے یہی دو تین شعر بہم پہونچے

ملایا خاک مین دکھلا کے تونے قد بالا کو — سہی کو سرو کو شمشاد کو عرعر کو طوبی کو
خراب چشم میگون ہوگیا اب ہی سلام اپنا — صراحی کو پیالہ کو سبو کو خم کو مینا کو
خط و زلف و قد و عارض نے تیرے کرلیا عاشق — سمن کو سرو کو سنبل کو ریحان مطرا کو

ہنر

ہنر تخلص مرزا بخشاور بخت شاگرد مرزا حاجی شہرت شعر خوانی کے وقت زبان کی لکنت اسقدر ہی کہ لب گویا درج دہان کا قفل ہی غالبًا اوسکے کلام کی شیرینی بند زبان ہی یہ اشعار اوسکے مرقوم ہوئے

کس حسین مین ہین تقدیر ہی لائی یارب — کہ ہزارون جہان نام گرفتار دل کا
آپ اور آرزوے وصل بتان بے رحم — ای ہنر دل تو بتا سمجھے نہیں ابنا
ای ہنر دیکھا کچھہ اپنے درد پنہان کا اثر — پردہ ہی پردہ مین اونکو شوق پیدا ہوگیا
بیچینیان یہی ہین دل کی تو ای ہنر تم — لاتے ہو آج کل مین آفت کوئی اور دل پر
جلد گردن پر مری رکھدے خدا کیواسطے — دست نازک مین سنبھل سکتا اگر خنجر نہین
ہنر کچھہ اونکی نگاہین وہ کرگئین جادو — وگرنہ یون تو ملی آنکھہ بارہا اوس سے
گریبان چاک ہین اور مو پریشان — ہنر شاید کہ آئے ہین وہان سے

باب الیاء

یاس

یاس تخلص خیر الدین نام ساکن شاہجہان آباد صناعت طب مین جالینوس زمان بقراط دوران حکیم احسن اللہ خان کی توجہ سے مہارت تام اور معالجہ امراض مین دستگاہ تمام بہم پہنچائی تھی اور فن شعر مین کبھی شیخ ابراہیم ذوق اور کبھی مومن خان مرحوم سے اصلاح لیتا تھا چند سال ہوے کہ عرصۂ عالم سے عنان تاب ہو کر راہی فردوس ہوا یہ شعر اوسکا ناخن ہلال زن معلوم ہوا

اونوے یاس کہان اور سر دلدار کہان — ہمنشین بات وہ کر جسکا ہو کچھہ بھی سر پانون

یاس

یاس تخلص جعفر ان اہلبیت شعار و برنا سعادت دثار نخلبند گلشن کمال سیراب چمنستان فضل و افضال صاحب طبع متین حافظ حفیظ الدین کہ حلم اور بردباری کا جامہ اوسکے قد پر درست اور مہر اور محبت کا لباس اوسکے بر مین چست ہی استقامت فکر دست خرد کے واسطے عصا اور رسائی طبیعت شاہدان معنی کے چہرہ سے نقاب کشا مروت مین یگانہ اور مردمی مین یکتاے زمانہ ہرچند اقتضاے جوانی کی کشمکش سد راہ ہی لیکن کسب کمال کو مادۂ اوقات کا ماحضر اور تحصیل علوم کو جادۂ سلوک کا راہبر کیا ہی سینہ دانش کا گنجینہ لب زبان حرف کمال سے ہمداستان

حفظ کلام الٰہی سے سنفقہ یک فقاہتی کا مصداق اور صحیح خوانی اور تجوید حروف مین یگانہ آفاق
ازبسکہ طبیعت کی جودت اور ذہن کی رسائی اور فکر کی تیزی اور خیال کی بلندی اپنے اقتضا سے
باز نہین آتی باوجودیکہ اوقات عمرت بیشتر تکمیل ہنر و تحصیل کمال مین مصروف ہی تاہم سخن گوئی
البتہ وہان مین موزونی سے گذرید اور کلام کو اوسکے زبان پر الکتاب فصاحت سے چارہ
نہین سبحان اللہ طبع ہی یا گنجینہ تحت العرش کا ایک گوشہ اور دل ہی یا صحرائے عالم قدس کا
ایک قطعہ ہر چند پیارے سخن سنجی اور اساس موزونی کو صرف اپنی ہی امداد طبیعت پر رکھا ہی
لیکن لطف معنی اور رنگینی اسلوب اور دل نشینی طرز حیطۂ بیان سے خارج ہی اس نیک نہاد کے
اوصاف مین حیران ہون اور ذکر محامد مین سرگردان اصالت نسب اور شرافت حسب اور
اعتبار کی بلندی اور پایہ کی ارجمندی ارباب روزگار کی نظر مین وقار کے ساتھ زیست کرنی
اور آشنا اور بیگانہ کی نگاہ مین عزت اور آبرو کے ساتھ بسر کرنی ایک طرف اور طبع کی موزونی اور
سخن کی رنگینی اور فکر کی متانت اور اندیشہ کی رسائی اور زمانۂ نشو و نما کی غرور انگیزی اور پندار
جوانی کی جلوہ ریزی ایک جانب اور پھر اگر ان سب اسباب رعونت کو ایک پلہ مین رکھین اور
تواضع اور فروتنی کو کہ ردف حقیقی سکے خزانۂ انعام سے گنجینۂ طبیعت مین فراہم ہی دوسرے پلہ مین تو پلہ
تواضع ہی کا جھک جائیگا اب اس عرصہ سے عنان قلم کو معطوف کرکے چند شعر اوسکے کلام
فصاحت انتظام سے نذر احباب کرتا ہی

ہو وینگے نہ ہم تو تیری ظالم — پھر کون یہ جستجو کریگا
مرجائینگے ہم تو پھر کسی پر — یون ہی تو یہ ظلم تو کریگا
جب تو نہ ملا تو یاس خستہ — پھر کون سی آرزو کریگا
بادہ خواری نہ چھوڑ تو ای یاس — یہ بھی اک مشغلہ ہی یارون کا
گھر تو آنا کیا کہ اپنے آپ مین آئے نہ ہم — بے نقاب اوس روے تابان کا تماشا دیکھکر
کیا کہون کس طرح سے پھرتے ہین — ہوکے مضطر ترے گریبان چاک
ناتوان ہین پر اوڑتے ہین کیا کیا — مثل صرصر ترے گریبان چاک
یہ ہی وحشت رہی تو بیٹھ نچلے — گھر کے اندر ترے گریبان چاک
کو بکو کیا خراب پھرتے ہین — خاک ہوکر ترے گریبان چاک
رستخیزے برپا ہین بن ترے ہر دم — شور محشر ترے گریبان چاک

اور کو کیا بتاؤن مین حال اپنا — خود نہین جانتے کہ کیا ہین ہم

منہ چھپون سے یہ راہ و رسم اور پھر — پاس کتنے ہو پا رہا ہین ہم

یاد آتا ہی ہمین اپنا دل خون گشتہ — جب کہین بزم مین ہم بادہ و سبو دیکھتے ہین

کچھ تو بتلا ہمین احوال اپنا ای یاس — کہ ٹپکتا تری آنکھون سے لہو دیکھتے ہین

جہان مین پھرتے ہین ہم ہر طرف سراسیمہ — مگر یہ کچھ نہین کھلتا کہ آرزو کیا ہی

چونک پڑتے ہین عدم سے خفتگان خاک بھی — ہمرہ شور قیامت کیا تری رفتار ہی

ہوا ہی کس سے دل آزردہ اسقدر ای یاس — کہ تیرے منہ سے شکایت سدا نکلتی ہی

او قاتل کے دامن تلک بھی پہنچے نہ ہم — عبث اوسکی گلی مین خاک ہوے

جب جنون تھا تو تھے گریبان چاک — عشق ہی اب تو سینہ چاک ہوے

دیکھ کر کیجیو جنون اسکو — یہ ستمگر مرا گریبان ہی

اسکے ہر تار مین ہی سو شورش — رشک محشر مرا گریبان ہی

صبح کا چاک ہی گریبان لیک — اس سے بڑھکر مرا گریبان ہی

چاک کیونکر نہووے سو سو بار — پھر یہ آخر مرا گریبان ہی

یاور

یاور تخلص میر امام الدین باشندہ دہلی شاگرد میر نظام الدین ممنون مرد نیک نہاد اور فن تصویر کشی مین یگانہ تھا چند سال ہوے کہ راہی ملک بقا ہوا یہ شعر اوسکا سنا گیا

مدعا کہیے تو کیا کہیے کہ ہمکو ہم نفس — بات بھی کرنے کا اوسکے سامنے یارا نہین

یکتا

یکتا تخلص خواجہ معین الدین مرد با اخلاق و مودب اور سرکار شاہی سے خانی کے القاب سے ملقب ہی جناب غفران مآب حافظ عبد الرحمن خان مرحوم سے تلمذ رکھتا ہی یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

جو دم مین ہو کچھ لمحہ مین کچھ آن مین کچھ ہو — ایسے سے بھروسا ہی کسے مہر و وفا کا

منہ شرم سے ہر گل نے گریبان مین چھپایا — وا اوسنے چمن مین جو کیا بند قبا کا

عالم کو کیا قتل تری تیغ نگہ نے — اور مفت مین بدنام ہوا نام قضا کا

زلفون کو جو دی مشک سے نسبت تو خطا کی — مت ہو جیو برہم کہ مقر ہون مین خطا کا

کیا جانے محو خال ہوا یا اسیر زلف — ہی مدت مدید کہ دل کی خبر نہین

برسات مین کہے ہی کہ یکتا نہ پی شراب — واعظ تجھے کچھ ابر و ہوا پر نظر نہین

بیدل

بیدل تخلص عبد القادر مرد سپاہی طور پہلوان وضع تھا ایک دفعہ گاو زوری کے غرور سے

اکھاڑے مین ایک کشتی گیر کے مقابل ہوا وہ پہلوان ہرچند اس سے زور مین زیادہ نہ تھا لیکن فنون کشتی سے اوس نے پیچ لگایا اور ہنگامہ عام مین اسکی پشت کو زمین سے آشنا کیا اس ناداں نے تقاضاء غیرت سے ایسی جلا وطنی اختیار کی کہ پھر جیتا کسی آشنا یا آبادی مین قدم نہ رکھا گاہ گاہ شعر بھی کہتا تھا اور اشعار مین بیشتر تخلص کی رعایت سے مضامین رندانہ باندھتا تھا یہ اشعار اوسکے مسموع ہوے

کہہ دو رقیب سے کہ وہ باز آئے جنگ سے	ہرگز نہین ہین یار بھی کم اوس نہنگ سے
چھپتے ہو دل لیے ہوے تم کچھ ڈھنگ سے	مطلب ہے نام سے ہی غرض ہے نہ ننگ سے
لب کا بڑھا دیا ہے مزا خط سبز نے	ساقی نے پشت دی ہے مے صافی کو بنگ سے
دو چار صورتین کہین آتی ہین گر نظر	وان ہم بھی جا جھکتے ہین دل کی امنگ سے
دل اوکی بے طرح سے پھنسا زلف یار مین	نکلے یہ کیونکہ دیکھیے قید فرنگ سے
اچھا ہو تو بیچ مین خط لا کے دیکھنا	یاری تو تم نے کی ہے دل اوس شوخ و شنگ سے

بیچین

بیچین تخلص احمد علیخان باشندہ دہلی شاگرد حکیم قدرت اللہ خان قاسم فن طب سے فی الجملہ بہرہ رکھتا تھا تمام عمر سپاہ گری مین صرف کی دس بارہ برس ہوسے کہ نقد زندگانی کو تاراج گاہ فنا مین ہاتھ سے دیا یہ شعر اوسکا سنا گیا

شب کہا مین نے پتا اپنے مجھے گھر کا بتا	کان کا بالا بتا کر بس دیا بالا بتا

خاتمہ کتاب از جانب مصنف

الحمد للہ والمنہ اس کتاب لطیف اور نسخۂ شریف نے کہ روشن دلان پاک نظر کا نذر کردہ اور کرم نگاہان
بصارت طلب کے واسطے تبصرہ ہی اخیر ماہ شوال بارہ سو اکہتر سال ہجرت مقدسہ افضل نوع
بشر صلواۃ اللہ علیہ وسلامہ مین اتمام پایا اور کسوت اختتام کو اپنے قامت پر راست کیا شیوۂ
قلم کی تیز عنانی اور سمند خامہ کی سبک جولانی پہ آفرین ہے کہ اتنی اوقات قلیل مین ایسے دشت
ناپیداکنار کو طے کیا کہ بیان سے ہم اوسکے تصور سے نقش پا کے آغوش مین گوشہ گزین اور رہرو
خیال اوسکے نام سے واماندگی کے کنار مین خلوت نشین ہے سخن شناس جانتے ہین کہ اردو کا پایہ
کس بلندی پر پہونچا اور ہندی کا فرق کس اوج پر مرتفع ہوا کہ لہجہ دری اوسکے اوصاف مین
الکن ہے اور زبان پہلوی اوسکی مدح مین بے سخن اردو کو کسوت دری اور ہندی کو لباس
فارسی مین جلوہ دیا اگر اعجاز نہین تو سحر سے کم نہوگا احباب معنی رس کہ نکتہ فہمی کو انصاف سے
ہم آغوش اور ہنر شناسی کو قدردانی سے ہمدوش رکھتے ہین اور طرز سخن سے آگاہ اور کشور کمال
مین صاحب دستگاہ ہین اگر اس شاہد دل پسند کے وصف جمال مین زبان سخن پیرا کو حرف مبالغہ سے
بھی آشنا نکرینگے . اور غلو اور اغراق کو کارفرما نہ بنائینگے اور بیان واقعی اور حرف راست ہی زبان
پر لائینگے تو اس سے کم نہ کہینگے کہ سحر ہے معجز نظام اور سخن ہے ہمپایہ وحی والہام اردوی معلیٰ کا
پایہ اول کسقدر پست تھا اور اب صاحب سخن سنج نے کس درجہ عالی پر پہونچا دیا اور پہلے یہ زبان
کیا تھی اور مولف معنی شناس نے کیا سے کیا بنا دیا اور اس لطف سخن پر غلو مضامین اور بلندی
معنی کا کیا پایہ اور اس بلندی پایہ پر گنجینہ قدرت کتنا پر سرمایہ ہے جسوقت بحر سخن جوش مین آتا ہے
اور دریائے معنی خروش مین حسرت انصاف دل شکن اور تمنائے قدردانی ناخن بدل زن ہوتی ہے
اور خام طمعی یہ خیال پکاتی ہے کہ غالباً پاستانیون پر قدردانی کمال اور مرتبہ شناسی ہنر ختم تھی اس
باب مین افسانہ ہاے دور و دراز اور حکایات طویل مسموع ہین کہتے ہین کہ اوس روزگار مین ایک
برگ کو گلدستہ کی قیمت سے خریدتے تھے اور ایک شبہ کو لعل و یاقوت کی بہا سے مول لیتے تھے
اب تو سد سکندر مین سو سو رخنہ نکلتے ہین اور جام جہان نما مین ہزارون غلطیان پیدا ہوتی ہین
عدل نوشیروان کی داستان کو حمزہ کا قصہ سمجھتے ہین اور رستم و سام کے کارنامون کو لڑکونکا
کھیل جانتے ہین ایک تو متاع ہنر خود کاسد ہے اور اسپر اگر کوئی خریدار پیدا ہو تو وہ حاسد ہے ہرگاہ

سرنگون رستم کو اوسکے میدان رزم سے کنج لحد کے سوا پناہ نہ ملے اور سہراب کو اوسکے عرصہ جنگ سے
صحرا عدم کے سوا راہ نہ ملے سکندر اگر اوسکے نقش قدم کو خضر راہ بناتا چشمہ حیوان سے کامیاب
ہو جاتا اور سلیمان اگر اوسکی حراست مین ہوتا خاتم کو ہاتھ سے نکھوتا اگر زر گل مین کچھ نقصان آجاوے
صبا سے حساب طلب ہو اور اگر زبان سوسن کند بیان رہے باغبان سے جواب طلب ہو حکم ہے
کہ صبا باغ مین تپانہ کھڑکاوے تا کہ نرگس کے خواب راحت مین خلل نہ آوے اور کوئی جانور شب کو
شاخ درخت سے نیچے قدم نہ اوتارے تا کہ بھولے سے سبزۂ خوابیدہ پر پانون نہ پڑجاوے اوسکے
گلشن اقبال مین اگر دشمن دیوانگی کرے چوب دربان چوب گل کا حکم پیدا کرے اور اوسکی دار الشفا
شجاعت مین اگر حریف زہر لگاے اوسکی شمشیر تریاق فاروق مہیا کرے اوسکے عدل کی مہابت سے
سوسن اپنا خنجر تیز نہین رکھتی تا کہ ہمنشین کے پہلو مین خراش نہ آوے اور اوسکے انصاف کے خوف سے
خار اپنی سنان کو باہر نہین نکالتا کہ سینۂ گل مین چبھ نہ جاوے حق کو باطل سے ایسا جدا کیا ہے
کہ سوسن باوجودیکہ دشنہ رکھتی ہے خون بلبل کی تہمت سے بری ہے اور کثرت عطا سے خلق کو
ایسا مستغنی کیا ہے کہ ہوا ہر چند اوڑا لینے کو آندھی ہے گل خیری کی اشرفی جہان دھری ہے وہین دھری ہے
کیا حسن انتظام ہے کہ اگر نہر ہزار چور بہم پہونچاوے ایک قطرہ باہر نہ جا سکے اور اگر باغ ہزار
نافرمان رکھتا ہو اوسکے عمال کا قبضہ نہ اوٹھا سکے اوسکی کف دست وہ ابر ہے کہ قطرہ کی جگہ
گوہر بار ہے اور اوسکا صفحہ تیغ وہ باغ ہے کہ خون اعدا سے لالہ زار ہے اوسکی سیل عطا سے ایوان
بخل منہدم اور اوسکی تیغ عدالت سے آثار ظلم منعدم اوسکی تیغ ایک سے دو کرتی ہے دشمن
ترقی کا شکر گزار کیون نہو اور اوسکا گرز نقش پا سے ہم آغوش کرتا ہے خصم رفع تردد کا سپاس
دار کیون نہو خلق کو زبان درازی خامہ سے یہ گمان ہے کہ صحیفۂ مدح مین کوئی مضمون باقی نرہا ہو
اور مدیح نگار سے حق ثنا ادا ہو گیا ہو اور رہا بر شکستہ رقام خجل ہے کہ اس کتاب سے ایک
حرف اور اس خط کے ایک نقطہ سے عہدہ برآ نہین ہوا اور ان مقاصد سے ایک نکتہ اور ان عقد مقصد سے
ایک دقیقہ کو سر انجام نہ دے سکا جب راہ کی درازی اسقدر اور قدم کی نارسائی یہ ہو تو ناموس
سعی کو برباد کرنا اور آبروے جرأت کو خاک پر گرانا حیف ہے ختم کلام دعا پر اولی ہے اور اتمام
سخن اسی کلمہ پر بجا ہے یارب جب تلک ہلال عید روزہ دارون کی کشتگی دہن کے واسطے
کلید ہے اوسکے جام عشرت سے کام تمنا لذت گیر اور اوسکے خوان سخا سے معدہ آرزو فیض پذیر رہا

قطعہ اختتام تذکرہ نتیجہ طبع معدن دانش و تمیز مولوی عبد العزیز خلف استادی مولوی امام بخش صہبائی

چو صابر بکلک گہر بار خویش — رقم کرد این نامہ شاعری
عزیز جگر خستہ تاریخ گفت — شدہ گرم ہنگامہ شاعری
۱۲۷۱ھ

ولہ

جو مرزا صابر جادو بیان نے — لکھا یہ تذکرہ با زیب و تزئین
ہر ناف غنچہ او سمین نقطہ نقطہ — بسان گل ہر ہر حرف او سمین رنگین
نہ اوسکے لطف کو پہونچے گلستان — نہ نقش چین مین اسکے طرز و آئین
عزیز خستہ جان سے سال اتمام — کہی ہاتف نے کہہ گفتار شیرین
۱۲۷۱ھ

قطعہ تاریخ ریختہ کلک فیض اندوز مولوی عبد الکریم سوز خلف استادی حضرت صہبائی

از کلک صابر این در شہوار برتری — در سلک انتظام بصد زیب سفتہ شد
سوز حزین چو کرد تامل بجیب فکر — معیار فطرت و ہنرش سال گفتہ شد
۱۲۷۱ھ

ایضا در سمت

یہ وہ ہی تذکرہ جسکو پڑھے گر باغ عالم مین — تو ہر دم نغمہ مستانہ گاتے بلبل معنی
نتیجہ میرزا صابر کی ہی طبع ہمایون کا — کہ جنکی فکر روشن سے ہوا روشن دل معنی
جو پوچھا سوز نے اوس سے کہ ہی تاریخ کیا اسکی — کہا ہاتف نے سنکر ہی فروغ مشعل معنی
سمت ۱۹۱۱

ایضا در فصلی

صابر انداخت رنگ تذکرہ — کہ از وہ بہتری نیاری گفت
جوہرے کو کہ قدر او داند — کہ بدست قلم چہ درہا سفت
قیمتی گوہرے کہ در جنبش — در جہان را کسے نگر دیفت
چمنے کو کہ در خیابانش — بچنین رنگ و بوے گلے نشگفت
منصفے کو کہ بیند و گوید — کہ چنان بحر را بگوہر نہفت
سوز دل خستہ در سن فصلے — سال او نثرۃ الفواد بگفت
۱۲۶۲

تاریخ مرزا غلام نصیر الدین بہادر قناعت تخلص

فلک مرتبت اسعد بر ناموَر — مبارک خصایل ہمایون سیر
ہین جد اونکے تیمور صاحب قران — ہمایون جہانگیر شاہ جہان
وہ ہین میرے اوستاد فرخ نہاد — فریدون حشم اور سکندر نژاد
اور اس مرتبہ پر جو اخلاق ہین — جہان مین وہ مشہور آفاق ہین
ہو اک بحر زخار علم اونکی ذات — کلام اونکے ہین غیرت معجزات
لکھا ان دنون مین ہو اک تذکرہ — کہ ہو راحت روح فرحت فزا
عبارت ہو اوسکی بہت دلپذیر — ہر اک فقرہ اوسکا ہو ماہ منیر
عجائب ہو وہ روضۂ دلکشا — سرور انتما و مسرت فزا
جو اس نظم رنگین کی دیکھے بہار — تو کہدے کہ ہو جوش پر لالہ زار
یہان تک تجلی سے معمور ہو — کہ گویا یہ نور علے نور ہو
یہ تھا تذکرہ کان فضل و ہنر — اور اصلاح صہبائی ناموَر
عجب کیمیا کا اثر کر گئے — کہ یہ سیم تھا اسکو زر کر گئے
یہ سب کچھ اوسی کی تو امداد ہو — کہ وہ سارے عالم کا اوستاد ہو
یہ ہو اوسکے ہی فیض کا کچھ اثر — کہ صابر نے اوگلے ہین لعل و گہر
نہین منھ جو اونکے بیان ہون صفات — کہ چھوٹا ہو منھ اور بڑی ہو یہ بات
نہین تذکرہ ہو یہ اک شمع طور — کہ ہو نور معنی کا اوسمین وفور
سپہرا اوسکی جسدم زیارت ہوئی — تو جان غرق دریاے حیرت ہوئی
کہا عقل نے یہ نہین حوصلا — کہ تو ہو سکے اوسکا مدحت سرا

رقم کر یہ تاریخ گر ہو ذہین
کتاب اوس سے اب کوئی بہتر نہین

قطعہ تاریخ مرزا اوصل بیگ مشہور بمرزا چھنگا فاخر تخلص

چو دیدم کلام مطراے صابر — چو دریاے اعظم بود در تلاطم
خصوصاً عبارات این نسخہ کز وے — خرد گشت در حیرت و فکر ہا گم
بمن گفت کاے فاخر از بہر سالش — بگو مردم چشم دریا چشم مردم

قطعۂ تاریخ رشحۂ کلک حافظ عبد الرحمن حیرت

میرزا صابر بہادر شاہزادہ ذی وقار ‌‌— باعث فخر جہان و قدردان و اہل فن
تذکرہ تالیف کرد و داد داد شاعری — طرز تحریرش رباید از جہان رنج و محن
حیرت خستہ جگر چون فکر تاریخش نمود — داد ہاتف این ندا آرایش بزم سخن

ولہ

میرزا صابر بلند شکوہ — صاحب عالم بلند وقار
دل او معدن جواہر قدس — سینہ اوست مخزن اسرار
رقم و ثبت کرد تذکرہ — کہ بود بوستان نقش و نگار
بود حیرت بفکر تاریخش — گفت ہاتف خزاین الاشعار

تاریخے کہ میر رحمت علی رحمت فرمودہ اند و بانضمام لفظ رنگینی معانی بہ گل سخن عدد سال اختتام کتاب ست نمودہ

چون نخلبند معنی یعنی کہ کلک صابر — صد بہار تازہ آراست این چمن را
رحمت ز بہر سالش گفتہ کہ خامہ او — رنگینی معانی دادہ گل سخن را

تاریخ طبع زاد جوان نیک نہاد محمد بیگ محوی تخلص

زین تذکرہ لطیف مرزا صابر — خوش حجلہ پئے عروس معنی آراست
نظارۂ او سرور دلہاے غمین — سطرش در جام صفحہ موج صہباست
کیفیت خویش چہ گویم کہ چہاست — ہست انچہ ز روے کار حالش پیداست
کردم چو سوال سال او از محوی — گفت از سر درد یادگار شعراست

تاریخ تصنیف عبد اللہ بیگ عاجز

تذکرہ چون باختتام رسید — غنچۂ آرزوے دل بشگفت
سال تاریخ ختم او عاجز — رشحۂ ابر فکر نادر گفت

تاریخے کہ منور علی ہوش تخلص گفتہ

صابر خوش فکر نوک قلم — گوہر این تذکرہ را چون بسفت
ہوش پئے سال وے از روی جہد — گلشن نایاب خرد باز گفت

تاریخ یگانہ دودمان اہلیت یکتاے جہان قابلیت جامہ زیب خلعت سعادت ذات شائستہ محاسن صفات نونہال چمنستان جوانی نوباوہ حدیقۂ زندگانی

طرازندہ ساوہ سنتانت نقاش نگارخانہ فطانت صاحب طرز متین حافظ محمد فخر الدین فخر تخلص کہ حسن خط اوسکے قلم کی مشاقگی سے سادہ رویان دلربا کے جمال سے زیادہ تر دلکش ہی اور تیغ سادہ اوراق اوسکے خامہ مانی نگار کی آرایشگری سے کمال نظر فریبی بہم پہنچا کر غنطا ہوتے مین دلخوش ہی اوسکا قلم ہی یا گلشن سخن طرازی کا سرو آوسکا خامہ ہی یا اپنی نغمہ پردازی کا تذرو حرف کو اوسکی زبان قلم کے طفیل شیرین دہنون کی گفتگو بہرہ فہمی اور طرفہ دلنشینی سے عمر نظارہ اوسکے طرز خط کے مشاہدہ مین صرف ہیشہ اہتزاز اس کتاب بلاغت انتساب کے اوسی یگانہ کشور کمال کے زیور کتابت سے مزین ہی اور اوسکی رگ ابر قلم کی آبیاری سے گلستن

دراحوال رنگین کلامان دہر	مرتب چو شد این کتاب عجب
بگفت از سر آرزو فخر زود	بہر وفخر ارباب فہم و طلب

تاریخ صاحب فکر رسا سبحان الدین متخلص لقا کہ طبع موزون اور معدن ضمیر جواہر نکات سے مشحون رکھتا ہی بالفعل خاک شاہجہان آباد اوسکے بہار قدم سے رشک چمن اور زمین سخن اوسکی فکر کی آبیاری سے گلشن ہی

ہوا تذکرہ از شاعران مرتب	بطرز دلاویز و آئین رنگین
سر بی لقا بے تکلف نکلا زبان سے	ہی تاریخ اوسکی صفا مین رنگین

قطعہ تاریخ تصنیف مرزا علی بیگ نازنین تخلص ریختی گو

اب مین قربان اپنے ماہر کے	مجکو سب کچھ اونھون نے سکھلایا
او سے دو بولا سے ہو کی واقف	اونسے آیا جو کچھ مجھے آیا
ورنہ اک بے تمیز رنڈی تھی	نیک و بد سب اونھون نے بتلایا
اونکے قدمونکی سی عورت نے	رتبہ مردون سے بھی سوا پایا
ہین وہ شہزادہ بلند نژاد	رتبہ اللہ کے گھر سے ہی پایا
اونکے علم و ہنر مین کامل ہین	اونکا سب سے بلند ہی پایا
اونکی اصلاح کے جو دامن کا	سر پہ میرے کلام کے سایا
تھی بڑے جو کہ مرد کامل فن	اونکو میرے سخن نے شرمایا
دیکھ شوخی زبان عورت کی	رشک سے زہر مردون نے کھایا

تذکرہ شاعرون کا لکھا ہے / اور مجکو بھی ہے وہ دکھلایا
کس طرح کہہ سکون مین اوسکی صفت / کیا مرا منہ ہے کیا مرا پایا
اللہ اللہ عبارتین اوسکی / بحر مضمون ہے جوش مین آیا
رنگ معنی پہ تازگی حروف / جیسے گلشن پہ ابر ہے چھایا
وہ سخن اوسکے لب پہ ہے گویا / لب جیسے پہ معجزہ آیا
لیکے اوسنے وہ تذکرہ اکدم / نازنین کو بھی مین نے دکھلایا
اوسنے تاریخ یہ کہی مجھ سے / لے مین صد سخن یہ خوب فرمایا

تمہید سپاس احباب شفیق و توطیہ شکر یاران صدیق

حالانکہ رنگین نگار رسائی فکر رسا اور جادہ پیمائے خامہ تیز پا سے اسقدر سپاس فرا رہین ہے جسقدر بزرگان کریم نہاد اور محبان صادق الوداد کا حرف شکر غنچہ لب و دہان رکھتا ہے کہ اس کتاب کے اتمام اور اس نسخہ کے انصرام مین اُن والا ہمتان بلند حوصلہ کیطرف سے کیا کیا حسن مروت جلوہ گر ہوا جناب مستطاب اوستادی مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے کے لطف و کرم کے آفتاب کی فروغ بخشی کا تو کیا بیان ہے کہ اگر یہہ سوے بدن ہون برگ سوسن کی طرح زبان طلب چون گل صد برگ سو زبان پیدا کرے اوس دفتر سے ایک حرف ادا نہو سکے شاہد ان عبارت کو اسطرح زیور اصلاح سے آرایش دی کہ اون دلربائون کی گردن و گوش کا جلوہ اوس پیرایہ و حلل کے پردہ مین نظر تامل سے روپوش ہو گیا گویا ایک سایہ تھا کہ ہجوم انوار مین محو ہو گیا یہ شکر تو عمر خضر سے زیادہ تر طول مدت چاہتا ہے اُن دوستون کے بار احسان سے سر فرو ہے کہ مصالح کے بہم پہونچانے مین اتنی عرق ریزی اور اس شغل کے اہتمام کی راہ مین ایسی قطرہ زنی کی کہ جو راہ کہ عمر برجستہ کی درازی پر طعنہ زن تھی اوسکو بسان نشتن ایک چشم زدن مین طی کیا یگانہ عالم محبت مرزا غلام نصیر الدین تنہا ہمت آور یکتا سے کشور مودت مرزا پیارے متخلص نعمت اور رشک ہمسران معاصر مرزا جمعیت شاہ ماہر اور طراز وسادۂ الفت و مہر شتاب خان متخلص بہ سپہر اور سبک بجلان عرصہ قدرت غلام مرزا عبد اللہ بیگ عاجز بنام اور جگر شگاف حاسدان کینہ اندوز صاحبزادہ بلند اقبال جناب اوستادی و مولائی حضرت صہبائی یعنی مولوی عبد الکریم نام متخلص بہ سوز رنگین کلامان حضرت شاہجہان آباد کے اشعار کی تحصیل مین اور یکتا نہ عرصہ لطف مروت فارس مضمار یگانگی و مودت واقف سرایر سخن مولوی

ابو الحسن کہ متوطن فرید آباد اور بلدہ طیبہ اکبرآباد مین حکام عہد کی قدردانی سے عہدہ ترزبر کتب
فارسی پر مامور اور اطراف اکناف مین اس فن کی دقیقہ سنجی اور رموز فہمی کے وصف سے مشہور
ہین شعراے دار الخلافہ مذکور اور سخن گویان نواح نزدیک و دور کے سخن ہم پہونچانے مین مستعد
ساعی ہوئے کہ اوسکا شغل دقائق لیل و نہار مین گنجائش نہ پر نہین آیا در سرانجام مسودہ او ترتیب اجزا کے
بعد شمع افروز بزم انشا چمن پیراے معانی جو او درنگ آمیز شاہنامہ ظفر جناب میرزا صفدر علی بیگ بلند
اور گلدستہ بند بہارستان ضروری تازہ زبانا گلشن تو بہ پیدی آمودہ آثر سعادت مولوی محمد حسین شفقت
نے تلبیغ فامشعل جو اپنے تصحیح مین با اندازہ زکو اقوال و فضت و مروت سے ممنون کیا سب
مراحل طی ہو چکے حسن عبارت و لطافت معنی اور رشاقت اسلوب اور خوبی انتخاب اشعار کا شہرہ اطراف
عالم مین پہونچا در ہر طرف سے دوستانہ زود و سیع اور دوستانہ دراز ہوا اکابر من کی سعی اس وادی
مین تنگ ٹھہرا اور ناچیز کی ہمت اس میدان مین پا رسائی ناگاہ مظہر مکارم شیم مصدر آثار کرم
محی مراسم یگانگی ماحی رسوم بیگانگی جامع محاسن خفی و جلی شیخ نثار علی صاحب مالک مطبع مرتضوی کہ اس
جزر زمان مین بلندی ہمت اور فراخی حوصلہ اور عموم مروت و شمول مکرمت انکی ذات مین اسطرح
جمع ہین جیسے محیط مین امواج اور حسن اخلاق اور یکرنگی وفاق اور رعایت دوست نوازی آور ملاحظہ
رسمت بازی اوسکی نہاد سے ایسے حب ان اختلاط ہین جیسے مرکب سے مزاج لطف مروت کے اظہار
اور مراسم یار فروشی کے اعلان کی طرف مائل اور اس کتاب کے چھاپنے کی طرف متوجہ ہوئے حق یہ ہے
کہ اس امر کے سرانجام مین ساعی ... کو اسطرح صرف کیا کہ قلم اوسکی کیفیت کی تحریر مین و زحساب تا سر
زانو سے نہین اوٹھا سکتا اس مطبع کے حسن اہتمام کا ذکر کرون یا خوبی اسباب طرف زبان پر لاؤن کاتب کی
زبان قلم حرف نستعلیق سے اسطرح آشنا ہے جیسے طوطی خوش لہجہ حرف دلربا سے اور الطافت سینہ کاغذ سے
یون جلوہ گر ہے جیسے صفائی آئینہ مجلا سے آخر الامر اس سعی مشکور یہ اثر مترتب ہوا کہ مدت قلیل مین یہ نسخہ
خطیر اتمام کو پہونچا اور نسخہاے بیشمار فراہم ہو کر مشتاقان ناشکیب کی نظر شوق سے دوچار ہوئے یہ نسخہ
ہر چند اہل سخن کی طبع کو پسند تھا لیکن جب اس مطبع مین زیور طبع سے آراستہ ہوا اور ارجمند ہو گیا الٰہی تعالیٰ
ان دوست نوازان بلند ہمت کو انقطاع سررشتہ روزگار تک بادۂ مراد سے مزہ جوش اور حصول مرام سے

دل خوش رکھے

خاتمۃ الطبع

ہزار ہزار شکر ہے گلشن آرائے کن فکان کی جناب مین کہ ان دنون مین گلدستہ جاوید بہار
ریاحین گلزار سخنوری ثمرۃ الفؤاد بہارین طبعان شعرائے نامی یعنی تذکرہ زبان آوران
بلند فطرت گرامی فن مسمی بہ گلستان سخن جو ایک گنجینہ کلام شاعران مسیح نفس اردو زبان کا
ہے جسمین ہر زبان آور کا تخلص بہ ترتیب حروف تہجی مع نام و نشان سکونت اور انکے کمالات
فضل کا مذکور ہے بہت نادر تبصرہ ہے تصنیف زبدۂ شاہزادگان عالی تبار شاہزادہ مرزا
قادر بخش بہادر متخلص بہ صابر جسکی درستی عبارت باصلاح استاد کامل مولوی امام بخش
صہبائی ہوئی ہے حسب تحریک قدرشناس سخن منشی بیدیال صاحب میر منشی ایجنسی بھو
مطبع نامی منشی نول کشور مین بمقام لکھنؤ بعد ازالہ اغلاط کے ماہ اپریل ۱۸۸۲ء مین مطابق
ماہ جمادی الاولی ۱۲۹۹ھ چھپکر اشاعت پذیر ہوا خدائے تعالی مطبوع اہل عالم فرماوے
بمنہ و کرمہ

کلیات ناسخ — دو دیوان صفحہ اور حاشیہ پر نتیجہ بلند فکر شیخ امام بخش ناسخ شاعر مستند لکھنوی —

کلیات آتش — طبعزاد سخنور نامی خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی معاصر ناسخ —

کلیات نظام — کلام سخنور خوش فکر بلند خیال نواب محمد یار علیخان بہادر —

کلیات تسلیم — جسکا نام تاریخی نظم ارجمند ہے نتیجہ خوش فکری زبان آور بلند خیال منشی امیر اللہ تسلیم شاگرد حضرت نسیم دہلوی —

کلیات میر تقی — اُستاد مستند مسلم الثبوت کا کلام جسکا نظیر ثانی مکرر چھپا —

کلیات ظفر — کلام الملک ملک الکلام چار جلدین —

۱ — جلد اول و دوم یکجائی —

۲ — جلد سوم و چہارم یکجائی —

کلیات مومن خان — جدید الطبع —

کلیات وہبی — طبعزاد سخنور نامی منشی شیو پرشاد ایڈیٹر اردو اخبار —

بہارستان سخن — اسمین تین اُستادون کا کلام ہے ہمطرح وہمقافیہ غزلین — ۱ — شیخ امام بخش ناسخ ۲ — خواجہ حیدر علی آتش — ۳ — مہدی حسین خان ناظم بڑے معرکہ کا مجموعہ ہے ہر ایک استاد نے زور طبع دکھایا ہے دیکھکر ترجیح بلا مرجح کہنا پڑتا ہے —

دیوان گویا — از طبعزاد سالار الملک فقیر محمد خان گویا شاگرد خواجہ حیدر علی آتش و نیز استاد نازک خیالی —

دیوان رند — سخن بیگانہ شیشہ عشق کا جلیلہ سید محمد خان [illegible]

شاگرد خواجہ حیدر علی آتش —

دیوان خواجہ وزیر — [illegible] [illegible]

سید محمد حسین وکیل عدالت دیوانی —

دیوان غافل — کلام سخنور [illegible] ہمپایہ آتش و ناسخ منور خان غافل —

دیوان ذوق — از نتیجہ فکر سخن گو مالک خیال سید ابراہیم علی ذوق —

دیوان بہار عرب — در محامد خاتم الرسالت مولفہ حاجی محمد نذیر مصطفیٰ آبادی —

دیوان لطف — پاکیزہ دیوان غزلیات مع معراج نامہ محامد سرور کائنات مصنفہ حافظ محمد لطف علیخان دہلوی

ایضاً — نعت سرور کی غزلیات تمام ردیفون کی محامد خاتم المرسلین مین از بہار زمانی طبع بلند مفتی غلام سرور لاہوری —

دیوان بنجارہ سالک — عمدہ کلام از مرزا قربان علی بیگ سالک تخلص —

دیوان نیاز — از روشنی صافی طبع نازک پسند شاہ نیاز احمد بریلوی نیاز تخلص —

دیوان شہیدی — مصنفہ کرامت علیخان شہیدی تخلص ہے —

دیوان امیر — مسمے بہ مرآۃ الغیب از میر احمد میر تخلص

دیوان غالب دہلوی — کئی مرتبہ یہ دیوان مختلف مقامات مین چھپا اور ہر جگہ کی قدر [illegible] سے [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible]